فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِى الدِّيْنِ

فتاویٰ قاسمیہ

منتخب فتاویٰ

حضرت مولانا مفتی شبیر احمد القاسمی

خادم الافتاء و الحدیث جامعہ قاسمیہ

مدرسہ شاہی مرادآباد، الھند

(جلد ۲۳)

المجلد الثالث و العشرون

بقية الحقوق الرويا، الطب و الرقىٰ

بتمام انواعها كتاب الخطر والاباحة

إلى باب السابع مايتعلق باللحية

ناشر

مکتبہ اشرفیہ، دیوبند، الھند

01336-223082

مکمل اجمالی فهرست ایک نظر میں

❖❖ ❍❖❍

فہرست مضامین

٣٨/ بقية كتاب الحقوق

مسئلہ نمبر	٤/باب حقوق الزوجين	٣١

	٦ / باب حق الجوار	۱۴۷

	۷ / باب بیع الحقوق	۱۶۲

	۳۹ / کتاب الرؤیا	۱۹۲

۴۰ / کتاب الطب والرقیٰ

۱/ باب ما یتعلق بالطب وغیرہ

	۲/باب أعضاء الإنسان وأجزائه	صفحه

۲۶۰

۳ / باب ما يتعلق بحمل المرأة و موانعه

٤/باب التداوی بالمحرم

۵/باب الرقیة

(۶) باب الأجرة على الرقية

٤١ / كتاب الحظر والإباحة

(١) باب السلام، والمصافحة والمعانقة

رقم المسئلۃ	۲ / باب الصلۃ و المقاطعۃ	صفحہ

۳/ باب اللباس

٤/ باب الزينة

۵/ باب الحجاب

٦/ باب مایتعلق بالشعر (بالوں سے متعلق)

۷/ باب ما يتعلق باللحية

بقية كتاب الحقوق

(۴) باب حقوق الزوجین

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا ☆ عَلٰى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

میاں بیوی کے حقوق

سوال: [۱۰۲۴۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اپنی بیوی سے اگر کسی کام کو کہتا ہے، تو بیوی کہنا نہیں مانتی اور غلط الفاظ بولتی ہے اور یہ کہتی ہے کہ میرے منہ لگنے کی ضرورت نہیں ہے، اور کسی دوسرے کام کو کہتا ہے تو کہنے پر عمل نہیں کرتی اور اپنے پاس موبائل رکھتی ہے شوہر کی غیر موجوگی میں بات کرتی ہے، شوہر موبائل کو منع کرتا ہے، تو نہیں مانتی شوہر اپنی سسرال والوں سے شکایت کرتا ہے، تو داماد کو گالی گلوچ کرتے ہیں، اور لڑکی کی ہمدردی کرتے ہیں، اسی بنا پر شوہر بیوی میں جھگڑا رہتا ہے، ایسی بیوی کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

المستفتي: اختر علی، بیر پور تھان، کاشی پور روڈ، ضلع: مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: میاں بیوی کی زندگی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت و مودت اور ایک دوسرے کی غلطیوں پر چشم پوشی اور مراعات کیساتھ صحیح طور پر گذرتی ہے لہٰذا شوہر پر لازم ہے، کہ بیوی کی غلطیوں کو درگذر کرتا رہے، اور اس کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرتا رہے، اسلئے کہ اس کو ٹیڑھی پسلی سے پیدا کیا گیا ہے، ان کے اندر

ٹیڑھاپن باقی رہے گا، اور گھر کو بگڑنے سے بچانے کا یہی طریقہ ہے، کہ بیوی کی غلطیوں پر چشم پوشی کی جائے ،اور اپنے غصہ کو ہضم کیا جائے، اور بیوی پر ضروری ہے کہ اپنے آپ کو غیر محرموں سے دور رکھے اور حلال وحرام کے معاملہ میں شوہر کی مرضی کی خلاف ورزی نہ کرے، اور نافرمانی کرنے پر شوہر کو سرزنش کرنے کا بھی حق ہے۔

قال صلی اللہ علیه وسلم استوصوا بالنساء خیراً فإنهن خلقن من ضلع فإن ذهبت تقیمه کسرته ، وإن ترکته لم یزل أعوج—وقوله – قال صلی اللہ علیه وسلم إذا دعا الرجل امرأته إلیٰ فراشه فأبت فبات غضبان لعنتها الملائکة حتی تصبح – قوله– وکون السیاسة بیده یقتضی أن یکون لهٗ تعزیرها وتأدیبهاإذا بغت ولیأخذ بالأسهل فالأسهل ، فالأول بالوعظ ثم الهجر فی المضجع یعنی ترک مضاجعتها ولایخرجها من بیته ثم الضرب غیر المبرح أی الشدید .

(حجة اللہ البالغه ، مکتبه حجاز ۳۵۳/۲، ۳۵۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۸۹۲/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۱۲/۲۲ھ

کیا بیوی شوہر کی ملکیت ہوتی ہے؟

سوال: [۱۰۲۴۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بیوی کے مرجانے کے بعد اس شخص نے دوسری شادی کرلی اس دوسری بیوی سے متعدد اولادیں پیدا ہوئیں جو بفضلہٖ تعالیٰ موجود ہیں، پہلی بیوی کا بچہ بھی نانا وغیرہ کی وفات کے بعد باپ کے گھر آ گیا جسکی اب عمر ۴۷؍سال ہے ،اس جہیز کا تنہا پہلی بیوی کا لڑکا مالک ہے، یا باپ مالک ہے، یا مزید دوسری بیوی سے پیدا شدہ بچے بھی مالک ہیں، جبکہ باپ ۵۰؍سال سے اس مال کی حفاظت کررہا ہے، خرد برد نہیں ہونے دیا شرعی حکم کی ضرورت ہے، شرط یہ ہے کہ

جب لڑکی کوشوہر کے حوالہ کیا جاتا ہے، تو اسکی ملکیت بنا کر دی جاتی ہے، وہ جس طرح چاہے ظلم کے علاوہ اپنے تصرف میں لائے؟

المستفتي: محمد شجاع الدین، بھوجپور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شوہر کو بیوی پر ظلم کرنے کا کسی طرح حق نہیں ہے، نیز بیوی ملکیت بن کر نہیں جاتی ہے، بلکہ زندگی کا ساتھی بن کر جاتی ہے، اس کے ساتھ ہر طرح کی رواداری کا معاملہ کرنا شوہر پر واجب ہوتا ہے، حدیث شریف میں حضور ﷺ نے یہی حکم فرمایا ہے۔

عن سليمان بن عمرو بن الأحوص، قال: حدثنا أبي، أنه شهد حجة الوداع مع رسول الله ﷺ فحمد الله وأثنى عليه وذكر ووعظ ثم قال......... ألا استوصوا بالنساء خيراً فإنما هن عوان عندكم ليس تملكون منهن شيئا غير ذلك الخ. (ترمذی شریف، باب و من سورة التوبة، النسخة الهندية ۱/ ۲۲۰، دار السلام رقم: ۳۰۸۷) **فقط اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/رجب ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/ ۳۲۴۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۷/۸ھ

زوجین ایک دوسرے کو کیا کہہ کر پکاریں؟

سوال: [۱۰۲۴۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رشتہ کی حیثیت سے بیوی کو کیا کہکر بلایا جائے، اور اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو بہن (دیدی) کہکر بلائے تو اس سے نکاح میں کوئی خرابی ہوگی یا نہیں؟ یہ بھی اگر فرط محبت کی وجہ سے ہو؟

المستفتي: محمد عبد الجلیل، جنتا میڈیکل ہال، فریکنگ نوگاؤں، آسام

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شوہر کیلئے بیوی کونام لیکر پکارنا جائز ہے، لیکن بیوی کے لئے شوہر کو نام لے کر پکارنا مکروہ ہے اور بیوی کو بہن یا دیدی کہہ کر پکارنا بھی مکروہ ہے۔

عن أبي تميمة الهجيمي ، أن رجلا قال لامراته: يا أخية ،فقال رسول الله ﷺ : أختک هی فکره ذلک ونهی عنه . (سنن أبي داؤد ، باب فی الرجل يقول لامرأته يا اختی ،النسخة الهندية ۱/ ۳۰۱،دارالسلام رقم: ۳۲۱۰)

ويكره أن يدعو الرجل أباه وأن تدعو المرأة زوجها باسمه وفی الشامی، بل لابد من لفظ يفيد التعظيم كياسيدی ونحوه لمزيد حقهما علی الولد والزوجة الخ. (الدرالمختار ، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع ،زكريا ۵۹۹/۹، كوئٹه ۲۹۷/۵، كراچی ۴۱۸/۶، الموسوعة الفقهية الكويتية۱۱/۳۳۸، ۱۹۹/۴۵)

ويكره قوله يا ابنتی ويا أختی ونحوه وفی الشامية فقد صرحوا بأن قوله لزوجته يا أخية مكروه الخ. (الدرالمختار مع الشامی ، كتاب الطلاق، باب الظهار ، زكريا ۱۳۱/۵ ، كراچی ۴۷۰/۳، كوئٹه۶۲۶/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍شعبان ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۳۹/۲۴)

شوہر کو تعظیماً بھائی کہنا

سوال: [۱۰۲۴۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر بیوی دوسرے شہر سے ٹیلیفون کرتی ہے تو وہ شوہر کے نام کے آگے یا بعد میں تعظیماً بھائی یا صرف صاحب لگا سکتی ہے یا نہیں؟ اس سے نکاح میں خرابی تو نہیں آتی ہے، شرعاً بیوی شوہر کو کیا کہہ سکتی ہے؟ مفصل بیان فرمائیں؟ نوازش ہوگی؟

المستفتي: محمد اسلام، بھٹی محلہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق :اگر تعظیم کیلئے بھائی کا لفظ شوہر کیلئے استعمال کیا جائے تو اس کی وجہ سے نکاح میں کوئی فرق نہیں آئے گا، البتہ شوہر کو سردار اور سرتاج وغیرہ کے الفاظ سے پکار نا زیادہ بہتر ہے۔

ويكره أن يدعو ''إلى قوله'' بل لابد من لفظ يفيد التعظيم كيا سيدى ونحوه لمزيد حقهما على الولد والزوجة . (شامی فصل فی البیع، زکریا ۹/ ۵۹۹، کراچی ۶/ ۴۱۸، الموسوعة الفقهية الکویتية ۱۱/ ۳۳۸، ۴۵/ ۱۹۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۵۹۴)

کیا بیوی کے گناہ میں شوہر بھی شریک ہے؟

سوال: [۱۰۲۵۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید پیسہ کمانے کیلئے دوسرے ملک مثلاً سعودیہ عرب کویت وغیرہ دوسال کے ایگریمنٹ کیساتھ گیا، اس درمیان بیوی اپنے نفس پر قابو نہ پاسکی اور غیر لوگوں کے ساتھ اس نے اپنی نفسانی خواہش پوری کرنا شروع کردی (زنا کاری پر اتر گئی) تو آیا اس کی بیوی اپنے غلط عمل کی گنہگار تنہا ہوگی یا اس کا شوہر بھی اس جرم میں شامل ہوگا؟

المستفتي: محمد ضیاء الرحمٰن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق :اگر زید عورت کی خوشی اور مرضی سے پیسہ کمانے کیلئے سعودیہ عرب، کویت وغیرہ گیا ہوا ہے، اور دوسال کا اگریمنٹ کرکے بیوی کی مرضی پر گیا ہے، تو ایسی صورت میں اس کی عدم موجودگی میں بیوی کے گناہوں میں مبتلا ہونے کی

ذ مہ داری بیوی کے سر پر ہوگی ،شوہر پرنہیں ہوگی ، اوراگر بیوی کی مرضی کے بغیر گیا ہوا ہے ،تو ایسی صورت میں اس گناہ میں شوہر بھی شامل ہوگا ، اس لئے کہ جوان بیوی کو چھوڑ کر چار مہینے سے زیادہ اس کی مرضی کے بغیر دور دراز سفر میں چلے جانا شرعاً ممنوع ہے اگر جانا پڑ جائے تو بیوی کو بھی ساتھ میں لیجانے کا حکم ہے۔

ولا يبلغ مدة الإيلاء إلا برضاها قال الشامي، ثم قولهٗ ، وهو أربعة أشهر يفيد أن المراد إيلاء الحرة، ويؤيد ذلك أن عمرؓ لما سمع في الليل امرأة تقول: فوالله لو لا الله تخشىٰ" فسأل عنها فإذا زوجها في الجهاد، فسأل بنته حفصة كم تصبر المرأة عن الرجل ؟ فقالت : أربعة أشهر فأمر أمراء الأجناد أن لا يتخلف المتزوج عن أهله أكثر منها. (شامی، کتاب النكاح، باب القسم ، زكريا ٤ /٣٨٠، كراچی ٣/ ٢٠٣، الموسوعة الفقهية الكويتية٢٢ /١٤٤ ، سنن سعيد بن منصور ، باب المغازی يطيل الغيبة عن أهله ،دارالكتاب العلمية بيروت ٢ /١٧٤، رقم: ٢٤٦٢، مصنف عبدالرزاق ، المجلس العلمی ١٥٢/٧ ،رقم: ١٢٥٩٤، فتاویٰ محمود يه ڈابهيل ١٨ /٥٩٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴ر ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰ /۱۰۸۸۰)

شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کا اس کے جیب سے روپیہ نکالنا

سوال: [۱۰۲۵۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نے اپنی پہلی بیوی کو اس لئے طلاق دیدی کہ وہ میری جان لینے پر تلی ہوئی تھی ، اور اس نے مجھ پر جھوٹے الزامات لگا کر جیل بھی بھیجا میں نے دوسری شادی ایک غریب لڑکی سے کی ، اسے لکھا یا پڑھایا اور لکچرر کی نوکری بھی دلوائی کیونکہ میں ملازمت سے سبکدوش ہونے والا تھا ، مجھے ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد (۲۰) لاکھ روپئے بھی ملے اس رقم سے میں نے دوسری

بیوی کے نام سے دومنزلہ مکان بھی تعمیر کیا جس کی وجہ سے تین لاکھ کا قرضہ بھی ہوگیا، اس قرض کی وجہ سے اس نے مجھے گھر سے نکال دیا؟

(۱) اگر بیوی شوہر کے جیب (پاکٹ) میں سے بغیر اجازت کے نقد رقم، ATM کے دو بینکوں کے کارڈ اور شناختی کارڈ نکال لے اور اسے واپس کرنے سے انکار کردے، اور شوہر کو گھر سے نکال دے تو ایسی بیوی کے متعلق اسلام میں کیا احکامات ہیں؟

(۲) اگر بیوی اپنے شوہر پر یہ غلط اور بے بنیاد الزام لگائے کہ شوہر اس کی سگی بہن کے ساتھ اسکے ناجائز تعلقات ہیں، تو شوہر کو بیوی کیساتھ اسلام کی روشنی میں کیا سلوک کرنا چاہئے؟

المستفتی: ڈاکٹر رحیم رامش،
مکان نمبر ۷-۱۵۱-۲ محلّہ: نوگاؤں بستی،
کاغذنگر، تلنگانہ، ضلع عادل آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بیوی کا شوہر کی اجازت کے بغیر اسکی جیب سے نقد رقم نکالنا اور اے، ٹی، ایم کارڈ جس سے بینکوں سے پیسے نکالے جاتے ہیں، ان سب کو نکال کر اپنے قبضہ میں لے لینا قطعاً جائز نہیں ہے، جبکہ شوہر اپنی حیثیت اور معیار کے اعتبار سے بچوں پر از خود خرچہ کرتا ہو، بیوی پر لازم ہے، کہ وہ ساری چیزیں رضا کارانہ طور پر شوہر کے حوالہ کردے، ورنہ چوری اور غصب کے حکم میں داخل ہوکر بیوی سخت گنہگار ہوگی، اور طرح طرح کے الزامات لگا کر شوہر کو گھر سے باہر نکالنا انتہائی بیہودہ حرکت ہے، نیز یہ الزام لگانا کہ شوہر اسکی حقیقی بہن کیساتھ غلط تعلق کئے ہوئے ہے، یہ انتہائی حیا سوز بات ہے، ان سب باتوں سے بیوی کو توبہ کرنی چاہئے۔

لايجوز لأحد أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامی، کتاب الحدود، باب التعزير، زكريا ٦/١٠٦، كراچى ٤/٦١، هنديه زكريا قديم ٢/١٦٧، جديد ٢/١٨١، شرح المجلة رستم اتحاد ١/٦٢، رقم: ٩٧)

عن عروة أن عائشة قالت : جاء ت هند بنت عتبة ، فقالت : يارسول الله ! إن أبا سفيان رجل مَسِّيکٌ ، فهل علي حرج أن أطعم من الذي له عيالنا ؟ قال : لا ، إلا بالمعروف. (بخاری شریف ، باب نفقة المرآة إذا غابت عنها زوجها، ونفقة الولد ، النسخة الهندية ٢/ ٨٠٧، رقم: ٥١٥٠، رقم : ٥٣٥٩، صحيح مسلم، باب قضية هند ، النسخة الهندية ٢/ ٧٥، بيت الافكار رقم: ١٧١٤)

عن أبي الدرداء ؓ قال : قال: رسول الله ﷺ من ذكر امرأً بما ليس فيه ليعيبه بما ليس فيه حبسه الله فی نار جهنم حتی يأتی بنفاذ ماقال فيه .
(المعجم الأوسط، دارالفكر ٦/ ٣٢٧، رقم: ٨٩٣٦، مجمع الزوائد ٤/ ٣٦٣)

عن البراء بن عازب ؓ قال قال رسول الله ﷺ : ...... وأربی الربا استطالة الرجل فی عرض أخيه. (المعجم الأوسط ، دارالفكر ٥/ ٢٢٧، رقم: ٧١٥١، مصنف عبدالرزاق ، المجلس العلمي ٨/ ٣١٤، رقم : ٥٣٤٥، شعب الإيمان ، باب في قبض اليد عن الأول المحرمه ، دارالكتب العلمية بيروت ٤/ ٣٩٥، رقم: ٥٥٢٢)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
١٧ رمحرم الحرام ١٤٣٦ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ١١٨٢٨/٤١)	١٤٣٦/١/١٧ھ

نکاح کے بعد بیوی سے بات چیت کرنے کا حق

سوال: [١٠٢٥٢]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کا نکاح تو ہوگیا لیکن رخصتی تین سال کے بعد ہوگی، تو کیا زید کو بیوی کے والدین کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت ہے یا نہیں، زید کے تو سسر نے اپنے داماد کو گھر میں آنے کی اجازت دیدی ہے، اور یہ کہا کہ یہ اسکی چیز ہے، اب چاہے زید اس کو کچھ بھی لاکر دے، یا اس سے ملے جلے کچھ بھی کرے اسکی امانت ہے، لیکن زید کی ساس کی باتوں

سے ظاہر ہوتا ہے، کہ اس کا گھر میں آنا اس کو ناگوار گذرتا ہے، کیونکہ زید کی بیوی کے والدین کے یہاں کسی بھی آدمی کا بار بار آنا ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے، کیونکہ ان کے یہاں اس جیسی شادی اس سے پہلے نہیں ہوئی ہے، اور گھر پر جو بھی آتا ہے، وہ بیٹھک میں ہی بیٹھتا ہے اور زید جس وقت بھی سسر کے گھر جاتا ہے، ڈائریکٹ اندر داخل ہو جاتا ہے، اور گھر پر تمام عورتیں رہتی ہیں، اسلئے ان کا آنا نامناسب سمجھتی ہے، اور تقریباً سبھی گھر والے برا سمجھتے ہیں، جب تک کہ رخصتی نہ ہو!

المستفتي: محمد فاروق، نانگل سوتی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب نکاح ہوگیا ہے، تو اب زید کو اپنی بیوی کے پاس جانے اور اس سے بات چیت کرنے کا ہر حال میں حق ہے، لٰہذا خسر صاحب کی بات صحیح ہے نیز نکاح ہو چکا ہے، اب بیوی کو زید کے حوالہ کر دینا لازم ہے، بلاوجہ روکے رکھنے کی اجازت نہیں ہے، زید کی ساس کو اسلئے ناگوار گذرتا ہوگا کہ رخصتی سے قبل داماد کا گھر میں آنا جانا معاشرہ میں برا سمجھا جاتا ہے، اگر یہی بات ہے تو فوری رخصت کر دینا چاہئے، اور زید کیلئے اپنی بیوی کے پاس جانا اور ساس سے بات کرنا شرعی طور پر جائز ہے، ہاں البتہ غیر محرم عورتوں سے بات کرنا نکاح سے پہلے اور نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے اور رخصتی کے بعد کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے۔

هو عقد يفيد ملك المتعة أى حل استمتاع الرجل من امرأة قال الشامي: وهو اختصاص الزوج بمنافع بضعها وسائر أعضائها استمتاعاً .

(الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح، زكريا ٤/ ٦٠، و ٥٩، كراچی ٣/٣، الموسوعة الفقهية الكويتية ٤١/ ٢٠٥)

وحرم على المتزوج " إلىٰ قوله " أم زوجته وجداتها بمجرد العقد الصحيح. (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات،

زکریا٤/١٠٠، ١٠٤، کراچی ٣/٢٨، ٣٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍رجب ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳؍۵۳۹۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۶؍۷؍۱۴۱۸ھ

بیوی کی غیر شرعی شرائط پر عمل کرنا لازم نہیں

سوال: [۱۰۲۵۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عمر کی شادی ہوئی زینب کیساتھ زینب عمر کے گھر آتے ہی اپنے اوپر قبضہ دینے کیلئے یہ سب شرائط لگاتی ہے، مثلاً کہتی ہے، داڑھی کٹالو، شرعی لباس کو ترک کردو، مجھے سنیما دیکھنے کی اجازت دو، اگر یہ سب کام نہیں کرتے تو ہمیں طلاق دے دو، تو ایسی صورت میں عمر کیا کرے گا، آیا طلاق دیگا یا ان سب کاموں پر راضی ہوجائیگا، حالانکہ داڑھی کٹانا شرعاً منع ہے، اور طلاق دینا بھی شرعاً منع ہے؟

المستفتي: محمد اکرم، متعلم مدرسہ شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عمر پر ایسی صورت میں بیوی کو طلاق دینا لازم نہیں ہے، اور نہ ہی بیوی کی شرائط پر عمل کرنا لازم ہے، بلکہ بیوی پر لازم ہے، کہ تمام شرائط واپس لے اور تابعدار بیوی بن کر شوہر کی ماتحتی کو قبول کرلے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں عورتوں کو شوہروں کی کھیتی قرار دیا ہے، اور شوہروں کو کھیت کا مالک قرار دیا ہے۔

نِسَاءُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ. (البقرة: ٢٢٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍۳؍۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱؍۳۸۹۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹؍۳؍۱۴۱۵ھ

بیویوں کے درمیان مساوات کا حکم

سوال: [۱۰۲۵۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک آدمی کی دو بیویاں ہیں، اور وہ پہلی بیوی کو خرچ نہیں دیتے ہیں، اور اس کے ساتھ رہتے بھی نہیں ہیں، اور دوسری بیوی کو خرچ بھی دیتے ہیں، اور اس کے پاس رہتے ہیں، اور اب وہ یہ کہہ رہے ہیں، کہ تم دونوں میں سے کوئی بھی اگر دوسرے کے یہاں مزدوری کرنے جائے گی ،تو دونوں کو ایک دو تین طلاق اور پہلی بیوی کیلئے کوئی ذریعۂ آمدنی نہیں ہے، مزدوری کر کے وہ اپنی پرورش کرتی ہے، اب اس صورتحال میں پہلی بیوی کیا کرے گی، اور اگر وہ ایسی صورت میں دوسرے کے یہاں مزدوری کرنے جاتی ہے، تو کیا واقعی طلاق ہو جائیگی؟

المستفتی: نورالہدیٰ، وعبدالجبار،
متعلم مدرسہ حبیبہ، اسماعیل روڈ محلّہ:
اصالت پورہ، ضلع: مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دونوں بیویوں کے درمیان رہائش میں، ساتھ رہنے میں، خرچ دینے میں برابری کرنا شوہر کے اوپر واجب ہے، اور برابری نہ کرنے سے شوہر سخت گنہگار ہوگا۔

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً . (النساء: ۳)

نیز جب شوہر نے یہ کہہ دیا ہے کہ تم دونوں میں سے کوئی بھی اگر مزدوری کرنے جائیگی تو تین طلاق تو دونوں میں سے جو بھی جائے گی اس پر تین طلاق واقع ہو جائیگی، خرچہ دونوں کا شوہر پر لازم ہے۔

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقاً لكن إن وجد في الملك طلقت الخ . (درمختار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، مطلب هم الأضافة للتعريف لا

للتقييد ، زكريا ٩/٤ ٦٠ ، کراچی ۳/ ۳۵۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍صفر المظفر ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۳۴/ ۶۰۲۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۲/۱۰ھ

کیا شوہر کیلئے اپنی بیوی کے حصے کے مطالبہ کا حق ہے؟

سوال: [۱۰۲۵۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک خستہ حال مکان میں چار بہنیں حصہ دار ہیں یہ مکان چاروں بہنوں کو اپنے والد کی وراثت سے ملا ہے، چھوٹی بہن اس مکان میں رہتی ہے، چاروں بہنیں صحیح ہوش وحواس میں ہیں ایک بہن کے شوہر اپنا حصہ لینے کیلئے بضد ہیں، اس کے شوہر کو حصہ مانگنے کا کوئی حق پہونچتا ہے یا نہیں؟ اور اس خستہ حال مکان کی تعمیر کیلئے چاروں بہنیں تیار ہیں، سب کی رائے سے مکان کی تعمیر شروع ہوتی ہے، تو وہ یعنی اسی بہن کے شوہر تعمیر رکوا دیتے ہیں، ان کو تعمیر رکوانے کا کوئی حق پہونچتا ہے یا نہیں؟ تسلی بخش اور مفصل جواب عنایت فرمائیں؟ نوازش ہوگئی۔

المستفتي: حافظ محمد سلمان،
تمباکو والان اسٹریٹ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: صاحب حق یعنی بیوی کی اجازت سے شوہر کو اپنی بیوی کی طرف سے وکالت کر کے بیوی کا حصہ بیوی کو دلانے کیلئے دوسرے لوگوں کو اس کے حصہ پر تعمیر کرنے سے روک لگانے کی اجازت ہے۔

ويجوز الوكالة في سائر الحقوق وكذا بإيفائها و استيفائها إلا في الحدود والقصاص . (هـدايه ، كتاب الوكالة ، اشرفی، ۳/ ۱۷۷ ، شامی، زکریا ۸/ ۲٤٤ ،

کراچی ٥/١٣٥، البحرالرائق، زکریا ٧/٢٤٦، کوئٹہ ٧/١٤٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۸۰۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۶/۹ھ

شوہر بیوی کے کتنے جسم کا حقدار ہوتا ہے

سوال: [۱۰۲۵۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شوہر بیوی کے پورے جسم کا حقدار ہوتا ہے، یا صرف شرمگاہ کا خلاصہ کریں، باندی کا حق بیوی سے زیادہ تھا یا کم یا برابر کا تھا؟

المستفتی: محمد حنیف، لال مسجد، سرائے ترین، سنبھل، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شوہر کیلئے اپنی منکوحہ سے ہر قسم کا استمتاع درست ہے، لیکن وطی شرمگاہ یعنی آگے کے راستہ میں ہونی چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۲/ ۳۱۱، ڈابھیل ۱۸/۴۲۴)

یجوز له أن یلمس بجمیع بدنه حتیٰ بذکره جمیع بدنها ......**فکذا هي لها أن تلمس بجیمع بدنها**...... **جمیع بدنه حتی ذکره**. (شامی، کتاب الطهارة، باب الحیض زکریا ١/٤٨٧، کراچی ١/٢٩٣)

اور باندی کا حق بیوی سے کم تھا، اسی بناپر اگر کسی کے نکاح میں کوئی باندی تھی تو اسکے نکاح میں رہتے ہوئے آزاد عورت سے نکاح کرنا جائز تھا، البتہ اگر کوئی آزاد عورت نکاح میں ہوتی تو اسکے لئے آزاد عورت کے نکاح میں رہتے ہوئے باندی سے نکاح کرنا جائز نہیں تھا۔

(والحرة علی الأمة لاعکسه)أی حل إدخال الحرة علی الأمة ولا یحل إدخال الأمة علی الحرة المتزوجة بنکاح صحیح. (البحرالرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، زکریا ٣/١٨٥، کوئٹہ ٣/١٠٥، هندیه زکریا قدیم

۱/ ۳۵۹، جدید ۱/ ۳۴۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۵۷۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۴/۹ھ

شب زفاف میں بیوی سے ملاقات کے وقت دو رکعت نماز

سوال: [۱۰۲۵۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شب زفاف میں بیوی کے پاس جا کر دو رکعت نماز نفل پڑھنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے، اس کا حدیث شریف سے ثبوت ہے یا نہیں؟ مفصل بیان فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شب زفاف میں بیوی کے پاس جانے کے بعد ملاقات سے قبل دو رکعت نماز نفل پڑھنا درست ہے، اور حدیث شریف میں اسکا ثبوت ہے۔

عبدالرزاق عن الثوری عن الأعمش عن أبی وائل قال جاء رجل من بُجَیلة إلیٰ عبدالله فقال إنی قد تزوجت جاریة بکرا وإنی قد خشیت أن تفرکنی ، فقال عبد الله إن الإلف من الله ، وإن الفرک من الشیطان لیکره إلیه ما أحل الله له فإذا اُدخِلتُ علیک فمرها فلتصل خلفک رکعتین .

(مصنف عبدالرزاق ، المجلس العلمی ۶/ ۱۹۱، رقم: ۱۰۴۶۰)

حدثنا ابن ادریس عن داؤد عن أبي نضرة عن أبی سعید مولی أبی أسید قال: تزوجت وأنا مملوک فدعوت نفرا من أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم فیهم ابن مسعود ، وأبوذر وحذیفة ،قال وأقیمت الصلاة، قال فذهب أبو ذر لیتقدمُ فقالوا إلیک قال أو کذلک؟ قالوا، نعم قال فتقدمت إلیهم وأنا عبد مملوک وعلمونی فقالوا إذا أدخل علیک أهلک فصل رکعتین ثم سل الله تعالیٰ من خیر ما دخل علیک،وتعوذ به من شره ثم شأنک وشأن أهلک . (مصنف ابن ابي شیبة ، جدید موسهه علوم القرآن بیروت

۳۳٤/۹، ۳۳٥، رقم: ۱۷٤۳۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۲۳/۴۰)

شب زفاف میں بیوی کے ڈوپٹہ پر نماز پڑھنا

سوال: [۱۰۲۵۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شب زفاف میں زوجہ کے خمار کولیکراس پر دو رکعت نماز پڑھنا اور اپنا رومال اس کو دیدینا کہ اس سے عورت فرماں بردار رہے گی، کیا اس نماز کا ثبوت ہے، نیز حل ازار کے وقت کوئی دعا بھی منقول ہے یا نہیں؟ مفصل بیان کریں، مہربانی ہوگی؟

المستفتي: حسیب الرحمٰن، گوری نوادا، فرخ آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شب زفاف میں بیوی سے ملاقات کرنے سے قبل دو رکعت صلوٰۃ الحاجۃ پڑھکر خیر و برکت اور محبت و موافقت کی دعا کرنا علماء نے لکھا ہے۔ (مستفاد: تحفۃ النکاح/ ۲۹)

مگر بیوی کے ڈوپٹہ پر پڑھنے کی بات کہیں نظر سے نہیں گذری اور حل ازار کے وقت کی دعا حدیث شریف میں منقول ہے جو ذیل میں درج ہے۔

عن ابن عباس يبلغ به النبي صلى الله عليه وسلم قال: لو أن أحدكم إذا أتى أهله قال: بسم الله اللّٰهم جنبنا الشيطان وجنب الشيطان ما رزقتنا، فقضى بينهما ولد لم يضره. (صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب التسمية، على كل حال ۲٦/۱، رقم: ۱٤۱، مصنف عبدالرزاق، المجلس العلمي بيروت ۱۹۳/٦، رقم: ۱۰٤٦٥، المعجم الكبير للطبراني، دار احياء التراث العربي بيروت ٤۲۲/۱۱، رقم: ۱۲۱۹٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/محرم الحرام ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۱۳۶)

ہمبستری کے وقت قبلہ رو ہونے کا حکم

سوال: [۱۰۲۵۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض حضرات کا خیال ہے، کہ ہمبستری کے وقت قبلہ رو نہیں ہونا چاہئے، اور نہ پیٹھ قبلہ کی طرف ہونی چاہئے تو کیا یہ بات صحیح ہے، اگر یہ بات صحیح ہے تو کس طرف رخ کر کے ہمبستری کریں؟

المستفتي: زبیر مظاہری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہمبستری کے وقت حتی الامکان یہ کوشش کرنی چاہئے کہ قبلہ کی طرف چہرا یا پیر نہ ہونے پائیں، کیونکہ یہ مکروہ ہے، لیکن مکان کی تنگی یا کسی اور عذر کی وجہ سے بوقت استنجاء بھی قبلہ کی طرف پشت کرنا جائز ہے، جبکہ عام حالات میں یہ مکروہ اور ممنوع ہے۔

ویکره مد الرجلين إلیٰ القبلة فی النوم وغیره عمداً وکذا فی حال مواقعة أهله. (شامی، باب الأنجاس، فصل فی الأستنجاء، کراچی ۱/۳٤۱، زکریا ۱/٥٥٤، هندیه، زکریاقدیم ٥/۳۱۹، جدید ٥/۳٦۹، تاتارخانیة، زکریا ۱۸/٦۹، رقم: ۲۸۰٦۹)

فإن جلس مستقبلا لها ثم ذکره إنحرف إن أمکنه وإلا فلا بأس وفی الشامیةأی وإن لم یمکنه فلا بأس والمراد نفی الکراهة أصلاً. (شامی، زکریا ۱/٥٥٤، کراچی ۱/۳٤۱، غنیة الطالبین مع ترجمة /۱۰٤، فتاویٰ محمودیه ۱٤/۳۹۷، ڈابھیل ۱۸/٦۲۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

كتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍رجب ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸؍۹۳۶۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹؍۷؍۱۴۲۸ھ

دوران حمل جماع کا حکم

سوال: [۱۰۲۶۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شادی کے بعد میاں بیوی کے اندر جو سہاگ منایا جاتا ہے، (یعنی جماع کیا جاتا ہے) شرعاً اس کے بعد کتنے دن تک میاں بیوی جماع کرسکتے ہیں، کیونکہ حدیث میں ہے، کہ چالیس دن تک نطفہ رہتا ہے، پھر گوشت کا ٹکڑا چالیس دن تک اسی طرح چالیس چالیس دن میں اس کا ذکر فرمایا ہے، اب جماع کا حد تعین کیا ہے؟ اور آخری حد کیا ہے، اور جماع کے کتنے دن بعد میں حمل شمار ہوتا ہے؟ بیان فرمائیں؟

المستفتی: ابو درداء، امام مسجد علی بہادر خان، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس دن نطفہ ٹھہر جائے اسی وقت سے حمل کی مدت شمار ہوگی، اور حالت حمل میں اپنی زوجہ سے مجامعت کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے، ساتویں آٹھویں نویں ماہ میں بھی مباشرت درست ہے، شرعاً کچھ ممانعت نہیں ہے، البتہ جس حالت میں مضرت ہو اس حالت میں بچنا بہتر ہے، شرعی ممانعت نہیں ہے۔

لو تضررت من كثرة جماعه لم تجز الزيادة على قدر طاقتها. (درمختار مع الرد المحتار، كتاب النكاح، باب القسم، زكريا ٤/ ٣٨٠، كراچی ٣/ ٢٠٣)

فعلم من هذا كله أنه لايحل له وطؤها بما يؤدی إلیٰ إضرارها. (شامی، كتاب النكاح، باب القسم، زكريا ٤/ ٣٨١، كراچی ٣/ ٢٠٤، البحرالرائق، زكريا ٣/ ٣٨٤، كوئٹه ٣/ ٢٢٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۷۰۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۴/۱ھ

حالت حیض میں جماع

سوال: [۱۰۲۶۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید باہر ملازمت کرتا ہے، اور جب بھی گھر جاتا ہے، بیوی اسے حیض میں ملتی ہے، اب زید کو اتنی طاقت نہیں ہے، کہ وہ اپنے آپ کو جماع سے روک سکے تو کیا اس صورت میں وہ حیض میں جماع کرسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حالت حیض میں بیوی سے ہمبستری کرنا کسی حال میں جائز نہیں، اگرچہ شوہر پریشان ہوجاتا ہو اسلئے کہ اس کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ، الأية: (سورہ بقرہ ۲۲۳/۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/ ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۷۷۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۱۲/۲۴ھ

زوجین کا آپس میں برہنہ جسم دیکھنا

سوال: [۱۰۲۶۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میاں بیوی آپس میں برہنہ جسم کو دیکھیں یا شرمگاہوں کو ہاتھ لگائیں یہ حیا داری کے ہی خلاف ہے یا معصیت بھی ہے؟

المستفتي: عبدالرحیم، بڑبڑوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: میاں بیوی میں سے ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنا یا چھونا جائز ہے، اس میں کوئی گناہ اور معصیت نہیں ہے ہاں البتہ حیاداری کے خلاف ہے۔ (مستفاد: محمودیہ قدیم ۱۴/ ۳۸۷، ڈابھیل ۱۸/ ۶۲۳)

عن بهز بن حكيم، عن أبيه، عن جده، قال: قلت: يارسول الله! عوراتنا، ماناتي منها، وما نذر؟ قال: احفظ عورتك إلا من زوجتك، أوماملكت يمينك. (سنن ابن ماجه، باب التستر عند الجماع، النسخة الهندية ۱/ ۱۳۸، دارالسلام رقم: ۱۹۲۰)

وينظر الرجل من أمته التي تحل له وزوجته إلىٰ فرجها والأصل فيه قوله صلى الله عليه وسلم غض بصرك إلا عن أمتك وامرأتك ولأن مافوق ذلك من المسيس والغشيان مباح فالنظر أولىٰ إلا أن الأولىٰ أن لا ينظر كل واحد منهما إلىٰ عورة صاحبه. (هدايه، كتاب الكراهية، فصل في اللبس، اشرفی ۴/ ۴۶۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ ۱۱/ ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۳۸۳)

بیوی کا پستان منہ میں لینا

سوال: [۱۰۲۶۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اپنی بیوی سے ملتے وقت فرط محبت میں کہتا ہے، کہ اماں دودھ پلاؤ بیوی بھی فرطِ محبت میں کہتی ہے بیٹا لو دودھ پیو اور پستان منہ میں دیکر خوب پلاتی ہے، حالانکہ دودھ نہیں ہوتا ہے، اس کیلئے کیا حکم ہے؟ ایسا کرنیوالا گنہگار تو نہیں ہے؟

المستفتی: شائق احمد، مدرسہ زینت

العلوم، جامع مسجد، مانگپیر کانکی نارہ،
۲۴؍ پرگنہ۔ (مغربی بنگال)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیوی کا پستان منھ میں لینا شوہر کیلئے جائز ہے، لیکن دودھ پینا حرام اور ناجائز ہے، لیکن اس سے نکاح میں کوئی فرق نہیں آئیگا، اور بیوی کو ماں کہہ دینا، اور شوہر کو بیٹا کہہ دینا مکروہ ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۶/۲۵۷، جدید زکریا......فتاویٰ محمودیہ قدیم ۸/۱۲۶، جدید ڈابھیل ۱۸/۶۲۴)

عن أبي تميمة الهجيمي، قال: مرا لنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم برجل وهو يقول: لا مرأته يا أخية فزجره. (مصنف عبدالرزاق، باب الرجل يقول لا مراته يا أخية، المجلس العلمی ۷/۱۵۲، رقم: ۱۲۵۹۵)

بأن قال أنت أمي لايكون مظاهرا لكنه مكروه لقربه من التشبيه الخ.

(البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب الظهار، زكريا ۴/۱۶۵، كوئٹہ ۴/۹۸، الدر مع الرد، زكريا ۵/۱۳۱، کراچی ۳/۴۷۰) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۴؍ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۲۶۵۶)	۱۴۱۲/۴/۲۱ھ

بیوی کا دودھ پینا

سوال: [۱۰۲۶۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کا دودھ منھ میں لے لیا تو نکاح پر اثر پڑے گا یا نہیں؟

(۲) اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کا دودھ منھ میں دودھ پینے کی نیت کے ساتھ لیا اور وہ عورت اولاد والی ہے، اور دودھ حلق تک پہونچ گیا، تو کیا نکاح برقرار رہے گا؟

المستفتي: محمد طارق انور رشیدی، مغلپورہ دوئم، ضلع: مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیوی کا پستان منھ میں لینے میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر دودھ نکلنے کا ظن غالب ہوتو پھر ایسا نہ کیا جائے، اور اگر دودھ اتر آیا اور شوہر نے اس کو نگل لیا تو یہ اس کا فعل حرام ہے، مگر اس سے نکاح پر کوئی اثر نہ پڑیگا، بیوی بدستور نکاح میں باقی رہے گی۔

إذامص الرجل ثدی امرأته وشرب لبنها لم تحرم عليه امرأته. (خانية، باب الرضاع، جديد زكريا ١/ ٥٠ ٢، وعلى هامش الهندية، زكريا١/ ٤١٧، شامى، كراچى ٣/ ٢٢٥، زكريا ٤/ ٤٢١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ شعبان ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۸۹۱)

صحبت کے دوران بیوی کا دودھ پینا

سوال: [۱۰۲۶۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے صحبت کے وقت اس کے پستان کو منھ میں لے لیا اور مستی میں آکر اس کے پستان کو چوس لیا جس کی وجہ سے دودھ نکل آیا اور شوہر نے دھوکہ سے پی بھی لیا، تو اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

المستفتي: ڈاکٹر خالد، کندرکی، نزد مغلوں والی مسجد، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیوی کے پستان کو منھ میں لینے کی وجہ سے نکاح میں کوئی خرابی نہیں آتی ہے، اور اگر دودھ منھ میں آگیا ہے، تب بھی کوئی خرابی نہیں آتی ہے، ہاں البتہ اسکو فوراً نکال دینا ضروری تھا، اگر حلق میں چلا گیا تو نکاح میں کوئی خرابی نہیں آئی البتہ اس نے ایک گندہ کام کیا ہے، آئندہ اس طرح کی حرکت کہ جس سے بیوی کا دودھ اس

کےحلق میں چلا جائے نہ کرنے کا عہد کرلے،اوراللہ سے توبہ کرلے۔

إذا مص الرجل ثدی امرأته وشرب لبنها لم تحرم علیه أمرأته لما قلنا أنه لارضاع بعد الفصال. (فتاویٰ قاضیخان ، علی هامش الهندیة،زکریا ۱/۷۱ ٤ ،جدید زکریا ۱/ ۲۵۰)

مص رجل ثدی زوجته لم تحرم الخ. (الدرالمختار مع الشامی ، زکریا ٤/ ۲۱ ٤ ، کراچی ۳/ ۲۲۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۱۵/جمادی الأخریٰ ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر:۸۴۰۸/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۶/۱۶ھ

بیوی کی شرم گاہ کو بوسہ دینا

سوال: [۱۰۲۶۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کہتا ہے کہ فرط شہوت کے وقت اپنی بیوی کی شرمگاہ پر بوسہ دینا جائز ہے یانہیں اوروہ بھی مجامعت کے قبل آیا یہ ازروئے شرع جائز ہے یانہیں؟

المستفتي: عبدالجلیل نوگاؤں،آسام

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: فرط شہوت میں بھی عورت کی شرمگاہ کو بوسہ دینا چومنا سخت مکروہ اور گناہ اور بہائم وچوپایوں کی خصلت ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۶/ ۲۷۰،جدیدزکریا۱۰/ ۱۷۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۵/شعبان ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر:۸۳۹/۲۴)

کیا عزل بالحرۃ جائز ہے؟

سوال: [۱۰۲۶۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عزل بالحرۃ جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواز تو ابن ماجہ شریف/۱۰، حاشیہ/۵، کی عبارت سے سمجھ میں آتی ہے، حنفیہ کے قول کے مطابق ''لکن بأنها'' کی قید کے ساتھ اور بخاری شریف ۲/۵۹۳ میں ابوسعید خدریؓ کے قول سے بھی جواز ثابت ہوتا ہے، اور دیگر فقہی کتابوں سے بھی (حالانکہ) قرآن شریف، کی آیت ''وَلاَ تَقْتُلُوْا أَوْلاَدَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلاَقٍ'' اس کے صریح مخالف ہے، جس سے عزل کی حرمت سمجھ میں آتی ہے، لہٰذا مسئلہ کی مدلل وضاحت فرما کر شکریہ کا موقع دیں؟

المستفتی: قاضیم الدین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عزل بالحرۃ اس لئے جائز ہے کہ اس سے تولد کی صلاحیت ختم نہیں ہوتی ہے، اور اس منی سے تولد بھی نہیں ہوتا ہے، اور جس منی سے قضاء الٰہی میں تولد ہوتا ہے، اس سے عزل ہی نہیں کر سکے گا، اور بچہ ہو کر ہی رہے گا، لہٰذا عزل مانع تولد نہیں ہے۔

عن أبی سعید الخدری سمعه یقول: سئل رسول اللّٰه ﷺ عن العزل؟ فقال: مامن کل الماء یکون الولد وإذا أراد اللّٰه خلق شئیی لم یمنعه شیئی. (صحیح مسلم شریف، کتاب النکاح، باب حکم العزل، النسخة الهندیة ۱/۴۶۵، بیت الافکار رقم: ۱۴۳۷/)

عن جابر قال: جاء رجل فی من الأنصار إلیٰ النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقال: یا رسول اللّٰه! إن لی جاریة أعزل عنها؟ قال: سیأتیهاماقدر لها فأتاه بعدذلک فقال: قد حملت الجاریة، فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: ماقدر لنفس شیء إلا هی کائنة. (سنن ابن ماجه، باب فی القدر، النسخة الهندیة، ۱/۱۰، دارالسلام، رقم: ۸۹)

آیت کریمہ **وَلاَ تَقْتُلُوْا أَوْلاَدَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلاَقٍ**. (الآية: سوره بنى اسرائيل آيت: ٣١)
حدیث عزل کے منافی اور مخالف نہیں ہے، کیونکہ آیت کریمہ سے قتل اولا دکی ممانعت اورحرمت ثابت ہوتی ہے،اورتولد کی ابتدا مرد کا مادہ عورت کے مادہ کے ساتھ مل کر مستقر ہونے کے بعد ہوتی ہے،اس سے پہلے نہیں اور عزل میں مرد کے مادہ کا التقاء عورت کے مادہ کے ساتھ ہوتا ہی نہیں ہے،اسلئے آیت کریمہ اور حدیث عزل کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہوگا۔

مبدأ سبب الوجود من حيث وقوع المنى فى الرحم لا من حيث الخروج من الإ حليل لأن الولد لايخلق من منى الرجل وحده بل من الزوجين جميعا إما من مائه ومائها أو من مائه ودم الحيض الخ. (إحياء العلوم ٢/ ٣٠، امام عزالى عربى) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍ربیع الاول ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۷۰۸/۲۵)

بیوی کی اجازت سے نرودھ کا استعمال

سوال: [۱۰۲۶۸]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بیوی کی رضامندی اورخوشی سے نرودھ استعمال کرسکتا ہوں یانہیں؟

المستفتي: محمد تسلیم، اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: خوف رزق اوراولا دنہ ہونے کی غرض سے بیوی کی خوشی ورضامندی سے بھی نرودھ استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

(قولہ تعالیٰ) **لاَ تَقْتُلُوْا أَوْلاَدَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلاَقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ.**

(الآية: سوره بنى اسرائيل آيت: ٣١)

عن معقل بن يسارؓ، قال: جاء رجل إلىٰ النبى صلى الله عليه وسلم

فقال: إني أصبت امرأة ذات حسب وجمال، وأنها لاتلد أفتزوجها؟ قال: لا، ثم أتاه الثانية، ، فنهاه، ثم أتاه الثالثة، فقال: تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم الأمم. (سنن أبي داؤد، باب في تزويج الأبكار، النسخة الهندية ۱/ ۲۸۰، دارالسلام رقم: ۲۰۵۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ / جمادی الثانیہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۷۷۷)

عذر شدید کی بنا پر نرودھ کا استعمال

سوال: [۱۰۲۶۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر عمر اپنی بیوی سے اجازت لے کر نرودھ استعمال کرے اس خوف سے کہ ماقبل میں پیدا شدہ بچہ کو مابعد کے بچہ سے کسی قسم کی کمزوری نہ ہو جائے، تو وجہ مذکورہ کی بنا پر نرودھ کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

المستفتي: علاء الدین، متعلم دورۂ حدیث مدرسہ شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بیوی کی رضا مندی سے عزل کرنے کی گنجائش شریعت میں ہے، لہٰذا اس کے مشابہ نرودھ کا استعمال ممنوع نہ ہوگا، ہاں اس بات کا خیال رہے کہ عدم حصول اولاد کی وجہ سے نہ ہو بلکہ وقتی طور پر اعذار شدیدہ کی بنا پر کرے جیسا کہ سوال میں لکھا گیا ہے، اور اس عذر کے ختم ہونے کے بعد پھر اسکی اجازت نہیں ہے۔

عن أبي سعيد ن الخدري رضي قال: أصبنا سبيا، فكنا نعزل، فسألنا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: أو إنكم لتفعلون قالها ثلثا ما من نسمة كائنة إلىٰ يوم القيمة إلا هي كائنة. (بخاری شریف، باب العزل، النسخة الهندية ۲/ ۷۸٤، رقم: ٥٠١٤، ف: ٥٢١٠)

وجاز عزله عن أمته بغير إذنها وعن عرسه به أي بإذن حرة أو مولىٰ

أمة. (شامی، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره ،زکریا ۵۳۷/۹، کراچی ۳۷۳/۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ / رجب ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۸۶۱/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۷/۲۳ھ

بیوی کا شوہر کی اجازت کے بغیر میکہ جانا

سوال: [۱۰۲۷۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی اپنے میکہ اور غیر محرم رشتہ داروں کے پاس جاسکتی ہے؟

المستفتي: غلام رسول، سرینگر، کشمیر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: میکہ جانے کا اس کو حق ہے، لیکن شوہر کی اجازت سے جانا چاہئے، اور میکہ جانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر ہفتہ میکہ جاتی رہے، اور یہاں شوہر کے گھر کا نظام خراب ہوجائے، مہینہ دو مہینہ میں شوہر کی مرضی سے جتنے دن بھی آپس میں طے ہوجائے، اتنے دن کیلئے میکہ جاتی رہے، اور اس آنے جانے کو مسئلہ بنا کر کے میاں بیوی کے تعلقات کو خراب نہیں کرنا چاہئے، اور غیر محرم رشتہ داروں کے یہاں شوہر کی اجازت کے بغیر جانا قطعاً جائز نہیں ہے۔

ليس للمرأة أن تخرج بغير إذن الزوج . (خانية، كتاب النكاح، فصل فی حقوق الزوجية ، زكرياجديد ۲٦٤/۱، وعلى هامش الهندية ٤٤٣/۱)

وحقه عليها أن تطيعه فی كل مباح يأمره به . (شامی، كتاب النكاح، باب القسم ، زكريا ٣٨٨/٤، كراچی ٢٠٨/٣، النهر الفائق، دارالكتب العلمية بيروت ٢٩٧/٢)

لأنها كانت مأمورة إلىٰ طاعة زوجها فی غير معصية . (مرقاة، باب عشرة النساء ، ومالكل واحد من الحقوق ، امداديه ملتان ٢٦٧/٦)

ويمنعها من زيارة الأجانب وعيادتهم والوليمة . (درمختار مع الشامی،

کتاب الطلاق ، باب النفقة ، زکریا ٥/ ٣٢٤، کراچی ٣/ ٦٠٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۵۴۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۱۱/۲۳ھ

شوہر کی اجازت کے بغیر میکہ جانے والی عورت معلقہ ہے یا ناشزہ؟

سوال: [۱۰۲۷۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شوہر کی اجازت بغیر لڑکی میکہ گئی، اور بلانے پر بھی نہیں آئی، لڑکی کی شادی بالغہ ہونے کے بعد ہوئی ہے، رخصتی کیلئے لڑکا خود گیا نیز لڑکے کے گھر والے بھی رخصتی کیلئے گئے، لیکن پھر بھی نہیں آئی کمیٹی انجمن بھی رخصتی کے لئے گئی ، پھر بھی نہیں آئی ، یعنی ٹال مٹول کر کے لڑکی میکہ میں قریب قریب ۹/ مہینہ سے ہے، اس درمیان لڑکے کی طرف سے رخصتی کا مطالبہ بار بار ہوتا رہا، اب اگر یہ لڑکی کالمعلقہ کہلاتی ہے تو بالدلیل جواب تحریر فرمائیں؟

المستفتي: عبدالجلیل

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شریعت کی اصطلاح میں معلقہ اس عورت کو کہا جاتا ہے، جس کے حقوق زوجیت کو شوہر ادا نہ کرتا ہو، اور نہ ہی اس کو طلاق وغیرہ کے ذریعہ آزاد کرتا ہو، سوالنامہ کے درج شدہ حالات میں عورت ناشزہ اور نافرمان ہے، معلقہ نہیں ہے۔

کالمعلقة وهی کما قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما التی لیست مطلقة ولا ذات بعل الخ. (روح المعانی ، قدیم ٥/ ١٦٣، جدید زکریا ٥/ ٢٣٨، سورة نساء تحت الآیة: ١٢٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۱۱۷۱)

والدین کالڑکی کواس کےشوہر کی اجازت کےبغیر گھر بلانا

سوال: [۱۰۲۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض حضرات اپنی لڑکیوں سے بہت زیادہ محبت رکھتے ہیں، شادی کے بعد بھی ماں باپ یہ چاہتے ہیں کہ گاہے بگاہے میکے میں ۱۵/دن ایک ماہ رہے، خود لڑکی بھی چاہتی ہے، مگراس کا شوہر یا خسر اس بات کو نہیں چاہتا کیونکہ شوہر کے گھر کھانا بنانے والا کوئی نہیں ہے، کیالڑکی کے ماں باپ جبراً عید بقرعید تیوہار وغیرہ میں بلا سکتے ہیں، یا ناراض ہو سکتے ہیں کہ ہماری لڑکی کو نہیں بھیجتے، کیا ہم نے فروخت کر دیا ہے، لڑکی کا شوہر یا خسر ضرورت کے تحت ایک دو دن کیلئے بھیجنے کو کہتے ہیں، ان تمام صورتوں میں لڑکی کے ماں باپ کا ناراض ہونا یا جبر کرنا شرعاً کیسا ہے؟ نیز لڑکی شوہر کے گھر ناراض ہو کہ مجھے میکہ نہیں جانے دیتے تو کیا لڑکی کا ناراض ہونا شرعاً درست ہے؟

المستفتي: محمد علی، ڈرھیال، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: والدین کو جبراً عید بقرعید میں بلانے کا حق نہیں ہے، البتہ شوہر اجازت دے دے تو درست ہے۔

تقييد خروجها بأن لا يقدرا على إتيانها فإن قدرا لا تذهب وهو حسن وقد اختار بعض المشائخ منعها من الخروج إليهما الخ. (شامی، کتاب الطلاق، باب النفقة، زکریا ۵/۳۲٤، کراچی ۳/۲۰۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰/ذیقعدہ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۷۳۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۱۱/۳۰ھ

شوہر کا بیوی کو نوکری کرنے سے روکنا

سوال: [۱۰۲۷۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر بوقت شادی لڑکی سرکاری ملازمت کررہی ہے، اور شادی کے بعد ملازمت کے مسئلہ کو لے کر دونوں میں اختلاف ہوا اور شوہر کی مرضی یہ ہو کہ بیوی ملازمت نہ کرے، مگر بیوی یہ کہہ کر انکار کردے، کہ یہ بات شادی ہونے سے پہلے ہی کہنی چاہئے تھی، لھٰذا مجھے تمہاری یہ بات کسی بھی صورت میں منظور نہیں ہے، اور میں ملازمت سے دستبردار نہیں ہوسکتی ہوں، شوہر کا کہنا ہے کہ ملازمت ضروری اور لازم نہیں ہے، بلکہ رشتہ ازدواج ضروری ہے، اور جس کام سے اس مقدس رشتہ میں دراڑ پیدا ہوجائے اس کو ترک کرنا لازم ہے؟

صورت مذکورہ میں بیوی کے لئے شرعاً کیا حکم ہے، آیا وہ شوہر کی اجازت کے بغیر ملازمت کرتی رہے یا یہ کہ اس کو شوہر کا حکم ماننا چاہئے، کیا شوہر کی رضامندی اور خوشی اس سلسلہ میں ضروری نہیں؟

المستفتي: محمد امین، اننت ناگ، کشمیر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس معاملہ میں عورت پر شوہر کی بات ماننا ضروری ہے، اور اس کیلئے شوہر کی اجازت کے بغیر ملازمت کرنا جائز نہیں ہے، اور عورت کا یہ کہنا کہ شادی سے پہلے سے ملازمت چل رہی ہے، لہٰذا شادی کے وقت میں ملازمت ترک کرنے کی شرط لگانی چاہئے تھی، یہ محض فضول بات ہے، شریعت میں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اگر نہیں مانے گی تو گنہگار ہوگی، کیونکہ اس کا خرچہ شوہر پر لازم ہے، لھٰذا اس کو نوکری کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

ليس للمرأة أن تخرج بغير إذن الزوج إلا بأسباب معدودة. (قاضی خان، كتاب النكاح، فصل في حقوق الزوجية، زكريا جديد ۱/۴۲۶، وعلى هامش الهندية ۱/۴۴۳)

لـهٗ أن يمنعها من الأعمال كلها المقتضية للكسب لأنها مستغنية عنه لوجوب كفايتها عليه . (شامی، کتاب النکاح ، باب النفقة ، زکریا٥/ ٣٢٥، کراچی ٣/ ٦٠٣)

وفـي أدب الـقـاضي لهٗ أن يغلق عليها الباب من غير الأبوين . (بزازيه ، كتـاب الـنـكـاح ، الـفـصـل الثـامن عشر ...... زكريا جديد ١/ ١٠٢، وعلى هامش الهندية ١٥٧/٤ ، تنقيح الفتاوىٰ الحامدية بيروت ١/ ٣٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٠ / ذیقعدہ ١٤٣٢ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٩ / ١٠٥٣٥)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
٢٠ / ١١ / ١٤٣٢ھ

شوہر کے کہنے پر کیا نوکری چھوڑنا لازم ہے؟

سوال: [١٠٢٧٤]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری شادی ہوئے عرصہ قریب ٤ / سال ہو چکے ہیں اور پانچواں سال یکم جنوری ٢٠١١ء سے شروع ہو رہا ہے، میرے والدین نے میرا نکاح شرع محمدی کے مطابق میرے شوہر اشتیاق احمد عرف عرفان علی کے ساتھ کر دیا تھا، حسب حیثیت جہیز بھی دیا تھا، لیکن جہیز کے لالچی میرے شوہر اور انکے اعزاء واقرباء نیز انکے ولی نے کم جہیز پانے کی پاداش میں مجھے روحانی اور جسمانی اذیتیں دینا شروع کیں اور والدین کو بھی بلیک میل کرنا شروع کیا ابھی پورا سال بھی نہ گذرا تھا، کہ گھر سے مار پیٹ کر کے نکال دیا میں اس وقت حاملہ تھی، میکہ آنے کے بعد میرے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا سارا بار میرے میکے والوں نے اٹھایا، اور لڑکی لگ بھگ چار سال کی ہے، گھر سے نکالنے کے بعد مجھے شوہر اور اس کے گھر والوں نے تاکید کی تھی، کہ جب تک موٹر سائیکل فرج واشنگ مشین اور کولر نیز بیس ہزار روپیہ نقد لے کر واپس نہیں آ ؤ گی اور خالی ہاتھ آ ؤ گی تو کسی دن یا رات میں تمہیں زندہ جلا دیا جائے گا، ایسی حالت میں والدین نے مجھے سسرال واپس نہیں بھیجا، والدین نے ان کی خوش آمد درآمد کی مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا مجبوراً مجھے جہیز کی دفعات کے تحت مقامی تھانہ میں رپورٹ درج

کرانی پڑی، جس میں ان کے گھر کے سبھی لوگ قید کئے گئے، اور بعد میں ضمانت پر چھوٹ گئے، مقدمہ عدالت میں چل رہا ہے، ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہوا ہے، کیس جاری ہے، ادھر ہمارے شوہر نے دوسری شادی کرلی ہے، اور وہ آرام سے رہ رہا ہے، اور کہتا ہے، مقدمہ چلنے دو برسوں چلتا رہے گا، ہماری ذات پر کیا اثر پڑتا ہے، اب وہ نہ تو ہمیں طلاق دیتا ہے، نہ مجھے اور میری بیٹی کو نان نفقہ یا کوئی خرچ دیتا ہے، وہ بھی ٹیچر ہے اور میں بھی ٹیچر ہوں، وہ کہتا ہے، کہ خرچ کے تو تم کمارہی ہو، اب کیسا خرچ اور نان ونفقہ اور کیسا حق زوجیت، اس کے لئے نہ شریعت مجھے پابند کرسکتی ہے، اور نہ قانون؛ کیونکہ شریعت میں چار شادیاں ایک آدمی کرسکتا ہے، جو جائز ہے، تو دریافت طلب بات یہ ہے کہ۔

(۱) شوہر کا یہ رخ اور روّیہ ازروئے شرع شریف درست ہے یا نہیں؟

(۲) ایسی حالت میں عدالت سے خلع یا طلاق لے کر میں دوسرا نکاح کرسکتی ہوں یا نہیں؟

(۳) میں اپنی بیٹی عریشہ کو سن بلوغ تک اپنی سرپرستی میں ازروئے شرع اور قانون اپنے پاس رکھ سکتی ہوں یا نہیں؟

(۴) جب تک میں اپنی دوسری شادی نہ کروں میں اور میری بیٹی باپ سے نان ونفقہ کی حقدار ہے یا نہیں؟

(۵) ان حالات کے پیش نظر اگر میرا شوہر میری بیٹی کو اپنی سرپرستی میں لینا چاہے، تو شرع وقانون کے مطابق کیا میری مرضی اور اجازت کے بغیر لے سکتا ہے یا نہیں؟

(٦) میرے شوہر کا یہ بھی کہنا ہے، کہ میں طلاق زندگی بھر نہیں دوں گا بلکہ دونوں بیویوں کو رکھونگا، اگر تم سوکن کیساتھ رہ سکو تو تمہیں اس شرط پر رکھ سکتا ہوں، کہ نوکری کی ساری تنخواہ جو تم پاتی ہو ہر ماہ ہمیں دینی ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شوہر کے ذمہ بیوی کا خرچ واخراجات اور اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا لازم ہے، اور سوالنامہ میں ذکر کردہ شوہر کا سلوک ازروئے شرع

درست نہیں ہے، آپ کیلئے شوہر سے طلاق حاصل کر کے یا کسی محکمۂ شرعیہ سے تفریق حاصل کر کے باضابطہ عدت گذارنے کے بعد دوسری جگہ نکاح کرنے کی گنجائش ہوسکتی ہے، اس کے بغیر دوسری جگہ نکاح درست نہ ہوگا، اور بیٹی کے بلوغ تک اس کی پرورش کی ذمہ داری ماں پر ہوتی ہے، لھذا آپ بیٹی کو اسکے بالغ ہونے تک اپنی سرپرستی میں رکھ سکتی ہیں، اس مدت میں شوہر کا بیٹی کو اپنی سرپرستی میں لینا یا اس کا مطالبہ کرنا درست نہیں ہے، اور جب تک آپ شوہر کی منکوحہ ہیں، اسی طرح جب تک لڑکی کی شادی نہ ہوجائے، آپ دونوں کے تمام خرچ واخراجات کی ذمہ داری اصلاً شوہر پر ہے، اور شوہر کا آپ کو اپنے ساتھ رکھنے کے لئے آپ کی پوری تنخواہ اپنے قبضہ میں لینے کی شرط لگانا جبریہ ہے اس کے لئے یہ مطالبہ جائز نہیں ہے، البتہ اگر شوہر حق زوجیت ادا کرنے کو تیار ہو، اور آپ سے نوکری چھوڑنے کو کہے تو آپ نوکری چھوڑ کر شوہر کے پاس رہ کر حق زوجیت ادا کریں اور شوہر کے ذمہ آپ کا سارا نفقہ ادا کرنا لازم ہوگا۔

عن أبي هريرة –رضى الله عنه– قال: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذى جاره، واستوصوا بالنساء خيراً فإنهن خلقن من ضلع ، وإن أعوج شئى فى الضلع أعلاه ، فإن ذهبت تقيمه كسرته ، وإن تركته لم يزل أعوج ،فاستوصوا بالنساء خيراً . (صحيح البخارى ، باب الوصاة ، بالنساء النسخةالهندية٢/٧٧٩، رقم: ٤٩٩١، ف: ٥١٨٦)

تجب على الزوج نفقة امرأته المسلمة............ والغنية . (هندية ، الباب السابع عشر ، فى النفقات ،زكريا قديم ١/٥٤٤، جديد ١/٥٩٥)

والأم والجدة أحق بالجارية حتى الخ. (هنديه ، الباب السادس عشر ، فى الحضانة ،زكريا قديم ١/٥٤٢، جديد ١/٥٩٣)

ونفقة الإناث واجبة على الآباء مطلقا مالم يتزوجن . (هندية، الفصل الرابع فى نفقة الأولاد، زكرياقديم ١/٥٦٣، جديد ١/٦٠٩)

له منعها من الغزل وكل عمل . (شامى، كتا بالطلاق، باب النفقة ،زكريا

۳۲۵/۵، کراچی ۳/ ۶۰۳۵)

وحقه عليها أن تطيعه فی كل مباح يأمرها به وتحته فی الشامية: ظاهره أنه عند الأمر به منه يكون واجباً عليها. (شامی، کتاب النکاح، باب القسم، زکریا ۴/ ۳۸۸، کراچی ۳/ ۲۰۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۳۳۱)

صحت مند آدمی پر بیوی کے حقوق کتنے دنوں میں ادا کرنا واجب ہے

سوال: [۱۰۲۷۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شادی شدہ باصحت شخص کو اپنی بیوی کے پاس کتنے دن بعد جانا چاہئے کیا ساڑھے چار ماہ کی مدت سے پہلے نہیں جا سکتا ہے، اور اتنے دنوں بعد جانے سے شریعت کی نظر میں بیوی کا حق ادا ہوگا یا نہیں؟ لفظ صحت پر غور فرما کر فتویٰ عنایت فرمائیں؟

المستفتي: انور علی، سیتاپوری، متعلم مدرسہ شاہی، مرادآباد (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عام حالات میں چار ماہ کے اندر اندر ایک دفعہ حق زوجیت ادا کرنا شوہر پر واجب ہے، اور اگر بیوی جوان ہو، اور فتنہ کا خطرہ ہو، تو ہر چار یوم میں بیوی کا حق مقدم ہوگا۔

ويسقط حقها بمرة ويجب ديانة أحيانا ولا يبلغ مدة الإيلاء إلا برضاها فی الشامی: أن المراد إيلاء الحرة ويؤيد ذلك أن عمر رضی الله تعالىٰ عنه لما سمع فی الليل امرأة تقول – فوالله لولا الله تخشىٰ عواقبه لزحزح من هذا السرير جوانبه (إلى قوله) عن أبي حنيفةؒ أن لها يوماً وليلة

من كل أربع ليال وباقيها له لأن له أن يسقط حقها في الثلاث بتزوج ثلاث حرائر الخ. (الدرالمختار مع الشامي كتاب النكاح، باب القسم ، كوئته٢/٤٣٢، كرچی ٣/٢٠٣ ، زكريا ٤/ ٣٨٠، الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٢/ ١٤٤، سنن سعيد بن منصور، باب الغازي ، يطيل الغيبة عن أهله ، دارالكتب العلمية بيروت ٢/ ١٧٤، رقم: ٢٤٦٣، مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمي ٧/ ١٥٢،ر قم: ١٢٥٩٤ ،وهكذا في احسن الفتاوىٰ ١/٣٩٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ جمادی الأ ول ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۶۷۳)

بیوی کا شوہر سے برے الفاظ سے بات کرنا گستاخی ہے

سوال: [۱۰۲۷۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اور فریدا دونوں میاں بیوی ہیں، گھریلو جھگڑا ہوا اس پر زید کی بیوی فریدا نے اپنے شوہر کو کہا، کہ آج کی تاریخ سے تم ہمارا کھانا کھاؤ گے تو اپنی ماں سے زنا کروگے، چونکہ زید کے پاس اپنی زمین نہیں ہے، اور زید اپنی سسرال میں رہ کر زندگی گذار رہا ہے، اور بیوی ہی کی جائداد ہے اور زید کے پاس بھی اپنے والد کی زمین تھوڑی بہت ہے، لیکن وہ زید کی سسرال سے قریب ۶۰/ میل کے فاصلہ پر ہے، یہ بات پہلی مرتبہ زید کی بیوی نے زید سے کہی اس سے زید نے قریب ۶/ مہینے اپنی بیوی کے یہاں اس کی جائداد سے یا سامان سے کھانا پینا چھوڑ دیا بعد میں زید کی بیوی نے توبہ کی زید کو پھر اپنی جائداد سے کھانے کا حکم دیا اور اپنے شوہر سے معافی طلب کی زید پھر اپنی سسرال میں کھانے پینے لگا پھر کچھ روز بعد زید کی بیوی سے پھر زید کا جھگڑا ہوا، زید کی بیوی نے پھر ان الفاظ کو دہرایا تم میرا کھانا مت کھاؤ، پھر ماں والی قسم دی، اب اس مسئلہ میں علماء دین کیا فتویٰ دیتے ہیں، کہ زید اپنی بیوی کے گھر سے کھانا کھا سکتا ہے یا نہیں؟ اور بیوی پھر توبہ کر رہی

ہے ، کہ اب غلطی نہیں ہوگی ،تو کیا زید بیوی کے ترکہ سے کھانا کھاسکتا ہے،اگر زید کھانا کھاسکتا ہے،تو کسی طرح اس کا کوئی کفارہ بھی دینا ہوگا یا نہیں؟

کفارہ زید کو دینا ہوگا، یا اس کی بیوی کو دینا ہوگا؟ خلاصہ قرآن وحدیث کے حوالہ جات دیکر جواب دیں گے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیوی کا شوہر کو مذکورہ الفاظ سے مخاطب کرنا مغلظ گالی اور سخت قسم کی گستاخی ہے، بیوی پر لازم ہے، کہ توبہ کرے اور شوہر سے معافی مانگ لے، بیوی چاہے تو اپنی جائداد سے کھلاسکتی ہے، اور شوہر کیلئے کھانا جائز ہے، لیکن شوہر کو سخت سست کہنا جائز نہیں ہے، بلکہ ادب سے بات کرنا لازم ہے، اور اس کا کوئی کفارہ نہیں ہے۔

ویکرہ أن یدعو الرجل أباہ وأن تدعو المرأۃ زوجھا باسمہٖ ، وفی الشامیۃ: لا بد من لفظ یفید التعظیم الخ. (الدرالمختار ، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی البیع ، کوئٹہ ۲۹۷/۵، کراچی ۴۱۸/۶، زکریا ۵۹۹/۹، الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ ۳۳۸/۱۱، ۱۹۹/۴۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ ذیقعدہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۵۱۹/۲۵)

شوہر کی نافرمانی کرنا

سوال: [۱۰۲۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک بیوی اپنے شوہر کی اجازت اور رضا مندی کے بغیر اپنی بہن بھانجوں سے ملتی ہے، ان کے گھر جا کر رہتی ہے، ساتھ کھاتی ہے لیکن شوہر اپنی بیوی کی ایسی حرکات سے سخت ترین ناراض ہے تو ایسی صورت حال میں بہنوں بھانجوں عزیزوں سے ملنے اور ان کے گھر جا کر رہنے والی بیوی کا شرعاً کیا حکم ہے؟

المستفتي: عبدالواحد، چوراہا گلی، نیو مارکیٹ، برتن بازار، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب بیوی شوہر کی مرضی کے بغیر شوہر کے گھر سے باہر جاتی ہے، تو شوہر کو تین مرتبہ تنبیہ کرنے کے بعد اس طرح مارنے کا بھی حق ہے کہ جس سے بیوی کی ہڈی نہ ٹوٹے نیز اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسی بیوی کا حال بہت برا ہوگا، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس سلسلہ میں آیت کریمہ نازل فرمائی ہے!

(قوله تعالىٰ) **وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِیْ الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلاَ تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلاً**. (سورۂ نساء آیت: ٣٤)

وقد نص بعض أصحابنا أن للزوج أن يضرب المرأة علىٰ أربع خصال وما هو فى معنى الأربع ترک الزينة والزوج يريد ها وترک الإجابة إذا دعاها إلى فراشه وترک الصلوٰة فى رواية والغسل والخروج من البيت الخ. (روح المعاني ، زكريا ٤/٣٨ ، تحت تفسير رقم الآية : ٣٤، من سورة النساء ، المحيط البرهاني ، المجلس العلمى ٤/٢٣٥، رقم: ٤١٤١، حاشية چلبي ، امداديه ملتان٣/٢١١، زكريا ٣/ ٦٤٠، ٦٤١، قاضيخان ، زكريا جديد١/ ٢٦٤، وعلى هامش الهندية١/٤٤٣، نفع المفتى والسائل/١١٨)

اسی طرح اگر شوہر بیوی کے بھانجوں اور بہنوں کے یہاں جانے سے بیوی سے ناراض ہوجاتا ہے، تو بیوی کو ہرگز ان کے یہاں نہیں جانا چاہئے، کیونکہ ان کے یہاں جانے کے کے مقابلہ میں شوہر کی فرمانبرداری بہت ضروری اورلازم ہے! فقط اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٣/ جمادی الاولیٰ ١٤٠٩ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٢٤/ ١٢٣٥)

عورت کا بغیر شوہر کے زیادہ دنوں تک میکہ میں رہنا

سوال [۱۰۲۷۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری اہلیہ ہر تین ماہ بعد اپنے میکہ جانا چاہتی ہے، اور میکہ میں ایک ماہ یا ۲۵/دن رہنا چاہتی ہے، میں چاہتا ہوں کہ وہ صرف ایک ہفتہ یا ۱۰/دن میکہ میں رہے، اور زیادہ سے زیادہ ۱۵/دن میکہ میں رہے، پھر میرے گھر سہارنپور میں آجائے تو اس سلسلہ میں شرعی حکم کیا ہے؟ اور دونوں کے حقوق کیا ہیں؟ مفصل بیان فرمائیں؟ مہربانی ہوگی؟

المستفتي: مبین احمد، کرولہ، اسلام نگر، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورتوں کا شوہر کو گھر چھوڑ کر زیادہ دنوں تک میکے میں رہنا جبکہ شوہر اس بات پر راضی نہیں ہے، کسی طرح مناسب نہیں ہے، اور میکہ میں بہت کم وقت رہنے کا حکم ہے، لہٰذا اگر میکہ دور ہے، تو ہفتہ بھر سے زیادہ نہ رہے، اور اگر میکہ قریب ہے اور اسی شہر میں ہے، تو ایک دن دو دن سے زیادہ نہ رہے، زیادہ دن رہنے میں جانبین میں فتنہ کا اندیشہ رہتا ہے۔

فإن فی کثرۃ الخروج فتح باب الفتنۃ خصوصاً إذا کانت شابۃ والزوج من ذوی الھیئات الخ. (شامی، مطلب فی الکلام علی المؤنسۃ، کراچی ۳/۶۰۲، زکریا ۵/۳۲۴، النھر الفائق، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/۵۱۵)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۷۵۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۴/۳/۱۴۱۷ھ

ناراضگی کی وجہ سے علیحدہ رہنے سے نکاح ختم نہیں ہوتا

سوال: [۱۰۲۷۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اپنی بیوی اور بچوں سے تقریباً چار سال سے الگ ہے چار سال پہلے زید کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے، ایکسیڈنٹ کے اندر ایک پاؤں سے معذور ہوگیا ہے، زید پرائیویٹ ڈرائیور ہے، پانچ ماہ

ہوسپٹل میں زیرعلاج رہا، ہوسپٹل سے واپس آیا تو پندرہ دن بیوی اور بچوں کے ساتھ رہا اسی دوران بیوی سے ہمبستر ہوا، اس موقع پر بیوی بچوں سے کہا کہ ہم سب مل کر اپنے آبائی وطن میں یا کسی دوسری جگہ رہیں گے، اس کیلئے زید کی بیوی تیار نہیں ہوئی، زید نے اپنی بیوی کو بہت سمجھایا لیکن وہ نہیں مانی زید اپنے بڑے سالہ اور سسر سے بھی رابطہ کیا اور اس وقت بہت پریشانی کے عالم میں ہے، بیوی نے بچوں کو بھی جدا کر دیا اور اکیلی بچوں کے ساتھ رہتی ہے، زید کی تین لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے، بچے سب جوان ہیں، زید نے بیوی سے چار سال پہلے بات کی تھی، تب سے اب تک بات نہیں ہوئی ہے، زید کی عمر اس وقت پچپن سال ہے، اب زید کو کیا کرنا چاہئے، چار سال میں زید تین چار مرتبہ بیوی سے ملنے گیا، ہر مرتبہ دروازہ بند ہی رکھا گیا پھر زید نے اپنی بیوی بچوں سے ملنا چھوڑ دیا؟

المستفتی: ناصر احمد ابن ٹپو صاح،
مکان نمبر ۸۵۰، شیٹی کیرے گیٹ،
چکنا یکنا ھلی، ٹمکور، کرناٹک

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ میں ذکر کردہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی ہے، صرف ۴/۵ر سال تک میاں بیوی ایک دوسرے سے الگ رہے ہیں، تو ایسی صورت میں میاں بیوی کے ایک دوسرے سے الگ رہنے سے نکاح پر کوئی فرق نہیں پڑتا ہے چاہے رضامندی وخوشی سے الگ رہیں، یا ناراضگی سے دونوں صورتوں میں جانبین کا نکاح بدستور باقی ہے، زید شوہر کے لئے بیوی کو اپنے پاس رکھنے کا حق ہے، اور بیوی کو زید شوہر کے پاس رہنے کا حق ہے، اور میاں بیوی کے بارے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ شوہر بیوی کا حق ادا کرے، اور بیوی شوہر کا حق ادا کرے، اور ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ (مستفاد: محمودیہ جدید ڈابھیل ۱۲/۲۵۱)

عن الأحوص في حديث طويل أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر

قصة فقال: واستوصوا بالنساء خيراً فإنما هن عوان عندكم .... (إلىٰ قوله) ألا إن لكم على نساء كم حقا ولنساء كم عليكم حقاً ، فأما حقكم على نساء كم فلا يؤطين فرشكم من تكرهون ولا يأذن في بيوتكم لمن تكرهون ألا وحقهن عليكم أن تحسنوا إليهن في كسوتهن وطعامهن . (ترمذى، باب ما جاء فى حق المرأة على زوجها ، النسخة الهندية ١/ ٢٢٠ ، دارالسلام ، رقم : ١١٦٣ ، سنن ابن ماجه ، حق المرأة على الزوج ، النسخة الهندية ١/ ١٣٣ ، رقم : ١٨٥١)

عن أبي هريرة – رضى الله تعالىٰ عنه – عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : إذا دعا الرجل امرأته إلىٰ فراشه ، فأبت أن تجيئى ، لعنتها الملائكة حتى تصبح . (صحيح البخارى ، باب إذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها ، النسخة الهندية ٢/ ٤٨٢ ، رقم: ٤٩٩٩ ، ف: ٥١٩٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۹۵۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/ ۳/ ۱۴۳۱ھ

شوہر کے بلانے پر بیوی کا اس کے پاس نہ جانا

سوال: [۱۰۲۸۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہماری بہن پونے دوسال سے زیادہ عرصہ سے ہمارے گھر پر ہے، بہنوئی رکھنے کو تیار ہیں، بہن جانا نہیں چاہتی ہے، وہ کہتی ہے جب میرا مقصود پورا ہو جائیگا، چلی جاؤں گی، ان کو ماہواری نہیں ہوتی ہے، بہن کی عمر اس وقت چالیس سال ہے، شادی ہوئے تین سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے، حال ہی میں بہنوئی کی طرف سے یہ آواز آئی کہ جب وہ یہاں رہنا نہیں چاہتی تو سامان اٹھوالے بہن کو سامان اٹھوانا بھی منظور ہے، کیا اس حالت میں بہن کا ہمارے یہاں رہنا صحیح ہے، شریعت کیا کہتی ہے؟

المستفتي:غیاث الدین محلّہ کٹار شہید، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر شوہر بلا رہا ہے، اور آپ کی بہن نہیں جارہی ہے، تو آپ کی بہن عنداللہ سخت گنہگار اور شوہر کی نافرمان ثابت ہوگی، آپ سب لوگوں پر لازم ہے، کہ بہن کو فوراً شوہر کے حوالہ کردیں اور بہن پر لازم ہے، کہ بلا تاخیر شوہر کے پاس جاکر اس کا حق ادا کرے، حدیث شریف میں آیا ہے، کہ اگر میں کسی انسان کو سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کیا کرے۔

عن عائشة- رضي الله عنها- أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: لو أمرت أحداً أن يسجد لأحد، لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها.

(سنن ابن ماجه، باب حق الزوج على المرأة، النسخة الهندية ١/ ١٣٣، دارالسلام رقم: ١٨٥٢، مشكوٰة شريف ٢/ ٢٨٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳۸۰/۲۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۳/۲۶ھ

بیوی کا شوہر و بچوں کو چھوڑ کر غیر مرد کے ساتھ رہنا

سوال: [۱۰۲۸۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری بیوی حمیدہ خاتون کو ایک شخص بہلا کر لے گیا، اور ناجائز طریقہ سے اپنے پاس رکھے ہوئے ہے، میری بیوی سے چار بچے ہیں، ایک لڑکی جس کی عمر ۱۶/سال ہے، دوسری لڑکی کی عمر ۱۳/سال ہے، دو لڑکے ایک بارہ سال کا ہے، اور دوسرا ساڑھے دس سال کا ہے، میری بیوی ان سب کو چھوڑ کر غیر مرد کیساتھ ناجائز طریقہ پر رہ رہی ہے، میں نے اسے طلاق بھی نہیں دی ہے، تو دریافت یہ کرنا کہ ہے میری بیوی کا اس طرح غیر مرد کیساتھ رہنا

کیسا ہے؟ اور اس شخص کا میری بیوی کو ناجائز طریقہ سے رکھنا کیسا ہے؟ شریعت اسلامیہ کی نظر میں ان کے یہ کرتوت کیسے ہیں، کیا بیوی پر اپنے شوہر اور بچوں کے پاس آ کر رہنا لازم نہیں ہے، شرعی حکم تحریر فرمادیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں آپ کے طلاق دیئے بغیر آپ کی بیوی کا غیر مرد کے ساتھ رہنا اور اس شخص کا اس کو رکھنا بدکاری، اور زنا کاری حرامکاری اور گناہ عظیم ہے، اگر اسلامی حکومت ہوتی تو ان دونوں کو سنگسار کر کے ہلاک کر دیا جاتا، لہٰذا اس کو چاہئے کہ فوراً اس شخص سے علیٰحدہ ہو کر آپ کی تابعداری اختیار کرے اور اپنے گھر واپس آجائے، اور اس فعل حرام سے توبہ واستغفار کرے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۸/ ۴۱۸)

وَلاَ تَقْرَبُوْا الزِّنیٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلاً . (بنی اسرائیل، آیت: ۳۲)

مَنْ يَأْتِ مِنْكُمْ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ يُضَاعَفُ لَهَا الْعَذَابُ إِلَيْهِمْ فِيْ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ . (النور، آیت: ۲۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۵۸۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/ ۴/ ۱۴۲۱ھ

حقیقی اولاد کے بارے میں بیوی پر شبہ کرنا

سوال: [۱۰۲۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص جو اپنی حقیقی اولاد کے بارے میں اپنی بیوی سے کہتا ہے، کہ مجھے اس بات میں شبہ ہے کہ یہ اولاد میری ہے، اور میرے نطفہ سے ہے، اس شخص کی اس بدکلامی کی دنیا وآخرت میں کیا سزا ہے؟

المستفتي: عبدالرؤف، گونڈوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اپنی بیوی کے بارے میں بلاثبوت اس طرح شک وشبہ کرنا حرام ہے، ایسا کرنے والا مرتکب حرام ہے، دنیا میں اس گناہ کی نحوست اٹھانی پڑے

گی، اور آخرت میں اللہ کے یہاں اس کی سزا الگ ہوگی جس کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے، اور اس طرح کی بدزبانی کے جملوں سے بیوی کو ایذا پہونچانا گناہ کبیرہ ہے، اب تک جو کچھ ہو چکا ہے، اس سے توبہ کرنا لازم ہے، ہاں البتہ بیوی اگر نامحرم مردوں سے بات چیت اور اختلاط سے باز نہیں آتی تو وہ بھی مرتکب گناہ کبیرہ ہوگی، اس پر بھی توبہ کرنا لازم ہے۔

ومنه مايحرم كالظن في الالٰهيات والنبوات وحيث يخالفه قاطع وظن السوء بالمؤمنين ففي الحديث: إن الله تعالىٰ حرم من المسلم دمه وعرضه وأن يظن به ظن السوء. (روح المعاني، سورة الحجرات تحت تفسير الآية: ١٢، جز ٢٦، مكتبه زكريا ١٤/ ٢٣٥)

عن عبد الله بن عمرو عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: ليس المؤمن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش ولا البذئ. (شعب الإيمان للبيهقي، دارالكتب العلمية بيروت ٥/ ٢٨٦، رقم: ٦٦٧٦، مشكوٰة ١/ ١٤٠)

عن أبي موسىٰ عن النبي ﷺ كل عين زانية والمرأة إذا استعطرت فمرت بالمجلس فهي كذا وكذا يعني زانية. (سنن الترمذي، الأداب، باب ماجاء في كراهية خروج المرأة متعطرة، النسخة الهندية ٢/ ١٠٦، دارالسلام رقم: ٢٧٨٦، مشكوٰة /٩٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم رجب ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۸۸۴/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۷/۴ھ

عورت عیسائی ہوگئی اور بچے اس کے قبضہ میں ہیں، تو شوہر پر کوئی مؤاخذہ نہیں

سوال: [۱۰۲۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ خالد کی بیوی مرتد ہوکر عیسائی ہوگئی ہے، شخص مذکور کے اسی بیوی سے کئی بچے ہیں، جو بیوی کیساتھ

ہیں، اب بیوی کواپنے پاس لانا طاقت سے باہر ہے، اور بچوں کوبھی بیوی سے جدا کرنا اور لانا قانونی طور پر استطاعت سے باہر ہے، اب ان حالات میں بیوی کیساتھ بچوں کو چھوڑ دینا کیساہے؟ کیاشرعاً آخرت میں مؤاخذہ ہوگایانہیں؟

المستفتي: امیرالاسلام، کچھاڑی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بیوی سے علیٰحدہ کرکےاولادکواپنے پاس لاکر دین اسلام کی تربیت دینے پرشوہرقادرنہیں ہے،تو عنداللہ شوہرسے بازپرس ومؤاخذہ نہ ہوگا۔

لقولہ تعالیٰ: لَایُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْساً إِلَّا وُسْعَهَا. (الآیة: سورہ بقرہ آیت: ۲۸۶)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
یکم رذی الحجہ ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶ر۲۰۴۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱ر۱۲ر۱۴۱۰ھ

نافرمان بیوی کا شوہر کے حقوق ادانہ کرنا

سوال: [۱۰۲۸۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری بیوی شاہانہ ۵ر ماہ قبل اپنی چچیری بہن کی شادی میں کچھ کپڑا زیوراور بچے کیساتھ اپنے والد ریاست خاں اور بھائی کے ساتھ گئی تھی ،شادی کے وقت سے میکہ میں جا کر بیٹھ گئی ہے، مجھے نہیں معلوم کہ وہاں جا کراس پر کیا دباؤ پڑ رہا ہے، کہ وہ آنے کیلئے تیار نہیں ہے، میرے والدین بھائی بہن ،عزیز واقارب اور محلّہ والوں نے اس کو لانے کی ہرچند کوششیں کی ہیں کہ وہ آجائے ،مگراس کے والدین کسی مشیر کے دباؤ میں ہیں، جس کی وجہ سے وہ نہیں آرہی ہے، بلکہ اس کے والدین نے ابھی تک کئی بار مجھکو جان سے مارنے اور طلاق دلوانے کی دھمکیاں دی ہیں، جس کی وجہ سے میری والدہ والدا ور پورا

گھر پریشانی میں مبتلا ہے، میں اپنی بیوی بچے کی وجہ سے بے حد پریشان ہوں، آپ سے گذارش ہے کہ ایسی صورت میں آپ ہماری مدد فرمائیں، اور میری بیوی بچے کو ملانے کی تدبیر بیان فرمائیں؟ مہربانی ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر آپ کی بیوی بلا کسی شرعی وجہ کے میکہ جا کر بیٹھ گئی ہے، اور آپ کی طرف سے ظلم وزیادتی نہیں ہوئی ہے، محض نافرمانی کے طور پر میکہ جا کر بیٹھ گئی ہے تو بیوی سخت گنہگار ہوگی، اس پر لازم ہے کہ واپس آ کر شوہر کے حقوق کی ادائیگی کیساتھ زندگی گذارے اور خدا کا خوف رکھے اور آپ پر بھی لازم ہے، کہ بیوی کے حقوق کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ کریں، اور اسکے ساتھ خوشگوار طریقہ سے زندگی گذاریں۔

عن أبي هريرة– رضی اللہ عنه – قال النبی ﷺ إذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها لعنتها الملائكة حتى ترجع . (بخاری شریف، باب إذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها، النسخة الهندية ۲/ ۷۸۲، رقم: ۴۹۹۹، ف:۵۱۹۴)

عن جابر بن عبد الله قال: قال رسول الله ﷺ ثلثة لاتقبل لهم صلاة ولايصعد لهم إلىٰ الله حسنة السكران حتى يصحو، والمرأة الساخط عليها زوجها الخ. (المعجم الأوسط دارالفكر ۶/ ۴۰۸، رقم: ۹۲۳۱، صحيح ابن خزيمه ،المكتب اسلامى ، شعب الإيمان للبيهقى، دارالكتب العلمية بيروت ۵/ ۱۱،رقم: ۵۵۹۲، صحيح ابن حبان ، دارالفكر ۵/ ۲۷۳، رقم: ۵۳۶۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ رجب ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۵۰۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/ ۷/ ۱۴۲۵ھ

کیا بیوی میکے میں شوہر کی مرضی کے مطابق قیام کرے گی؟

سوال: [۱۰۲۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں سہیل ناصر رحمت نگر مراد آباد کا رہنے والا ہوں میرا نکاح گذشتہ سال سعادت گنج ضلع بارہ بنکی میں الحاج محمد نفیس صاحب کی بیٹی سے ہوا تھا، اگر میری اہلیہ اپنے والدین کے گھر جاتی ہے، تو والدین کی مرضی کے مطابق وہاں قیام کرے گی یا شوہر کی مرضی کے مطابق یعنی جتنے دن کی کی اجازت شوہر کی طرف سے ملے گی اتنے دن یا جتنے دن والدین چاہیں گے اتنے دن، (ہر مرتبہ میری طرف سے تقریباً بارہ سے پندرہ یوم کی اجازت ہے) نیز احقر اس بات کی وضاحت کا متمنی ہے کہ والدین کے گھر قیام کے دوران اہلیہ کو واپس بلانے کے سلسلہ میں شرعی طور پر شوہر کو کیا حقوق حاصل ہوں گے؟

المستفتي: سہیل ناصر، رحمت نگر، کرولہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت اپنے میکہ میں اتنے دن قیام کرسکتی ہے، جتنے دن کی شوہر اجازت دے، شوہر کی رضامندی کے بغیر اس سے زیادہ قیام کرنے کی صورت میں وہ نافرمان شمار ہوگی، اور شوہر کو اگر ضرورت ہو تو جتنے دن اس نے قیام کی اجازت دی ہے، اس سے پہلے بھی اس کو واپس بلا سکتا ہے۔

ولا یمنعها من الخروج إلى الوالدين في كل جمعة إن لم يقدرا على إتيانها وفي الشامي: فإن قدرا لا تذهب وهو حسن وقد اختار بعض المشائخ منعهامن الخروج إليهما والحق الأخذ بقول أبي يوسف إذا كان الأبوان بالصفة التي ذكرت وإلا ينبغي أن يأذن لها في زيارتهما في الحين بعد الحين على قدر متعارف أما في كل جمعة فهو بعيد. (شامی، کتاب الطلاق، باب النفقة، زكريا ٥/٣٢٤، كراچی ٣/٦٠٢)

وخارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة حتى تعود. (شامی، کتاب الطلاق، باب النفقة زكريا ٥/٢٨٦، كراچي ٣/٥٧٦)

عن زيد بن أرقم رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: إذا وعد الرجل

أخاه ومن نيته أن يفي فلم يف ولم يجئى للميعاد فلا إثم عليه . (ابو داؤد شريف، باب فى العدة، النسخة الهندية ٢/ ٦٨٢، دارالسلام رقم: ٤٩٩٥، المعجم الكبير للطبراني ، داراحياء الثرات العربى ٥/ ١٩٩، رقم: ٥٠٨٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۵۹۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۵/۵ھ

بیوی کا شوہر کو چھوڑ کر اسکی مرضی کے بغیر خالو کے ساتھ رہنا

سوال: [۱۰۲۸۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری بیوی محشر جہاں بنت عبدالرشید موضع مانیا والا گڑھی، اب سے تقریباً ساڑھے تین سال پہلے خود ہی اپنے غلط چال چلن کے نتیجہ میں فرار ہوگئی، بہت سے زیورات کپڑے اور نقدی بھی چرا کر اپنے ساتھ لے گئی، جبکہ میں یعنی اس کا شوہر بسلسلہ روزگار سعودی عرب میں رہتا تھا، شوہر نے اپنی بیوی کو لانے کیلئے کئی لوگوں کو بیوی کے میکہ بھیجا لیکن بیوی نے آنے سے انکار کردیا جو لوگ بیوی کو لینے کیلئے گئے تھے، ان کو یہ جواب دیا کہ میں نہیں جاؤں گی، میرے شوہر سے کہدو کہ وہ دوسری شادی کرلیں، سعودی عرب سے لوٹ کر شوہر نے بھی اپنی بیوی کو اپنے گھر لانے کی بہت کوشش کی لیکن بیوی نے آنے سے انکار کردیا، مجبور ہوکر شوہر نے اپنی بیوی کو بلانے کیلئے عدالت میں حق زوجیت کا ایک دعویٰ دائر کردیا، بیوی نے حق زوجیت کے مقدمہ کی جواب دہی نہ کر کے دوسرے جھوٹے مقدمے قائم کردیئے، جو خارج ہوگئے، اس کے بعد میاں بیوی کا آپسی ایک فیصلہ ہوا، جو محلّہ کے ذمہ دار لوگوں کے سامنے ہوا لیکن بیوی اس فیصلہ سے بھی مکر گئی اور اب بیوی نے ایک نیا مقدمہ قائم کیا، یہ مقدمہ بیوی نے اپنے دور کے خالو کے پتہ سے کیا ہے، کیونکہ بیوی اس وقت اپنے ایک دور کے خالو کے یہاں مقیم ہے، جبکہ بیوی کے ماں باپ اور بھائی اپنے گاؤں مانیا والا گڑھی میں رہتے ہیں، صرف تنہا میری بیوی قصبہ

سیوہارہ میں اپنے خالو کے پاس رہنے چلی گئی ہے، اور قریب ایک سال سے اپنے خالو کے ساتھ رہ رہی ہے، کیا بیوی کا اپنے شوہر کو چھوڑ کر شوہر کی مرضی کے خلاف اپنے خالو کے یہاں رہنا جائز ہے؟

المستفتي: نعمت اللہ، محلّہ چھپی پاڑہ، نگینہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کا گھر سے نکلنا اور دوسرے کے یہاں رہنا قطعاً جائز نہیں ہے، حدیث شریف میں آیا ہے، کہ جس عورت کا شوہر ناراض ہو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کی کوئی نیکی اللہ کے دربار میں پہونچتی ہے، بلکہ اس پر لعنت برستی رہتی ہے، اسلئے عورت کیلئے جائز نہیں ہے کہ شوہر کو اس طرح پریشان کرے، بلکہ شوہر کی اطاعت اور رضا جوئی اس کے ذمہ لازم ہے اور اگر شوہر سے نا اتفاقی کی بنا پر صلح یا تفریق تک الگ رہ رہی ہے، تو اپنے ماں باپ کے پاس رہنا ضروری ہے، اسلئے کہ خالو شرعی طور پر محرم نہیں ہوتے ہیں، لهٰذا شوہر کی زوجیت میں رہ کر غیر محرم کے یہاں رہنا قطعاً جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۹/ ۲۱۸، جدید ڈابھیل ۱۸/ ۵۸۱، ۵۸۲)

للزوج أن يضرب زوجته على أربعة أشياء ومافي معنا ها ومنه ماإذا كشفت وجهها لغير محرم أو كلمت أجنبياً . (البحرالرائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، كوئٹه۵/ ۴۹، زكريا ۵/ ۸۲)

عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله ﷺ ثلاثة لا تقبل لهم صلوٰة ولا يصعد لهم إلىٰ الله حسنة السكر ان حتى يصحو والمرأة الساخط عليها زوجها الخ. (المعجم الأوسط، دارالفكر ۶/ ۴۰۸، رقم: ۹۲۳۱، صحيح ابن خزيمه، المكتب الإسلامي ۱/ ۴۶۶، رقم: ۹۴۰، صحيح ابن حبان، دارالفكر ۵/ ۲۷۳، رقم: ۵۳۶۴، شعب الإيمان للبيقهي، دارالكتب العلمية بيروت۵/ ۱۱، رقم: ۵۵۹۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر:۸۸۵۴/۳۸)

نافرمان بیوی اور اولاد کے نفقہ کا حکم

سوال: [۱۰۲۸۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری دو بیویاں ہیں، پہلے ایک سے نکاح کیا اس سے تین لڑکے ایک لڑکی ہے، اور سب شادی شدہ بالغ ہیں، پھر میں نے پہلی بیوی کی اجازت سے دوسرا نکاح کیا اس پر لڑکوں نے گھر سے نکال دیا، اور پہلی بیوی نے بھی مجھے نکالنے میں ان کا ساتھ دیا اور مکان اور باغ پر زبردستی قبضہ کرلیا، جبکہ پہلی بیوی کے نام میں نے نو بیگہ زمین کردی ہے، اور ان بچوں کے نام بھی پانچ پانچ بیگہ زمین کردی ہے، فی الحال میں اپنے قبضہ کی زمین سے کچھ آمدنی حاصل کرتا ہوں، تو پہلی بیوی اور بچے اس کو چھین لیتے ہیں، اور منع کرنے پر مارتے ہیں، اور میرے ذمے دوسری بیوی اور اس کی نابالغ پانچ اولاد کا خرچہ بھی ہے، جو بمشکل اٹھا پاتا ہوں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا میرے لئے پہلی بیوی کو نفقہ دینا ضروری ہے، جبکہ وہ میرے مکان اور باغ پر قابض ہے، اور مجھے گھر سے نکال دیا ہے، اور دینے کی صورت میں دوسری بیوی کے نابالغ بچے بھوکے رہتے ہیں، وضاحت کیساتھ بیان فرمائیں اور نہ دینے کی صورت میں کیا میں گنہگار رہوں گا؟

المستفتي: اقرار نبی، سرائے کھجور، تھانہ چھجلیٹ، مرادآباد۔ یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شریعت نے ایک مرد کو بیک وقت اپنے نکاح میں چار عورتوں کے رکھنے کی اجازت دی ہے، لھذا اس دوسری شادی کی وجہ سے لڑکوں کا اپنے باپ کو گھر سے نکال دینا اور باپ کی مملوکہ زمین کی آمدنی چھیننا جائز نہیں ہے، نیز ایسی صورت میں پہلی بیوی شرعاً ناشزہ کہلائے گی، اور نافرمان بیوی اور نافرمان اولاد کیلئے باپ کے اوپر کوئی خرچہ وغیرہ لازم نہیں ہے، اس کے باوجود آپ نے زمین ان کو دی ہے جو نان نفقہ کے

خرچہ سے بھی زیادہ ہے حالانکہ شرعاً لازم نہیں تھا، اور آپ کو آپ کے گھر سے نکالنے کا کسی کو حق نہیں ہے، بلکہ آپ کو حق ہے کہ نافرمان بیوی اور نافرمان اولاد کو گھر سے نکال دیں، اور دوسری بیوی اور اس کے نابالغ بچوں کا خرچہ آپ کے اوپر لازم ہے، اور پہلی بیوی کی بالغ اولاد کو کچھ نہ دینے سے آپ گنہگار نہیں ہوں گے۔

وصح نكاح أربع من الحرائر والإماء . (درمختار كتاب النكاح، زكريا ١٣٨/٤، كراچی ٤٨/٣)

فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبَاعَ. (النساء :٣)

ولا نفقة للناشزة لفوات التسليم بمعنىً من جهتها وهو النشوز . (بدائع الصنائع، كتاب النفقة، فصل في شرط وجوب النفقة، زكريا٣/٤٢٨، كراچی ٢٢/٤، شامی، زكريا ٣٢٩/٥، كراچی ٦٠٦/٣، هدايه، اشرفی٢/٤٣٨، تنقيح الفتاویٰ الحامديه، دار الكتب العلمية بيروت ٧٥/١)

ولا يمنع الشخص من تصرفه فی ملكه . (درمختار، مطلب إقتسموا داراً وأراد كل منهم، فتح، باب لهم ذلك! زكريا١٥٢/٨، كراچی ٤٤٦/٥، تنقيح الفتاویٰ الحادميه، دار الكتب العلمية بيروت ٣١١/١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۰؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۸۸۶۱)	۱۴۲۶/۶/۲۰ھ

مطلقہ کیلئے شوہر سے کن کن چیزوں کے مطالبہ کا حق ہے؟

سوال: [۱۰۲۸۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری شادی ۲؍ مئی ۲۰۰۵ء کو شاہ عالم ولد نسیم وارثی سے ہوئی جو محلّہ ٹھیرا میں رہتے ہیں، اور شادی سے پہلے سسرال والے آتے رہتے تھے، شادی کے بعد چار مہینہ مجھے اپنی سسرال میں رکھا اسکے بعد مجھے طرح طرح سے پریشان کرنے اور میرے ماں باپ کو برا بھلا کہنے لگے، اسی عرصہ میں ایک بچہ پیدا ہوا جو میرے پاس ہے، اور دوسرا بچہ میرے

شکم میں ہے، جسکی تاریخ دوماہ باقی ہے، دوسروں کے کہنے میں آکر میرے شوہر ساس سسرا اور دیور نے مجھے پریشان کیا اور کئی بار مجھے گھر سے نکالدیا لیکن میرے والد نے مجھے سسرال بھیج دیا، شادی کے چار مہینہ کے بعد میرا زیور مجھ سے چھین لیا آخر ۹/اپریل کی شام کو میرے سسر نسیم وارثی نے میرا بچہ چھین کرا ور ہاتھ میں پرچہ دیکر مجھے گھر سے نکالدیا میں اپنے میکہ آ گئی میرے والد نے ہر چند کوشش کی لوگوں نے سمجھانے کی کوشش کی امن کمیٹی کے لوگوں نے بھی سمجھایا لیکن میری سسرال والے مجھے طلاق دینے پرآمادہ رہے، پھر مجھے مجبور ہوکر پولس کا سہارا لینا پڑا، افسر ایس پی صاحب اور سی او صاحبہ مہیلا نے کوشش کی اور میرا بچہ مجھے دلوایا لیکن میرے شوہر نے ایس پی صاحب اور شہر امام کے سامنے طلاق دیدی اس کے بعد فتویٰ لاکر طلاق کی تصدیق کردی، میں ایک دین دار باپ کی بیٹی ہوں اور دینداری مجھے پسند ہے مہربانی فرما کر مجھے بتایا جائے، کہ کیا نیچے لکھا مطالبہ میں اپنے شوہر شاہ عالم سے کرسکتی ہوں؟ دین مہر میں بیس ہزار روپیہ، عدت کا نفقہ چودہ ہزار، نرسنگ ہوم خرچ دس ہزار، ۲۰۰۰ء میں جواب آیا پینتیس ہزار (۳۵۰۰۰)، تاریخ شادی طے ہوئی چار ہزار، علاوہ شادی کے جہیز ایک لاکھ دس ہزار، دو بچوں کا خرچ دو ہزار۔ میزان دولاکھ انتیس ہزار (۲۲۹۰۰۰) روپئے ہوئے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) دین مہر بہر حال آپ کا شرعی حق ہے، اسکے مطالبہ کا حق آپ کو ہر وقت حاصل ہے۔

وتجب العشرة إن سماها أو دونها ويجب الأكثر منها إن سمى الأكثر ويتأكد عند وطء أو خلوة صحت من الزوج أوموت أحدهما .

(شامی، کتاب النکاح، باب المهر، زکریا ٤/٢٣٣، کراچی ٣/١٠٢)

وحكى الطحاوى فى هذه المسئلة إجماع الصحابة من الخلفاء الراشدين وغيرهم لأن المهر وجب بنفس العقد –إلىٰ قوله – إلا أن

الوجوب بنفس العقد ثبت موسعا ويتضيق عند المطالبة والدين المضيق واجب القضاء . (بدائع الصنائع ، زكريا ۲/۵۸٦، كراچی ۲/۲۹۲)

(۲) عدت کا خرچہ جانبین کی رعایت اور معیار زندگی کے اعتبار سے چند افراد کے ذریعہ سے متعین ہونا چاہئے، نہ بے تکہ زیادہ مطالبہ کی اجازت ہے، اور نہ ہی اتنا کم ہو جس سے تین ماہواری کے درمیان کھانے پینے کی ضرورت پوری نہ ہو سکے، اور چودہ ہزار روپیہ جو لکھا گیا ہے، وہ آپ کا اپنی طرف سے مطالبہ ہے اس کا اعتبار نہیں ہے، بلکہ اعتبار اسی کا ہوگا جس کو غیر جانبدار سمجھدار لوگ معتدل اور درمیانی درجہ کا خرچہ متعین کریں گے۔

عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ . (البقرة: ٢٣٦)

ولا يقدر نفقتها بالدراهم والدنانير على أي سعر كانت بل يقدر بها على حسب اختلاف الأسعار غلاء ورخصا رعاية للجانبين. (عالمگیری ، الباب السابع عشر فی النفقات ، زكريا قديم ١/٥٤٧، جديد ١/٥٩٧، بدائع الصنائع ، كراچی ٤/٢٣، زكريا ٣/٤٢٩)

وتجب لمطلقة الرجعيِّ والبائن – إلىٰ قوله – والنفقة والسكنىٰ والكسوة وفي الشامية وفي المجتبىٰ: نفقة العدة كنفقة النكاح . (شامی، مطلب في نفقة المطلقة ، زكريا ٥/٣٣٣، كراچی ٣/٦٠٩)

(۳) نرسنگ ہوم کا خرچہ شوہر کے اوپر اس وقت لازم ہوتا ہے، جب شوہر کے مشورہ اور اسکی اجازت سے خرچ کیا گیا ہو جس نرسنگ ہوم میں علاج اور ولادت ہوئی ہے، اگر شوہر نے اس نرسنگ ہوم میں علاج اور ولادت کی اجازت دی ہے، تب اسکے اوپر خرچ لازم ہوگا، اور اگر شوہر کا نہ مشورہ رہا ہے اور نہ شوہر نے اجازت دی ہے تو ایسی صورت میں اس کا خرچہ شوہر پر لازم نہیں۔

وأجرة القابلة عليها إن استاجرتها ولو استاجرها الزوج فعليه .

(عالميگری ، الباب السابع عشر فی النفقات ، زكريا قديم ١/٥٤٩، جديد ١/٥٩٩، الدرمع

الرد،زکریا ۵/۲۹۱، کراچی ۳/۵۷۹)

(۴) ۲۰۰۰ء میں ۳۵/ ہزار روپیہ جواب کے خرچ کا کیا مطلب ہے،؟ اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض جگہ جواب کے نام سے لڑکے والوں کی طرف سے سوٹوں کا مطالبہ ہوتا ہے، جس میں چالیس چالیس پچاس پچاس اور ستر ستر سوٹوں کا مطالبہ ہوتا ہے، اور لڑکی والے دباؤ میں آ کر مجبوراً دیتے ہیں، اگر جواب کا یہی مطلب ہے تو اس کی واپسی لازم ہے اور اگر کوئی دوسرا مطلب ہے تو واضح فرما دیں۔

لو أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم فللزوج أن يسترده لأنه رشوة. (شامی، كتاب النكاح، باب المهر مطلب أنفق على معتدة الغير، زكريا ٤/٣٠٧، كراچی ٣/١٥٦، هنديه، زكريا قديم ١/٣٢٧، جديد ١/٣٩٣)

إن أخذه من غير عقد لم يملكه و يجب عليه أن يرده على مالكه إن وجد المالك. (بذل المجهود، كتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، سهارن پور، قديم ١/٣٧، دارالبشائر الإسلامية ١/٣٥٩٥، تحت رقم الحديث: ٥٩)

(۵) شادی کی تاریخ طے ہوتے وقت چالیس ہزار روپیہ لڑکی والوں نے اپنے اختیار اور مرضی سے خرچ کیا ہے لہٰذا تو طلاق کے وقت لڑکی والوں کو اسکے مطالبہ کا حق نہیں ہے، بلکہ یہ مہمانداری اور تبرع کے درجہ میں ہے۔

وأما إذا كانت بغير أمره فظاهر لأنه لا يملك الرجوع على المحيل فكان تبرعاً بابتدائه وانتهائه. (بدائع الصنائع، شرائط الحوالة، زكريا ٥/٩، كراچی ٦/١٦)

(٦) جہیز کا سامان جس حالت میں بھی ہو اسی حالت میں لڑکی کو ملنا ضروری ہے، اور اسکے علاوہ شادی کے موقع پر لڑکی والوں نے جو خرچ کیا ہے، اسی طرح لڑکے والوں نے جو خرچ کیا ہے، وہ اپنے اختیار سے خرچ کیا ہے، لہٰذا نہ لڑکی والوں کو لڑکے والوں سے مطالبہ کا حق ہوگا، نہ لڑکے والوں کو لڑکی والوں سے مطالبہ کا حق ہوگا۔

وأما إذا كانت بغير أمره فظاهر؛ لأنه لايملك الرجوع على

المحیل ، فکان تبرعاً بابتدائه وانتهائه. (بدائع الصنائع ، شرائط الحوالة ، زکریا۵/۹، کراچی ۱۶/۶)

(۷)بچوں پرخرچ کرنیکا اختیار باپ کو حاصل ہےان کی پڑھائی کےخرچ کا اختیار بھی باپ کو ہے، اگرباپ بچوں کوصرف روٹی کھلاکر پالنا چاہے،تو اسکے اختیار میں ہے، اسی طرح اگر باپ ان کومفت کے اسکول اور مدرسہ میں پڑھانا چاہے،تو اسکے اختیار میں ہے، اس لئے باپ سے بچوں کے خرچ کے نام پر اپنی مرضی سے جو چاہے مطالبہ کا حق نہیں ہے، اور یہ جو مسئلہ لوگوں کے ذہن میں ہے کہ لڑکے کو سات سال تک اورلڑکی کو بالغ ہونے تک رکھنے کا حق ماں کو حاصل ہے، اسکے بعد باپ کو حاصل ہوجاتا ہے،شریعت کا حکم ایسا ہی ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ جتنے دن ماں کے پاس رہیں گے اتنے دنوں میں ماں جیسا چاہے، بچوں کے خرچ کا مطالبہ باپ سے کرے، بلکہ مناسب انداز کا خرچ باپ اپنی معیار زندگی کے اعتبار سے اس وقت دیگا جب سات سال کی عمر پوری ہونے کے بعد بیٹا باپ کو مل جائے گا،اور بالغ ہونے کے بعد لڑکی باپ کو مل جائے گی۔

وتجب النفقة بأنواعها على الحر لطفله الفقير –إلىٰ قوله – فلو كانا فقيرين فالأب يكتسب أو يتكفف وينفق عليهم وفی الشامية: تحته – وفی القستانی عن المحيط وتفرض على المعسر بقدر الكفاية وعلى الموسر بقدر مايراه الحاكم . (شامی، کتاب الطلاق، باب النفقة ، زکریا ۵/۳۳۷، کراچی ۳/۶۱۲)

وبعد الفطام يفرض القاضی نفقة الصغار على قدر طاقة الأب . (عالمگیری ، الباب السابع عشر فی النفقات ، الفصل الرابع في نفقة الاولاد ، زکریا قدیم ۱/۵۶۱، جدید ۱/۶۰۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹رشعبان ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر:۹۳۹۰/۳۸)

مطلقہ معتدہ کے شوہر پر حقوق

سوال: [۱۰۲۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ احقر کی شادی روبینہ اقبال سے تقریباً بیس سال قبل ۵/لاکھ روپیہ مہر پر ہوئی تھی، آرام سے زندگی گذر رہی تھی، اس درمیان دو بچوں کی ولادت ہوئی جن کی عمر فی الحال لڑکا ۱۷/سال اور لڑکی ۱۳/سال کی ہے، فروری ۲۰۱۰ء میں اچانک روبینہ اقبال جو اس وقت میری زوجیت میں تھیں دونوں بچوں کو لے کر اپنی مرضی سے میری اجازت کے بغیر میرے گھر سے چلی گئیں اس بیچ کچھ وقفہ میرے رشتہ داروں اور کچھ لوگوں کے یہاں مقیم رہیں، اس کے بعد انہوں نے مجھ سے مطالبہ کر کے ایک مکان اپنی اور بچوں کی رہائش کیلئے مانگا، میں نے اپنی زوجہ سے کہا کہ آپ واپس آجائیں یہ ٹھیک نہیں ہے، لیکن انھوں نے قطعی طور پر خود اور بچوں کو آنے سے منع کر دیا تو میں نے مجبور ہو کر کانپور میں ایک رہائشی مکان فراہم کرا دیا، اور تب سے اب تک مکان کا کرایہ اور گھر کا خرچہ بچوں کی فیس کی مد میں تیس ہزار روپیہ ماہانہ دیتا چلا آرہا تھا، بار بار سمجھانے اور بلانے کے باوجود جب وہ میرے گھر پر نہیں آئی تو مجبوراً ہو کر شوال ۱۴۳۲ھ میں اپنی زوجہ کو طلاق دیدی، طلاق کے بعد صرف بچوں کی فیس اور پڑھائی کا خرچہ برداشت کر رہا ہوں، اور مہر جو پانچ لاکھ روپیہ تھی اسکو بھی چیک کی صورت میں اپنے ایک عزیز کے پاس جوان کے عزیز بھی ہیں دیدی ہے کہ وقت پر ادا کر دیں، اب مسئلہ یہ ہے کہ طلاق کے بعد مطلقہ بیوی کی جانب سے شوہر کے اوپر کیا کیا ذمہ داریاں ہیں، جن کو پورا کرنا ہے؟

بچوں کے بارے میں شریعت کے مطابق والد کے اوپر کیا ذمہ داریاں ہیں؟ شریعت کے مطابق بچے عمر بلوغت سے پہلے اور بعد میں کس کے پاس پرورش پائیں گے؟

المستفتی: شارق رسول (مرحوم) بانسمنڈی، کانپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: طلاق دینے کے بعد شوہر کے اوپر بیوی کی تین ماہواری گذرنے کی مدت تک عدت کا خرچہ دینا لازم ہوتا ہے، بشرطیکہ بیوی ایسی جگہ عدت گذارتی ہو، جہاں رہ کر عدت گذارنے میں شوہر کی مرضی ہو، اور عدت پوری ہوجانے کے بعد جبکہ مہر بھی ادا ء کردیا ہو، شوہر کے اوپر بیوی کی طرف سے کسی قسم کا مطالبہ باقی نہیں رہتا ہے، پھر بھی اگر بیوی مطالبہ کرے، تو شرعی طور پرنا جائز مطالبہ ہوگا، ہاں البتہ بچوں کے بارے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ اگرلڑکا ہے تو سات سال تک ماں کو اپنی پرورش میں رکھنے کا حق ہے، اس زمانہ میں بچہ کا خرچہ باپ پرلازم ہوتا ہے، اور سات سال کے بعد باپ اپنی پرورش میں اپنے پاس منتقل کرسکتا ہے، اور اگرلڑکی ہے تو اس کے مہینہ آنے کے زمانہ تک ماں کو اپنی پرورش میں رکھنے کا حق ہے، اور اس زمانہ میں بچی کا خرچہ باپ ادا کریگا، اور مہینہ آنے کا سلسلہ شروع ہوجائے تو باپ کو اپنی پرورش میں منتقل کرنے کا حق ہے۔

وإذا لم تخاصم المعتقة في نفقتها حتى انقضت عدتها فلا نفقة لها وكذلك التي طلقها زوجها لأن نفقة العدة لاتكون أوجب من نفقة النكاح وقد بينا أن نفقة النكاح لاتصير دينا بمضى المدة قبل الفرض ولا يكون لها أن تطالب بها بعد زوال النكاح. (مبسوط للسرخسی، دار الكتب العلمية بيروت ٥/ ٢٠٤)

سبب استحقاق هذه النفقة العدة والمستحق بهذا السبب في حكم العلة، فلا بد من قيام السبب لاستحقاق المطالبة. (البحرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة، زكريا ٤/ ٣٣٨، كوئٹه ٤/ ١٩٩)

وإذا مضت مدة ولم ينفق عليها الزوج فلا شيئى لها من ذلك.

(تبيين الحقائق، امداديه، ملتان ٣/ ٥٥، زكريا ٣/ ٣١١)

والحاضنة أما أو غيرها أحق به أي بالغلام حتىٰ يستغني عن النساء وقدر بسبع وبه يفتى لأنه الغالب. (شامی، کتاب الطلاق، باب الحضانة، زکریا

۲۶۷/۵، کراچی ۵٦٦/۳، هندیه زکریا قدیم ۵٤۲/۱، جدید ۵۹۳/۱)

وأمـا الـجارية فهي أحق بها حتى تحيض كذا ذكر في ظاهر الرواية .

(بـدائـع الـصـنـائـع ، فـصل في وقت الحضانة ، زكريا ٤٥٩/٣، كراچی ٤٢/٤، المبسوط للسرخسی ، دارالكتاب العلمية بيروت ٢٠٧/٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ رصفر ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹ / ۱۰۶۲۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۲/۲۴ھ

تکمیل عدت کے بعد بیوی کا شوہر کے گھر رہنا

سوال: [۱۰۲۹۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نے اپنی بیوی شاہانہ بیگم کو ۱۶ / جون ۱۹۹۸ء کو طلاق دیدی عدت بھی پوری ہوگئی مگر عدت کے بعد بھی شاہانہ بیگم اپنے شوہر کے گھر میں مقیم ہے، تو کیا مطلقہ عورت عدت گذر جانے کے بعد میرے گھر میں رہ سکتی ہے، جبکہ وہ میرے گھر میں زبردستی مقیم ہے، کیا اس کو اس کا حق حاصل ہے، کہ وہ ہمارے گھر میں عدت گذارنے کے بعد مقیم رہے، اور اگر رہنے کا حق ہے تو کب تک قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں، عین نوازش ہوگی؟

المستفتی: ڈاکٹر جعفر علی، ولد جناب حلیم وزیر علی صاحب، ساکن، محلّہ: کٹار شہید، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر واقعی عورت کی عدت ختم ہو چکی ہے، اور عورت انقطاع عدت کا اقرار بھی کر رہی ہے، تو عورت کو شوہر کے گھر میں رہنا جائز نہیں ہے، اور شوہر کے ذمہ یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اسے اپنے گھر میں رکھے، بلکہ شاہانہ بیگم پر ضروری ہے کہ وہ قرآن وحدیث کا لحاظ رکھتے ہوئے شوہر کا گھر چھوڑ کر اپنے اقرباء کے یہاں چلی جائے۔

ولا تخرجوهن من بيوتهن . الآية: أى من مساكنهن عند الطلاق

إلیٰ أن تنقضي عدتهن . (روح المعاني ، زکریا ۱۵/ ۱۹۷ ، تحت تفسیر رقم الآیة: ۱ من سورة الطلاق)

شوہر کے گھر میں ایسی حالت میں رہنا حرام ہے، خدا کے عذاب کا ہر وقت خطرہ ہے، کیونکہ عدت کے بعد دونوں ایک دوسرے کیلئے اجنبی ہیں، اور عدت کے بعد شاہانہ کا اس کے گھر میں رہنا غیر مرد کے گھر میں رہنے کی طرح ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ شعبان ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۳۱۶/۳۴)

وقت گذرنے کے بعد عدت اور بچوں کا خرچہ شوہر سے ساقط ہوجاتا ہے

سوال: [۱۰۲۹۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے شوہر نے طلاق کے بعد کوئی بھی خرچ میرا یا میرے بیٹے کا نہیں دیا یہاں تک کہ عدت کے زمانہ کا خرچ بھی نہیں دیا، کیا ان پر یہ خرچ واجب نہیں تھا؟ اور نہ ہی مہر ادا کیا مہر کی رقم چار ہزار روپئے ۱۹۷۷ء میں طے ہوئی تھی، اسے بھی ادا نہیں کیا تو مہر ادا کرنا لازم ہے یا نہیں؟ اب کتنا مہر ملیگا، میرے شوہر نے مجھے تیس سال قبل طلاق دیدی تھی؟

المستفتي: اختری بیگم، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: طلاق کے بعد شوہر پر عدت کے زمانہ کا نان ونفقہ لازم ہوتا ہے، لیکن جب طلاق کو تیس سال گذر چکے ہیں تو ماضی یعنی گذشتہ زمانہ کا خرچہ ساقط ہو چکا ہے، اسی وقت مطالبہ کیا جاتا تو مل سکتا تھا، اب نہیں ملے گا، اسی طرح بیٹے کو سات سال کی عمر تک ماں اپنے پاس رکھتی ہے اور اس زمانہ میں اس کا خرچہ باپ کو دینا لازم ہوتا ہے، لیکن اس وقت خرچہ کا مطالبہ نہیں کیا گیا، تو اب اتنے سالوں کے بعد ماضی کا خرچہ مانگنے کا حق نہیں ہے، اور سات سال کی عمر کے بعد باپ کو اپنے بیٹے کو اپنے پاس رکھنے کا حق ہوجاتا ہے،

یہ سب باتیں اتنے سالوں کے بعد ختم ہوچکی ہیں، البتہ مہر کی رقم شوہر کے ذمہ باقی ہے، اگر چار ہزار روپیہ مہر تھا، تواب بھی چار ہزار ہی مہر میں ملیں گے۔

والنفقة لاتصير ديناً إلا بالقضاء أو الرضاء .... فقبل ذلك لايلزمه شيئ (تحته فى الشامى) أي إذا لم ينفق عليها بأن غاب عنها أو كان حاضراً فامتنع فلا يطالب بها بل تسقط بمضي المدة . (شامی، کتاب الطلاق ، باب النفقة ، زکریا ۳۱۱/۵، کراچی ۵۸۵/۳)

ثم اعلم أن المراد بالنفقة نفقة الزوجة بخلاف نفقة القريب فإنها لاتصير ديناً، ولو بعد القضاء والرضاء حتى لومضت مدة بعد هما تسقط كمايأتي . (شامی، زکریا ۳۱۱/۵، کراچی ۵۸۵/۳)

قضىٰ بنفقة غير الزوجة زاد الزيلعى والصغير ومضت مدة أى شهر فأكثر سقطت لحصول الاستغناء فيما مضىٰ . (وفى الشامى) وفى الهداية، ولو قضى القاضى للولد والوالدين وذوى الأرحام بالنفقة فمضت مدة سقطت لأن نفقة هؤلاء تجب كفاية للحاجة حتى لاتجب مع اليسار وقد حصلت بمضي المدة بخلاف نفقة الزوجة إذا قضىٰ بها القاضى . (شامی، مطلب فی مواضع لايضمن فيها المنفق ، إذا قصد الاصلاح، زکریا ۳۷۰/۵، کراچی ۶۳۳/۳)

وإذا فرض القاضى نفقة المعتدة فى عدتها و قد استدانت علىٰ الزوج أولم تستدن ثم انقضت عدتها قبل أن تقبض شيئاً من الزوج فإن استدانت بأمر القاضى كان لها الرجوع بذلك علىٰ الزوج وإن استدانت بغير أمر القاضى أولم تستدن أصلاً ، قيل تسقط وهو الصحيح هٰكذا فى جواهر الأخلاطى . (عالمگیری ، الفصل الثالث فی نفقة المعتدة ،زکریا قدیم ۵۵۹/۱، جدید ۶۰۶/۱)

وتجب النفقة لمطلقة الرجعى والبائن .... ولا تسقط النفقة

المفروضة بمضي العدة . تحته في الشامية) أي إذا مضت مدة العدة ولم تقبضها فلها أخذ ها لو مفروضة أي أو مصطلحاً عليها لكن لو مستدانة بأمر القاضي فلا كلام وإلا ففيه خلاف، اختار الحلواني أنها لا تسقط أيضاً وأشار السرخسي، إلىٰ أنها تسقط وفي الذخيرة وغير ها أنه الصحيح قال في البحر : وعليه فلا بد من إصلاح المتون فإنهم صوحوا بأن النفقة تجب بالقضاء أو الرضاء وتصير ديناً وهنا لا تصير ديناً الخ. (شامی، مطلب فی نفقة المعتدة ، زکریا ۵/۳۳۳، کراچی ۳/ ۶۱۰)

الديون تقضى بأمثالها . (شامی، باب اليمين فی الضرب والقتل وغير ذلك ، مطلب لأقضين مالك اليوم ، زکریا ۵/ ۶۶۴، کراچی ۳/ ۸۴۸، الاشباه والنظائر ، الفن الثانی/ ۲۵۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰/ رجب ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۲۱۱/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۸/۱ھ

طلاق کے بعد شوہر سے اپنا قرض مانگنا

سوال: [۱۰۲۹۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری شادی کو تقریباً چار سال ہو چکے ہیں، میرے پاس تین سال کی ایک بیٹی بھی ہے، میرے دو بچے انتقال کر گئے میرے شوہر پہلے مجھے ٹھیک رکھتے تھے، شادی کے ڈیڑھ سال بعد ان کا چکر پیلی بھیت کی ایک لڑکی سے چل گیا، ۲۴/ ستمبر ۲۰۰۹ء میں میرا لڑکا پیدا ہوا اور وہ دوسرے دن انتقال کر گیا، ۱۰/ اکتوبر ۲۰۰۹ء میں میرے شوہر نے اس لڑکی سے نکاح کر لیا اور اس کے ساتھ بمبئی میں رہ رہے ہیں، جب مجھے معلوم ہوا تو میں نے بھی بمبئی جانے کو کہا جب میرا چلہ پورا ہوا تو گھر والوں نے مجھے بمبئی بھیجدیا انھوں نے مجھے بمبئی میں ایک ہفتہ کسی ملنے والے کے مکان پر رکھا اور میرے ساتھ اچھے سلوک نہیں کئے، میں

تو اس سوکن پر بھی رہنے کو تیار تھی مجھے اپنا گھر بنانا تھا، جب انھوں نے ٹھیک طرح سے نہیں رکھا تو میں پھر مرادآباد آ گئی ایک دو مہینے مرادآباد رہی پھر میری بچی نے اپنے ابو کے پاس جانے کی ضد کی تو میں پھر چلی گئی، میرے گھر والے، مجھے نہیں بھیجنا چاہ رہے تھے، لیکن میں پھر بھی چلی گئی، جب میں وہاں پر گئی تو انھوں نے مجھے مارا پیٹا اور دوسری عورت میرے بارے میں ان کو چڑھاتی تھی، تو وہ مجھے مارتے پیٹتے تھے، مارنے کی دھمکی دیتے تھے، حتیٰ کہ دونوں نے مل کر وہاں مجھے بہت پریشان کیا میں اب مرادآباد آ گئی ہوں، میں بہت پریشان ہوں، اور ان حالات میں طلاق لینا چاہتی ہوں۔

جب میں شادی ہوکر اپنی سسرال گئی تھی، تو میرے شوہر نے شادی کے دن مجھ سے کہا تھا، کہ یہ زیور جو تم نے پہن رکھا ہے، اس کی قیمت تمہاری مہر کی قیمت کے برابر ہے، یہ چیز آج سے تمہاری ہے، میرے مہر کی قیمت پچیس ہزار ہے، اس کے بعد انھوں نے وہ سب زیور حتی کہ میری امی کے یہاں کا بھی سب بیچ دیا مجھ سے اجازت نہیں لی، بعد میں مجھے بتادیا، ان سب باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے، مجھے فتویٰ دیں کہ میرا ان حالات میں مہر کی قیمت لینا جائز ہے جبکہ میرے پاس ایک بچی ہے، میں وہ بچی دینا نہیں چاہتی ہوں آپ فتویٰ دیجئے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب شوہر نے مہر کے عوض میں آپ کو زیور دیدئے ہیں، تو وہ زیورات آپ کی ملکیت بن گئے، اور شوہر کی طرف سے مہر ادا ہوگیا، لیکن جب اس کے بعد مہر کے زیورات میکے سے ملے ہوئے زیورات بطور قرض لئے ہیں، تو شوہر کے اوپر قرض کے طور پر آپ کے مہر کے زیور اور میکے سے ملے ہوئے زیور کی واپسی لازم ہے اور طلاق کی صورت میں آپ کو اپنا حق واپس مانگنے کا مکمل حق ہے، اور اگر وہ زیورات موجود نہیں ہیں، تو ان کی قیمت مانگنے کا حق ہے اور بچی کو بالغ ہونے تک آپ کو اپنے پاس رکھنے کا حق ہے۔

إن الديون تقضى بأمثالها على معنىٰ أن المقبوض مضمون على القابض . (شامي، مطلب الديون ، تقضى بأمثالها ، زكريا ٥/٦٧٥، كراچی ٣/٨٤٨)

والأم والجدة أحق بالجارية حتى تحيض . (هنديه، الباب السادس عشر في الحضانة، زكريا قديم ۱/ ۵۴۲، جديد ۱/ ۵۸۳، بدائع، زكريا ۳/ ۴۵۹، کراچی ۴/ ۴۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍ جمادی الأولیٰ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹؍ ۱۰۰۵۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲؍ ۵؍ ۱۴۳۱ھ

داماد اور خسر کی ذمہ داری

سوال: [۱۰۲۹۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر بیوی شوہر کی رضامندی سے میکے والد کے گھر جاتی ہے، تو وہاں جا کر اس کا باپ اسے زبردستی جہالت کی بنا پر روک لیتا ہے، اور ساتھ میں بلانے پر داماد سے بدکلامی اور گستاخانہ طور پر پیش آتا ہے، اور اپنی لڑکی کو ورغلانا شروع کرتا ہے، جبکہ شادی کو عرصہ ۱۵؍ سال گذر چکے ہیں، تا حال آپس میں دونوں میاں بیوی میں محبت ہے کسی طرح کوئی شرعی تفریق نہیں صرف لڑکی کا والد لڑکی کی مرضی کیخلاف رکاوٹ ڈالتا ہے، یہاں تک کہ اپنی لڑکی کے سامنے اس کی طلاق کا مطالبہ بلا کسی شرعی عذر کے کرتا ہے، اسکی لڑکی بھی اپنے والد کے خلاف ناراضگی کا اظہار کرتی ہے، والد کا یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا سزا ہے؟

المستفتي: عبداللطیف، جموں کشمیر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: داماد پر لازم ہے کہ وہ اپنے خسر صاحب کی عزت کرے اور خسر کو باپ کے درجہ میں سمجھ کر باپ کی طرح عزت کرے، اور خسر کیلئے بلاوجہ ایسا کرنا کہ جو لڑکا لڑکی کے درمیان ازدواجی زندگی برباد ہونے کا سبب ہو جائز نہیں ہے ان کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرنا لازم ہے، ورنہ سخت گنہگار ہوں گے۔

عن عبد الله بن عمرو بن العاص، قال: قال رسول الله ﷺ: ليس

منامن لم یرحم صغیرنا ، ویؤقر کبیرنا . (الأدب المفرد، باب إجلال الکبیر ، دار الکتب العلمیة بیروت/۱۱٤ ، رقم: ۳٥۸ ، سنن الترمذی ، باب ماجاء فی رحمة المصبیان ، النسخة الهندیة ۱٤/۲ ، دارالسلام رقم: ۱۹۱۹ ، المعجم الکبیر للطبرانی ، داراحیاء الثراث العربي ٤٤۹/۱۱ ، رقم: ۱۲۲۷٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ر صفر ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۴ ۵۱۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۲/۱۱ھ

بہو کا ساس وخسر کی خدمت کرنا

سوال: [۱۰۲۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کی والدہ کا انتقال ہوگیا ہے، زید کے گھر میں والد اور ایک چھوٹا بھائی رہتا ہے، زید باہر کام کرتا ہے، ہفتہ ۱۵ر دن میں گھر آتا ہے، زید چاہتا ہے، کہ اسکی اہلیہ والد اور بھائی کی خدمت کرے، مگر زید کے خسر اور ساس نہیں چاہتے کہ شوہر کے علاوہ اور کسی کی خدمت کی جائے، مثلاً کھانا پکانا کپڑے دھونا اسی طرح کے اور کام کاج زید کی اہلیہ بھی کھلکر تو نہیں مگر تھوڑا ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی نہیں چاہتی، شرعاً کیا حکم ہے؟ زید سختی کرتا ہے تو اہلیہ کے ماں باپ کہتے ہیں، کہ نکاح زید کیساتھ ہوا ہے نہ کہ والد کے ساتھ؟

المستفتي: شمشاد احمد، پیرزادہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق : اگر زید کی اہلیہ بخوشی ان کی خدمت کرتی ہے، تو زید کے خسر وساس کو دخل دینے کا حق نہیں اور اگر زید کی اہلیہ خود نہیں چاہتی ہے تو زید کو اہلیہ پر خدمت والدین کیلئے زور ودباؤ دینے کا حق نہیں ہے۔

لیس للرجل أن یستخدم امرأته الحرة. (المحیط البرهاني ، المجلس العلمی ۲۳۷/٤ ، رقم: ٤۱٥۱ ، الفتاویٰ التاتارخانیة ، زکریا ۳۰۹/٤ ، رقم: ٦۲۷۱)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶؍ ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱؍۳۷۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۱۲/۶ھ

شوہر کا بیوی کو اہل خانہ کی خدمت پر مجبور کرنا

سوال: [۱۰۲۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے گھر میں والد اور ایک چھوٹا بھائی رہتا ہے، زید چاہتا ہے، کہ اسکی اہلیہ والد اور بھائی کی خدمت کرے، مثلاً کھانا پکانا کپڑے دھونا اسی طرح کے اور کام کاج مگر زید کی اہلیہ ظاہراً نہیں چاہتی تو شرعاً کیا حکم ہے؟ زید سختی کرتا ہے، تو اہلیہ کے ماں باپ کہتے ہیں، کہ نکاح زید کیساتھ ہوا ہے، نہ کہ والد اور بھائی کے ساتھ؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق : اگر زید کی اہلیہ بخوشی ان کی خدمت کرتی ہے، تو زید کے خسر وساس کو دخل دینے کا حق نہیں اور اگر زید کی اہلیہ خود نہیں چاہتی ہے تو زید کو اہلیہ پر اس بات پر سختی کرنا اور دباؤ ڈالنا جائز نہیں کہ اہلیہ اس کے باپ اور بھائی کی خدمت کرے۔

ليس للرجل أن يستخدم امراته الحرة الخ. (تاتار خانية، كوئته ٣/ ٢١٤، زكريا ٤/ ٣٠٩، رقم: ٦٢٧١، المحيط البرهاني المجلس العلمي٤ /٢٣٧، رقم: ٤١٥١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍ ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱؍۳۷۵۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۱۲/۲۰ھ

بہو کا ساس وسسر کے ساتھ گستاخی کرنا

سوال: [۱۰۲۹۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے اپنے لڑکے کی بیوی کو اس کی بداخلاقی وبدکلامی کرنے پر اس کو اپنے لڑکے کی موجودگی میں ہدایت کی جس پر اس کی بیوی نے اپنے خسر کو جو باپ کے مرتبہ کے برابر ہے، یہ مقابلہ میں جواب دیا کہ ''چپ بے بدمعاش'' خسر نے غصہ میں آ کر اس کو جواب دینا چاہا تو اس کے شوہر نے اپنی بیوی کو اپنے کمرہ میں بند کردیا اور اپنے والد سے کہا کہ تم کچھ نہ کہنا خاموش ہوجاؤ، دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ لڑکے کی والدہ اپنے بیٹے کی خدمت گذاری کی تعریف کررہی تھی، تو فوراً اسی عورت نے اپنی خوشدامن سے طنزیہ یہ کہا کہ اگر تجھے تیرا بیٹا اچھا لگتا ہے، تو اس کے ساتھ اپنا نکاح کرلے، وہ بھی اس کی اس بداخلاقی پر بیحد غمگین ہوگئی، اور اس کی اس بیہودگی کا کوئی جواب نہیں دیا، اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ صرف ان ہی دونوں بداخلاقی کے جواب میں اس عورت کے ساتھ شرعی نقطہ نظر سے اس کے شوہر اور شوہر کے ماں باپ کو کیا سلوک کرنا چاہئے، اور اس کیلئے شرعی حکم کیا ہے، جبکہ شوہر کے اس کی حمایت کرنے کی وجہ سے اس عورت کو جو نہایت بداخلاق اور بدکردار ہے، یہ جرأت ہوئی کہ اپنے خسر وخوشدامن سے اس طرح پیش آئی جواب باصواب مرحمت فرمائیں؟

المستفتي: محمد جان، اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اس عورت نے اپنے سسر اور خوشدامن کے ساتھ نہ صرف گستاخی کی ہے، بلکہ فحش باتیں تک کہدی ہیں، لہٰذا شوہر کو چاہئے کہ اپنی پوری احساس ذمہ داری کے ساتھ اپنی بیوی کو اس طرح نازیبا حرکتوں پر اچھی طرح تنبیہ کرے اور ایسی تنبیہ کرے کہ آئندہ بدزبانی کی جرأت نہ ہو اور سمجھائے کہ وہ باادب اور نیک بیوی بن جائے، اور خود شوہر پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے، کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرے، ان کی نافرمانی کرنے پر حدیث شریف میں وعید آئی ہے۔

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ، الآية: (سوره نساء :۱ ٤ ۳)

وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا . (سوره بقره: ۳٦)

عن عبيد الله بن أبي بكر قال سمعت أنس بن مالك قال: ذكر رسول الله ﷺ الكبائر أو سئل عن الكبائر فقال: الشرك بالله، وقتل النفس، وعقوق الوالدين، الحديث: (بخاری شریف، باب عقوق الوالدين من الكبائر، النسخة الهندية ۲/ ۸۸٤، رقم: ۵۷٤۳، ف: ۵۹۷۷)

إن عبد الله بن عمر يقول سمعت رسول الله ﷺ يقول كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته (إلیٰ قوله) والرجل راع فی أهله وهو مسئول عن رعيته، والمرأة راعية فی بيت زوجها ومسئولة عن رعيتها، الحديث. (بخاری، الجمعة، باب الجمعة فی القریٰ والمدن، النسخة الهندية ۱/ ۱۲۲، رقم: ۸۸۳، ف: ۸۹۳، مسند أحمد بن حنبل ۲/ ۵، رقم: ٤٤۹۵، ۲/ ۵۵، رقم: ۵۱٦۷)

والضابط كل معصية لاحد فيها فللزوج والمولیٰ التعزيز قال العلامة بن عابدين رحمه الله تعالیٰ (تحت قوله) الضابط: أی سواء كان جناية علی الزوج أو غيره . (درمختار، كتاب الحدود ط باب التعزير، زكريا٦/ ۱۲۹، كراچی ٤/ ۷۷)

بأن كانت ناشزة فله أن يؤدبها لكن علی الترتيب . (بدائع الصنائع، فصل وجوب طاعة الزوج علی الزوجة، إذا دعاها إلیٰ الفراش، كراچی ۲/ ۳۳٤، زكريا ۲/ ٦۵۰) *فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم*

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳؍ ۵۲۰۷)

خسر کا بہو پر ظلم کرنا

سوال: [۱۰۲۹۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا خسر اپنی بہو کو مار سکتا ہے، یا اس کے ماں باپ کو شب وشتم کرسکتا ہے، اسی طرح چولھے یا اس کے قریب میں بیٹھ کر پکی ہوئی روٹیوں میں نکتہ چینی کرنا فضول باتیں کرنا اوران پر ظلم وستم کے امور لاحق کرنا اور اپنی جوان اولاد پر بدکاری کا الزام لگانا کیسا ہے؟ اولاد اپنے علم یا باپ کے ادب کوملحوظ رکھتے ہوئے کچھ نہیں کہتی ہے، تو اتنا ظلم کرنے کے بعد اولاد اپنے باپ کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے کچھ کہہ سکتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: خسر بہو کو مار نہیں سکتا ہے، بہو خسر کے حق میں صرف محرم ہے، مگر بہو کے حق میں خسر وغیرہ کی خدمت وغیرہ کا حق لازم نہیں ہے، اور نہ خسر کو یہ حق ہے کہ بہو کو سب وشتم کرے، یا مارے البتہ یہ حقوق شوہر کو حاصل ہیں، اور نہ خسر بہو کے ماں باپ کو سب وشتم کرسکتا ہے۔

عن عبدالله بن مسعود قال : رسول الله صلى الله عليه وسلم : سباب المسلم فسوق وقتاله كفر. (ترمذی شريف، باب ماجاء فی الشتم ، النسخة الهندية ۲/ ۱۹، دارالسلام رقم: ۱۹۸۳)

نیز چولھے کے قریب بیٹھ کر نکتہ چینی کرنا اور فضول باتیں کرنا اور ظلم وستم کے امور لاحق کرنا جائز نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم، قال:...... ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تباغضوا ولاتدابروا وكونوا عباد الله إخوانا. (صحيح البخاری، باب ما ينهى عن التحاسد والتدابر ، النسخة الهندية ۲/ ۸۹۶، رقم: ۵۸۲۹، ف: ۶۰۶۴)

عن عبد الله بن عمرو عن النبی ﷺ قال : المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویدہٖ . (صحیح البخاری ، الإیمان ، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه وید، النسخة الهندية ۱/ ٦، رقم: ۱۰)

عن أبي هريرة رضی الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث، ولا تحسسوا ولا تجسسوا والتجس هو البحث والتفتيش عن معائب الناس وسرائرهم . (ابوداؤد، باب فی الظن، النسخة الهندية ۲/ ٦٧٣، دارالسلام رقم: ٤٩١٧)

اور کسی پر بغیر چار گواہوں کے بدکاری کی تہمت لگانا گناہ کبیرہ اور حرام ہے، ایسے شخص پر اسلامی حکومت میں حد قذف ۸۰/اسی کوڑے لگائے جائیں گے، لیکن ہندوستان میں اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے حد تو نہیں لگائی جائیگی البتہ اسے اپنے اس فعل قبیح سے توبہ کرنا چاہئے۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً وَلاتَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَداً وَاُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ . (سورۂ نور آیت/٤)

اولاد اپنے باپ کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے ایسی بات کہہ سکتی ہے، جس کی وجہ سے باپ کو ذرہ برابر ناگواری نہ ہو۔

وَلاَ تَقُلْ لَهُمَا اُفٍّ وَلاَتَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلاً كَرِيْماً. (سورۂ بنی اسرائیل، آیت:۲۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ محرم ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۴۶۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۱/۲۶ھ

بہنوئی پر جھوٹا الزام قائم کرکے بہن کے نام جائیداد کرانا

سوال: [۱۰۲۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اسلام الدین ونظام الدین جو کہ آپس میں سگے بھائی ہیں، یہ دونوں اپنے بہنوئی کے پاس گئے اور

کہنے لگے تم اپنی جائیداد میں سے اپنی زندگی میں ہماری بہن کے نام پر کچھ وصیت لکھ کر دیدو، کیوں کہ اسلام ونظام کا کہنا ہے کہ ہمارے بہنوئی کے کسی دوسری عورت سے ناجائز تعلقات ہیں، اور ہماری بہن کو بعد میں کچھ ملنے والا نہیں ہے، اسلام ونظام نے ہر طرح سے بہنوئی پر دباؤ ڈالا ہے کہ بہن کے نام کچھ جائیداد کردے، اس معاملہ میں ایک حاجی نمازی دین دار شخص نے بھی اسلام ونظام کا پورا پورا تعاون کیا ہے؟

غورطلب امور یہ ہیں!

(۱) کیا قبل الموت کسی پر دباؤ ڈال کر کسی کیلئے اس طرح جائیداد نام کروانا یا لکھوانا شرعاً جائز اور درست ہے؟

(۲) اسلام ونظام کا اپنے بہنوئی پر جائیداد نام کرانے کیلئے دباؤ ڈالنا صحیح ہے؟ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ خود اسلام ونظام نے اپنے باپ کی ملکیت سے اپنی بہن کو کوئی حصہ نہیں دیا ہے، اسلام ونظام کا اپنی بہن کے ساتھ ہمدردی کا یہ دوہرا پیمانہ کھلی ہوئی منافقت ہے یانہیں؟ اور جن حاجی صاحب نے اسلام ونظام کا اس معاملہ میں تعاون کیا ہے، جبکہ حاجی صاحب کو پوری حقیقت کا علم ہے، کیا یہ عمل حاجی صاحب کے شایان شان ہے؟

(۳) کیا مرنے سے پہلے کوئی اپنی ائیداد اپنی اولاد میں تقسیم کرسکتا ہے؟ اور اس کا طریقۂ کار کیا ہے؟

(۴) حاجی صاحب کی شرعاً کیا ذمہ داری بنتی ہے؟ تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں؟

المستفتی: امام الدین جوئے، سابق صدر ضلع وقف کمیٹی،
کھرگون، مدھیہ پردیش

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱-۲) اسلام الدین ونظام الدین کا اپنے بہنوئی کے بارے میں کسی غیر عورت کے ساتھ ناجائز تعلق کی بات کرنا بلا دلیل ہے اور بغیر

کسی قطعی دلیل کے کسی مسلمان کے بارے میں ایسی نازیبا بات کہنا شرعاً ناجائز ہے، بہنوئی کو اختیار ہے کہ اسلام الدین ونظام الدین کی بہن کے نکاح میں ہوتے ہوئے کسی دوسری عورت سے بھی نکاح کرکے دونوں کے حقوق برابری کیساتھ ادا کرے، اسمیں بہن اور سالوں کو اعتراض کا حق نہیں ہوتا، نیز مذکورہ بہنوئی کے اوپر اسلام ونظام کا بلاوجہ دباؤ ڈال کر اسکی جائداد اپنی بہن کے نام کرانا قطعاً ناجائز اور باعث لعنت ہے، ہاں البتہ اسلام ونظام پر لازم ہے کہ اپنے باپ کے ترکہ میں سے بہن کا جو حق بنتا ہے، وہ بہن کے نام کرکے اسکے قبضہ میں دیدیں، یہ انکے اوپر واجب اور فرض ہے، اور نہ دیگر خود قبضہ کر لینے کی صورت میں میں سخت ترین عذاب کے مستحق ہوں گے۔

عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ المسلم: أخو المسلم، لایخونه ولا یکذبه ولا یخذله کل المسلم علی المسلم حرام عرضه وماله ودمه، التقویٰ ههنا، بحسب امرئی من الشر أن یحتقر أخاه المسلم. (ترمذی، باب ماجاء في شفقة المسلم علی المسلم، النسخة الهندیة ۲/۱۴، دارالسلام رقم: ۱۹۲۷، مسند البزار، مکتبه العلوم والحکم ۱۵/۳۳۵، رقم: ۸۸۹۱)

قال الله تعالیٰ: فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنیٰ وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَإِنْ خِفْتُمْ اَنْ لاتَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً الخ. (النساء: ۳)

أی کما لم تعدلوا فی حقهن فاختاروا أو ألزموا واحدةً الخ. (روح المعانی، زکریا ۳/۳۰۶)

عن أبي حمید الساعدي، أن رسول الله ﷺ قال: لایحل لامرئی أن یأخذ مال أخیه بغیر حقه وذلک لما حرم الله مال المسلم علی المسلم. (مسند احمد بن حنبل ۵/۴۲۵، رقم: ۲۴۰۰۳)

لایجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعي. (شامی، کتاب الحدود، باب التعزیر، زکریا ۶/۱۰۶، کراچی ۴/۶۱، هندیه، زکریا قدیم ۲/۱۶۷، جدید ۲/۱۸۱)

عن أنس بن مالک رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ ﷺ : من فرّ من میراث وارثہٖ قطع اللہ میراثه من الجنة یوم القیامة. (ابن ماجه شریف، باب الحیف فی الوصیة ، النسخة الهندیة ٢/ ١٩٤، دارالسلام رقم : ٢٧٠٣)

(٣) مرنے سے پہلے آدمی کا اپنی اولاد کے درمیان جائداد تقسیم کرنا لازم نہیں ہے، ہاں البتہ مرنے کے بعد اولاد کے درمیان اختلاف وانتشار کوختم کرنے کیلئے اس طرح وصیت کرسکتا ہے، کہ جس کا جتنا شرعی حصہ بن سکتا ہے، اس کو شرعی حق مل جائے، نیز حاجی صاحب ہوں یا کوئی اور ہو کسی کو بھی خلاف شرع امور پر تعاون کرنا جائز نہیں۔

المالک هو المتصرف فی الأعیان المملوکة کیف شاء . (بیضاوی شریف رشید ١/ ٧)

إن الملک مامن شأنه أن یتصرف فیه بوصف الإختصاص . (شامی، مطلب في تعریف المال ، زکریا ٧/ ١٠، کراچی ٤/ ٥٠٢، الموسوعة الفقهیة الکویتیة ٤١/ ٢٩)

قال العبد الضعیف عفااللہ عنه : قد ثبت بماذکرنا أن مذهب الجمهور فی التسویة بین الذکر والأنثیٰ فی حالة الحیاة أقویٰ وأرجح من حیث الدلیل ، ولکن ربما یخطر بالبال أن هذا فیما قصد فیه الأب العطیه والصلة ، وأما إذا أراد الرجل أن یقسم أملاکه فیما بین أولادہٖ في حیاته لئلا یقع بینهم نزاع بعد موته فإنه وإن کان هبة فی الإصطلاح الفقهی ولکنه فی الحقیقة ، والمقصود استعجال لما یکون بعد الموت ،وحینئذ ینبغی أن یکون سبیله سبیل المیراث فلو قسم رجل فی مثل هذہ الصورة للزکر مثل حظ الأنثیین علی قول الإمام أحمد ومحمد بن الحسن ، فالظاهر أن لهٗ ذلک یسع لهٗ . (تکمله ، فتح الملهم ، اشرفی، کتاب الهبات، فذهب الجمهور التسویة بین الذکر والأنثیٰ، اشرفیه ٢/ ٧٥)

قال اللہ تعالیٰ : وَلَاتَعَاوَنُوْا عَلَی الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوْا اللّٰهَ الخ. (سورة

المائدة: ۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۵۹۸/۳۹)

۵/باب الحضانة

دوسرے کے بچے کی پرورش کرنا

سوال: [۱۰۲۹۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری عمر تقریباً چالیس سال ہے، شادی کو نو سال ہو گئے ہیں، ابھی تک کسی بچہ کی پیدائش نہیں ہوئی ہے، تمام ٹیسٹ کرالئے ہیں، مستقبل میں بھی کوئی امید نہیں ہے، اب میں کسی بچہ کو گود لینا چاہتا ہوں، والد صاحب اس کام کیلئے سختی سے منع کرتے ہیں، اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں، کہ اگر تو نے کسی بچہ کو گود لیا تو میں تجھے وراثت کے حصہ سے بے دخل کر دوں گا، ان حالات میں میرے لئے شریعت کا حکم کیا ہے، بچہ گود لینے پر والد صاحب کا وراثت سے محروم کر دینا کیسا ہے، اور کیا اس حالت میں بچہ گود لینے پر مجھ کو والد صاحب کی نافرمانی کا گناہ ہوگا یا نہیں؟

المستفتي: اکرام الدین، حسن پور، امروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شریف خاندان یا انتہائی غریب خاندان کے جائز بچہ کو پرورش کی غرض سے گود لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن یہ بچہ آپ کا شرعی وارث نہیں بنے گا، اور والد صاحب جب آپ کو اس بات سے منع کر رہے ہیں، تو والد کی مرضی پر عمل کرنے میں آپ کیلئے خیر ہے، تاہم اگر آپ کو یہ آرزو پوری کرنی ہی ہے، تو والد کے مشورہ سے بھائی یا بہن کی اولاد میں سے کسی کو گود لے کر یہ آرزو پوری کرلیں، کہ اس صورت میں والد بھی ناراض نہ ہونگے۔

قال الله تعالیٰ: وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَائِكُمْ (وفی المظهری) فلا يثبت بالتبنی شيء من أحكام البنوة من الإرث وحرمة النكاح وغير ذلك. (التفسير المظهری، سورة الأحزاب، تحت تفسير الآية بقرآن الكريم ۲۸٤/۷، جديد ۲۹۲/۷)

عـن سهـل أن الـنبـی صـلـی اللّٰہ علیه وسلم قال: أنا و کا فل الیتیم کهـاتیـن فـی الـجـنة وقـرن بیـن إصـبـعیـه الـوسطیٰ والتی تلي الإبهام .
(ابـوداؤد، الأدب، بـاب فـی مـن ضم یتیما ، النسخة الهندیة ۲/ ۷۰۱، دارالسلام رقم: ۵۱۵۰، سـنـن الترمـذی ، ابـواب البر والصلة ، باب ما جاء فی رحمة الیتیم وکفالتہ ، النسخة الهندیة ۲/ ۱۳، دارالسلام رقم: ۱۹۱۷)

عـن عبـد اللّٰہ بـن عـمـر و عـن الـنبی صلی اللّٰہعلیه وسلم ، قال: رضا الـرب فـي رضـا الـوالـد وسخط الرب في سخط الوالد. (تـرمـذی ،ابواب البر والـصـلة ، باب ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین ، النسخة الهندیة ۲/ ۱۲، دارالسلام رقم: ۱۸۹۹) فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ
۳۰؍محرم الحرام ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۸۶۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳۰/۱/ ۱۴۳۶ھ

ناجائز حمل خرید کر پرورش کرنا

سوال: [۱۰۳۰۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ وہ عورتیں جو ناجائز حمل ساقط کراتی ہیں، اور بعض اوقات بچہ زندہ رہتا ہے، اس بچہ کو وہ عورتیں خرید لیتی ہیں جن کی اولاد نہیں ہوتی ایسے بچہ کی پرورش اور اسکے کان میں اذان وتکبیر کا شرعی حکم کیا ہے؟ مفصل بیان فرمائیں؟

المستفتي: حافظ محمد صدیق، لال مسجد، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تہمت سے بچنے کیلئے بچہ کو ضائع کرنے والی گنہگار ہوگی اور اس کو لے کر پالنے والی ثواب کی مستحق ہوگی۔

عـن یـحـيٰ –إلـیٰ– قـال: وزعم أبو جمیلة أنه أدرک النبی صلی اللّٰہ

علیه وسلم أنه کان خرج معه عام الفتح فأخبره أنه وجد منبوذاً فی خلافة عمر بن الخطابؓ فأخذه قال: فذکر ذلک عریفی، فلما رآنی عمر قال: عسی الغویر أبوسا، ماحملک علی أخذک هذه النسمة ؟ قال: قلت: وجدتها ضائعة فأخذ تها، فقال: عریفی : إنه رجل صالح، قال: کذلک، قال: نعم ، قال: فاذهب به فهو حر: ولک ولاؤه وعلینا نفقته. (السنن الکبریٰ للبیهقی، دارالفکر بیروت ۹/۲۲۳، رقم: ۱۲۳۷٤)

نبذ خوفاً من العیلة أو فراراً من التهمة مضیعه آثم ومحرزه غانم وأخذه أفضل من ترکه الخ. (الجوهرة، کتاب اللقیط ، امدادیه، ملتان۲/٤۳، دارالکتاب دیوبند ۲/٤۳، تاتار خانیة، زکریا۷/٤۰۱، رقم: ۱۰۷۵۸)

لیکن اسکوخرید کر لینا، فروخت کرنا حرام ہے، اور بیع باطل ہے، کیونکہ وہ شرعاً آزاد ہے۔

اللقیط حرٌ الخ، (الجوهرة ، امدادیه ، ملتان۲/٤۳، دارالکتاب دیوبند ۲/٤۳، تاتار خانیة ، زکریا۷/٤۰۱، رقم: ۱۰۷۵۸)

نیز عام مسلمان بچوں کی طرح اس کے دائیں کان میں آذان اور بائیں میں تکبیر کہی جاوے، کہ شرعاً وہ مسلمان ہے اور پرورش کرنے والی جوخرچ کریگی وہ تبرع ہوگا، بعد میں مطالبہ نہیں کرسکتی۔

عن الحکم أن امرأة التقت صبیاً فانفقت علیه، ثم جاء ت شریحا تطلب نفقتها ، فقال: لانفقة لک، وولاؤه لک. (مصنف عبدالرزاق، المجلس العلمی بیروت۷/٤۵۱، رقم: ۱۳۸٤۵)

فإن أنفق علیه الملتقط من ماله فهو متطوع ولا یرجع به علی اللقیط لعدم ولایته علیه. (الجوهرة امدادیه ملتان۲/٤۳، دارالکتاب ۲/٤۳)

نیز اگر بعد میں اس کا کوئی شرعی وارث نکل آئے تو واپس کرنا بھی ہوگا۔

وإن ادعاه غير الملتقط أنه ابنه فهو للمدعي صدقه الملتقط أو كذبه الخ. (جوهره، امداديه، ملتان ۲/ ٤٤، دارالكتاب ديوبند۲/ ٤٣، تاتار خانية، زكريا۷/ ٤٠٥، رقم: ١٠٧٦٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ذ الحجہ ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۴۰۷)

شرعی عذر کے بغیر طلاق کا مطالبہ نیز شوہر کی اجازت کے بغیر لڑکے کو گود دینا

سوال: [۱۰۳۰۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری شادی ۲۵؍اپریل ۲۰۰۴ء نعمانہ قدسیہ سے ہوئی تھی، ۲۶؍نومبر ۲۰۰۴ء کو بیوی کے والد اور چچا اپنی بیٹی کو اپنے گھر لے کر گئے پھر اس کے بعد ۳؍اپریل ۲۰۰۵ء کو ایک لڑکا پیدا ہوا، اب لڑکی طلاق لینا چاہتی ہے، میں اسے طلاق دینا نہیں چاہتا ہوں، بیوی اس بچہ کو اپنے کسی رشتہ دار کو دینا چاہتی ہے، دریافت یہ کرنا ہے کہ وہ لڑکا کس کو ملنا چاہئے شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتی: راحت علی، نیا کنواں، کسرول، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر سوالنامہ میں لکھی ہوئی سب باتیں حقیقت اور واقعہ کے مطابق ہیں، اور شوہر کی طرف سے بے جا ظلم وتعدی بھی نہیں ہے، تو ایسی صورت میں بیوی کیلئے شوہر سے بغیر وجہ شرعی کے طلاق کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے، وہ اللہ کی طرف سے لعنت کی مستحق ہوگی، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ نعمانہ قدسیہ کو اس کے والد نے اپنے گھر لیجا کر کیوں بٹھالیا اور درمیان میں اتنا عرصہ گذر گیا، شوہر نے اس درمیان کیا خبر گیری کی ہے، وہ بلا کر اپنے گھر کیوں نہیں لایا، اس کے پیچھے کیا کیا اسباب ہیں، جانبین میں کیا کیا کمزوریاں

ہیں، سوالنامہ میں اس میں سے کسی بات کا ذکر نہیں ہے، اگر ۲۶/ نومبر ۲۰۰۴ء کو بیوی میکہ جا کر بیٹھ گئی تو ۳/ اپریل تک تقریباً پانچ مہینے ہوگئے، نیز شوہر کا یہ کہنا کہ طلاق نہیں دیں گے، کس مقصد کیلئے طلاق نہیں دیں گے، اپنے پاس بیوی بنا کر رکھنے کیلئے یا اسے معلق چھوڑے رکھنے کیلئے نیز اس بات کی وضاحت نہیں ہے، کہ ۳/ اپریل کو جب بیوی کی ولادت کا وقت تھا، تو شوہر دیکھنے کیلئے گیا تھا، یا نہیں اور ولادت کا خرچہ کس نے ادا کیا اس میں اس طرح کسی بات کی وضاحت نہیں ہے، اگر شوہر کی طرف سے لاپرواہی ظلم وستم ثابت ہوجائے، تو بیوی کو طلاق کا مطالبہ کرنے کا حق ہے، ہاں البتہ باپ کی اجازت کے بغیر کسی دیگر شخص کے یہاں گود دلانا جائز نہیں ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۰/ ۲۵۰، الحیلۃ الناجزہ ص:/ ۶۱)

عن ثوبان أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: أيما امرأة سألت زوجها طلاقاً من غير بأس فحرام عليها رائحة الجنة. (سنن الترمذی، ابواب الطلاق واللعان، باب ماجاء فی المختلعات، النسخۃ الھندیۃ ۱/ ۲۲۶، دارالسلام رقم: ۱۱۸۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	یکم/ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ
۱/ ۳/ ۱۴۲۶ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۷۴۰)

کافرہ زانیہ کا بچہ مسلمان پال سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: [۱۰۳۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پرمیلا کماری جو ہریجن گھرانیکی غیر شادی شدہ لڑکی ہے اسکو کسی بڑے گھر کے کافر سے ناجائز تعلقات کی بناپر حمل ٹھہر گیا وضع حمل ہسپتال میں ہوا لڑکی تولد ہوئی، اسکو ایک مسلمان اٹھالایا وہ بچی تقریباً پانچ ماہ بعد اسی مسلمان کے گھر وفات پاگئی اس مسلمان نے آبادی کے امام صاحب سے اپنی بچی بتا کر نماز جنازہ پڑھوا کر مسلمان قبرستان میں دفن کردیا دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے بچے کو لے کر پالنا جبکہ اسے کوئی لینے والا نہ ہو یا

مانگ کر مسلمان کو پالنا جائز ہے یا نہیں؟ واضح رہے کہ یہاں پر بہت سی غلط کار مزنیہ عورتیں ناجائز حمل کا بچہ ہسپتالوں میں چھوڑ کر چلی آتی ہیں، اور لوگ اسکو اجر عظیم سمجھ کر پال لیتے ہیں، کہ ہم اس کو پال کر مسلمان بنالیں گے، نیز جس امام صاحب نے لاعلمی میں نماز جنازہ پڑھادی ان کے لئے کیا حکم شرع ہے؟ زحمت فرما کر یہ بات بھی بتادیں، کہ اگر بچہ ولد الزنا نہیں ہے بایں طور کہ بچے کے کافر ماں باپ تنگدست ہیں، تو کیا مسلمان اس بچے کو لیکر پال سکتا ہے، بحوالہ کتب جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں؟

المستفتي: علی احمد صدیقی قادری،
خادم: جامع مسجد، ہری پر پور کیہ، ضلع،
کرناٹک، پن: ۵۷۷۱۲۰

جواب جامعہ نعیمیہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ایسے بچے کا حال لقیط (اٹھائے ہوئے بچے) کے حال کی طرح ہے، اور لقیط کا پالنا اگر اسکی ہلاکت کا اندیشہ ہو تو ضروری ہے، ورنہ مستحب ہے۔ (درمختار جلد ثالث: صفحہ: ۳۴۴، میں ہے)۔

التقاطه فرض كفاية إن غلب على ظنه هلاكه لو لم يرفعه وإلا فمندوب لما فيه من الشفقة والإحياء الخ. (شامی زکریا۶/۴۲۳)

اور ظاہر ہے کہ اس نیت سے اٹھانے میں کہ بچہ مسلمان ہوگا، اس پر شفقت وزندگی کے ساتھ ہدایت کا جذبہ بھی کارفرما ہے، لہٰذا اس کا لینا پالنا بلاشبہ اجر وثواب کا موجب ہے، اور انتقال پر نماز جنازہ صحیح ہے، اسی کے جلد اول میں ہے۔

وشرطها إسلام الميت (ملخصا) درمختار میں ہے کہ **ولو بطريق التبعية لأحد أبويه أو للدار الخ.** (شامی، زکریا۳/۱۰۳، مطلب فی صلوۃ

الجنازة:) **الله اعلم**. فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: الفقیر محمد ایوب
دار الافتاء جامعہ نعیمیہ مرادآباد
۲۹؍رمضان ۱۴۱۱ھ

جواب دار الافتاء مدرسہ شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: ایسے بچوں کو لے کر مذہب اسلام کی تعلیم وتربیت دے کر پالنا ہر حال میں جائز ہے، نیز ایسے بچوں کو لقیط کا حکم دیا گیا ہے، اگر ضائع ہونے کا خطرہ ہے تو لیکر پرورش کرنا وجوب کے درجہ میں ہوجاتا ہے، اور اگر کوئی خطرہ نہیں ہے، اور اسلامی تربیت میں لانے کو اجر عظیم سمجھ کر لیا جاتا ہے، تو بھی یہ کار ثواب ہے اور بچہ شرعاً مسلمان ہی ہوا کرتا ہے چاہے بچہ ولد الزنا ہو یا ثابت النسب اور ایسے بچوں کے مرنے پر ان پر نماز جنازہ پڑھکر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کردینا لازم ہوجاتا ہے۔

وفي المحيط عند عدم أحد الأبوين يكون تبعاً لصاحب اليد وعند عدم صاحب اليد يكون تبعاً للدار ولعلهٗ أولىٰ" إلىٰ قوله " ويجعل مسلماً تبعاً لصاحب اليد الخ. (فتح القدير، باب الجنائز، قبيل فصل في حمل الجنازة، دارالفكر بيروت ۲/۱۳۲، زكريا ۲/۱۳۸، كوئٹه ۲/۹٤، البنايه قديم ۱/۱۱٤، اشرفيه جديد۳/۲۳٦)

اللقيط سميٰ به باعتبار ماله لما أنه يلقط والإلتقاط مندوب إليه لما فيه من إحيائه، وإن غلب علىٰ ظنه ضياعه فواجب الخ. (هدايه، كتاب اللقيط، اشرفی دیوبند۲/٦۱۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍رمضان ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷؍۲۴۱۷)

بچیوں کی پرورش کا حقدار اور خرچہ کا ذمہ دار کون ہے؟

سوال: [۱۰۳۰۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے ایک عورت سے اٹھارہ سال قبل شادی کی، اس عورت سے دو بیٹیاں پیدا ہوئیں، جب ایک بیٹی پیدا ہوئی تو اس عورت کا شوہر اپنی بیوی سے ناراض ہوگیا، اس کے بعد دوسری لڑکی پیدا ہوئی، اس پر اور زیادہ اپنی بیوی سے ناراض ہوگیا اور اپنی بیوی کو مارنا پیٹنا شروع کردیا حتی کہ گھر سے اپنی بیوی اور دونوں بیٹیوں کو نکال دیا اس کے بعد وہ عورت اپنی لڑکیوں کو لے کر اپنے میکے چلی آئی اور اپنے باپ کے گھر رہنے لگی، اور تقریباً ڈیڑھ سال تک کوئی خبر نہیں لی نہ کوئی خرچہ بیوی اور بچیوں کا بھیجا ڈیڑھ سال بعد اس نے یعنی شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق نامہ تحریری طور پر ڈاکخانہ کے ذریعہ بھیج دیا اس طلاق نامہ کے بعد بھی چھ سال تک کوئی خبر نہ لی نہ لڑکیوں کو کوئی خرچہ دیا، اور نہ کسی طرح کی کوئی دیکھ بھال کی لڑکیاں اپنی والدہ کے ساتھ اپنے نانا کے مکان میں انہیں کی پرورش میں رہیں، اب ایک لڑکی سترہ سال کی ہے اور دوسری چودہ سال کی ہے، اب پریشان ہوکر لڑکیوں نے اپنا خرچہ لینے کیلئے عدالت میں مقدمہ دائر کردیا، جج نے فیصلہ سناتے ہوئے ایک ایک ہزار روپیہ دونوں لڑکیوں کے خرچ کے واسطے ہر ماہ مقرر کردیا ہے، اب وہ شخص اس خرچ سے بچنے کیلئے ان لڑکیوں کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہے، لڑکیاں کسی قیمت پر راضی نہیں کیونکہ وہ باپ کا سلوک دیکھ چکی ہیں، اور اس نے دوسری شادی بھی کرلی ہے، ان لڑکیوں کو باپ سے کوئی بھلائی کی امید نہیں، اور ماں تو سوتیلی ہو ہی جائے گی، اس سے بھی کیا امید کیجائے، صورت مذکورہ میں باپ ان لڑکیوں کو لے جانا چاہتا ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

المستفتي: محمد اشرف، چودھری سرائے، آدم پور روڈ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لڑکیوں کے بالغ ہونے تک ماں کو اپنے پاس ان

کو رکھنے کا حق ہے، البتہ ان کا خرچہ باپ کے ذمہ لازم ہے، اور بالغ ہوجانے کے بعد ماں کا حق ساقط ہوجاتا ہے، اور باپ کو اپنے پاس رکھنے اور نگرانی کرنے کا حق ہوجاتا ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کی شادیوں کا انتظام کرنا ہوتا ہے، اور شادیوں کے انتظام اور خرچ واخراجات کا بار باپ ہی برداشت کرسکتا ہے، لہٰذا اگر باپ ان لڑکیوں کو خرچہ دینے اور ان کی ضروریات پوری کرنے کا وعدہ کرتا ہو تو باپ کو اپنے ساتھ لیجانے کا حق ہے، باپ کو اپنے ساتھ لے جانے میں رکاوٹ نہیں ڈالنا چاہئے۔

الأم والجدة أحق بالصغيرة حتى تحيض لأن بعد الاستغناء تحتاج إلىٰ معرفة آداب النساء والمرأة على ذلك أقدر وبعد البلوغ تحتاج إلىٰ التحصين والحفظ والأب فيه أقوىٰ وأهدىٰ. (البحر الرائق، كتاب الطلاق ، باب الحضانة ، زكريا٤/٢٨٧، كوئٹه ٤/ ١٧٠)

وإن كانت البالغة بكراً فللأولياء حق الضم وإن كان لا يخاف عليها الفساد إذاكانت حديثة السن . (هنديه، الباب السادس عشر فى الحضانة ، زكريا قديم ١/ ٥٤٢، جديد ١/ ٥٩٣)

ونفقة الإناث واجبة مطلقاً على الآباء مالم يتزوجن إذالم يكن لهن مال . (هنديه ، زكريا قديم١/ ٥٦٣، جديد ١/ ٦٠٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۵۹۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۴/۲۸ھ

بچہ کی پرورش کا حقدار کون؟

سوال: الف: [۱۰۳۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نے دوسال قبل اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی تھی، طلاق کے وقت میرا ایک بیٹا تھا، جو تقریباً ڈیڑھ سال کی عمر کا تھا، جسکو میری بیوی اپنے ساتھ لے گئی تھی، وہ اپنی ماں کے پاس

ہی رہا اور ہمیں بھی کوئی زیادہ فکر نہیں رہی کہ تربیت متاثر ہونے کا قوی اندیشہ ہے، اگر ماں بچے کو اپنے شوہر کے گھر لے کر جاتی ہے، تو سوتیلا باپ اور سوتیلی بہن بھائیوں کے درمیان بچے کی اچھی دیکھ بھال ہونا بہت مشکل ہے، اور اگر اپنے والدین کے گھر چھوڑ کر جاتی ہیں، تو ماں باپ کی شفقتوں سے محروم رہے گا، فی الحال میں یہ چاہتا ہوں کہ بچہ جب تک سات سال کا ہو تب تک اپنی ماں کے پاس بھی رہے، اور میرے پاس بھی رہے، اور جب سات سال کا ہو جائے تو مستقل میری کفالت میں آ جائے، ہاں ماں سے ملنا جلنا بھی جاری رہے، تو کیا بچے کے نہال والوں یا ماں کو یہ حق ہے کہ میرے بیٹے کو مجھ سے ملنے سے روک دیں کیا مجھے فی الحال اپنے بیٹے سے ملنے کا حق حاصل نہیں ہے؟ اور سات سال کے بعد بچے کا کیا حکم ہے؟ جبکہ بچے کی تربیت خراب ہونے کا بھی اندیشہ ہو قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں، عین نوازش ہوگی، بینوا وتوجروا۔

المستفتی: محمد سہیل، محلّہ پختہ
باغ، گلشہید، ضلع: مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سات سال کی عمر تک ماں کے لئے بچہ کو اپنی پرورش میں رکھنے کا حق حاصل ہے، بشرطیکہ ماں نے غیر خاندان میں شادی نہ کی ہو اگر غیر خاندان میں شادی کر لی ہے، تو نانی کو حق پرورش حاصل ہے، اگر نانی زندہ ہے، اور اگر نانی زندہ نہیں ہے، تو پھر دادی کو حق پرورش حاصل ہو جاتا ہے، ان تمام صورتوں میں باپ کو اپنے بیٹے سے ہر وقت ملنے کا حق باقی رہتا ہے، اور نہال والوں کا اس درمیان باپ سے ملنے نہ دینا ظلم وزیادتی ہے، اور سات سال کی عمر پوری ہونے کے بعد باپ کیلئے بیٹے کو اپنی کفالت میں لے لینے کا حق شریعت نے دے رکھا ہے۔

وإن لم يكن له أم تستحق الحضانة بأن كانت .... فأم الأم أولىٰ من كل واحدة وإن علت فإن لم يكن للأم أم، فأم الأب أولىٰ. (هنديه، كتاب الطلاق، الباب السادس عشر في الحضانة، زكريا قديم ١/٥٤١، جديد ١/٥٩٢)

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده: أن امرأة قالت: يارسول الله! إن ابني هذا كان بطني له وعاء، وثديي له سقاء، وحجري له حواء، وإن أباه طلقني وأراد أن ينزعه مني، فقال: لها رسول الله صلى الله عليه وسلم: أنت أحق به مالم تنكحي. (سنن أبي داؤد، الطلاق، باب من أحق بالولد، النسخة الهندية ١/ ٣١٠، دارالسلام رقم: ٢٢٧٦)

وإنما يبطل حق الحضانة لهٰؤلاء النسوة بالتزوج إذا تزوجن بأجنبي. (هنديه كتاب الطلاق،الباب السادس عشر في الحضانة، زكريا قديم ١/ ٥٤١، جديد ١/ ٥٩٢)

والحاضنة أما أو غيرها أحق بالغلام حتى يستغني عن النساء وقدر بالسبع وبهٖ يفتىٰ لأنه الغالب ...... ولو اختلفا في سنه فإن أكل وشرب ولبس واستنجى وحده دفع إليه ولو جبراً وإلا لا. (شامي، كراچي ٣/ ٥٦٦، جديد زكريا ٥/ ٢٦٧، هنديه ١/ ٥٤٢، جديد زكريا ١/ ٥٩٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰؍۱۱۴۰۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۶؍۱؍۱۴۳۵ھ

لڑکی کی پرورش کا حق کس کو ہے؟

سوال: ب: [۱۰۳۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری بچی کی عمر اس وقت تقریباً ۹؍سال ہے، بچی کی والدہ کے انتقال کو تقریباً ۷؍سال ہوگئے اور ہمارے یہاں طلاق کو ۸؍سال ہوگئے شروع کے دوسال لڑکی ننہال میں رہی والدہ کا دوسری جگہ نکاح ہوگیا تھا، وہاں پر اس کو قتل کر دیا گیا، قتل کے بعد بچی کو ہم اپنے یہاں لے آئے کچھ دن بچی اپنی سب سے بڑی پھوپھی کے یہاں رہی اب بچی کے والد کا دوسرا نکاح ہوگیا اب وہ لڑکی اپنے والدین کے ساتھ رہ رہی ہے، قانونی کاروائی کے ذریعہ لڑکی کو لینے کی کوشش کی جاری ہے، شرعاً لڑکی کو رکھنے کا کون حقدار ہے، والد یا ننہال

والے، مفصل جواب عنایت فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب لڑکی کی ماں نے کسی اجنبی شخص سے نکاح کرلیا تھا، اسی وقت باپ کو اپنے یہاں لے آنے کا حق ہو چکا تھا، اور ماں کے بعد دادی کو حق مل جاتا ہے، نیز بالغ ہونے پر ہر حال میں باپ کو رکھنے کا حق ہو جاتا ہے، اور لڑکی ۹؍سال میں بھی بالغ ہوسکتی ہے۔

عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده: عبد الله بن عمرو :أن امرأة قالت: یارسول الله! إن ابنی هذا کان یطنی له وعاء، وثدیی له سقاء، وحجری له حواء، وإن أباه طلقنی وأراد أن ینزعه منی، فقال: لها رسول الله صلی الله علیه وسلم : أنت أحق به مالم تنکحی. (سنن أبی داؤد، الطلاق، باب من أحق بالولد، النسخة الهندیة ۱/ ۳۱۰، دارالسلام رقم: ۲۲۷۶)

وإنما یبطل حق الحضانة لهولاء النسوة بالتزوج إذا تزوجن بأجنبی. (هندیه، کتاب الطلاق، الباب السادس عشر فی الحضانة، زکریا قدیم ۱/ ۵۴۱، جدید ۱/ ۵۹۲)

الحاضنة یسقط حقها بنکاح غیر محرمة أي الصغیر (وقوله) والأم والجدة لأم أو لأب أحق بها أي بالصغیر حتی تحیض الخ. (درمختار، کراچی ۳/ ۵۶۵، زکریا ۵/ ۲۶۶ تا ۲۶۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍شوال ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۶۲۹)

سواماہ کی بچی کی پرورش کا حقدار کون ہے؟

سوال: [۱۰۳۰۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ احقر کے بڑے بھائی ابوالحسن ولد نورالحسن مرحوم کا بیاہ (شادی) ۲؍مارچ ۱۹۹۷ء کو

شاہانہ پروین دختر محمد فاروق کے ہمراہ ہوا شادی کے دس ماہ بعد ابوالحسن علیل ہو گئے، اس بیچ بھابھی صاحبہ رسم ورواج کے مطابق اپنے میکہ آتی جاتی رہیں، علالت کے پانچ ماہ بعد شاہانہ پروین صاحبہ جو کہ امید سے تھیں، تنہا اپنے میکے چلی گئیں ان کے میکے جانے کے بعد ابوالحسن صاحب کی علالت میں مزید شدت آ گئی اس بیچ ان کی سسرال سے کوئی عیادت تک کو نہیں آیا، بھابھی صاحبہ کے اسی اثناء میں لڑکی تولد ہوئی طبیعت میں کچھ بہتری ہونے پر ابوالحسن بچی اور زوجہ کی خیر وعافیت معلوم کرنے اسپتال گئے اور انھیں گھر لانے کے خیال کا اظہار کیا بھابھی صاحبہ اسپتال سے فراغت پا کر اپنے میکہ واپس چلی گئیں ابوالحسن صاحب پھر اپنی سسرال گئے، تو ساس نے انھیں بیوی اور بچی سے ملے دیئے بغیر یہ بہانا کر کے کہ بچی علیل ہے اسے پیلیا کا عارضہ ہے اور تم اس وقت تک یہاں آنے کی کوشش مت کرنا جب تک صحت یاب نہ ہو جاؤ، ابوالحسن سرطان کے عارضہ میں مبتلا تھے، انھوں نے ان خیالات کا اظہار گھر آ کر گھر کے افراد اور دوستوں کے سامنے کیا اور پھر وہ شدید بیمار ہو گئے، ان کا انتقال یکم اگست ۱۹۹۸ء کو رات ساڑھے آٹھ بجے ہوا، ابوالحسن مرحوم کے انتقال سے آٹھ یوم قبل ان کے سسر فاروق صاحب ابو الحسن کے ماموں عبدالرشید صاحب کے گھر آئے اور انھوں نے طلاق کی بابت خیال ظاہر کیا، عبدالرشید صاحب نے ابوالحسن کی شدید علالت فاروق صاحب کے سامنے بیان کی انتقال سے دو یوم قبل فاروق صاحب (سسر ابوالحسن) داماد کے چھوٹے ماموں اور ابوالحسن کی والدہ کے ماموں کے گھر آئے اور انھوں نے وہاں بھی طلاق کی بابت اظہار کیا، ابوالحسن کے انتقال پر شاہانہ پروین بھابھی صاحبہ سسرال نہیں آئیں اور انھوں نے ہمارے یہاں کے معزز اور بزرگ اشخاص کے روبرو مہر وغیرہ معاف کئے، اب فریقین بچی کو جو کہ سوا ماہ کی ہے، ددھیال کو سونپنے کا اصرار کر رہے ہیں، ایسی صورت میں شرعی احکامات سے مطلع فرمائیں؟

المستفتي: طاہر حسین، شیدی سرائے، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگرلڑکی اورلڑکی والوں نے اس بچی کی پرورش کرنے سے انکارکردیا ہے تو شوہر کے وارثین جوکہ بچی کے شرعی ولی ہیں، چاہے بچی کا داداہو یا چچا وغیرہ ان پرضروری ہے کہ اس بچی کی پرورش کی ذمہ داری لےلیں، اورکسی بھی عورت کے ذریعہ سے اس کی دودھ پلائی اورپرورش کاانتظام کریں اگر دادی یا پھوپھی وغیرہ دودھ پلاسکتی ہیں، تو فبہا ورنہ دودھ پلانے کیلئے کسی بھی عورت کو منتخب کرلیا جائے، اور بچی دادی یا پھوپھی کی پرورش میں رہے۔

وليس على أمة أرضاعه قضاء بل ديانة إلا إذا تعينت ويستأجر الأب من ترضعه عندها قال العلامة الشامي تحت قوله عندها أي عندالأم وظاهر التعليل أن كل من ثبتت لهاالحضانة فى حكم الأم. (شامی، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فی ارضاع الصغیر، زکریا دیوبند ۳۴۷/۵، کراچی ۶۱۸/۳، هندیه، زکریا قدیم ۵۶۰/۱، جدید ۶۰۷/۱، ۳۴۷/۵، زکریا) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍ربیع الاول ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳؍۵۷۲۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۴/۱۷ھ

تین ماہ کی لڑکے کی پرورش کاحق ماں کو ہے یا باپ کو

سوال: [۱۰۳۰۶]: کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے اپنی بیوی کوایک مجلس میں تین طلاقیں دیں، اس کامہراور نان نفقہ بھی اداکردیا، بیوی اپنے میکہ چلی گئی ہم دونوں کے ایک لڑکا ہے جس کی عمر وقت طلاق تین ماہ تھی، طلاق کا واقعہ ۱۴؍شعبان ۱۴۱۴ھ کا ہے، بیوی بچہ کواپنے پاس رکھنا چاہتی ہے، اوراسکی پرورش کا کچھ خرچہ بھی نہیں لینا چاہتی ہے، بیوی کے پاس اس خیال سے چھوڑنا نہیں چاہتا ہوں کہ وہ اگر دوسری شادی کرے تو بیٹا کسی دوسرے مرد کے زیرسایہ پرورش پائے گا زید بھی بخوشی اپنی کفالت

میں پرورش کرنا چاہتا ہے، زید کے بیٹے کے دادا دادی چچا پھوپھی سب موجود ہیں، انکی بھی یہی خواہش ہے، قرآن وحدیث کا کیا حکم ہے؟ مفصل بیان فرمائیں؟ نوازش ہوگی؟

المستفتي: نور محمد سیفی، شیدی سرائے، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب تک بیوی دوسری شادی نہیں کریگی اس درمیان سات سال کی عمر تک بیوی کو اپنے پاس بچہ رکھنے کا حق ہے، اور خرچہ بچہ کے باپ پر لازم ہے، اور اگر بیوی دوسری شادی کر لیتی ہے، تو باپ کو اپنے یہاں بچے کو رکھنے کا حق ہوگا، اور بیوی کا حق ختم ہوجائیگا۔

إذا كان للرجل ولد صغير وقد فارق أمه، فالأم أحق بالولد من الأب إلا أن يستغنىٰ عنها، وفى الحجة! مع بقاء النكاح وبعد النكاح مالم تتزوج، وفى الهداية! والنفقة على الأب. (تاتار خانية، زكريا ٥/٢٧٣، رقم: ٧٨٣١)

والحاضنة يسقط حقها بنكاح غير محرمة الخ. (درمختار، كراچى ٣/٥٦٥، زكريا ٥/٢٦٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٤/ محرم ١٤١٥ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٨٣٩/٣١)

ایک سالہ بچہ کی پرورش کا حقدار کون؟

سوال: [١٠٣٠٧]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسماۃ نرگس بنت مختار حسین کی شادی بتاریخ ٢/ مارچ ١٩٩٧ء کو ہمراہ محمد سلیم ولد رضا حسین محلہ مانپور سے ہوئی تھی، شادی کے کچھ ماہ بعد تک حالات سازگار رہے، اس کے بعد ظلم اور زیادتی کا سلسلہ شروع ہوگیا، ہر کام میں عیب جوئی کرنا اور مارنا پیٹنا روز کا معمول بن گیا، غلط کام نہ ماننے کی صورت میں اور بھی ظلم زیادتی کی جاتی، جیسے جنسی فعل پر آمادہ کرنا اور غیر مرد سے

زبردستی تعلقات استوار کرنا، اب تقریباً ایک سال سے گھر پر موجود ہے، ٹی بی کی مریضہ ہے شیرخوار بچہ ہے جس کی عمر اس وقت ایک سال ہے، کوئی بھی شخص آج تک کسی طرح کی خبر گیری کرنے والا نہیں علاج اور دیگر اخراجات پورے کرنے والا کوئی نہیں، تو اب لڑکی طلاق لینا چاہتی ہے، اور شوہر بھی طلاق دینا چاہتا ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ مہر اور عدت کا خرچہ شوہر کو دینا پڑیگا، یا نہیں؟ اور ایک سال کا بچہ ہے وہ کس کے پاس رہے گا، اور اس کی پرورش وغیرہ کا خرچہ کون برداشت کریگا؟ شرعی حکم کیا ہے؟ تحریر فرمادیں؟

المستفتي: مختار حسین ولد
رضا حسین، محلّہ گلشہید، ضلع: مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بلاشرط شوہر طلاق دے رہا ہے، تو مہر کی ادائیگی بہر حال اس پر لازم ہے، نیز عدت کا خرچہ بھی دینا پڑے گا، اور چھوٹے بچے کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اس کی پرورش کا سب خرچ باپ کے ذمہ ہے، البتہ جب تک وہ سات سال کا نہ ہوجائے، وہ ماں کے پاس رہے گا، کیونکہ اس عمر میں ماں سے بہتر اس کی پرورش کوئی اور نہیں کرسکتا ہے، سات سال کے بعد باپ اگر چاہے تو اسے اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔
(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۸/۲۴۹، احسن الفتاویٰ ۵/ ۴۶۱، امداد الاحکام ۳/۴۴۳)

أفاد أن المهر وجب بنفس العقد ...... وإنما يتأكد لزوم تمامه بالوطئ...... وإذا تأكد المهر بما ذكر لايسقط بعد ذلک، وإن كانت الفرقة من قبلها. (شامی، کتاب النکاح، باب المهر، کراچی ۲/۱۰۲، زکریا ٤/٢٣٣)

المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسكنىٰ كان الطلاق رجعياً أو بائناً أو ثلاثاً حاملا كانت المرأة أو لم تكن. (فتاویٰ عالمگیری، کتاب الطلاق، باب النفقة، الفصل الثالث فی نفقة المعتدة، زکریا قدیم ١/٥٥٧، جدید ١/٦٠٥)

ونفقة الأولاد الصغار على الأب لايشاركه فيها أحد الخ. (عالمگیری،

زکریا قدیم ۱/۵۶۰، جدید۱/۶۰۷)

أحق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح أو بعد الفرقة الأم.

(فتاویٰ عالمگیری، زکریا قدیم ۱/۵۴۱، جدید ۱/۵۹۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
ار صفر المظفر ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۴۷۱/۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۲/۱ھ

دوسال دس مہینہ کا بچہ کس کے پاس رہے گا؟

سوال: [۱۰۳۰۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نے اپنی بیوی کو دوسال پہلے دوطلاق دی تھی، پھر مفتی صاحب سے مسئلہ معلوم کرکے رجوع کرکے ساتھ رہنے لگا، اوراب چار ماہ پہلے فون پر ایک طلاق دی ہے، اوراس آخری طلاق کے بارے میں میری بیوی کا دعویٰ ہے کہ میں نے طلاق نہیں سنی جب کہ میں نے طلاق دے دی ہے، ہمارے اوراسکے درمیان اس آخری طلاق سے جدائیگی ہے، اس سلسلے میں میری بیوی کے گھر والوں نے ڈاکٹر ذاکر نائک سے انٹرنیٹ کے ذریعہ سے معلوم کیا جس میں انھوں نے فرمایا کہ طلاق واقع نہیں ہوئی ہے، اوراس بیوی سے میراایک لڑکا ہے، جس کی عمر دوسال دس مہینہ ہے، اگر طلاق واقع ہوگئی ہے، تو کیا اس صورت میں میرا بیٹا اپنی ماں کے ساتھ اپنی نانی کے گھر رہے گا، اورجب تک بچہ اپنی ماں کے پاس رہے گا، اس عرصہ کا خرچ مجھے دینا ہوگا یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرما کرممنون فرمائیں؟

المستفتي: محفوظ عالم، محلّہ مقبرہ
درگاہ متصل بڑی مسجد، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شریعت نے شوہر کوزندگی بھرمیں تین طلاق دینے کا اختیار دیا ہے، جن کو وہ جب ضرورت ہو دے سکتا ہے، لہٰذا جب شوہر نے دوسال پہلے

دوطلاق دے کر رجعت کرلی تھی، اس کے بعد تیسری طلاق دے دی تو اس سے بیوی شوہر کیلئے قطعی طور پر حرام ہوگئی، لہٰذا اس کو بغیر حلالۂ شرعی کے اپنے پاس زوجہ بنا کر رکھنا ناجائز اور حرام ہے، اور سات سال سے کم عمر کے لڑکے کی پرورش کا حق ماں کو حاصل ہوتا ہے، اور اس دوران بچہ کا مناسب خرچہ شوہر کے ذمہ لازم ہے، اور سات سال کے بعد ماں کو حق پرورش باقی نہیں رہتا ہے، اس لئے سات سال کے بعد باپ لڑکے کو اپنے پاس رکھنا چاہے، تو اسے اس کا اختیار رہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۳/ ۵۶۸)

وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرة وثنتين في الأمة لم تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بهاثم يطلقها أويموت عنها. (هنديه، زكريا قديم ۱/ ۴۷۳، جديد ۱/ ۵۳۵، مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۸۸، هدايه، اشرفي ديوبند ۲/ ۳۹۹)

ولوقال: أنت طالق، طالق، طالق طلقت ثلاثاً. (الاشباه قديم ص: ۲۱۹، جديد زكريا ص: ۳۷۶)

الحاضنة أما أو غيرها أحق به أي بالغلام حتى يستغنيٰ عن النساء وقدر بسبع وبه يفتيٰ. (الدرالمختار مع الشامي، زكريا ۵/ ۲۶۷، كراچی ۳/ ۵۶۶، باب الحضانة)

ويجبر الأب على أخذ الولد بعد استغنائه عن الأم لأن نفقته وصيانته عليه بالإجماع. (شامی، كراچی ۳/ ۵۶۶، زكريا ۵/ ۲۶۸، ملتقیٰ الابحر مع مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۱۶۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍محرم ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۸۵۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۱/۲۹ھ

۴؍سالہ بچی کی پرورش کا حق دادی کو ہے یا نانی کو؟

سوال: [۱۰۳۰۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محمد

عامر کا انتقال ہوگیا، انھوں نے ایک لڑکی، والدہ، زوجہ، والد، ساس، خسر، کو چھوڑا ہے، جملہ ارباب اب تک بقید حیات ہیں، بچی کی عمر تقریباً پونے چار سال ہے، اور عامر کے انتقال کو ساڑھے تین سال ہو چکے ہیں، بچی کی ماں (زوجہ محمد عامر مرحوم) اب تک اپنی سسرال میں رہتی تھیں، اب اس نے دوسرا نکاح کرلیا ہے، موجودہ شوہر بچی کے غیر خاندان سے ہیں ان کی پہلی بیوی فوت ہوچکی ہے، ان کے دو لڑکے بڑے ہیں، جن میں سے بڑے لڑکے کی عمر تقریباً دس سال ہے، دوسرے کی تقریباً سات سال ہے، اور لڑکی کی تقریباً پانچ سال ہے، محمد عامر مرحوم کی بچی اپنی ماں کے پاس ہے، وہ اپنے پاس رکھ کر اس کو تعلیم دلانا چاہتی ہے، ادھر دادا دادی بچی کی مفارقت سے بے چین ہیں، بیقراری کا یہ عالم ہے، کہ بچی کے نہ ملنے پر اکثر روتے ہیں، اور بچی کو اپنے پاس رکھنا نیز اس کی پرورش کرنا چاہتے ہیں، دادا دادی اپنے گھر میں تنہا ہیں، لڑکیاں تھیں سب کی شادی ہوگئی اور ماشاء اللہ سب صاحب اولاد اور اپنے اپنے گھر ہیں، نانی نانا صاحب اولاد ہیں، نیز اسی گھر میں جس میں نانی نانا رہتے ہیں، ان کے بڑے بھائی (نانا کے) اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہتے ہیں، کمرہ دالان الگ الگ ہے، صحن اور آمد ورفت کا راستہ ایک ہی ہے، ایسے حالات میں حق پرورش کس کو ملے گا، دادا دادی بچی کو اپنے پاس رکھ کر اسکی پرورش اور تعلیم وتربیت کرنا چاہتے ہیں، مذکورہ حالات میں حکم شرعی کیا ہے؟

المستفتي: سائلہ زوجہ ابرار احمد، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب بچی کی ماں کا نکاح غیر خاندان میں ہوگیا ہے، اور دادی اور نانی میں سے ہر ایک اپنے پاس رکھنے کیلئے تیار ہیں، اور سوالنامہ سے یہ بات معلوم ہورہی ہے، کہ دادی اور دادا زیادہ شفیق ہیں، اور شرعی طور پر باپ کے بعد ولی شرعی دادا ہی ہوتا ہے، جس میں نکاح وغیرہ کی ساری ذمہ داری دادا کے اوپر عائد ہوتی ہے، اسلئے مناسب یہی ہے، کہ امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق مذکورہ واقعہ میں بچی کی پرورش کا حق

نانی کے بجائے، دادی کو دیا جائے، اسلئے کہ بچی کی ماں بھی باپ کی وفات کے بعد ایک مدت تک دادی ہی کے پاس رہی ہے، لہٰذا اس واقعہ میں امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق نانی کے بجائے دادی کو حق پرورش دے دینا چاہئے۔

الأم أحق بحضانة ولدها قبل الفرقة وبعدها ...... أي بعد الأم بأن ماتت أولم تقبل أو تزوجت بغير محرم أو ليست أهلا (إلىٰ قوله) وعن أبى يوسفؒ أن أم الأب أولىٰ . (مجمع الأنهر ، جديد ، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۱٦٦ ، تاتا خانية قديم ٤/ ۹۱ ، جديد زكريا ٥/ ۲۷٤ ، رقم: ۷۸۳۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ رصفر ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۶۹۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۲/۶ھ

سات سال سے کم عمر کے بچے کی پرورش کا حق کسے ہے؟

سوال: [۱۰۳۱۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر میاں بیوی میں جدائی ہو جائے تو شیر خوار یا تین چار سال کے بچے کو۔

(الف) شرعاً اپنے پاس رکھنے کا کون حقدار ہے، ماں یا باپ؟

(ب) شرعا ماں بچہ کو کب تک اپنے پاس رکھنے کی حق دار ہے، جبکہ باپ بچہ کی پرورش میں نہ تو ایک پیسہ خرچ کرتا ہے، اور نہ ہی شمع برابر انسیت دکھاتا ہے؟

(ج) جب بچہ ۷/۸ رسال کا ہوشیار ہو جائے، اور باپ کے پاس نہ رہنا چاہے تو کیا باپ شرعاً اور جبراً بچہ کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے؟

(۲) بیوی اگر خلع کرانا چاہے تو کیا شوہر شیر خوار یا تین چار سال کے بچہ کو اپنے پاس لینے کی شرط رکھ سکتا ہے؟ کیا شرعاً ایسا کرنا درست ہے؟

المستفتي: شفیع الزماں، نور پور، برونی ویل، بیگو سرائے

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: [الف وب] جب تک ماں کسی اجنبی شخص سے نکاح نہ کرے اس وقت تک بچوں کی والدہ کو حق پرورش ہوگا، شوہر کے لئے جائز نہیں ہے کہ بچوں کو والدہ سے علیحدہ کرے، لڑکے کو سات سال کی عمر تک اور لڑکی کو بالغ ہونے تک ماں اپنی پرورش میں رکھنے کی حقدار ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۱/ ۹۰)

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده: أن امرأة قالت: يارسول الله! إن ابني هذا كان بطني له وعاء، وثديي له سقاء، وحجري له حواء، وإن أباه طلقني وأراد أن ينزعه مني، فقال: لها رسول الله صلى الله عليه وسلم: أنت أحق به مالم تنكحي. (سنن أبي داؤد، الطلاق، باب من أحق بالولد، النسخة الهندية ١/ ٣١٠، دارالسلام رقم: ٢٢٧٦)

والحضانة تثبت للأم الخ. (درمختار، كتاب الطلاق، باب الحضانة، كراچی ٣/ ٥٥٥، زكريا ٥/ ٢٥٣)

والحاضنة أما أو غير ها أحق به أي بالغلام حتى يستغني عن النساء، وقدر بسبع وبه يفتي ....أحق بها أي بالصغير ة حتى تحيض أي تبلغ الخ. (الدرالمختار مع الشامي، زكرياه/ ٢٦٧، كراچی ٣/ ٥٦٦)

(ج) بچہ سات سال کا ہوجائے، اور ہوشیار ہوجائے تو اسکے بعد شرعی طور پر والد کو حق ہے، کہ وہ اپنے بچے کو اپنے ساتھ رکھے اسلئے کہ بچہ کی صحیح تعلیم وتربیت اور مردانگی سکھانا والد ہی بحسن وخوبی انجام دے سکتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۹/ ۲۲۹، جدید ڈابھیل ۱۳/ ۵۶۲)

لأنه يحتاج إلىٰ معرفة آداب الرجال والتخلق بأخلاقهم، فإذا طال مكثه مع الأم يتخلق بأخلاق النساء وفي ذلك من الفساد مالا يخفىٰ الخ.

(الهنديه، زكريا قديم ١/ ٤٩٠، جديد١/ ٥٥٠)

اور جبراً بھی اسے اپنے باپ کے پاس سپرد کردیا جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۱/ ۹۵)

فإن أكل وشرب ولبس واستنجیٰ وحده دفع إليه ولو جبراً ، قال: ابن عابدين : وفی الفتح: ويجبر الأب على أخذ الولد بعد استغنائه عن الأم الخ. لأنه أقدر على تأديبه و تعليمه . (الدرالمختار مع الشامی، زکریا ٢٦٨/٥، کراچی ٥٦٦/٣، فتح القدير ، زكريا ٣٣٣/٤، کوئٹہ ١٨٧/٤، دارالفکر بیروت ٣٧١/٤)

(۲) شوہر شیر خوار یا تین چار سال کے بچے کو اپنے پاس رکھنے کی شرط پر خلع کرے تو خلع صحیح ہوجائیگا، مگر پھر بھی بچہ اپنی ماں ہی کے پاس رہے گا، اسلئے کہ بچہ کی پرورش کا حق ماں کو حاصل ہے، اور شرط باطل ہوجائیگی۔

رجل خلع امرأته وبينهما ولد صغير على أن يكون الولد عند الأب سنين معلومة صح الخلع ويبطل الشرط ، لأن كون الولد الصغير عند الأم حق الولد الخ. (الهنديه، زكرياقديم ٤٩١/١، جديد ٥٥٠/١، قاضيخان ، جديد زكريا ٣٣٧/١، وعلى هامش الهندية، زكريا ٥٣٧/١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱/ ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۵۰۱/۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۱۱/۲ھ

۷/ سالہ بچہ کی تعلیم وتربیت کا ذمہ دار کون؟

سوال: الف: [۱۰۳۱۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری بیوی کو اس کے بھائیوں نے ایکسیڈنٹ کے بہانے بلایا اور وہاں لیجا کر گھر بٹھالیا پھر وہ میرے گھر نہیں آئی ، میرے دو بچے ہیں، ایک کا نام حجاز الدین تاریخ پیدائش ۱۹/ نومبر ۱۹۹۲ء اور دوسرا اشار الدین، تاریخ پیدائش یکم اکتوبر ۱۹۹۴ء ہے، اب انھوں نے کورٹ کے ذریعہ مجھ سے خرچہ لینا شروع کردیا اور سو روپیہ مہینہ فی بچہ خرچ جاتا رہا، اچانک میرے پاس ایک ہزار روپیہ فی بچہ کے حساب سے کورٹ کا کاغذ آیا، میں نہیں چاہتا کہ میرے بچے مجھ سے الگ رہیں، میں اپنے بچوں کو اپنے پاس رکھ کر تعلیم کا انتظام خود کروں گا، اور دونوں بچوں میں

سے ایک کی عمر ۱۲/سال دس ماہ اور دوسرے کی عمر دس سال گیارہ مہینہ ہے، اب اس سلسلہ میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ کیا ان بچوں کی پرورش کا مجھے حق ہے یا نہیں؟

المستفتي: نفیس الدین، لالباغ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب لڑکے کی عمر سات سال کی ہوجائے، اس وقت پرورش اور تعلیم وتربیت کا ذمہ دار شرعی طور پر باپ ہوتا ہے، اسلئے جب لڑکے کی عمر سات سال یا اس سے تجاوز کر جائے، تو باپ کو حق پہونچتا ہے، کہ بیٹے کو ماں کے یہاں سے اپنے پاس لاکر اس کی تعلیم وتربیت خود کرے اور اب ماں کو حق نہیں ہے، کہ بچوں کو اپنے پاس روک کر کے ان کے اخراجات کا مطالبہ بچوں کے باپ سے کرے، بلکہ بچوں کو باپ کے حوالہ کردینا لازم ہے، لہٰذا اگر باپ کے مطالبہ کے باوجود بچوں کو باپ کے حوالہ نہ کردیا جائے یا بچے خود باپ کے پاس نہ آئیں تو ایسے بچوں کے اخراجات کی ذمہ داری باپ کے اوپر عائد نہیں ہوتی اور نہ ہی باپ کو خرچہ دینے پر شرعاً مجبور کیا جاسکتا ہے۔

وإذا استغنی الغلام عن الخدمة أجبر الأب (قوله) لأنه أقدر علی تأديبه وتعليمه. (شامی، کتاب الطلاق، باب الحضانة، زکریا ۲۶۸/۵، کراچی ۵٦٦/۳، هندیه، زکریا قدیم ۵٤۱/۱، جدید ۵۹۲/۱، ملتقیٰ الأبحر، دارالکتب العلمية بیروت ۱٦۸/۲، ۱٦۹) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۸۳۴/۳۷)

بچوں کی پرورش کا حق ماں کو سات سال تک حاصل ہے

سوال: ب: [۱۰۳۱۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے بہنوئی صاحب نے خود اپنے بدن پر مٹی کا تیل ڈال کر آگ لگالی تھی، جس کے نتیجہ

میں ان کا انتقال ہوگیا، اولاد میں انھوں نے دولڑکے کے جن میں سے ایک کی عمر تقریباً ڈھائی سال ہے اور ایک بچہ کی عمر ایک ماہ کچھ دن ہے، اور ایک لڑکی ہے، جس کی عمر تقریباً ساڑھے تین سال ہے، ان کو وارث چھوڑا ہے لڑکے کے بھائیوں نے لڑکی کے بھائیوں کے خلاف تھانہ میں رپورٹ درج کرادی کہ یہ آگ سسرال والوں نے لگائی ہے، محلّہ کے لوگوں کے سمجھانے پر وہ لوگ آپس میں فیصلہ کیلئے راضی ہوگئے، اور لڑکے والوں نے کہا ہم تین شرطوں کے ساتھ یہ فیصلہ کرسکتے ہیں۔

(۱) پولیس رپورٹ کو ختم کرنے کیلئے جو روپئے خرچ ہوں گے وہ لڑکی کے بھائیوں کو دینا ہوگا۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ تینوں بچوں کے نام کی ایف ڈی کرادی جائے۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ بچے چچا تاؤ کے گھر جائیں گے، ماں کو چھوڑنا پڑے گا، اب دریافت یہ کرنا ہے، کہ ان تینوں شرطوں میں سے کون سی شرط جائز ہے اور کون سی شرعاً مانی جائے، اور کون سی ناجائز ہے؟

المستفتي: اشتیاق حسین، کٹارشہید، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لڑکے والوں کی طرف سے پیش کردہ تینوں شرطیں ناجائز ہیں، اس لئے کہ جب مقدمہ لڑکے والوں نے کیا ہے، تو اس کو ختم کرانے کے خرچ کی ذمہ داری بھی انہی کی ہوگی، لڑکی والوں پر اس سلسلہ میں دباؤ ڈالنا درست نہیں۔

لایحل لمسلم أن یأخذ مال أخیه بغیر حق. (مجمع الزوائد، دارالکتب العلمیة بیروت ٤/ ١٧١)

(۲) بچپن کے زمانہ میں چھوٹے بچوں کی پرورش کا حق ماں کو حاصل ہے، چچا کو حاصل نہیں ہے۔

وحق الحضانة جعل إلیٰ النساء لأنهن أبصر و أقوم علی حفظ

الصبيان من الرجال لزيادة شفقتهن الخ. (البحر الرائق، كتاب الطلاق ، باب الحضانة ، زكريا ٤/ ٢٨٠، كوئٹه ٤/ ١٦٦)

(۳) بچوں کے مال کی ایف ڈی جائز نہیں ہے، البتہ تحفظ کیلئے غیر سودی کھاتے میں جمع کر سکتے ہیں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳/ ۱۵۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ رمحرم ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۶۸۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱/۱/۱۴۲۶ھ

۷ رسال تک لڑکے اور نو سال تک لڑکی کی پرورش کا حق ماں کو ہے

سوال: [۱۰۳۱۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور دونوں میں تفریق بھی ہوگئی تقریباً چار سال ہوئے اس کے تین بچے ہیں، ایک کی عمر تقریباً ۱۲ رسال، دوسرے کی عمر تقریباً ۸ رآٹھ سال، اور تیسرے کی عمر تقریباً چھ سال ہے، اور وہ تینوں بچے اپنے باپ کے پاس رہتے ہیں، ان کی ماں میکہ میں رہتی ہے، مگر ان کی ماں کبھی کبھی عید وغیرہ کے موقعہ پر اپنے بچوں کو ان کے باپ کی اجازت کے بغیر چپکے سے کچھ کپڑے یا کھانے پینے کی چیزیں دینا چاہتی ہے، تو کیا شرعاً وہ ان کے باپ کی اجازت کے بغیر اس طرح کی چیزیں دے سکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ ان کے باپ بچوں کو اس طرح کی دی ہوئی چیزوں کو کھانے یا پینے میں ان کی جان پر خطرہ محسوس کرتے ہیں، اسلئے از روئے شرع اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: میاں بیوی کے درمیان اگر تفریق ہو جائے اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچے موجود ہوں، تو ان کی ماں کو سات سال تک لڑکے کی اور نو سال تک لڑکی کی پرورش کا حق حاصل ہے، اور اس دوران ان کی تعلیم و پرورش کا خرچہ باپ کے ذمہ

واجب ہے، اوران میں سے بچے چاہے کسی کے پاس ہوں دوسرے کوان کی دیکھ بھال کرنے یاہدیہ وغیرہ دینے سے منع کرنا ناجائز ہے۔

إذا کان للرجل ولد صغیر وقدفارق أمه فالأم أحق بالولد من الأب إلا أن یستغنی عنها وفی الهدایة: والنفقة علی الأب ، فإذا استغنی ، فالأب أحق به، وحد الاستغناء فی الغلام أن یأکل وحده ویشرب وحده .... وذکر الخصاف فی کتاب النفقات: أن الأم أحق بالغلام مالم یبلغ سبع سنین ، أو ثمان سنین ، والفتویٰ علی سبع سنین ، وأما فی الجاریة فحد الإستغناء إلیٰ أن تحیض الخ. (تاتار خانیة ، زکریا ۲۷۳/۵، رقم: ۷۸۳۱، ۷۸۳۲)

وفی الحادی : الولد متی کان عند أحد الأبوین لایمنع الاٰخر عن النظر إلیه وعن تعاهده. (فتاویٰ تاتار خانیة ، زکریا ۲۷٤/۵، رقم: ۷۸۳۵، شامی، کتاب الطلاق ، باب الحضانة ،زکریا ۲۷۵/۵، کراچی ۵۷۱/۳)

اس لئے جداہونے کے بعد بھی ماں اپنی طرف سے بچوں کوان کے باپ کی اجازت کے بغیر کھانے پینے کی چیزیں اور کپڑا وغیرہ دے سکتی ہے،اس سے باپ کومنع کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍جمادی الاول ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴؍۶۳۱۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۸/۱۵ھ

آٹھ سال کے بچہ کی پرورش کا حق

سوال: [۱۰۳۱۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محمد سعید بن محمد رفیق (ساکن لال پور، کچھا، ضلع ادھم سنگھ نگر) اور دلشاد بیگم بنت حاجی محمد معروف (ساکن مسجد قریشیان محلّہ دوئم پورہ، ٹانڈہ بادلی، ضلع رامپور) دونوں میاں بیوی تھے، طلاق مغلظہ کے بعد دونوں میں علیحدگی واقع ہوئے چھ سال ہو چکے ہیں، ان دونوں

سے شاہ نور نامی ایک لڑکا ہے شاہ نور کی عمر آئندہ تین جون کو اس کی تاریخ پیدائش ۳/۶/۲۰۰۴ء کے لحاظ سے پورے آٹھ سال کی ہوجائے گی، اب دلشاد بیگم کا یہ مطالبہ ہے کہ بحیثیت ماں شاہ نور کا حق حضانہ مجھے حاصل ہے اس لئے محمد سعید شاہ نور پر آئندہ خرچ ہونے والی رقم مجھے ادا کرے، جبکہ محمد سعید کا کہنا ہے کہ شرعی لحاظ سے شاہ نور کے تعلق سے دلشاد بیگم کا حق حضانہ ختم ہوچکا ہے، اس لئے شاہ نور کو فوری طور پر میرے سپرد کیا جانا چاہئے، اب دلشاد بیگم کی سپردگی میں رہتے ہوئے شاہ نور پر خرچ ہونے والی رقم مجھ پر واجب نہیں ہوتی میں خود شاہ نور کو اپنی سپردگی میں لے کر ہی پرورش کرنا چاہتا ہوں، آپ صورت مسئولہ کے پیش نظر محمد سعید اور دلشاد بیگم دونوں کے دعوے اور مطالبہ کی مدلل انداز میں حقیقت بیان فرمادیں؟ نوازش ہوگی؟

المستفتي: محمد توفیق، لال پور، کچھا، اودھم سنگھ نگر، اتراکھنڈ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر شوہر اور بیوی کے درمیان طلاق اور جدائی ہوجائے، تو لڑکے کی پرورش کا حق ماں کو اس وقت تک حاصل رہتا ہے، جب تک بچہ سات سال کی عمر کا نہ ہوجائے، اور سات سال یا اس سے زائد عمر ہوجائے تو پھر ماں کو حق پرورش کے مطالبہ کا حق باقی نہیں رہتا ہے، بلکہ سات سال کی عمر کے بعد باپ کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ بچہ کو اپنے پاس رکھ کر پرورش کرے۔ (مستفاد: محمودیہ ڈابھیل ۱۳/ ۵۶۷، ۵۶۸)

تثبت للأم ولو بعد الفرقة .... والحاضنة أما أو غيرها أحق به أي بالغلام حتى يستغني عن النساء بأن يأكل ويشرب ويستنجيٰ وحده وقدر بسبع وبه يفتىٰ؛ لأنه الغالب. (درمختار مع الشامی، کتاب الطلاق، باب الحضانة کراچی ۳/ ٥٦٦، زکریا ٥/ ٢٦٧)

يجبر الأب علىٰ أخذ الولد بعد استغنائه عن الأم؛ لأن نفقته وصيانته عليه بالاجماع. (شامی، زکریا ٥/ ٢٦٨، کراچی ۳/ ٥٦٦، هندیه،

زکریا قدیم ۱/ ۵٤۱، جدید ۱/ ۵۹۲)

والأم والجدة أحق بالغلام حتیٰ یستغنیٰ وقدر بسبع سنین ، وقال القدوری حتی یأکل وحده ویشرب وحده ویستنجیٰ وحده ، وقدره أبوبکر الرازي بتسع سنین والفتویٰ علی الأول . (فتاویٰ عالمگیری، زکریا قدیم، ۱/ ۵٤۲، جدید ۱/ ۵۹۳) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍ جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹؍ ۱۰۷۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۹؍۶؍۱۴۳۳ھ

ماں کے انتقال کے بعد بچہ کی پرورش کا حق کس کو ہے؟

سوال: [۱۰۳۱۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری بہن کا انتقال ہوگیا ہے، اور اس نے ایک لڑکا چھ دن کا چھوڑا ہے، تو اس بچے کی پرورش کا حق کس کو ہے، جبکہ اس کا باپ دوسری شادی کرنا چاہتا ہے، اور بچہ کا جو مال ہے وہ کس کے پاس رہیگا، جبکہ باپ کی نیت صحیح نہیں ہے، اور وہ اس سامان کو ضائع کردے گا، اس کا جواب مرحمت فرمائیں؟

المستفتي: طاہر حسین، محلّہ باڑہ شاہ صفا، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بچہ کی نانی ہے تو اس کو حق ہے، اور اگر نانی نہیں ہے، تو دادی کو حق پرورش حاصل ہے۔

والحاضنة أما أو غیرها أحق به (إلیٰ قوله) والأم والجدة لأم أو لأب الخ.

(الدر المختار ، کتاب الطلاق ، باب الحضانة ، کراچی ۲/ ٥٦٦، زکریا دیوبند٥/ ٢٦٨)

فإن ماتت الأم فأم الأم أولیٰ بحضانة الولد وتعهده . (تاتار خانیة ، زکریا ٥/ ٢٧٤، رقم: ٧٨٣٩، مجمع الأنهر ، دارالکتب العلمیة بیروت٢/ ١٦٦)

مگر سات سال کی عمر کے بعد باپ کو اپنے پاس لانے کا حق حاصل ہوگا، نیز بچہ کا مال

باپ ہی کے پاس رکھنا لازم ہے، باپ سے زیادہ ہمدرد شرعاً دوسرا کوئی نہیں ہے، اور باپ ولی عصبہ ہے جو اس کے مال کی حفاظت کا زیادہ حقدار ہے۔

العصبة (إلیٰ قوله) و أصله الخ . (سراجی ص:۲۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/ ۳۳۹۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲/۴/ ۱۴۱۴ھ

بھائی کے انتقال کے بعد اسکی بیوی بچہ کا ذمہ دار کون؟

سوال: [۱۰۳۱۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید عمر دونوں بھائی تھے بڑے کا نام زید اور چھوٹے کا نام عمر تھا بچپن سے زید نے عمر کی پوری ذمہ داری لے رکھی تھی، اور بالغ ہو گیا تو زید نے عمر کی شادی کر دی اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا کچھ ہی عرصہ کے بعد عمر کا انتقال ہو گیا عمر کی بیوی بچے کا ذمہ دار کون ہو سکتا ہے، ان کی والدہ یا زید؟

المستفتي: محمد ذکی اللہ رحمانی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شرعاً والدہ اور زید دونوں میں سے کسی پر بھی ذمہ داری واجب نہیں ہے، البتہ ان میں سے کوئی اگر ذمہ داری لے کر عمر کی بیوی اور بچہ کی ضروریات پوری کرے، تو ایک احسان ہوگا اور چونکہ زید پہلے ہی سے احسان کرتا ہوا آیا ہے، اسلئے زید ہی اس فریضہ کی ذمہ داری لے تو زیادہ بہتر ہے اور عمر کی بیوی بچہ کے لئے سہارا ہوگا۔

ماثبت بزمان یحکم ببقائه مالم یوجد دلیل الخ . (قواعد الفقه، اشرفی دیوبند، ص:۱۱٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/ ۳۲۲۰)

علیحدگی کی صورت میں بچہ کی پرورش کا حق

سوال: [۱۰۳۱۶]: کیافرماتے ہیں علماءکرام مسئلہ ذیل کے بارے میں : کہ سال گذشتہ ہندہ کا نکاح ہوا دو ماہ قبل ولادت ہوئی بعد ولادت آپسی نااتفاقی کی وجہ سے ہندہ اپنے والدین کے گھر پر تقریباً ایک ماہ سے رہ رہی ہے، نااتفاقی اتنی بڑھ چکی ہے کہ طلاق کی نوبت بھی آسکتی ہے، موجودہ بچے کے والد کا اصرار ہے کہ بچہ میرے پاس رہے گا ، بچے کی عمر تقریباً دو ماہ ہے، لہٰذا بچے کی پرورش کا حق نااتفاقی یا طلاق ہونے کی صورت میں کسے حاصل ہوگا، نیز اس کی مدت کی تعیین کی کیا صورت ہوگی ، (بچہ نرینہ ہے) لہٰذا قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل ومدلل جواب تحریر فرمائیں؟

المستفتي: سہیل ناصر قاسمی، رحمت نگر، گلی نمبر۲، سرسید نگر، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق : طلاق کے بعد یا طلاق سے پہلے آپسی نااتفاقی کی بنا پر زوجین کے علاحدہ رہنے کی صورت میں جب تک بچہ اپنی ضروریات کھانے پینے اور استنجاء وغیرہ میں ماں کا محتاج ہو اور بدون ماں کے سہارے کے یہ تمام کام خود نہ کرسکتا ہو اس وقت تک ماں بچے کی پرورش کی زیادہ مستحق ہے، لیکن بچہ جب ذرا بڑا اور سمجھدار ہوجائے، اور مذکورہ ضروریات کے کام بغیر ماں کے سہارے کے کرنے لگے، تو اب پرورش کا حق باپ کو حاصل ہوگا، شریعت نے اس کی مدت سات سال مقرر کی ہے۔

عن عبدالله بن عمر و أن أمرأة قال: يارسول الله إن إبني هذا كان بطني له وعاء وثدى له سقاء وحجري له حواء وإن أباه طلقني وأراد أن ينزعه مني فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم أنت أحق به مالم تنكحي. (ابو داؤد، الطلاق ، باب من أحق بالولد ، النسخة الهندية ۱/ ۳۱۰، دارالسلام برقم: ۲۲۷۶، مسند احمد بيروت ۲/ ۱۸۲، رقم: ۶۷۰۷، مجمع الزوائد ، دارالكتب العلمية

بیروت ٤/٣٢٣، مشکوٰۃ /٢٩٣)

أحق بالولد أمه قبل الفرقة وبعدها أی فی التربية والإمساک .

(البحرالرائق، کتاب الطلاق ، باب الحضانة ، کوئٹه ١/١٦٧، زکریا ٤/٢٨٢)

والنساء أحق بالحضانة مالم يستغنیٰ الصغير فإن استغنی بأن کان يأکل وحده ويشرب وحده ويلبس وحده وفی رواية ويستنجیٰ وحده فالأب بالغلام أولیٰ . (خانية ، جديد زکريا ١/٢٥٣، و علی هامش الهندية زکريا ١/٤٢٣)

قدر مدة الاستغناء أبو بکر الرازی ، بتسع سنين ، والخصاف بسبع سنين ، وعليه الفتویٰ کما فی أکثر الکتب اعتباراً للغالب الخ. (مجمع الأنهر ، دارالکتب العلمية بيروت ٢/١٦٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ / ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۹۹۸/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۴/۷ھ

طلاق کے بعد عدت اور لڑکے کی پرورش کا حکم

سوال: [۱۰۳۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رفعت جہاں ۲۰/ سالہ اور محمد اسلم ۴۷/ سال کا نکاح بتاریخ ۲۵/ اکتوبر ۲۰۰۱ء ہوا تھا، لڑکی رخصت ہو کر اپنی سسرال گئی اور حق زوجیت ادا کیا جس کے سبب اکتوبر ۲۰۰۲ء میں ایک لڑکا پیدا ہوا جو حیات ہے سسرال والوں اور شوہر کا سلوک لڑکی کے ساتھ اچھا نہیں رہا، کیونکہ لڑکا حرام خور ہے، اب لڑکی موقع پا کر خاموشی سے ۱۵/ دن ہوئے بچہ لے کر اپنی ماں کے یہاں آ گئی ،لڑکی کا باپ نہیں ہے، اب لڑکی اپنی سسرال جانے کو تیار نہیں ہے۔

(۱) کیا ایسی حالت میں طلاق مناسب رہے گی ،لڑکے والے دل سے لڑکی کو لے جانا نہیں چاہتے ہیں۔

(۲) دین مہر کی ترتیب کیا رہے گی؟

(۳) ایام عدت کے نان نفقہ کا کیا ہوگا؟

(۴) لڑکا سوا سال کا ہے جو ماں کا دودھ پی رہا ہے، شوہر لڑکا لینا چاہتا ہے، کب لڑکا باپ کو دیا جائے گا، بچے کے خرچہ کا کیا ہوگا؟

المستفتي: مسماۃ قیصر والدہ لڑکی رحمت جمال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) اگر دونوں میں نبھاؤ نہ ہوسکے تو شوہر کو طلاق دے کر نکاح سے الگ کردینے کی اجازت ہے، مگر تین طلاق نہ دی جائے بلکہ صرف ایک طلاق یا دو طلاق دیکر الگ کردے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ. (الأية سورة بقرة /۲۲۹)

(۲) شوہر خود طلاق دے گا تو مکمل مہر ادا کرنا شوہر پر واجب ہوگا۔

لأن الطلاق فعل الزوج والمهر ملكها والإنسان لايملك إسقاط حق الغير عن نفسه الخ. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل فى بيان مايتأكد به المهر، زكريا ديوبند ۲/۵۸۶)

(۳) اگر شوہر کی مرضی کے بغیر میکہ آگئی ہے، تو ایام عدت کا خرچ بیوی کو نہیں ملے گا۔

نفقة العدة كنفقة النكاح، وتسقط بالنشوز وتعود بالعود الخ. (شامى، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فى نفقة المطلقة، كراچى ۳/۶۰۹، زكريا ۵/۳۳۳)

(۴) لڑکے کو سات سال کی عمر تک رکھنے کا حق ماں کو حاصل ہوگا، اور اس درمیان بچہ کا خرچہ باپ پر لازم ہوگا۔

أن الأم أحق بالغلام مالم يبلغ سبع سنين الخ. (تاتارخانية، زكريا ۵/۲۷۳، رقم: ۷۸۳۲)

والنفقة علی الأب. (تاتار خانية ، زكريا ٥/٢٧٣ ، رقم : ٧٨٣١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۱۹۵)

ماں کی دماغی حالت خراب ہونے کی صورت میں پرورش کا حق

سوال: [۱۰۳۱۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کی شادی کے دس سال ہوگئے بیوی کی دماغی حالت ٹھیک نہیں رہتی ہے، اور وہ شخص سسرال میں رہتا ہے، اس نے گھر کے کام کاج بیوی کی تیمار داری اور ساس کے طعنوں سے تنگ آ کر طلاق دے دی اس کے چھ بچے ہیں، پانچ لڑکیاں ایک لڑکا سب سے بڑی لڑکی جو آٹھ سال کی ہے، وہ پیدائش سے اب تک دادی کے پاس رہتی رہی ہے، سب سے چھوٹی لڑکی جو تین مہینے کی ہے وہ شہر سے باہر اس لڑکے کے ملنے والے ایک بے اولاد کے گھر میں زیر پرورش ہے، بقیہ چار بچے جن میں تین لڑکیاں اپنے ماں باپ کے پاس رہتی ہیں، اور لڑکا اکثر اپنی خالہ کے پاس رہتا ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے۔

(۱) چاروں بچے صرف ماں کے پاس رہیں گے، یا صرف باپ کے پاس واضح رہے کہ ماں کی دماغی حالت خراب ہے؟

(۲) بیوی کو نان نفقہ کب تک اور کتنا دیا جائے؟

(۳) جو سامان شوہر نے شادی کے بعد جمع کیا ہے، جیسے گھریلو سامان اور گھر کی عمارت زیور کپڑے وغیرہ اس سامان کا کیا حکم ہے؟

المستفتي: تنویر احمد، تمبا کو والان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسئولہ صورت میں اگر ماں کی دماغی حالت اس

درجہ خراب ہے کہ بچوں کی صحیح اسلامی تربیت نہیں ہوسکتی ہے، تو پھر پرورش کا حق شرعی طور پر نانی کو حاصل ہے، اور جب لڑکیاں بالغ ہوجائیں اور لڑکا سات سال کا ہوجائے، تو پھر پرورش کا حق باپ کو حاصل ہوجائے گا۔ (مستفاد: محمودیہ قدیم ۲۲۶/۹، جدید ڈابھیل ۵۶۶/۱۳، فتاویٰ رشیدیہ، قدیم/۴۸۰، جدید زکریا/۴۵۷، فتاویٰ دار العلوم ۸۳/۱۱)

إذا كان للرجل ولد صغير وقد فارق أمه، فالأم أحق بالولد من الأب. (تاتار خانية، زكريا ٢٧٣/٥، رقم: ٧٨٣١، هنديه، كتاب الطلاق، الباب السادس عشر في الحضانة، زكريا قديم ٥٤١/١، جديد ٥٩٢/١)

فإن لم تكن له أم فأم الأم أولىٰ من أم الأب الخ. (هنديه، اشرفى ديوبند٢/٤٣٤)

وقال الرملي ويشترط في الحاضنة أن تكون حرة بالغة عاقلة أمينة قادرة . (شامى، كراچى ٥٥٥/٣، زكريا ٢٥٣/٥)

(۲) مطلقہ کا نان نفقہ زمانہ عدت یعنی تین ماہواری کے آنے تک دینا واجب ہے، اور یہ نان نفقہ شوہر اپنی حسب حیثیت دے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۱۵۰/۱۱، ۱۱۷/۱۱)

وإذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسكنىٰ في عدتها رجعيا كان أو بائنا. (هنديه، كتاب الطلاق، باب النفقة، اشرفى ديوبند٢/٤٤٣)

تجب النفقة والكسوة والسكنى لمعتدة الطلاق الخ. (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة، كوئٹه ١٩٨/٤، زكريا ٣٣٧/٤، شامى، مطلب فى نفقة المطلقة، كراچى ٦٠٩/٣، زكريا ٣٣٣/٥، مجمع الأنهر قديم ٥٠٣/١، جديد دارالكتب العلمية بيروت ١٨٩/٢، بدائع الصنائع، كراچى ١٦/٤، زكريا ٤١٩/٣، تاتار خانية، زكريا ٣٩٩/٥، رقم: ٨٣٠٢)

(۳) جو مال شوہر نے شادی کے بعد یا پہلے کما کر جمع کیا ہے، وہ اس کا مالک ہے جس طرح چاہے، اس میں تصرف کرے، مطلقہ بیوی کو مہر کے علاوہ مزید اس مال میں کوئی حق نہیں

ہے۔

والمالک هو المتصرف فی الأعیان المملوكة کیف شاء الخ.

(بیضاوی ، کتب خانه رشیدیه ،دهلی ۱/ ۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ　　الجواب صحیح:

۱۵ر جمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ　　احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۲۹۳)　　۱۴۱۸/۵/۱۸ھ

بچوں کی پرورش کا حق دادا دادی کو ہے یا نانا نانی کو

سوال: [۱۰۳۱۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نازبینہ کا انتقال ہوا ورثاء میں شوہر احمد حارث ایک لڑکا حسین احمد، ایک لڑکی زینب باپ محمد عرفان ماں تہذیبہ کو چھوڑا، پھر دو ماہ کے بعد احمد حارث کا انتقال ہو گیا ورثاء میں ایک لڑکا حسین احمد ایک لڑکی زینب اور باپ عظیم الدین ماں جہاں آراء شامل ہیں مرحومہ کا ترکہ مذکورہ وارثین کے درمیان کس طرح تقسیم ہوگا، نیز احمد حارث نے جو زیور بیوی کو دیا ہے وہ کس کی ملکیت ہوگی ،شوہر کی یا بیوی کی، احمد حارث کا لڑکا گیارہ سال کا ہے اور لڑکی چھ سال کی ہے، ان کی پرورش کا حق دادا دادی اور چچا کو زیادہ ہے یا نانا نانی کو واضح فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: برتقدیر صحت سوال وعدم موانع ارث وبعد ادائے حقوق ماتقدم مرحومہ نازبینہ کا ترکہ اسکے ورثاء کے درمیان درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا۔

۲/ ۷
۳۶
۱۲
نازبینہ

شوہر	ماں	باپ	لڑکا	لڑکی
احمد حارث	تہذیبہ	عرفان	حسین احمد	زینب
۳	۲	۲	۱۰	۵
۹	۶	۶	۲۰	۱۰
	۱۲	۱۲		

۲
مسئلہ ۱۸
۶

مرحوم احمد حارث تداخل ۱/۹

ماں	باپ	لڑکا	لڑکی
جہاں آراء	عظیم الدین	حسین احمد	زینب
۱	۱	۴	
۳	۳	۸	۴

المبلغ: ۲۷

الاحیاء...

حسین احمد	زینب	عرفان	تہذیبہ	عظیم الدین	جہاں آراء
۲۸	۱۴	۱۲	۱۲	۳	۳

مرحومہ ناز بینہ کا ترکہ مذکورہ شرعی ورثاء کے درمیان ۲۷ برابر سہام میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنا اتنا ملے گا، جو اس کے نام کے نیچے درج ہے، نیز احمد حارث نے جو زیور بیوی کو دیا تھا، اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ بطور ہبہ تھا تو بیوی کی ملکیت میں شمار ہو کر ترکہ میں شمار ہوگا اگر وہ بطور عاریت تھا تو احمد حارث ہی کی ملک میں شامل ہوگا۔

وإذا بعث الزوج إلیٰ أهل زوجته أشياء عند زفافها فلما زفت إليه أراد أن يسترد من المرأة، ليس له ذلک إذا بعث إليها على جهة التمليک.

(هندیه، کتاب النکاح، الباب السابع فی المهر، الفصل السادس عشر فی جهاز البنت، زکریا قدیم ۱/۳۲۷، جدید ۱/۳۹۳، فتاویٰ محمودیه جدید ۱۲/۲۵۹، ۳۰۹)

لڑکے کی عمر چونکہ گیارہ سال ہے اسلئے اس کی پرورش کا حق نانی کو حاصل نہیں ہوگا، بلکہ اس کی پرورش دادا کے ذمہ ہوگی، اور لڑکی کی عمر چونکہ چھ سال ہے، اس لئے بالغ ہونے سے پہلے لڑکی کی پرورش کا حق نانی کو حاصل رہے گا اور بالغ ہونے کے بعد لڑکی کو دادی کے حوالہ کرنا ضروری ہے، اب اگر نانی بالغ ہونے کے بعد لڑکی کو دادا کے حوالہ کرنے کیلئے تیار ہے تو پرورش کیلئے لے سکتی ہے، اور اگر حوالہ کرنے کیلئے تیار نہیں ہے، تو نانی پرورش کیلئے نہیں

لے سکتی ہے، اور پرورش وغیرہ کا خرچہ ان کے حصۂ میراث سے کیا جائے گا۔

(والأم والجدة أحق بالغلام حتی یستغني وقدر بسبع) لأنه إذا استغنیٰ یحتاج إلیٰ تأدیب والتخلق بأداب الرجال وأخلاقهم، والأب أقدر علی التأدیب والتعنیف ...... **(وبها حتی تحیض) أی الأم والجدة أحق بالصغیرة حتی تحیض، لأن بعد الاستغناء تحتاج إلیٰ معرفة آداب النساء والمرأة علی ذلک أقدر وبعد البلوغ تحتاج إلیٰ التحصین والحفظ والأب فیه اقویٰ وأهدیٰ.** (البحرالرائق، کتاب الطلاق، باب الحضانة، کوئٹه ٤/١٦٩، ١٧٠، زکریا ٤/٢٨٧، هندیه، زکریا قدیم ١/٥٤٢، جدید ١/٥٩٣، محمودیه جدید ڈابهیل١٣/٥٦٨)

فإن کان الأب قد مات وترک أموالاً وترک أولاداً صغاراً کانت نفقة الأولاد من أنصبائهم الخ. (هندیه، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الرابع، زکریا قدیم ١/٥٦٤، جدید ١/٦١٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۸؍جمادی الثانیہ ۱۴۳۰ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۷۵۸/۳۸)	۱۴۳۰/۶/۸ھ

والد مفلس ہو تو بچے کی پرورش کا حق کس کو ہے؟

سوال: [۱۰۳۲۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص محمد اسلم ولد رحمت اللہ عرف منن قوم شیخ قریشی محلہ اصالت پورہ اسلام نگر گلی نمبر ا، مرادآباد کا عقد نکاح شرع محمدی کے مطابق ہمراہ ریشما پروین عرف شنو بنت کلو قوم شیخ قریشی محلّہ اصالت پورہ متصل بیگم والی مسجد کے عرصہ قریب چار سال پہلے ہوا تھا، دونوں کی شادی کے ایک سال بعد ریشما پروین عرف شنو کے بطن سے ایک لڑکا ذیشان پیدا ہوا پھر ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام ثناء رکھا گیا، نور چشمی ثناء کی پیدائش کے ۴/۵ گھنٹہ بعد ریشما پروین کا انتقال ہو گیا، اب ریشما پروین کے والدین اور ان کے متعلقین کا کہنا ہے،

کہ دونوں بچوں کو بھی ہمیں دیجئے اور شادی کے وقت جو ہم نے سامان دیا تھا، وہ بھی چاہئے، اور محمد اسلم ایک مزدور قسم کا شخص ہے، جو اس وقت تک اپنے والد کے مکان میں رہتا ہے، اب کہیں پر کوئی اپنی رہائش کیلئے مکان خریدنا چاہتا ہے تو اس پر ریشما پروین کے والدین کا کہنا ہے، کہ جو مکان محمد اسلم خریدیں اس میں سے آدھا مکان دونوں بچوں کے نام کریں، کیونکہ دونوں بچے یتیم ہوگئے ہیں، تو

(١) دونوں بچوں کی پرورش کہاں ہونی چاہئے۔

(٢) شادی کے وقت جو سامان جہیز دیا گیا تھا وہ کیا ریشما پروین کے والدین کو واپس کرنا ضروری ہے؟ مفصل اور واضح بیان فرمائیں؟

(٣) کیا دونوں بچے والدہ کے انتقال کے بعد یتیم ہوگئے ہیں؟

(٤) کیا کوئی مکان محمد اسلم خریدیں تو اس کا آدھا حصہ بچوں کے نام کرنا ضروری ہے؟

(٥) کیا محمد اسلم کو اپنی دوسری شادی اوپر کی تمام باتیں مان کر کرنی چاہئے؟

المستفتي: مجیدالرحمٰن، اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (١) دونوں بچوں کی پرورش کیلئے اگر محمد اسلم کے پاس معقول انتظام ہے اور بچوں کی دادی زندہ ہے، تو دادی کو پرورش کا حق ہے، ریشما پروین کے والدین کیلئے محمد اسلم کو بچوں کو حوالہ کرنے پر مجبور کرنے کا حق نہیں ہے۔

لأن الحضانة كانت حقاً للأم فصح إسقاطها حقها (إلیٰ قوله) لما أسقطت حقها بقي حق الولد فصارت بمنزلة الميتة أو المتزوجة فتكون الجدة أولیٰ. (شامی، کتاب الطلاق، باب الحضانة، زکریا ٥/٢٥٩، کراچی ٣/٥٦٠)

(٢) شادی کے وقت جو سامان ریشما پروین کو دیا گیا تھا، وہ ریشما پروین مرحومہ کا ترکہ ہے اس کے شرعی ورثاء میں تقسیم ہوگا سب ریشما کے والدین کو نہیں ملے گا، اور ریشما کا شوہر بھی ورثاء میں داخل ہے۔

(۳،۴،۵) محمد اسلم کو دوسری شادی کرنے کا ہر وقت حق حاصل ہے، اس میں ریشما مرحومہ کے والدین کو دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار دیا ہے، کسی انسان کو مداخلت کا حق نہیں ہے، نیز محمد اسلم جو مکان خرید رہا ہے، اس میں کسی کا حق نہیں ہے، اس کی مرضی ہے چاہے اپنی ملکیت میں رکھے یا کسی کو بھی دے دے، مرحومہ کے والدین کو مداخلت کا کوئی حق نہیں ہے۔

المالک هو المتصرف فی الأعیان المملوکة کیف شاء من الملک.

(بیضاوی، کتاب خانہ، رشیدیہ، دهلی، ص:۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲؍ ۴۴۵۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۵/۹ھ

نواسی کی پرورش سے متعلق چند سوالات وجوابات

سوال: [۱۰۳۲۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری شادی ۱۹۸۷ء میں ہوئی، اور ۱۹۸۹ء میں ایک بچی پیدا ہوئی، لیکن اسکے بعد نبھاؤ کی شکل ممکن نہ رہی چنانچہ میں نے ۱۹۹۰ء میں طلاق دیدیا اس کے بعد میں نے ہر چند کوشش کی کہ میری بچی میری کفالت میں رہے لیکن سسرال والوں نے نہ رہنے دیا، اور انھوں نے خود کفالت کی الغرض ۱۹۹۲ء میں میں نے دوسری شادی کرلی، اور اس بیوی سے میری تین اولاد ہیں، دولڑکے اور ایک لڑکی اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ میری پہلی بیوی والی بچی بڑی ہوچکی ہے، اور شادی کی عمر کو پہونچ چکی ہے، اور سسرال والے بچی کو میرے حوالہ کرنے پر کسی طرح بھی راضی نہیں ہیں، کہ میں اس کا نکاح کردوں اور نہ ہی مجھے لڑکی سے ملنے دیتے ہیں، بلکہ مجھے لڑکی کا کھلا ہوا دشمن سمجھتے ہیں، البتہ سسرال والے دوسروں کے ذریعہ کہلواتے ہیں، کہ تمہیں بچی کی شادی میں پچاس ہزار روپیہ دینا ہوتو دو اور میں ۲۵؍ ہزار روپیہ دینے کے لئے تیار ہوں مگر وہ اسے قبول کرنے

کے لئے تیار نہیں ہیں، اور مجھے والدین کے ترکہ سے پندرہ بیگہ کچا (جس کی قیمت آٹھ لاکھ بنتی ہے) حصے میں ملا ہے، جسکی سالانہ آمدنی بارہ ہزار روپیہ ہے، اور ۲۵ر ہزار روپئے بینک بیلنس ہے، اس کے علاوہ ایک رہائشی مکان ہے جس کی قیمت ڈیڑھ لاکھ روپئے ہے، اور میں ایک مکتب سے جڑا ہوا ہوں، بارہ سو روپیہ ماہانہ پاتا ہوں، اور عذر کی وجہ سے اکثر گھر ہی رہتا ہوں، اور اس کے علاوہ میرے اوپر بیس ہزار روپیہ بجلی کا بل باقی ہے، ایسی صورت حال میں مجھ پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے، جو انھوں نے کفالت کی ہے وہ مجھے خرچہ ادا کرنا ہے اور شادی میں مجھے کتنے روپئے دینے ہیں، اور میری جو جائیداد ہے اس میں سے میری بچی کا کتنا حصہ ہے، کیونکہ سسرال والوں نے بچی کو میرے حوالہ نہیں کیا اور نہ ہی میرا پسند کیا ہوا رشتہ منظور کرتے ہیں۔

المستفتي: مولانا مصلح الدین قاسمی، استاذ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شرعی طور پر لڑکی بالغ ہو جانے کے بعد باپ کو مل جانی چاہئے تھی، اور شادی میں خرچ کرنے کا کوئی معیار متعین نہیں ہے، بلکہ اپنی حسب حیثیت آسانی اور سہولت سے لڑکی کی شادی میں باپ اپنے اختیار سے خرچ کرے گا، سسرال والوں یا کسی دیگر افراد کو باپ پر دباؤ ڈالنے کا کوئی حق نہیں ہے، نیز باپ اس وقت خرچ کرنے کا مجاز ہے، کہ جب باپ اپنے اختیار سے اپنی لڑکی کی شادی کرے اور جب باپ کے اختیار کے دائرہ میں لڑکی نہ ہو تو باپ کے اوپر کوئی شرعی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی ہے، پھر بھی باپ جو کچھ خرچ کریگا، وہ اس کی مرضی کی بات ہے، نیز بینک بیلنس اور جائیداد میں سے باپ کی زندگی میں لڑکی کا کوئی حق متعلق نہیں ہے، ہاں البتہ باپ کے مرنے کے بعد دوسری بچیوں کا جو حق بنتا ہے، ویسا ہی اس کا بھی حق بنے گا، اور ننہال والوں نے لڑکی کی جو پرورش کی ہے، وہ باپ کے اختیار سے پرورش نہیں

کی گئی ہے، اوراس درمیان باپ جب چاہے لڑکی کو اپنے ساتھ لانے اور لیجانے کے اختیارات باپ کوشرعی طور پر حاصل ہونا چاہیئے تھا وہ حاصل نہیں ہوسکے نیز باپ کولڑکی کا دشمن جیسا ثابت کرنیکی صورت میں گذشتہ زمانہ کا کوئی نان ونفقہ باپ پر لازم نہیں ہوتا، اسلئے پچھلے زمانہ کے نان ونفقہ کے نام سے باپ سے کسی چیز کے مطالبہ کا حق نہیں ہے، باپ کے اوپر خرچ واخراجات اسی وقت لازم ہوتے ہیں، جبکہ اولاد پر باپ کو اختیار حاصل ہواور یہاں پر باپ کوکوئی اختیار حاصل نہیں ہے، اس اختیار کے نہ ہونے کی صورت میں گذشتہ زمانہ کا خرچہ باپ کے ذمہ لازم نہ ہوگا، اگر چہ قاضی اورحاکم نے نفقہ باندھ دیا ہوتب بھی پچھلے زمانہ کا خرچہ باپ پر واجب نہیں، لہٰذا شادی کیلئے پچاس ہزار کا مطالبہ کرنا یااس پر دباؤ ڈالنا کسی طرح جائز نہیں ہے، بلکہ ننھال والوں پرشرعی طور پر لازم ہے کہ لڑکی باپ کے حوالہ کردیں اور باپ اپنی مرضی سے شادی کرے۔

ولو قضیٰ القاضی للولد والوالدین وذوی الأرحام بالنفقة فمضت مدة سقطت لأن نفقة هٰولاء تجب كفاية للحاجة حتى لاتجب مع يسار وقد حصلت بمضی المدة .(شامی، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فی مواضع لایضمن فیها المنفق، إذا قصد الإصلاح، کراچی ۳/۶۳۳، زکریا ۵/۳۷۰، هدایه، اشرفی دیوبند ۲/۴۴۸،الجوهرة النيره، امدادیه ملتان ۲/۱۷۵،دارالکتاب دیوبند ۲/۱۶۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۰۰۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۹/۵/۱۴۲۷ھ

بالغ لڑکی کی پرورش کا حکم

سوال: [۱۰۳۲۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری شادی ۱۹۸۱ء کو محلّہ کسرول میں ہوئی تھی، ۲۸؍جون ۱۹۸۳ء کو بیوی کے میکہ میں ایک لڑکی پیدا

ہوئی جوکہ اس وقت سے اب تک اپنی والدہ کے پاس ہے، اوراس کی والدہ لڑکی کومجھ سے ملنے تک سے روکے ہوئے ہے، میں ہرطرح کوشش کرچکا ہوں کہ لڑکی مجھے مل جائے ،لیکن اسکی والدہ مجھ سے لڑکی کے بہانے خطیر رقم کا مطالبہ بذریعۂ عدالت کرہی ہے، اور میں لڑکی کو اس کے ننھال میں چھوڑنا نہیں چاہتا ہوں، وہاں کا ماحول اچھا نہیں ہے، اوراس وقت لڑکی کی خالائیں اور ماموں ۴۰/۴۵ سال کے بغیر شادی کے بیٹھے ہوئے ہیں، میری لڑکی کا مستقبل اس کے ننھال میں خراب ہوسکتا ہے، اسلئے میں چاہتا ہوں کہ میری لڑکی مجھے مل جائے، نیز کیا شریعت میں اس کی والدہ کو میری لڑکی کواپنے پاس روکے رکھنے کا حق حاصل ہے؟

المستفتي: شریف احمد، عیدگاہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب لڑکی بالغ ہوچکی ہے، تو باپ کواپنے پاس رکھنے کا حق حاصل ہو چکا ہے، اور اس کی شادی وغیرہ کا انتظام باپ اپنی مرضی سے کرسکتا ہے، ماں کواس میں کوئی دخل دینے کا حق نہیں ہے، لہٰذا اب شرعاً باپ کو اپنی پرورش میں لینے کا حق ہو چکا ہے۔

والأم والجدة أحق بها، حتى تحيض أي تبلغ الخ. (درمختار، کتاب الطلاق، باب الحضانة کراچی ۳/ ۵٦٦،زکریاه/ ۲٦۸، البحرالرائق، کوئٹه ٤/ ١٦٩، زکریا ٤/ ۲۸۷ ،هندیه ، زکریا قدیم ١/ ٥٤٢، جدید ١/ ٥٩٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/شوال ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۳۳۴)

بدچلن بیوی کوطلاق دینے کے بعد بچی کی پرورش کا حق

سوال: [۱۰۳۲۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری شادی کو لگ بھگ دس سال کا عرصہ ہوگیا، اس درمیان میرے ایک لڑکی بھی ہوئی،

جس کی عمر آٹھ سال ہے، اور میں نے اس درمیان دوسرا نکاح کر لیا اور اپنی پہلی بیوی کو میں نے زیادہ تر اپنے ماں باپ کے پاس رکھا اس درمیان میری پہلی بیوی کے میرے چھوٹے بھائی کے ساتھ ناجائز تعلقات ہو گئے، جس کے سات سال گذر چکے مجھے کچھ کچھ شک تھا، لیکن میں اپنی بیوی اور بھائی پر بہت ہی بھروسہ کرتا تھا، اور پوچھ بھی نہیں سکتا تھا، اس لئے کہ ہر کوئی یہ کہہ دیتا کہ میں الزام لگا رہا ہوں، اور نہ رکھنے کی وجہ سے یہ سب کہہ رہا ہوں، اور اس درمیان وہ سب کچھ ہوا جو ایک میاں بیوی کے درمیان ہوتا ہے، بانہوں میں بھرنا، چومنا، پیار کرنا، جسم چومنا، دودھ منھ میں لینا، ہمبستر ہونا وہ سیکڑوں بار ہمبستر ہوئے کئی بار تو کپڑوں کے اوپر ہی نکل گیا، اور کبھی پیشاب کی جگہ رکھتے ہی نکل گیا، اور کئی بار دونوں میں پورا کام ہوا، اور یہ سلسلہ سات سال تک چلتا رہا، اور رات رات یہ فعل ہوتا تھا، اور میں بھروسہ میں رہا کہ میری بیوی بہت شریف اور نیک ہے، پھر اس نے اپنے ہر گناہ کا اقرار کر لیا اور یہ سب جو میں لکھ دیا ہوں، وہ سب کچھ اسی کا بتایا ہوا ہے، حالانکہ اب وہ معافی مانگ رہی ہے، اور توبہ کر رہی ہے، لیکن میری بہت بری حالت ہو رہی ہے، کہ وہ اتنے دنوں تک یہ گناہ کرتی رہی اب میں ایک بدچلن اور آوارہ عورت کیساتھ کیسے رہوں جب بھی میں اس کی طرف دیکھتا ہوں تو میرے دل میں اس کے فعل سے نفرت ہوتی ہے، اور مجھے راتوں میں نیند نہیں آتی ہے، اور ایک پل بھی مجھے اس کے ساتھ رہنا مشکل ہو رہا ہے، میرا دل گوارہ نہیں کرتا کہ میں اس حالت میں ایک منٹ بھی اس آوارہ اور بدچلن عورت کے ساتھ رہوں، اس حالت میں لڑکی کس کے پاس رہے گی، اور یہ بتائیں کہ اس گناہ کی کیا سزا ملنی چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مرد کو دو شادیاں کرنے کا اختیار شریعت نے دیا ہے۔

فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ . (سورۂ نساء، آیت/ ۳)

لیکن اس کیلئے دونوں بیویوں کے خرچے اور دونوں بیویوں کی رہائش اور رات گذاری

میں برابری اختیار کرنا ضروری ہے، ایک رات ایک بیوی کے ساتھ دوسری رات دوسری بیوی کے ساتھ اور شوہر کے اس طرح کے عمل میں کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔

یجب أن یعدل فیه أی فی القسم بالتسویة فی البیتوتة وفی الملبوس والمأکول والصحبة . (شامی، کتاب النکاح، باب القسم ، کراچی ۳/ ۲۰۱، ۲۰۲، زکریا ۴/ ۳۷۸)

عن أبی هریرة عن النبی ﷺ قال إذا کانت عندالرجل امراتان فلم یعدل بینهما جاء یوم القیامة وشقه ساقط . (ترمذی، ابواب النکاح ،باب ماجاء فی التسویة بین الضرائر ، النسخةالهندیة ۱/ ۲۱۷، دارالسلام رقم: ۱۱۴۱)

اور اب جب شوہر کو یہ معلوم ہوا کہ پہلی بیوی نے اپنے دیور کیساتھ منھ کالا کر رکھا ہے، اور یہ سلسلہ بھی کئی سالوں سے جاری کر رکھا ہے، تو ایسی بدکار عورت کو طلاق دینے کا شوہر کو حق ہے، لیکن اپنی بچی کو دیکھ کر طلاق نہ دے تو بہتر ہے۔

لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرة ولاعلیها تسریح الفاجر إلا إذا خافا أن لا یقیما حدود الله فلا بأس أن یتفرقا . (شامی، کتاب النکاح ، کراچی ۳/ ۵۰، زکریا ۴/ ۱۴۴، البحرالرائق، کوئٹہ ۳/ ۱۰۷، زکریا ۳/ ۱۸۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ ۷/ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۷۵۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/ ۷/ ۱۴۲۳ھ

تین طلاق کے بعد نابالغ اولاد کی پرورش کا حق

سوال: [۱۰۳۲۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے سالے سے ہوئی کہاسنی میں اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی، جب کہ زید کا اپنی بیوی سے کسی قسم کا کوئی جھگڑا یا ناراضگی نہیں تھی، نکاح کی رسید میں بیوی کا نام احمد النساء اور دوسرا نام شہنازی ہے، زید نے شہنازی نام لیکر طلاق دی تو اس صورت میں طلاق ہوگئی یا نہیں؟ یا

رجوع کی کوئی صورت بنتی ہے،عورت کے سات بچے تین لڑکیاں نابالغ اور۴؍لڑکے ہیں،ان بچوں کی پرورش کی ذمہ داری کس کے ذمہ ہے؟

المستفتي: محمد آصف، جامع مسجد، وارثی نگر گلی نمبر۲، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بیوی کا نام لئے بغیر بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے، جب طلاق میں بیوی مراد ہوتی ہے، اور سوالنامہ میں جب شہنازی کا نام لیکر شوہر نے تین بار طلاق دی ہے تو اس سے طلاق مغلظہ واقع ہوکر بیوی شوہر پر حرام ہوچکی ہے، اب بغیر حلالۂ شرعیہ کے دوبارہ آپس میں نکاح بھی درست نہ ہوگا، اگر دونوں دوبارہ ساتھ رہنا چاہیں تو حلالہ کا طریقہ اختیار کرسکتے ہیں، اور حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عورت کی عدت گذر جانے کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح ہو جائے، اور اس کے ساتھ ہمبستری بھی لازم ہے، پھر اس کے بعد وہ دوسرا شوہر طلاق دیدے، اس کے بعد پھر عدت گذر جائے اس کے بعد پہلا شوہر نکاح کرسکتا ہے، نابالغ بچوں کی پرورش کا حق ماں کو ہے، لیکن خرچہ باپ کے اوپر لازم ہے۔

وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (هدايه ، كتاب الطلاق ، فصل فيما تحل به المطلقة ، اشرفي ديوبند۲/۳۹۹، هنديه ، زكريا قديم ۱/۴۷۳، جديد ۱/۵۳۵، مجمع الأنهر ،دارالكتب العلمية بيروت ۲/۸۸، تاتار خانية، زكريا ۵/۱۴۷، رقم: ۷۵۰۳)

لوقال لزوجته أنت طالق طالق طالق طلقت ثلاثاً . (الاشباه والنظائر قديم ۱/۲۱۹)

وإذا وقعت الفرقة بين الزوجين فالأم أحق بالولد والنفقة على الأب. (هدايه ، كتاب الطلاق، باب حضانة الولد ، اشرفي ديوبند۲/۴۳۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍ جمادی الثانیہ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۰۱۰۳)

٦ باب حق الجوار

مسجد والوں کا پڑوسی کی چھت توڑ کر مسجد کی دیوار میں جنگلے کھولنا

سوال [۱۰۳۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے والد نے ۲۲؍سال قبل گھر سے لگا ہوا ایک مکان ایک غیر مسلم سے خریدا، اور ہم لوگ اس مکان میں رہنے لگے، اس مکان کے پورب اور دکھن جانب مسجد کی دیوار ہے، اور اسی دیوار سے لگا ہوا پکا رہائشی مکان ہے، جس میں ہماری رہائش ہے، کچھ دن پہلے مسجد کے لوگوں نے ہمارے والد صاحب سے مسجد کی پچھمی دیوار میں گیس پنکھے لگانے کی اجازت مانگی، ہمارے والد صاحب نے انکار کر دیا، انکار کے دوسرے دن بڑی تعداد میں مسجد کے لوگ ہمارے گھر میں گھس آئے اور ہماری چھت اور کھمبا توڑ دیا اور دو گیس پنکھے کی جگہ توڑ کر دو جنگلے اور پنکھے لگا دیئے، جس سے ہمارے گھر کی بے پردگی ہو رہی ہے اور اس سے ہمارا بہت نقصان ہوا ہے، اور اس میں اذیت بھی پہنچی ہے اور پورا پریوار خوف زدہ ہے، ایسی صورت میں مسجد کے لوگوں کا یہ کارنامہ کیسا ہے؟ اور اس مسجد میں نماز سے متعلق کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ میں لکھی ہوئی باتیں واقعہ میں اگر درست ہیں تو مسجد والوں کو سائل کے گھر میں بلا اجازت داخل ہو جانا اور ان کے گھر کی چھت توڑ دینا سراسر ظلم اور نادانی ہے، مسجد والوں پر لازم ہے کہ پڑوسی کی چھت کا جو حصہ توڑ دیا ہے اس کی پوری طرح مرمت کریں یا مرمت میں جو پیسہ خرچ ہو سکتا ہے اس کا معاوضہ ادا کریں، اور رہی دیوار کی بات تو سوالنامہ سے واضح ہوتا ہے کہ وہ دیوار مسجد کی ملکیت ہے، اور مسجد کو اپنی دیوار توڑنے کا حق ہے، لیکن اس دیوار سے پڑوسی کی طرف جنگلہ یا روشن دان نکالنا جس میں پڑوسی کو نقصان پہنچتا ہو جائز نہیں ہے، پڑوسی کو اپنی ذاتی دیوار اٹھا کر ان جنگلوں اور روشن دانوں کو بند کرنے کا حق ہے۔

عن عبد الله بن عمرؓ قال: قال رسول الله ﷺ: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده. (بخاری شریف، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه و یده، النسخة الهندية ١/٦/ رقم: ١٠)

قال العينى: فيه الحث على ترك أذى المسلمين بكل ما يؤذى. (عمدة القاری، باب المسلم من لسانه و يده زكريا ١/٢٠٦، دار احياء التراث العربى ١/١٣٢)

لايجوز لأحد أن يتصرف فى ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه وإن فعل كان ضامنا. (شرح المجلة رستم اتحاد ١/٦١، رقم المادة: ٩٦)

فإذا أحدث رجل فى داره شباكا أو بناءً جديداً و جعل له شباكا مطلا على المحل الذى هو مقر لنساء جاره ...... فإنه يؤمر برفع الضرر، ويجبر على رفعه بصورة تمنع وقوع النظر. (شرح المجلة رستم اتحاد ١/٦٦٠ رقم: ١٢٠٢)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۶۹۴)

درمیانی چھت گرنے کی صورت میں سفلی وعلوی دونوں مالک تعمیری خرچ میں شریک ہوں گے

سوال [۱۰۳۲۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) ایک مکان ہے جس کے بالائی حصے کے چار مالک ہیں، ان چاروں میں سے ایک حصہ دار بالائی مکان میں رہتا ہے۔

(۲) زیر مکان کے دو مالک ہیں، مکان کی چھت آدھے حصہ گرگئی ہے اس چھت کو نیچے والا نیچے سے استعمال کررہا ہے اور اوپر والا اوپر سے استعمال کررہا ہے۔

کیا لینٹر ڈالنے کے خرچہ میں دونوں برابر کے شریک ہیں؟ اس بارے میں شرع اور علماء دین کیا فرماتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جی ہاں لینٹر ڈالنے میں دونوں کو شریک ہونا لازم ہے چونکہ اوپر والے کو چھت کا فائدہ زیادہ پہنچتا ہے اس لیے اس کو کچھ زیادہ ہی خرچ کرنا چاہیے، لیکن اگر نیچے والے برابر خرچ کرنے پر راضی ہوجائیں تو دونوں برابر خرچ میں شریک ہوجائیں۔

إذا انهدم السفل بغير صنع لايجبر صاحبه على البناء ويقال لذى العلوان شئت فابن السفل من مالك لتصل لنفعك فإذا بناه بإذن القاضى أو أمر شريكه يرجع بما أنفق وإلا فبقيمة البناء وقت البناء وهذا هو الصحيح، المختار للفتوىٰ الخ. (شامی، قبیل کتاب المزارعة زکریا ۹/ ۳۹۶، کراچی ۶/ ۲۷۴)

وقوله إن كلالا يصل إلى إحياء حقه إلا بالإنفاق. (شامی، الشركة، مطلب: هم فيما إذا امتنع الشريك من العمارة زكريا ۶/ ۵۱۱، كراچی ۴/ ۳۳۲) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/۱/۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۶۱۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷رمحرم الحرام ۱۴۱۷ھ

پہلی اور دوسری منزل والوں کے حقوق

سوال [۱۰۳۲۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مکان کے تین حصے ہیں، لال حصے کا مالک بکر ہے اور نیلے حصے کی مالک فاطمہ ہے، درمیان کا ''م'' زدہ حصے کی شکل اس طرح ہے کہ اس کے اوپری حصے کی مالک فاطمہ ہے اور نیچے کے حصہ کا مالک بکر ہے، اوپر نیچے کے معاملہ کی الجھن دور کرنے کے لیے فاطمہ نے حسب ذیل تجویز رکھی ہے:

(۱) اس ''م'' زدہ حصے کو اوپر سے نیچے تک برابر برابر دو حصوں میں تقسیم کرایا جائے، اس طرح دونوں اپنے اپنے حصے کے مالک ہوجائیں گے

(۲) مکان جس حالت میں اب موجود ہے، اسے اسی حالت میں از سر نو بنالیا

جائے، فاطمہ کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی نجی مکان نہیں ہے۔

بکر نے اس سلسلے میں مندرجہ ذیل تجویز رکھی ہے:

(۱) ''م'' زدہ حصے میں اوپر سے نیچے تک ۳/۴ حصہ وہ خود لینا چاہتا ہے، اور ۱/۴ حصہ فاطمہ کو دینا چاہتا ہے۔

(۲) بکر اپنے نیچے حصے کو ۲۰ رفٹ کی اونچائی پر پاٹنے کو کہتا ہے، جس سے فاطمہ کو اتنی اونچائی تک زینہ بنانے میں بہت پریشانی پیش آئے گی۔

(۳) بکر فاطمہ سے کہتا ہے کہ جس شرح سے تم نے خریدا ہے میرے ہاتھ اسی شرح سے فروخت کردو، جبکہ بکر کثیر جائیداد کا مالک ہے اور مکان خرید وفروخت کرنے کا کاروبار بھی کرتا ہے۔

براہ کرم شرع دین متین کی روشنی میں اس مسئلہ کو حل کرکے ہماری رہنمائی فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ میں فاطمہ اور بکر کا مکان جس میں بالائی حصہ فاطمہ کا اور نیچے کا حصہ بکر کا ہے، مکان خستہ اور قابل تعمیر ہو جانے کے بعد فریقین نے اپنی اپنی جو تجویزیں پیش کی ہیں ان تجویزوں کے بارے میں شرعی طور پر نہ مکمل فاطمہ کی ساری بات مانی جائیں گی اور نہ ہی بکر کی سب باتیں تسلیم کی جائیں گی، بلکہ شریعت ایک معتدل اور درمیانی فیصلہ پیش کرتی ہے، چنانچہ اس سلسلے میں شریعت کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر دونوں فریق اپنا اپنا حصہ تعمیر کرنا چاہیں تو پہلے جتنی اونچائی پر دونوں منزلیں تھیں، اتنی اونچائی پر لے جاکر لینٹر ڈالنے کی اجازت ہوگی، لہٰذا نیچے والا اپنے حصے کا لینٹر اتنی اونچائی پر لے جا کر ڈال سکتا ہے، پس بجائے بارہ فٹ کے بیس فٹ پر لے جانے کی اجازت نہیں ہوگی، اسی طرح بالائی منزل پر رہنے والی فاطمہ کے لیے بھی اتنی اونچائی پر لے جا کر لینٹر ڈالنے کی اجازت ہوگی، جتنی اونچائی پر بالائی منزل کی چھت پہلے تھی، لہٰذا نیچے کی منزل کو بکر کے لیے فاطمہ کی اجازت کے بغیر بیس فٹ پر لے جانے کی اجازت نہیں اور فاطمہ کو بکر کی اجازت کے بغیر سابقہ اونچائی سے آگے بڑھانا جائز نہیں ہوگا، اور اگر دونوں فریق زمین سمیت تقسیم کرنا

چاہیں تو سوالنامہ میں پیش کردہ تقسیم کا اعتبار نہ ہوگا، نہ آدھا آدھا تقسیم ہوگا، اور نہ ہی ایک چوتھائی اور تین چوتھائی کا اعتبار ہوگا بلکہ عمارت اور جائیداد کی قیمت لگانے والے ماہرین کے چند افراد بالائی منزل اور نیچے کی منزل کی قیمت لگائیں گے تو نیچے کی منزل کی جو قیمت لگائی جائے گی، اس قیمت کی زمین یا اس قیمت کا حصہ بکر کو ملے گا اور بالائی منزل کی جو قیمت لگائی جائی گے اس قیمت کی زمین یا اس قیمت کا حصہ فاطمہ کو ملے گا یہی شریعت کا فیصلہ ہے:

سفل مجرد مشترک والعلو لأخر وعلو مجرد مشترک والسفل لآخر قوم کل واحد من ذٰلک علی حدة وقسم بالقیمة عند محمد و به یفتی. (الدر المختار مع الشامی، کتاب القسمة، مطلب: فی الرجوع عن القرعة زکریا ۹/۳۸۳، کراچی ٦/ ٢٦٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۷۹۳/۳۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۴/۲۲ھ

درمیانی چھت کی مرمت کا خرچہ کس پر لازم ہے؟

سوال [۱۰۳۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک مکان کے دو فریق مالک ہیں، فریق اول مکان کے نیچے کے حصہ کا مالک ہے، فریق دوئم اوپر کے حصہ کا مالک ہے، فریق سوئم ایک تیسرا شخص خالد اوپر کے حصہ میں کرایہ پر رہتا ہے، اور یہی خالد مکان کی مرمت وغیرہ کراتا رہتا ہے، فریق دوئم نے بھی اس کی مرمت وغیرہ نہیں کرائی ہے، اب اس مکان کی فریق اول کے اوپر کی چھت گر گئی ہے، فریق سوئم یعنی خالد کرایہ دار اسے ٹھیک کرانا چاہتا ہے تو سوال یہ ہے کہ اس کے ٹھیک کرانے کی ذمہ داری کس پر ہے، صرف کرایہ دار خالد پر یا فریق اول پر بھی ہے، اگر فریق اول پر بھی ہے تو دونوں پر کتنا کتنا حصہ ٹھیک کرانا پڑے گا، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: وکیل احمد شمسی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فریق اول یعنی نیچے کی منزل والے کی چھت گرگئی ہے جو اوپر کی منزل والے کے حق میں فرش ہے، جس کو اس نے فریق سوئم یعنی کرایہ دار کو کرایہ پر دے رکھا ہے، اگر سوالنامہ میں یہی چھت مراد ہے جس کی اس وقت مرمت کی ضرورت ہے تو ایسی صورت میں چونکہ اس چھت کا تعلق نیچے والے کے ساتھ چھت کا ہے اور اوپر والے کے ساتھ فرش کا ہے اس لیے اس چھت کی مرمت میں دونوں فریق کو برابری کے ساتھ شریک ہونا لازم ہے، اگر اوپر والے نے مرمت کرالی ہے تو آدھا پیسہ نیچے والے سے وصول کرنا جائز ہے۔

کعلو لرجل و سفل لآخر وسقط السفل فبناه الآخر لايكون متطوعا لأنه لايجبر صاحب السفل على بنائه فكان في بنائه إياه مضطرا ليصل إلى حقه وإذا بناه و بنى عليه علوه له منع صاحب السفل من الانتفاع به والسكنى حتى يؤدى قيمته واختلف فى أن القيمة هل تعتبر وقت البناء أو وقت الرجوع والصحيح وقت البناء. (فتح القدير، كتاب أدب القاضى، مسائل شتى من كتاب القضاء، زكريا ۷/ ۳۰۲، دار الفكر ۷/ ۳۲۲، كوئٹه ٦/ ۳۰، حاشيه چلپى امداديه ملتان ٤/ ١٩٥، زكريا ٥/ ١٢١، البحر الرائق كوئٹه ۷/ ۳۰، زكريا ۷/ ٥١، شامى زكريا ٦/ ٥١٤، كراچى ٤/ ٣٣٤، جامع الفصولين ٢/ ٢٠٥-٢٠٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۲۲۴)

فریقین کی زمین کی پیمائش میں غلطی اور اس سے متعلق چند سوالات

سوال [۱۰۳۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: محمد اشرف اور سیف الرحمٰن کے درمیان زمین کے بارے میں تنازعہ چلتا رہا،

دونوں ایک دوسرے کوالزام دیتے رہے کہ ہماری زمین کاشت کررہے ہو، ہماری زمین ہم کو واپس کرو، محمد اشرف نے تنازعہ کوحل کرنے کے لیےاوراپنا حق وصول کرنے کے لیے پٹواری سے پیمائش کرائی تو محمد اشرف کا تھوڑا کھیت محمد خالد کے کھیت میں نکلا جومحمد اشرف کے پڑوسی ہیں، ساتھ ہی دوسری طرف کے پڑوسی وسیع الرحمٰن اورمحمد اشرف کے درمیان پانچ سال قبل چکبندی کے وقت ایک حد متعین ہوئی تھی، اس کے حد کی تعیین کے وقت وسیع الرحمٰن موجود نہیں تھے، دوسرے فریق محمد اشرف موجود تھے، معلوم کرنے پرمحمد اشرف نے جوحدوسیع الرحمٰن کو بتلائی تھی، وسیع الرحمٰن نے مان لی تھی، اب دوسری پیمائش کے بعد چکبندی والی حد ختم ہوگئی اور وسیع الرحمٰن کا تھوڑا کھیت محمد اشرف کے کھیت میں نکلا، وسیع الرحمٰن کا کہنا ہے کہ دوبارہ پیمائش کے بعد جتنا کھیت میرا نکلا ہے یہ تم چکبندی کے وقت سے جوت رہے تھے (جس کا زمانہ اب تک پانچ سال ہوتا ہے) لہٰذا میں بھی تمہارا اتنا کھیت پانچ سال تک کاشت کروں گا، تاکہ میرا حق وصول ہوجائے۔

غورطلب بات یہ ہے کہ (۱) وسیع الرحمٰن کا یہ مطالبہ بجا ہے یا نہیں؟ جبکہ پہلی حد بھی پٹواری کی پیمائش پر متعین ہوئی تھی، اور دوسری حد بھی پٹواری کی پیمائش پر متعین ہوئی ہے۔

(۲) وسیع الرحمٰن کا حق پہلی پیمائش سے متعلق ہوگا یا دوسری پیمائش سے؟

(۳) زمینوں پر حق کس وقت سے ہوتا ہے۔

المستفتی: محمد اخلاق جامعہ قاسمیہ جامع الہدیٰ کھاری بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: پیمائش میں غلطی ہوجانے کی وجہ سے ایک کے حصہ پر دوسرے کی ملکیت ثابت نہیں ہوگی، بلکہ وہ اسی کا حصہ شمار ہوگا اور جب دوبارہ پیمائش کرائی گئی اوراس میں وسیع الرحمٰن کا کچھ حصہ محمد اشرف کے کھیت میں نکلا اگر یہ پیمائش درست ہے تو یقیناً وہ حصہ وسیع الرحمٰن کی ملک ہوگا، اور پہلی پیمائش کو غلط قرار دیا جائے گا، اور چونکہ سابقہ پیمائش کی بناء پرمحمد اشرف نے اس زمین پر کاشت کی ہے اور نفع اٹھایا ہے اس لیے حق واضح ہوجانے کے بعد وسیع الرحمٰن کا یہ مطالبہ بجا اور حق بجانب ہوگا کہ انہیں بھی اس زمین کے بقدر پانچ سال تک کاشتکاری کا موقع دیا جائے۔

إذا حضر الغائب فله أن ينتفع بكل الأرض مثل تلك المدة. (هنديه، الباب العاشر في زراعة الأرض المغصوبة، زكريا قديم ٥/١٤٤، جديد ٥/١٦٩، قديم ٥/٢٥٥، جديد ٥/٢٩٤، مجمع الضمانات ١/٢٨٥، شامي كراچي ٤/٣٠٤، زكريا ٦/٤٧٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۵۲۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۸/۵ھ

قانونی چارہ جوئی کے ذریعہ دروازہ کھلا رکھنے کا حق حاصل کرنا

سوال [۱۰۳۳۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک مکان ہے جس کو میں نے اس حال میں خریدا ہے کہ اس کے دو دروازے ہیں، ایک دروازہ عام گذرگاہ کی طرف ہے جبکہ دوسرا دروازہ آس پاس کی پڑی ہوئی زمین کی طرف ہے، یہ دروازہ قانونی اعتبار سے نہیں ہونا چاہیے تھا، مگر مجھ سے قبل مالک مکان نے اس کو بنوایا اور آس پاس کے لوگوں کو روپیہ وغیرہ دے کر دروازہ کھلا رکھا۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ دروازہ میرے لیے کھلا رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ سرکاری قانون یہ بھی ہے کہ جو دروازہ ۱۲؍سال تک کسی طرف سے کھلا رہے اس کو بند نہیں کرایا جاسکتا اور اس دروازہ کو کھلے ہوئے تقریباً چودہ یا پندرہ سال ہو گئے ہیں، اب میں اس دروازہ کو مقدمہ لڑ کر حاصل کرلوں، تو جائز ہوگا یا نہیں؟ مہربانی فرما کر جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: اسرار احمد جگر کالونی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب آپ نے مکان خریدا تو دروازہ کھلا ہوا تھا، نیز دروازہ اس طرف کھلے ہوئے بارہ سال سے زائد ہو گئے جس سے سرکاری قانون کے مطابق اس کو بند کرانے کا حق نہیں رہا، لہٰذا اب اگر آپ کے اوپر رکاوٹ ڈالی جائے تو آپ کو

قانونی چارہ جوئی کر کے دروازہ کھلا رکھنے کا حق ہے۔

رجل ترک الدعویٰ ثلاثا و ثلاثين سنة بلا مانع لا تسمع ثم قال وقد أفتيت بعدم سماع الدعویٰ بعد خمسة عشر سنة لنهي السلطان. (حاشية قواعد الفقه اشرفی ص:۷۷، تحت رقم الأصول: ۱۱۶، تكملة شامی زكريا ۱۱/۶۵۳، كراچی ۷/۴۸۵) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۶۸۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۵/۲۶ھ

پڑوسی سے تکلیف کی بناء پر مقدمہ دائر کرنا

سوال [۱۰۳۳۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: صورت مسئلہ یہ ہے کہ زید کی عمر ۷۰ر سال ہے اور اعصابی کمزوریوں کا مریض ہے، اس کے مکان سے پندرہ میٹر دوری پر بکر نے ایک بڑا کارخانہ لگا رکھا ہے، جس میں دھان سے چاول نکالا جاتا ہے، آٹا پیسا جاتا ہے اور سرسوں وغیرہ کو پیرائی کر کے تیل نکالا جاتا ہے، یہ کارخانہ آبادی کے اندر ہے، تعزیرات ہند کے قانون کے بموجب آبادی کے اندر ایسا کام کرنے کی اجازت نہیں ہے، جس سے ماحولیاتی خرابی پیدا ہوتی ہو اور پڑوسیوں کو تکلیف پہنچتی ہو، لیکن بکر نے ناجائز ذرائع کا استعمال کر کے کارخانہ چلانے کا لائسنس حاصل کرلیا ہے، تقریباً سات سال تک بغیر لائسنس کے کارخانہ چلتا رہا، جب زید نے کہا کہ اگر قرآن و حدیث کی روشنی میں حقوق پڑوسی پر عمل نہیں کرو گے تب حکومت کے قانون کے خلاف کام کرنے کا مقدمہ کردیا جائے گا، چار سال قبل بکر نے لائسنس مذکور حاصل کرلیا ہے اور اب وہ اس غرور میں مبتلا ہے کہ اب ہمارے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوسکتی ہے، بکر کی عمر سڑسٹھ سال ہے، فریضۂ حج ادا کر چکا ہے، اور اس کا بیٹا دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے فاضل کی سند حاصل کر چکا ہے، اور اب سعودی عربیہ میں ملازمت کرتا ہے، اسی کے مشورہ اور پیسوں کی مدد

سے یہ ناجائز کام ہوتا ہے، دن یا رات میں جس وقت یہ کارخانہ چلایا جاتا ہے اس وقت زید کو نیند، تلاوت، مطالعہ اور تحریری مشاغل میں بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے، مخالف ہوا چلنے پر زید کے کمرے میں گرد وغبار اڑ کر آتا ہے، دیگر پڑوسی بھی پریشان ہیں، ایک وکیل صاحب نے زید کو یہ مشورہ دیا ہے کہ مینٹل ٹینشن، اور صحت کو نقصان پہنچنے کی بنیاد پر بکر کے خلاف ہائی کورٹ میں لاکھوں روپیہ حرجانہ وصول کرنے کی رٹ پٹیشن دائر کر دی جائے، تب انصاف مل جائے گا، اور لائسنس بھی مسترد ہو جائے گا۔

تو کیا شریعت نے بحالت مجبوری ایسا مقدمہ دائر کرنے کی اجازت دی ہے، اور حرجانہ کے نام سے جو پیسہ زید کو بکر سے حاصل ہوگا وہ جائز ہوگا؟ جواب بالتفصیل عنایت فرمائیں۔

المستفتی: عبدالحمید ساکن بارہ بنکی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سائل کو اس بات کا حق ہے کہ پڑوسی کی طرف سے جو تکلیف اور پریشانیاں پہنچ رہی ہیں ان کے خلاف انصاف کا مقدمہ دائر کرے، حدیث شریف میں وارد ہوا ہے "**لا ضرر و لا ضرار**" لیکن جھوٹا مقدمہ کرنا جائز نہیں ہے، اور جھوٹا مقدمہ دائر کرنا گناہ کبیرہ ہے، اور اس کے ذریعہ سے اگر پیسہ آجاتا ہے تو وہ پیسہ بھی ناجائز ہے۔

عن ابن عباسؓ قال: قال رسول الله ﷺ: لا ضرر ولا ضرار. (ابن ماجه، باب من بنى فى حقه ما يضره بجاره، النسخة الهندية ٢/١٦٩، دار السلام رقم: ٢٣٤١، مسند أحمد بن حنبل ١/٣١٣، رقم: ٢٨٦/٧)

لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامى كتاب الحدود، فصل فى التعزير بأخذ المال، كراچى ٤/٦١، زكريا ٦/١٠٦، البحر الرائق كوئٹه ٥/٤١، زكريا ٥/٦٨، هنديه زكريا قديم ٢/١٦٧، جديد ٢/١٨١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ر شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۷۷۸)

اپنی زمین میں آنے والی غیر کے درخت کی شاخ کاٹنے کا حق ہے

سوال [۱۰۳۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: چک بندی کے وقت زید نے عمرو کے برابر چک لیا، لیکن زید نے اپنے چک میں مینڈھ سے متصل آم کے پودے لگا دیئے، جن کے درخت بن جانے کے بعد عمرو کی دو بیگھے زمین نا قابل کاشت ہوگئی، ۱۹۷۹ء میں عمر کے انتقال کے بعد ان کا بیٹا بکر وارث ہوا، اس نقصان کے ماسوا گذشتہ دو سال سے جہاں تک درختوں کی شاخیں جاتی تھیں، مینڈھ لگا دی بکر نے مجبوراً حکومت سے رجوع کیا، چنانچہ حکومت کے عملے کے ذریعہ مینڈھ تو اپنے مقام پر لگ گئی، لیکن گذشتہ ۲۶؍سال سے متاثرہ زمین میں برابر مالی نقصان ہو رہا ہے، اور موجودہ باغات کی آمدنی کے اعتبار سے ۱۰؍ ہزار ہر سال کا نقصان بدیہی ہے، اس نقصان کے ازالے کے لیے بکر کو کیا کرنا چاہیے؟ شرعی طور پر رہبری درکار ہے؟

المستفتی: بندہ نادر علی خان غفرلہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کے پیڑوں کی وجہ سے اگر عمرو کی زمین کا نقصان ہے تو عمرو کے لیے اس بات کا مطالبہ کرنا جائز ہے کہ زید کے درختوں کی شاخیں عمرو کی زمین کی طرف تجاوز نہ کریں، جو شاخیں عمرو کی زمین کی طرف تجاوز کریں، ان کو کٹوا دیا جائے، اور محض اندرونی جڑوں کی وجہ سے پورے درختوں کو کٹوانے کا مجاز نہیں ہے، بلکہ صرف عمرو کی طرف کی شاخوں کو کٹوانے کا مجاز ہے، اس لیے کہ شاخوں کی وجہ سے جو نقصان ہے وہ واضح نقصان ہے اور جڑوں کی وجہ سے جو نقصان ہے وہ واضح نہیں ہے، اور جو واضح نہیں ہے اس سے زید پر داروگیر نہیں کی جاسکتی۔

ولا یمنع الشخص من تصرفه فی ملکه إلا إذا کان الضرر بجاره ضرراً بینا فیمنع من ذٰلک وعلیه الفتویٰ. (در مختار مع الشامی، مطلب: اقتسموا دارا و أراد کل منهم فتح باب لهم، زکریا ۸/ ۱۵۲، کراچی ۵/ ۴۴۷، تنقیح الفتاویٰ

الحامدية، دار الكتب العلمية بيروت ۱/ ۳۱۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍شعبان المعظم ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۸۹۲۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۸/۲ھ

دوسرے کی زمین میں غلطی سے لگائے گئے درخت کا مالک کون؟

سوال [۱۰۳۳۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کی ایسی زمین خالد کے پاس تھی جس کا زید کو علم نہیں تھا، خالد نے اس میں درخت لگائے، اب ناپنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ زمین زید کی ہے، اب شریعت کی رو سے وہ درخت کس کے ہوں گے؟

المستفتی: محمد ابوبکر ارریاوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں واقعتاً اگر زمین زید کی ہو اور خالد نے اس پر درخت لگائے ہوں تو شرعی حکم یہ ہے کہ زمین زمین کے مالک کی اور درخت درخت کے مالک کے ہوں گے، لہٰذا درختوں کے مالک خالد پر لازم ہے کہ وہ زید کی زمین خالی کردے یا یہ کہ خالد اپنے درختوں کی قیمت زید سے لے لے، جس سے زمین اور درخت دونوں کا مالک زید ہوجائے گا، یا یہ کہ درختوں کے تیار ہونے تک ایک سال دو سال جتنی مدت کی ضرورت ہو اتنی مدت کے لیے خالد اس زمین کو کرایہ پر لے لے اور مدت کے اندر اندر درخت کاٹ کرکے زمین خالی کردے اور زمین کا کرایہ ادا کردے۔ (مستفاد: محمودیہ جدید ڈابھیل ۱۷/ ۱۴۴)

ومن بنى أو غرس في أرض غيره بغير إذنه أمر بالقلع والرد، وللمالك أن يضمن له قيمته بناء أو شجر أمر بقلعه إن نقصت الأرض به. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الغصب، زكريا ۹/ ۲۸۳-۲۸۴، كراچی ۶/ ۱۹۴-۱۹۵، مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۸۷، مصری قديم ۲/ ۴۶۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۹۲۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۴۳۱/۳/۷ھ

زمین کا کچھ حصہ سڑک میں آنے کی وجہ سے دوسرے خریدار سے مطالبہ کرنا

سوال [۱۰۳۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تقریباً بتیس سال قبل سلیمان مرحوم نے اپنی جائیداد مکان سمیت اپنے پرانے کھاتہ کے مطابق ۲۱/سال ڈسمل میں سے ساڑھے گیارہ ڈسمل پرتی (خالی) زمین قاری صاحب کے ہاتھ فروخت کردی، اس کے دو سال بعد مؤرخہ ۲۸/۱/۱۹۸۳ء کو مانی پرتی زمین سوا چھ ڈسمل مدرسہ امدادیہ عربیہ کے ہاتھ فروخت کردی جس کی چوحدی یہ ہے، اتر: ہائی اسکول، دکھن: قاری صاحب، پورب: پہاڑ، پچھّم: منج (مکان) پھر نو ماہ بعد سوا تین ڈسمل مکان مدرسہ مذکور کے ہاتھ فروخت کردیا، جس کی چوحدی یہ ہے، اتر: ہائی اسکول، دکھن: قاری صاحب، پورب: مدرسہ امدادیہ عربیہ کی پرتی زمین مسلمان سے خریدی ہوئی، پچھّم سڑک ...... قاری صاحب کی پرتی زمین میں نشان (آڑ) لگا ہوا تھا، سلیمان مرحوم قاری صاحب کی زمین کی پیداوار قاری صاحب کے ایما پر مدرسہ میں جمع کرتے رہے، مدرسہ نے جب سلیمان مرحوم کی پرتی زمین مکان سے پورب خریدی تو اس کی پیداوار بھی سلیمان مرحوم نے مدرسہ میں جمع کی، اور مدرسہ کی زمین کے نشان (آڑ) کو ختم کردیا اور پیداوار مدرسہ میں جمع کرتا رہا، کبھی قاری صاحب نے بھی پیداوار لی، آج سے دس سال قبل قاری صاحب نے امین کے ذریعہ اپنی زمین کی پیمائش کی امین نے مدرسہ کے خریدے ہوئے مکان کے نصف حصے تک پیمائش کر کے بتایا کہ قاری صاحب کی زمین یہاں تک ہے، مدرسہ کے لوگوں نے سمجھایا کہ آپ کی زمین خریدنے کے بعد چار سال تک سلیمان مرحوم نے اپنے مکان میں بود وباش کی، اور آپ کی نشان شدہ زمین کی پیداوار آپ کے ایما پر مدرسے کو ملتی رہی، سلیمان مرحوم کی کل زمین پچھّم سے جو نئے کھاتے میں سڑک میں چلی گئی ہے، اس کو پیمائش کرنے سے دونوں فریق کی زمین تقریباً پوری ہوتی ہے، قاری صاحب اس کے بعد خاموش ہو گئے۔

اب قاری صاحب اور مدرسہ اپنی اپنی زمین علیحدہ کرنا چاہتے ہیں، دونوں فریق اپنی

اپنی زمین کا داخل خارج بھی کرا چکے ہیں، نقشے کے مطابق پیمائش کرنے پر کل زمین پندرہ ڈسمل ہوتی ہے، زمین مذکور سڑک میں لے لی گئی ہے، زمین مذکور کے پچھّم جانب پختہ سڑک ہے، سڑک کی پرتی زمین ملانے سے تقریباً اکیس ڈسمل زمین پوری ہوتی ہے، قاری صاحب کا کہنا ہے کہ میں نے پہلے رجسٹری کرائی ہے، اس لیے ساڑھے گیارہ ڈسمل میری زمین نکال دیں اس کے بعد آپ کی زمین ہوگی، مدرسہ والوں کا کہنا ہے کہ آپ نے سلیمان مرحوم سے زمین خریدی اس کی حیات میں نشان تک آپ کی زمین میں تھی، اس کی حیات میں آپ نے یونہی چھوڑ دی، کبھی زمین کے متعلق دھیان نہیں دیا، اس نے مدرسہ کو باقی پرتی زمین اور مکان کی رجسٹری کی تھی، اب نئے نقشہ کے مطابق کل پندرہ ڈسمل زمین ہے، اسی میں حساب کیا جائے کیونکہ دونوں فریق کی زمین سڑک میں گئی ہے، پیمائش سے یہ معلوم ہوتا ہے۔

براہ کرم دونوں فریق کے لیے مسئلے کی وضاحت فرما کر عنداللہ ممنون ومشکور ہوں۔

المستفتی: محمد عباس

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ میں ذکرکردہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان مرحوم نے اپنی کل جائیداد ۲۱/ڈسمل میں سے ساڑھے گیارہ ڈسمل زمین قاری صاحب کے ہاتھ فروخت کی ہے، جبکہ ساڑھے ۹/ڈسمل زمین مدرسہ کو فروخت کی ہے، اور قاری صاحب کی خریدی ہوئی زمین میں حد بندی کے طور پر ایک نشان (آڑ) لگا ہوا تھا، جو کہ دونوں زمینوں کے مابین حد فاصل تھا، نیز سوال میں ذکرکردہ صراحت کے مطابق دونوں نے اپنی خریدی ہوئی زمین کی رجسٹری بھی کرالی تھی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک اپنی اپنی خریدی ہوئی زمین کا مستقل طور پر مالک ہو چکا ہے، اور اب جبکہ دونوں کی زمین میں سے کچھ حصہ سڑک میں چلا گیا ہے، تو ہر ایک کی زمین میں سے جتنا حصہ سڑک میں چلا گیا ہے اس کو اسی کی ملکیت سے خارج مانا جائیگا، بریں بنا قاری صاحب کو مدرسہ والوں سے کسی بھی طرح کے مطالبہ کا حق نہ ہوگا۔

﴿قال اللہ تعالیٰ: وَلَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ. [البقرة: ۱۸۸]﴾

لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامی كتاب الحدود، باب في التعزير بأخذ المال، کراچی ٤/٦١، زكريا ٦/١٠٦، البحر الرائق كوئٹه ٥/٤١، زكريا ٥/٦٨، هنديه زكريا قديم ٢/١٦٧، جديد ٢/١٨١، قواعد الفقه اشرفی ص: ١١، رقم المادة: ٢٦٩)

لايجوز لأحد أن يتصرف في ملک غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه وإن فعل كان ضامنا. (شرح المجلة رستم اتحاد ١/٦١، رقم المادة: ٩٦)

قال الإمام القرطبي: من أخذ مال غيره لا على وجه إذن الشرع فقد أكله بالباطل. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، دار الكتب العلمية بيروت ٢/٢٢٥، تحت رقم الآية: ١٨٨ من سورة البقرة)

عن أبي هريرة -رضي الله عنه- قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لايأخذ أحد شبرا من الأرض بغير حقه إلا طوقه الله إلى سبع أرضين يوم القيامة. (مسلم، باب تحريم الظلم و غصب الأرض وغيرها النسخة الهندية ٢/٣٢، بيت الأفكار رقم: ١٦١١)

عن سالم عن أبيه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: من أخذ شيئا من الأرض بغير حقه خسف به يوم القيامة إلى سبع أرضين. (صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ما جاء في سبع أرضين النسخة الهندية ١/٤٥٣، رقم: ٣٠٩٢، ف: ٣١٩٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٩/ ربیع الثانی ١٤٣٢ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٩/ ١٠٣٩١)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
٣٠/٤/١٤٣٢ھ

۷ باب بیع الحقوق

حق تصنیف اور حق طبع کی حیثیت

سوال [۱۰۳۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بعض کتب خانے والے ان کتابوں کو جن کے جملہ حقوق بحق ناشر یا مصنف محفوظ ہیں، انہی کے پتہ پر چھاپ کر فروخت کرتے ہیں، اسی طرح دیگر تجار اپنے مال کو کمپنی کا لیبل لگا کر فروخت کرتے ہیں، مثلاً اپنا صابن بنا کر گھڑی صابن کا لیبل لگا کر بازار میں فروخت کرتے ہیں، اسی طرح دیگر اشیاء مثلاً وکس، آئی ڈیکس اور جملہ دوائیاں بنا کر کمپنی کا لیبل چسپاں کر کے فروخت کرتے ہیں تو کیا یہ خرید وفروخت جائز ہے یا حرام یا مکروہ، جس قسم میں یہ خرید وفروخت داخل ہو اس کی تعیین فرما کر جواب سے نوازیں؟

المستفتی: محمد حلیم صدیقی پونہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حق تصنیف اور حق طبع محفوظ رکھنے کے بارے میں خود علماء کا اختلاف ہے، بعض علماء نے جائز کہا ہے اور بعض نے کہا کہ درست نہیں ہے، اس لیے کہ تجارت میں اصل چیز مالیت ہے، اور کتابوں کی تیاری میں جس قدر لاگت صاحب حق کو لگانی پڑتی ہے اسی قدر شائع کرنے والے کو بھی لگانی پڑتی ہے، اس لیے مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے جواہر الفقہ میں حق طبع محفوظ ہونے کے باوجود دوسرے لوگوں کے لیے طبع کرانے کی گنجائش لکھی ہے۔ (مستفاد: جواہر الفقہ قدیم ۲/ ۳۲۹، جدید زکریا دیوبند ۴/ ۴۴۷)

اور ان کے صاحبزادہ حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے حق طبع کو مال قرار دے کر دوسروں کے لیے طبع کرانے کو جائز لکھا ہے۔ (مستفاد: فقہی مقالات ۱/ ۲۲۲)

لیکن اگر بلا اجازت کسی نے طبع کرایا ہے تو وہ گنہگار ہوگا، مگر اس کا پیسہ ناجائز نہیں

ہوگا، بلکہ پیسہ حلال ہوگا، اسی طرح دوسری کمپنی کا لیبل لگا کر سامان فروخت کرنا ایک دھوکہ بازی ہے، اس پر دھوکہ دہی کا گناہ ہوگا، مگر تجارت اور مال کا پیسہ حلال ہوگا۔ (مستفاد: فقہی مقالات ۱/۲۲۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۲۲۳)

معاملہ مکمل ہونے کے بعد دوبارہ رقم کا مطالبہ کرنا

سوال [۱۰۳۳۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بدرالحسن اور قمر النساء نے ریاض الحسن کے نام بخوشی اپنے حصوں کا رجسٹری شدہ بیعنامہ کر دیا ہے، بدرالحسن نے اب سے پانچ سال پہلے ریاض الحسن کے ہاتھ اپنا حصہ بیچا تھا، یہ رجسٹری آٹھ اگست ۱۹۹۲ء کو ہوئی تھی، اور قمر النساء نے ۳۰؍دسمبر ۱۹۹۶ء کو ریاض الحسن کے ہاتھ اپنا حصہ بیچا تھا اور بدرالحسن وقمر النساء نے بیعنامہ کے وقت اپنا پیسہ وصول کر لیا تھا، کوئی لین دین نہیں رہا، معاملہ بالکل صاف ہو چکا تھا، اب پھر سے دوبارہ مزید پیسہ اتنے سالوں کے بعد مانگ رہے ہیں، کیا ان کا مطالبہ جائز ہوسکتا ہے؟

المستفتی: ریاض الحسن کالا پیادہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب طے شدہ قیمت مکمل ادا ہوچکی ہے تو پھر سے اتنی مدت کے بعد دوبارہ مزید روپیہ کا مطالبہ کس بات کا ہے؟ شرعی طور پر بدرالحسن اور قمر النساء کا اپنا حق وصول کرنے کے بعد پھر سے مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے، ان کو اب کوئی حق نہیں ہے۔

عن أبی حمید الساعدی أن رسول اللہ ﷺ قال: لایحل لامرئ أن یأخذ مال أخیہ بغیر حقہ وذٰلک لما حرم اللہ مال المسلم علی المسلم.

(مسند أحمد بن حنبل ۵/۴۲۵، رقم: ۲۴۰۰۳)

لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بلا سبب شرعي. (قواعد الفقه اشرفي ص: ۱۱۰، شامي كتاب الحدود، مطلب: في التعزير بأخذ المال، كراچی ٤/ ٦١، زكريا ٦/ ١٠٦، البحر الرائق كوئٹه ٥/ ٤١، زكريا ٥/ ٦٨، هنديه زكريا قديم ٢/ ١٦٧، جديد ٢/ ١٨١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/ ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۵۰۴۹)

رجسٹری بیع نامہ خریدار کے نام پر ہوگا نہ کہ سوسائٹی کے نام پر

سوال [۱۰۳۳۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: علی بھائی نے اپنی زمین آدم بھائی کو فروخت کردی تھی، لیکن کاغذات میں داخل خارج نہیں ہوا تھا، پھر آدم بھائی نے اسی زمین کو سوسائٹی والوں کو اسکول وغیرہ بنانے کے لیے فروخت کردیا تھا، سوسائٹی کا راستہ نکالنے سے متعلق آدم بھائی سے اختلاف ہوگیا، مصالحت اس بات پر ہوئی کہ آدم بھائی نے اپنی دوسری زمین اس کے عوض سوسائٹی کو دیدی، اور سوسائٹی نے عوض میں دوسری زمین لے کر تعمیری کام کرلیا، لیکن علی بھائی نے جو زمین آدم بھائی کو فروخت کی تھی اب علی بھائی اس زمین کو آدم بھائی کے نام داخل خارج کرانے سے انکار کررہے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں اس زمین کے کاغذات سوسائٹی کے نام کراؤں گا، اس زمین کو سوسائٹی نے خریدا تھا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ علی بھائی کا سوسائٹی سے کوئی تعلق نہیں ہے، سوسائٹی والوں نے علی بھائی سے کوئی معاملہ ہی نہیں کیا، سوسائٹی کا تعلق تو آدم بھائی سے ہے اور سوسائٹی والوں نے اس زمین کے عوض دوسری زمین بھی لے لی ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ علی بھائی کا سوسائٹی کے نام اس زمین کو کرانا اور سوسائٹی والوں کا اپنے نام میں لینا از روئے شرع کیسا ہے؟

المستفتی: عبداللہ بھائی بڑودہ گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: علی بھائی نے جب زمین آدم بھائی کے ہاتھ فروخت کردی ہے تو علی بھائی پر لازم ہے کہ زمین کے کاغذات آدم بھائی کے نام سے ہی داخل خارج کرادے نہ سوسائٹی کو اپنے نام سے کرانے پر اقدام کرنا جائز ہے اور نہ ہی علی بھائی کو سوسائٹی کے نام کرانے کا اختیار ہے، علی بھائی کا تعلق صرف آدم بھائی کے ساتھ ہی رہے گا۔

المسلمون عند شروطهم. (قواعد الفقه اشرفی ص: ۱۲۱، رقم: ۳۱۹، صحيح البخاری، باب أجر السمسرة، النسخة الهندية ۱/۳۰۳)

وإذا دفع المشتری الثمن فإن البائع يجبر على تسليم المبيع. (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة دار الفكر ۲/۱۸۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ / جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۹۱۶)

ڈپوزٹ کا شرعی حکم

سوال [۱۰۳۳۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اس وقت بمبئی میں مکان کے کرایہ پر لینے کا ایک طریقہ یہ رائج ہے کہ کرایہ دار نے کوئی مکان پانچ سو روپیہ پر لیا، لیکن جو مالک مکان ہے وہ ڈپوزٹ کے نام سے خطیر رقم لیتا ہے، مالک مکان ان روپیوں سے استفادہ بھی کرتا ہے، اور ہر ماہ کا کرایہ بھی وصول کرتا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا جو ڈپوزٹ والی رقم ہے، ڈپوزٹ والی رقم جب کرایہ دار مکان خالی کرتا ہے تو مالک مکان پوری رقم کرایہ دار کو واپس کردیتا ہے، تو اس سے مالک مکان کا استفادہ کرنا جائز ہے، اس پر رہن کی تعریف صادق آتی ہے یا نہیں؟ اور اس طریقہ سے کرایہ پر مکان لینا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: ابواسامہ قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ میں درج شدہ مسئلہ کے مطابق جب مالک مکان کرایہ دار سے خطیر رقم حاصل کرتا ہے اور کرایہ داری ختم کرتے وقت وہ واپس کردیتا ہے تو یہ رقم بطور ضمانت ہے اور ضمانت سے استفادہ جائز ہے۔ (مستفاد: فقہی مقالات ۱/ ۲۱۷، ایضاح النوادر ۱/ ۱۱۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۸۱۱)

کرایہ دار کا حق قرار لینا

سوال [۱۰۳۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک صاحب نے دوسرے صاحب سے ایک دوکان بطور کرایہ پر لی، کرائے پر رہتے ہوئے ایک لمبا عرصہ ہوگیا تقریباً ۳۲/۳۰؍ سال، اب مالک دوکان کو اس دوکان کی ضرورت پڑ گئی اور کرایہ دار کو اس نے خالی کرنے کو کہا، کرایہ دار بغیر روپیہ لیے ہوئے خالی نہیں کرنا چاہتا ہے، جیسا کہ آج کل مارکیٹ کا عرف بن چکا ہے، چنانچہ مالک مکان نے ایک تیسرے شخص کو وہ دوکان بیچ دی، اس خریدار نے کرایہ دار سے دوکان خالی کرنے کے لیے پانچ لاکھ روپیہ دیئے۔

کرایہ دار اس دوکان میں کپڑے کا کاروبار کرتا تھا، مگر کچھ عرصہ سے اس کا کاروبار خسارہ میں چل رہا تھا، اور یہ خسارہ بڑھتے بڑھتے دس سے بارہ لاکھ تک ہوگیا، جو بیوپاریوں کا دوکان دار کی جانب باقی ہے، اور ادائیگی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

کرایہ دار دوکان خریدار سے وہ پانچ لاکھ روپیہ لے کر ایک شیئرز کمپنی میں ۵؍ لاکھ روپئے کا شیئرز لے اور اس سے جو منافع حاصل ہو اس سے قرض داروں کا قرض ادا کرے، اور پھر چند سال کے بعد اس ۵؍ لاکھ روپیہ کے منافع سے قرض کی ادائیگی کے بعد اصل رقم کو

فقراء میں تقسیم کردے، کرایہ دار کے حالات کثرت عیال ودیگر مصائب کی وجہ سے ایسے سنگین ہیں کہ اگر وہ پانچ لاکھ روپیہ کو کمپنی میں بطور شیئرز لگا کر اس سے حاصل شدہ منافع سے اس قرض کی ادائیگی نہ کرے تو قرض کی ادائیگی کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی، اس حالات کے پس منظر میں چند سوال مطلوب ہیں:

(۱) کرایہ دار کا مالک مکان یا خریدار سے خالی کرنے کا معاوضہ لینا شرعاً کیسا ہے؟

(۲) اگر یہ معاوضہ حرام ہے تو اس رقم کو کمپنی میں بطور شیئرز لگا کر اس سے حاصل شدہ منافع سے قرض داروں کے قرض کی ادائیگی کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(۳) قرض خواہ اگر غیر مسلم ہو تو کیا ادائیگی کی کچھ گنجائش نکل سکتی ہے؟

جبکہ کرایہ دار اس معاوضہ (۵/لاکھ) کو حرام سمجھتا ہے، لیکن کرایہ دار موجودہ قرض کی ادائیگی کی کوئی صورت نہ نکلنے کی وجہ سے یہ شکل نکال کر قرض کو ادا کرنا چاہتا ہے پھر قرض کی ادائیگی کے بعد وہ اصل رقم ۵/لاکھ روپیہ چند سالوں کے بعد خریدار کو لوٹا دیئے جائیں گے؟

(۴) یہ ۵/لاکھ روپیہ خریدار کو ہی لوٹانے ضروری ہوں گے، یا مسلم فقراء میں تقسیم کر دینا کافی ہوگا؟

(۵) ان ۵/لاکھ روپیوں کی آمد سے قرض کی ادائیگی کی صورت میں بدل قرض کا کچھ حصہ جو کہ دوکان میں کپڑے کی صورت میں موجود ہے، ان کپڑوں کو فروخت کر کے اپنے گذر بسر میں استعمال کرنا شرعاً کیسا ہے؟

(۶) اس لی ہوئی ۵/لاکھ رقم میں سے کچھ رقم مثلاً ۲/لاکھ روپئے براہ راست نئی دوکان بنانے میں خرچ کی جاسکتی ہے اس نیت کے ساتھ کہ اتنی رقم چند ماہ کے بعد واپس کردی جائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) اصل حکم تو یہی ہے کہ کرایہ دار مکان خالی کرتے وقت مالک مکان یا دیگر خریدار سے خالی کرنے کے عوض کوئی رقم نہیں لے سکتا، لیکن جہاں طویل مدتی کرایہ داری پائی جائے، مثلاً پٹہ دوامی ہو یا ملکی قانون اور عرف کے اعتبار سے کرایہ دار کو حق قرار حاصل ہو چکا ہو اور مالک مکان اس کی مرضی کے بغیر اسے خالی کرانے

کا حق نہ رکھتا ہو، تو ایسی صورت میں کرایہ دار کے لیے اپنے حق قرار سے دست برداری کے عوض مالک مکان یا دیگر خریدار سے معاوضہ لینے کی شرعاً گنجائش ہے۔

ومـمن أفتى بلزوم الخلو الذى يكون بمقابلة دراهم يدفعها ...... للمالك العلامة المحقق عبد الرحمن آفندى العمادى وقال: فلا يملك صاحب الحانوت إخراجه ولا إجارتها لغيره مالم يدفع له المبلغ المرقوم فيفتى بجواز ذٰلک للضرورة. (شامی، البیوع، مطلب: فی أملاك، زكريا ۷/ ٤٠، كراچی ٤/ ٥٢٣)

فإذا أراد صاحبها النزول عنها لغيره بعوض جعلوا ذٰلک بطريق الفراغ كالنزول عن الوظائف وقدمنا عن المفتى أبى السعود أنه أفتى بجوازه.

(شامی، البیوع، مطلب: فی بيان مشد المسكة، زكريا ٧/ ٤٣، كراچی ٤/ ٥٢٤)

(۲) اگر جواب (۱) میں ذکر کردہ جواز معاوضہ کی شرط کے مطابق آپ نے یہ معاوضہ لیا ہے تو اس معاوضہ کو حلال کاروبار میں لگا کر اس سے نفع اٹھانا بھی جائز ہوگا، لیکن ہندوستان جیسے ملک میں شیئرز کا کاروبار اکثر مشتبہ آمدنی پر مشتمل ہے، اس لیے مسلمانوں کو اس طرح کے کاروبار میں پیسہ نہیں لگانا چاہئے۔

المالک وهو المتصرف فى الأعيان المملوكة كيف يشاء. (بیضاوی شريف رشيديه ۱/ ۷)

(۳) اس معاملہ میں مسلم اور غیر مسلم قرض خواہ سے اصل حکم میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور کرایہ دار کا مطلقاً معاوضہ کو حرام سمجھنا صحیح نہیں ہے۔

صاحب الخلو إذا نزل عن خلوه لغيره يأخذ الناظر من المنزول له دراهم تسمى تصديقا فهذه تحسب من الأجرة أيضا. (شامی، البیوع، مطلب: فی أملاك، زكريا ۷/ ٤١، كراچی ٤/ ٥٢٣)

(۴) اگر یہ پانچ لاکھ روپئے طویل مدتی کرایہ داری میں حق قرار سے دستبرداری کے عوض لیے گئے ہیں تو ان کا کرایہ دار کو لوٹانا ضروری ہے ورنہ فقراء پر صدقہ ضروری ہے۔

عن المفتى أبى السعود أنه أفتى بجواز أخذ العوض فى حق القرار والتصرف.

(شامی، کتاب البیوع، مطلب فی العرف الخاص والعام زکریا ۳۷/۷، کراچی ٤ /٥٢٠)

(۵) مذکورہ رقم سے جو آمدنی ہوئی ہے یا جو کپڑے خریدے گئے ہیں ان کو اپنے ذاتی استعمال میں لانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لأن الملک ما من شانه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص. (شامی مطلب: فی تعریف المال زکریا ۱۰/۷، ۲۳۵، کراچی ٥/٥٠، ٥٠٢، الموسوعة الفقهية الكويتية ١٤/ ٢٩)

(٦) اس رقم کو نئی دوکان بنانے میں بھی خرچ کرنے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ جواز کی شرط پائی جائے۔

کل يتصرف فی ملکه کیف شاء. (شرح المجلة رستم اتحاد ١/ ٦٥٤، رقم المادة: ١١٩٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ ذیقعدہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۷۲۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۱۱/۱۷ھ

کرایہ دار کا مکان خالی کرنے کے لیے رقم کا مطالبہ کرنا

سوال [۱۰۳۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: سائل نے ایک ۱۰۰ر گز قطعہ آراضی ملحقہ مکان سکنائی بعوض مال سوختہ کرایہ پر دی تھی، اپنی کاروباری ضرورت کے پیش نظر کرایہ دار سے خالی کرنے کو کہا گیا تو وہ انکاری ہو گیا، مجبوراً عدالت کا راستہ اختیار کیا گیا تو اس کی بھول بھلیوں میں ۱۲ر برس گذر گئے، پھر بھی مستقبل قریب میں کوئی امید اور اس کے ہونے کے آثار دکھائی نہیں پڑتے، اور ہمیں اپنی بے روزگاری اب برداشت سے باہر ہوتی جاتی ہے، مجبوراً کرایہ دار سے تصفیہ کی بات کی تو وہ ایک معقول رقم کا طالب ہے خالی کرنے کے عوض، اپنی مجبوری اور ضرورت کے پیش نظر یہ مطالبہ پورا کر دیا جائے، تو کیا یہ رشوت میں شمار ہوگا؟ جس پر حدیث شریف میں لینے اور دینے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے، براہ کرم شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مالک کے لیے کرایہ پر دیئے ہوئے مکان کو کرایہ دار سے خالی کرانے کا کلی اختیار ہے، اور مکان خالی نہ کرنے کی صورت میں مکان خالی کرانے کے لیے جو بھی مناسب ومؤثر تدبیر ہو سکے اختیار کرنے کی شرعاً گنجائش ہے، کیونکہ مالک کو اپنی ملکیت میں ہر طرح کے تصرف کا حق ہے، اور کرایہ دار کا مکان خالی کرنے پر معقول رقم طلب کرنا ناجائز ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۲۵/ ۳۰۹)

عن أبی حرة الرقاشی عن عمه أن رسول الله ﷺ قال: لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه. (شعب الإيمان للبيهقی، باب فی قبض اليد عن الأموال المحرمة، دار الكتب العلمية بيروت ٤/ ٣٨٧ رقم: ٥٤٩٢، السنن الكبریٰ للبيهقی دار الفكر بيروت ٨/ ٥٠٦ رقم: ١١٧٤٠، مسند أحمد بن حنبل ٥/ ٧٢ رقم: ٢٠٩٧١، سنن الدار قطنی، دار الكتب العلمية بيروت ٣/ ٢٢ رقم: ٢٨٦٢)

وتصح إجارة أرض للبناء والغرس ...... فإن مضت المدة قلعهما و سلمها فارغة لعدم نهايتهما. (در مختار مع الشامی، كتاب الإجارة، باب ما يجوز من الإجارة، زكريا ٩/ ٤٠-٤١، كراچی ٦/ ٣٠

ليس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعی. (هنديه، كتاب الحدود، فصل فی التعزير، زكريا قديم ٢/ ١٦٧، جديد ٢/ ١٨١، شرح المجلة رستم اتحاد ١/ ٦٢، رقم المادة: ٩٧، البحر الرائق زكريا ٥/ ٦٨، كوئٹه ٥/ ٤١) **فقط واللّٰہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍ شوال المکرّم ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۶۷۱)

پگڑی کا حکم

سوال [۱۰۳۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: ایک بازار میں ایک مسلمان ہے اس نے دوکانیں بنوائی ہیں، اس نے دوکان لینے والوں سے یہ کہا کہ جو دوکان لے گا وہ پانچ ہزار روپیہ دیدے اور دوکان کرایہ پر لے لے، یہ پانچ ہزار روپیہ نہ کرایہ میں مجریٰ ہوں گے اور نہ بعد میں ملیں گا بلکہ مالک دوکان ویسے ہی رکھے گا، تو مالک کا اس طرح سے کرایہ دار سے رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: اقبال احمد شیرکوٹ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دوکان یا مکان کرایہ پر دینے کا جو طریقہ آپ نے تحریر کیا ہے اس کو ہمارے عرف میں پگڑی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اس طرح پگڑی کے نام سے لی جانے والی رقم حرام وناجائز ہے، البتہ اگر وہ رقم کرایہ میں جوڑ دے تو جائز ہے اور اگر اس کرایہ میں نہ جوڑے اور دوکان خالی کرتے وقت وہی رقم واپس ہو جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ (مستفاد: فقہی مقالات ۱/ ۲۱۷، احسن الفتاویٰ ۶/ ۵۲۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۷۳۶)

حقوقِ مجردہ کا عوض لینا

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ أَمَّا بَعْد!

وَالَّذِيْنَ فِي اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَعْلُوْمٌ. وہ لوگ جن کے مال میں متعین حق مقرر ہے۔

(المعارج، الآية: ٢٤)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا ☆ عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

زمانہ کی گردش بڑھتی گئی اور نئے نئے مسائل میں اضافہ ہوتا گیا، چنانچہ زمانہ کے بدلنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے لین دین کا عرف اور تعامل بھی بدلتا چلا گیا جس کے نتیجہ میں تجارت کے اقسام وانواع میں اضافہ ہوکر ایسے ایسے نئے مسائل پیدا ہوگئے جن کے بارے میں ائمہ مجتہدین کے ذہنوں میں وہم وگمان بھی پیدا نہیں ہوا تھا، تو ایسے مسائل ائمہ مجتہدین اور فقہاء کے اصولی مسائل کو نظیر بنا کر حل کرنے کی ضرورت ہے، اسی کے ضمن میں حقوقِ مجردہ کی بیع یا ایسے حقوق سے دست برداری کا عوض لینے کا مسئلہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے، اسی کے تناظر میں یہ مضمون پیش خدمت ہے۔

حق کسے کہتے ہیں؟

’’حق‘‘ کی جمع ’’حقوق‘‘ آتی ہے، اس کی تعریف فقہاء نے مختلف انداز سے کی ہے، اس کی چند تعریف ہم ذیل میں نقل کر دیتے ہیں:

(۱) حق ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جس کے اوپر صاحبِ حق کو تصرف کا اختیار حاصل ہوجاتا ہے، جیسا کہ ’’الموسوعة الفقهية‘‘ کی اس عبارت سے واضح ہوتا ہے:

اَلْمَحَلُّ الَّذِيْ يَجْرِيْ عَلَيْهِ التَّصَرُّفُ يُسَمّٰى حَقًّا. ہر وہ محل جس کے اوپر تصرف کا اختیار جاری ہوجاتا ہے اس کو حق سے موسوم کیا جاتا ہے۔

(الموسوعة الفقهية ٤/ ٢٣٧)

(۲) ''الموسوعۃ الفقہیہ'' کی دوسری جگہ کچھ اور انداز سے حق کی تعریف کی گئی ہے کہ لغت کے اعتبار سے ان امور کو حق کہا جاتا ہے جو ثابت اور موجود ہوں۔ اور فقہاء کی اصطلاح میں آدمی کے مصالح کی وجہ سے مقتضائے شریعت کے مطابق جو چیز اس کے لئے ثابت ہوتی ہے اسے حق کہا جاتا ہے، عبارت ملاحظہ فرمائیے:

الحُقُوْقُ جَمْعُ حَقٍّ، وَالْحَقُّ لُغَةً الأَمْرُ الثَّابِتُ الْمَوْجُوْدُ، وَاصْطِلاحًا يَسْتَعْمِلُهُ الْفُقَهَاءُ فِيْمَا ثَبَتَ لِإِنْسَانٍ بِمُقْتَضَى الشَّرْعِ مِنْ أَجْلِ مَصَالِحِهٖ. (الموسوعة الفقهية ۳/ ۱۰)

حقوق حق کی جمع ہے اور حق کے معنی لغت میں ایسے امور ہیں جو ثابت ہوں موجود ہوں۔ اور فقہاء کی اصطلاح میں ایسی چیز میں حق کا استعمال ہوتا ہے جو چیز انسان کے لئے اس کے مصالح کی وجہ سے شریعت کے مقتضی کے مطابق ثابت ہو۔

(۳) ''ہدایہ'' کے حاشیہ میں بہت جامع انداز سے حق کی تعریف کی گئی ہے کہ ہر وہ چیز انسان کا حق ہوتی ہے جس کے ثابت کرنے اور ساقط کرنے کا آدمی کو اختیار ہوتا ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمائیے:

حَقُّ الإِنْسَانِ مَا يَتَوَلّٰى إِثْبَاتَهٗ وَإِسْقَاطَهٗ. (هامش الهداية ۳/ ۱٦، بحواله قاموس الفقه ۳/ ۲٦۷)

انسان کا حق وہ چیز ہوتی ہے جس کو ثابت کرنے اور ساقط کرنے کا انسان مالک ہوتا ہے۔

(۴) ''لغۃ الفقہاء'' میں حق کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ انسان کا حق ہر وہ چیز ہوتی ہے جو اس انسان کے لئے دوسرے پر لازم ہو جاتی ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمائیے:

حَقُّ الْآدَمِيِّ مَا وَجَبَ لِلْآدَمِيِّ عَلٰى غَيْرِهٖ. (لغة الفقهاء ص: ۱۸۳)

آدمی کا حق وہی ہوتا ہے جو آدمی کے لئے غیر پر لازم ہوتا ہے۔

مال اور حقوقِ مجردہ کی حقیقت

یہاں پر اصولی طور پر دو چیزیں قابل غور ہیں: (۱) مال کسے کہتے ہیں، جس کی بیع جائز

ہو؟ (٢) حقوق مجردہ کی بیع جائز ہے یا نہیں؟

مال کی تعریف

حضراتِ فقہاء نے مال کی تعریف مختلف انداز، کیفیت اور مختلف شرائط کے ساتھ کی ہے اور زمانہ کی تبدیلی کے اعتبار سے بعد کے فقہاء نے مال کی تعریف میں کافی وسعت بھی پیدا کی ہے۔ علامہ حصکفیؒ نے بیع کی تعریف کرتے ہوئے مال ہر اس چیز کو قرار دیا ہے جو مرغوب فیہ ہو اور اس کے ذیل میں علامہ شامیؒ نے یہ تشریح کی ہے کہ ہر اس شئ کو مال کہا جاتا ہے جس کی طرف طبیعت کا میلان ہو۔ ملاحظہ فرمائیے:

مُبَادَلَةُ شَيْءٍ مَرْغُوْبٍ فِيْهِ بِمِثْلِهِ (وتحته في الشامية) أَيْ مَا مِنْ شَأْنِهِ أَنْ تَرْغَبَ إِلَيْهِ النَّفْسُ وَهُوَ الْمَالُ. (شامي كراچی ٤/٥٠٢، زكريا ٧/١١)

عقدِ بیع شئ مرغوب فیہ کو اس کے مثل کے بدلے میں تبادلہ کرنے کا نام ہے (اس کے تحت شامی لکھتے ہیں) کہ ہر وہ چیز جس کی طرف نفس اور طبیعت کا میلان ہو اسی کو مال کہتے ہیں۔

اور ''مجمع الانہر'' میں مال کی تعریف ان الفاظ سے کی گئی ہے:

وَالشَّيْءُ إِنَّمَا يَصِيْرُ مَالًا لِكَوْنِهِ مُنْتَفَعًا بِهِ. (مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية ٣/٨٤)

بے شک کوئی بھی چیز اس وقت مال بن جاتی ہے کہ جب وہ چیز نفع بخش ہو۔

مذکورہ دونوں عبارتوں پر غور کیا جائے تو مال کی تعریف میں کافی وسعت نظر آتی ہے کہ جس چیز کے بارے میں بھی طبیعت کا میلان اور رغبت پیدا ہو جائے اور اس چیز میں کسی نہ کسی درجہ میں نفع کا پہلو موجود ہو اور اس میں بنصِ شرعی حرمت کا پہلو موجود نہ ہو وہ شرعاً مال ہے، جس کو عوض دے کر حاصل کرنے کی گنجائش ہے۔

اور ''بدائع'' کی ایک عبارت سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ مال کا عین اور شئ مرئی ہونا لازم نہیں ہے؛ بلکہ کبھی ایسی چیز بھی مال بن جاتی ہے جو غیر مرئی اور غیر مادی شئ ہو اور اس میں منفعت موجود ہو اور انسان کی طبیعت کا میلان اس کو حاصل کرنے کی طرف ہو۔

علامہ شامی اور صاحبِ بدائع کی تشریح سے نئے پیدا ہونے والے مسائل کا حل بہت

آسانی سے ہوسکتا ہے۔ بدائع کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

وَالْمَالُ قَدْ يَكُوْنُ عَيْنًا، وَقَدْ يَكُوْنُ مَنْفَعَةً، وَيَتَعَلَّقُ بِالْمِلْكِ فِيْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَحْكَامٌ.

(بدائع زکریا ۶/۵۰۳)

اور مال کبھی عین اور مادی شئ ہوتا ہے اور کبھی غیر مادی منافع بھی مال ہوتے ہیں اور ملک کے ذریعہ ان دونوں میں سے ہر ایک میں احکام جاری ہوجاتے ہیں۔

حقوقِ مجردہ کی بیع

بادی النظر میں متون کی بعض عبارات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حقوقِ مجردہ کی بیع مطلقاً جائز نہیں ہے؛ حالاں کہ مسئلہ ایسا ہے نہیں؛ بلکہ بہت سے حقوقِ مجردہ کی بیع کو حضراتِ فقہاء نے واضح الفاظ میں جائز لکھا ہے۔ مثال کے طور پر حقِ مرور، حقِ تعلّی، حقِ تسییل، حقِ شرب، حقِ شفعہ، حقِ نوبت زوجہ، دیوار پر کڑی رکھنے کا حق، دروازہ کھولنے کا حق، یہ سب حقوقِ مجردہ میں شامل ہیں۔ ان میں سے بعض حقوق ایسے ہیں جن کا عوض لینا جائز نہیں ہے، مثلاً حقِ شفعہ، حقِ نوبت زوجہ وغیرہ۔ اور بہت سے حقوق ایسے ہیں جن میں سے بعض کا عوض لینا بطریق بیع اور بعض کا بطریق دست برداری جائز ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

حقِّ مرور کی بیع کا جواز

ان میں سے حقِ مرور کے بارے میں حضراتِ فقہاء نے صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ حقِ مرور کی بیع جائز ہے۔ اور اس کے جواز کے بارے میں وجہ اور علت یہ بیان کی جاتی ہے کہ جس راستے سے گذر ہوتا ہے وہ راستہ متعین ہے اور حقِ شرب اور حقِ تسییل کی بیع کو یہ کہہ کر ناجائز قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ پانی کتنے حصے پر بہے گا وہ حصہ متعین نہیں ہے، اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جہاں حقوقِ مجردہ کی بیع کو جائز کہا گیا ہے وہاں پر جہالت مفضی الی المنازعہ نہ ہونے کی وجہ سے جائز کہا گیا ہے اور جہاں ناجائز کہا گیا ہے وہاں جہالت مفضی الی المنازعہ کو عدم جواز کی علت قرار دیا گیا ہے، تو اس سے صاف واضح ہوا کہ

نفسِ حقوقِ مجردہ کی بیع کو حضراتِ فقہاء نے ناجائز نہیں کہا ہے؛ بلکہ جہاں جہالت مفضی الی المنازعہ ہے وہاں ناجائز اور جہاں جہالت مفضی الی المنازعہ نہیں وہاں جائز ہے۔

اس سلسلے میں عبارت ملاحظہ فرمائیے:

وَصَحَّ بَيْعُ حَقِّ الْمُرُوْرِ تَبْعًا لِلْأَرْضِ بِلَا خِلَافٍ وَمَقْصُودًا وَحْدَهُ. فِي رِوَايَةٍ: وَبِهِ أَخَذَ عَامَّةُ الْمَشَايِخِ. (وتحته في الشامية) قَالَ السَّائحَانِي: وَهُوَ الصَّحِيْحُ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى. (شامي كراچی ٥/ ٨٠، زكريا ٧/ ٢٧٥)

حق مرور کو فروخت کرنا زمین کے تابع بنا کر بالاتفاق جائز ہے اور اس کو زمین سے الگ کر کے تنہا مقصود بالذات بنا کر فروخت کرنا ایک روایت کے مطابق جائز ہے، اسی کو عامۃ المشائخ نے اختیا فرمایا ہے۔ اور اس کے تحت شامی میں ہے کہ سائحانی نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

حقِ تسییل کی بیع کا جواز

پرنالے سے پانی بہانے کے حق کو فروخت کرنا، اسی طرح اس کو ہبہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو حضراتِ فقہاء نے جہالت محل کی وجہ سے اس کو ناجائز قرار دیا ہے، یعنی کتنی مقدار پرنالے کے اوپر سے پانی بہتا ہوا جائے گا، اس کا محل مجہول ہے، اس محل کی جہالت کی وجہ سے حقِ تسییل کو فقہاء نے ناجائز قرار دیا ہے، ایسا نہیں ہے کہ نفسِ حقِ تسییل کی بیع جائز نہیں ہے؛ بلکہ نفسِ حقِ تسییل کی بیع جائز ہے اور جہالت محل کی وجہ سے اس کو ناجائز قرار دیا گیا ہے؛ لہٰذا اگر محل متعین ہو جائے اور اس کی جہالت ختم ہو جائے تو بلاشبہ جائز ہو جائے گا۔

فقہاء کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

لَايَصِحُّ بَيْعُ حَقِّ التَّسْيِيْلِ وَهِبَتُهُ سَوَاءٌ كَانَ عَلَى الْأَرْضِ لِجَهَالَةِ مَحَلِّهِ كَمَا مَرَّ أَوْ عَلَى السَّطْحِ (وتحته في الشامية) وَهُوَ أَنْ يَسِيْلَ الْمَاءُ عَنْ أَرْضِهِ

حقِ تسییل کو فروخت کرنا اور اس کا ہبہ کرنا صحیح نہیں ہے، چاہے زمین کے اوپر سے پانی بہایا جائے یا چھت کے اوپر سے محلِ تسییل کی جہالت کی وجہ سے۔ اور شامی میں ہے کہ اور اس کی شکل یہ ہے کہ اس کی زمین سے پانی

كَيُ لَا يُفُسِدَهَا فَيَمُرُّهُ عَلٰى أَرُضٍ لِغَيُرِهٖ فَهُوَ مَجُهُولٌ لِجَهَالَةِ مَحَلِّهِ الَّذِيُ يَأْخُذُهُ.

(شامي كراچی ۵/ ۸۰ زکریا ۷/ ۲۷۶)

بہایا جائے تا کہ اس کی زمین خراب نہ ہو تو اس کو غیر کی زمین کے اوپر سے گذارا جائے اور وہ مجہول ہے، اس کے اس محل کی جہالت کی وجہ سے جس جگہ سے پانی گذرے گا۔

اس عبارت سے صاف واضح ہوا کہ حقِ تسییل کی بیع اور اس کا ہبہ کرنا فی نفسہ ناجائز نہیں ہے؛ بلکہ فی نفسہ جائز ہے، بس صرف محلِ تسییل کی جہالت کی وجہ سے اس کو ناجائز قرار دیا گیا ہے؛ لہٰذا اگر محلِ تسییل کو متعین کر کے واضح کر دیا جائے جس سے اس کی جہالت ختم ہو جائے تو بلا شبہ حقِ تسییل کو فروخت کرنا اور اس کا ہبہ کرنا حقوقِ مجردہ کے باوجود جائز ہو جائے گا، جیسا کہ مذکورہ عبارت سے واضح ہو چکا ہے۔

تعاملِ ناس کی وجہ سے حقِّ شرب کی بیع کا جواز

صاحبِ مبسوط نے بعض مشائخ کا فتویٰ نقل فرمایا ہے کہ حقِ شرب کی بیع جائز ہے اگرچہ زمین کے تابع کر کے اس کو نہ بیچا ہو؛ اس لئے کہ بعض شہروں میں حقِ شرب کا بیچنا معروف اور متعارف ہے؛ لہٰذا جس طرح تعاملِ ناس کی وجہ سے بیع استصناع جائز ہے اسی طرح تعاملِ ناس کی وجہ سے زمین کے تابع کئے بغیر صرف حقِ شرب کو فروخت کرنا بھی جائز ہے۔ مبسوط کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

وَبَعُضُ الْمُتَأَخِّرِيُنَ مِنُ مَشَايِخِنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ أَفْتٰى أَنُ يَبِيُعَ الشُّرُبَ وَإِنُ لَمُ يَكُنُ لَهُ أَرُضٌ لِلُعَادَةِ الظَّاهِرَةِ فِيُهِ فِي بَعُضِ الْبُلُدَانِ، وَهٰذِهٖ عَادَةٌ مَعُرُوُفَةٌ بِنَسَفَ قَالُوُا: إِنَّمَا جُوِّزَ الاسُتِصُنَاعُ لِلتَّعَامُلِ، وَإِنُ كَانَ الْقِيَاسُ يَأْبَاهُ، فَكَذٰلِكَ

ہمارے مشائخ میں سے بعض متاخرین نے حقِ شرب کی بیع کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، اگرچہ اس حق کی بیع کے ساتھ زمین کی فروختگی نہ ہو، بعض شہروں میں اس سلسلے میں لوگوں کی عادت متعارف ہونے کی وجہ سے، اور اس کا تعامل بلادنسف میں معروف ہے۔ ان لوگوں نے فرمایا کہ بے شک تعامل ناس کی وجہ سے معاملۂ استصناع کو جائز قرار دیا گیا ہے اگرچہ

بَيْعُ الشُّرْبِ بِدُوْنِ الْأَرْضِ. (المبسوط ۲۳/ ۱۷۱)

قیاس اس کا انکار کرتا ہو، تو ایسا ہی حقِ شرب کی بیع بھی بغیر زمین کے جائز اور درست ہے۔

اور ''درمختار'' میں ہے کہ حقِ مرور کی طرح حقِ شرب کو فروخت کرنا بھی جائز ہے اور زمین کے تابع بنا کر فروخت کرنا بالاتفاق جائز ہے اور زمین سے الگ کر کے حقوقِ مجردہ کے طور پر فروخت کرنا ظاہر الروایہ کے مطابق بیع فاسد ہے۔ اور مشائخ بلخ کے نزدیک جائز ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمایئے:

وَكَذَا بَيْعُ الشُّرْبِ وَظَاهِرُ الرِّوَايَةِ فَسَادُهُ إِلَّا تَبْعًا (وتحته في الشامية) فَإِنَّهُ يَجُوزُ تَبْعًا بِالإِجْمَاعِ، وَوَحْدَهُ فِيْ رِوَايَةٍ وَهُوَ اخْتِيَارُ مَشَايِخِ بَلْخ؛ لِأَنَّهُ نَصِيْبٌ مِنَ الْمَاءِ. (شامي، كراچی ٥/ ٨٠ زكريا ٧/ ٢٧٦)

اور ایسا ہی (حقِ مرور کی طرح) حقِ شرب کو فروخت کرنا بھی جائز ہے اور ظاہر الروایہ کے مطابق بیع فاسد ہے، الا یہ کہ زمین کے تابع بنا کر فروخت کیا جائے۔ اس کے تحت شامی میں ہے کہ بے شک زمین کے تابع بنا کر فروخت کرنا بالاجماع جائز ہے اور زمین سے الگ تنہا حقِ شرب کو فروخت کرنا ایک روایت کے مطابق جائز ہے اور وہ مشائخ بلخ کا اختیار کردہ قول ہے؛ اس لئے کہ وہ پانی کا ایک حصہ ہے۔

حقِ اسبقیت

''ابوداؤد شریف'' کی ایک روایت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شریعت کے اندر حقِ اسبقیت کا اعتبار ہے کہ جو بھی کسی معاملہ میں سبقت کر کے اپنا حق ثابت کر دے تو اس کا وہ حق ایسا معتبر ہو جاتا ہے کہ اس کی دست برداری کے بغیر اس حق پر دوسرے کا قبضہ جائز نہیں ہے اور حق سے دست برداری کا عوض لینے کو فقہاء نے جائز قرار دیا ہے۔

ابوداؤد شریف کی حدیث ملاحظہ فرمایئے:

عَنْ أَسْمَرَ بْنَ مُضَرِّسٍ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهُ، فَقَالَ: مَنْ سَبَقَ

حضرت اسمر بن مضرسؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوا، تو حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص

إِلٰى مَا لَمْ يَسْبِقْهُ إِلَيْهِ مُسْلِمٌ فَهُوَ لَهُ، قَالَ: فَخَرَجَ النَّاسُ يَتَعَادَّوْنَ يَتَخَاطُّوْنَ. (أبوداؤد شريف، النسخة الهندية ١/٤٣٧، دار السلام رقم: ٣٠٧١)

ایسی چیز پر سبقت کر جائے جس پر کسی مسلمان نے سبقت نہ کی ہو تو وہ چیز اس کی ہے، حضرت مضرس فرماتے ہیں: تو لوگ دوڑتے ہوئے اور ایک دوسرے کو پھلانگتے ہوئے نکلے۔

حقوقِ مجردہ کی دو قسموں میں سے کس کا مالی عوض جائز؟

علامہ شامیؒ نے موصی لہ بالخدمۃ کے حق کے لئے یہ ثابت فرمایا ہے کہ آپس کی تراضی سے مالی عوض لے کر اس سے دست بردار ہو جانا صحیح ہوتا ہے، جیسا کہ حق قصاص، حق نکاح اور حق رقیت کا مالی عوض لے کر دست بردار ہو جانا جائز اور صحیح ہے اور یہ تمام حقوق حقوقِ مجردہ میں شامل ہیں؛ لیکن ان کا مالی عوض لے کر ان سے دست بردار ہو جانا جائز ہے۔ شامی کی عبارت ملاحظہ فرمایئے:

أَمَّا حَقُّ الْمُوْصٰى لَهُ بِالْخِدْمَةِ فَلَيْسَ كَذٰلِكَ بَلْ ثَبَتَ لَهُ عَلٰى وَجْهِ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ، فَيَكُوْنُ ثَابِتًا لَهُ إِصَالَةً، فَيَصِحُّ الصُّلْحُ عَنْهُ إِذَا نَزَلَ عَنْهُ لِغَيْرِهٖ، وَمِثْلُهُ مَا مَرَّ عَنِ الْأَشْبَاهِ مِنْ حَقِّ الْقِصَاصِ وَالنِّكَاحِ وَالرِّقِّ، حَيْثُ صَحَّ الْإِعْتِيَاضُ عَنْهُ؛ لِأَنَّهُ ثَابِتٌ لِصَاحِبِهٖ إِصَالَةً لَا عَلٰى وَجْهِ دَفْعِ الضَّرَرِ عَنْ صَاحِبِهٖ. (شامي كراچی ٤/٥٢٠، زكريا ٧/٣٦)

بہر حال اس شخص کا حق جس کی خدمت کے لئے وصیت کی گئی ہے، تو وہ (حق شفعہ، حق قسم، حق خیار وغیرہ کی طرح نہیں ہے) بلکہ اس کے لئے تبرع اور صلہ رحمی کے طور پر حق ثابت ہو چکا ہے؛ لہٰذا اس کا حق اصالۃً ثابت ہے؛ اس لئے اس حق کی طرف سے صلح کرنا درست ہے، جب کہ وہ دوسرے کے لئے اس سے دست بردار ہو جائے اور اسی کی طرح وہ سارے حقوق ہیں جو اشباہ کے حوالہ سے گذر چکے ہیں، جیسا کہ حق قصاص، حق نکاح اور حق رقاب اس طریقہ سے کہ ان حقوق کا عوض لینا جائز اور صحیح ہے؛ اس لئے کہ صاحب حق کے لئے یہ حقوق اصالۃً ثابت ہیں، صاحب حق سے دفع ضرر کے طور پر ثابت نہیں ہیں۔

شامی کی اس عبارت سے واضح ہوا کہ حقوقِ مجردہ دو قسموں پر ہیں:

(١) وہ حقوق جو ضرر سے بچنے کے لئے ثابت ہوتے ہیں، ان کا مالی عوض لینا جائز نہیں ہے، جیسا کہ شفیع کے لئے حق شفعہ، عورت کے لئے باری کا حق اور مخیّرہ کے لئے اختیار کا حق، یہ سارے حقوق دفع ضرر کے لئے ثابت ہوتے ہیں، اصالۃً ثابت نہیں ہوتے ہیں۔

(٢) وہ حقوق جو صاحبِ حق کے لئے دفع ضرر کے طور پر ثابت نہیں ہوتے ہیں؛ بلکہ اصالۃً براہ راست وہ حقوق ان کے لئے ثابت ہوتے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ ان کو نقصان سے بچانے کے لئے ان حقوق کو ثابت کیا گیا ہو؛ بلکہ براہ راست یہ حقوق ان کے لئے ابتداء سے ثابت ہیں، جیسا کہ موصی لہ بالخدمت کا حق ہے کہ مالی عوض لے کر وہ اس سے دست بردار ہوسکتا ہے، اسی طرح حقِ قصاص ہے کہ دیت لے کر حقِ قصاص سے دست بردار ہوسکتا ہے، اسی طرح حقِ نکاح ہے کہ مالی عوض لے کر اس سے دست بردار ہوسکتا ہے، جیسا کہ شوہر مالی عوض لے کر خلع بھی کرسکتا ہے اور طلاق علی المال کے طور پر بھی مال لے کر دست بردار ہوسکتا ہے، اسی طرح حقِ رقیت کہ بدلِ کتابت کے طور پر مالی عوض لے کر اس سے دست بردار ہوجائے، ان تمام حقوق کے حقوقِ مجردہ ہونے کے باوجود ان کا عوض لے کر دست بردار ہوجانا جائز ہے۔

نیز حقِ مرور، حقِ شرب، حقِ تسییل یہ سب حقوقِ مجردہ میں سے ہیں، زمین کے تابع ہوکر ان کی فروختگی سب کے نزدیک جائز ہے؛ لیکن زمین اور محل سے الگ کر کے صرف ان حقوق کو فروخت کرنا ظاہر الروایہ کے مطابق ناجائز ہے؛ لیکن تعامل ناس کی وجہ سے اور جہالت کے ختم ہونے کی صورت میں ان تمام حقوق کی بیع جائز اور درست ہے، جیسا کہ درمختار اور شامی کی عبارات سے واضح کیا جا چکا ہے؛ لہٰذا فقہاء کی ان تشریحات پر قیاس کر کے نئے پیدا ہونے والے ایسے تمام حقوق جو اصالۃً ثابت ہوتے ہیں ان کا مالی عوض لینا بھی جائز سمجھ میں آتا ہے؛ البتہ ان کا عوض لینے میں بیع کا طریقہ اختیار نہ کیا جائے؛ بلکہ دست برداری کا طریقہ اختیار کرنا زیادہ بہتر اور مناسب معلوم ہوتا ہے۔

سوال میں ذکر کردہ حقوقِ مجردہ سے دست برداری کا مالی عوض لینا

حقوقِ مجردہ میں ایسے بے شمار حقوق ہیں جن میں دست برداری کا مالی عوض لینا جائز

ہوتا ہے، جیسا کہ شامی کے جزئیہ میں واضح کیا جا چکا ہے کہ موصی لہ بالخدمت کا آپس کی تراضی سے مالی عوض لے کر اپنے حق سے دست بردار ہو جانا جائز ہے، اسی طرح حق قصاص میں بھی دیت کے طور پر مالی عوض لے کر حق قصاص سے دست بردار ہو جانے کا جواز ماقبل میں ذکر کیا جا چکا ہے، اسی طرح سے ایسے تمام حقوق کا مالی عوض لے کر دست بردار ہو جانا جائز اور درست ہے جو حقوق اصالۃً براہ راست ثابت ہوتے ہیں۔

لہٰذا سوال نامہ میں درج کردہ حسب ذیل حقوق کا مالی عوض لے کر دست بردار ہو جانا جائز معلوم ہوتا ہے:

(۱) بیکری کی پھیری لگانے والے لوگ جو اپنی لائن بناتے ہیں ان کے لئے بھی اپنی بنائی ہوئی لائن پر دوسرے سے مالی عوض لے کر دست بردار ہو جانا جائز ہے؛ اس لئے کہ اس میں اس کو حق اسبقیت حاصل ہے۔ اور حق اسبقیت کا مالی عوض لے کر دست بردار ہو جانا جائز ہے، جیسا کہ ''ابوداؤد شریف'' کی روایت ماقبل میں ذکر کی جا چکی ہے۔

(۲) اسی طرح میڈیکل اسٹوروں پر دوائیاں سپلائی کرنے کی جو لائن بنائی جاتی ہے اس سے بھی دست بردار ہونے کے لئے مالی عوض لینا جائز ہے؛ اس لئے کہ اس نے بھی محنت کر کے اس میں حقِ اسبقیت حاصل کر لیا ہے۔

(۳) اسی طرح اخبار کی لائن بنانے والوں کا بھی اپنی بنائی ہوئی لائن کے حق سے دست بردار ہو جانے کے لئے مالی عوض لینا جائز ہے؛ کیوں کہ اس نے بھی اس میں محنت کر کے حقِ اسبقیت حاصل کر لیا ہے۔ نیز عرف اور تعامل ناس کی وجہ سے بھی ان سے دست برداری کا مالی عوض لینا جائز معلوم ہوتا ہے، اسی طرح حقوق سے دست برداری کے مالی عوض لینے کو حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ العالی نے بھی ''اسلام اور جدید معاشی مسائل ۳/۶۳ تا ۷۹'' میں تفصیلی وضاحت کے ساتھ جائز لکھا ہے؛ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اجرت دلّال پر قیاس کی ضرورت نہیں، مگر پھر بھی اگر اس پر قیاس کر لیا جائے تو دو طریقے سے جواز کا پہلو نکلے گا۔

اب یہاں سے حق دست برداری سے متعلق چند عبارتیں ملاحظہ فرمائیے:

وَكَذَا أَقُولُ عَلٰى اعْتِبَارِ الْعُرْفِ الْخَاصِّ، قَدْ تَعَارَفَ الْفُقَهَاءُ بِالْقَاهِرَةِ النُّزُولَ عَنِ الْوَظَائِفِ بِمَالٍ يُعْطٰى لِصَاحِبِهَا، وَتَعَارَفُوا ذٰلِكَ، فَيَنْبَغِي الْجَوَازُ وَأَنَّهُ لَوْ نَزَلَ لَهُ وَقَبَضَ مِنْهُ الْمَبْلَغَ ثُمَّ أَرَادَ الرُّجُوعَ عَلَيْهِ لَا يَمْلِكُ ذٰلِكَ. (الأشباه زكريا ۲۹۱، ۲۹۲، قديم: ۱٦۲ تا ۱٦٤)

ایسے ہی میں کہتا ہوں کہ عرف خاص کا اعتبار ہے، یقیناً قاہرہ میں فقہاء نے مال لے کر وظائف سے دست بردار ہوجانے کو متعارف قرار دیا ہے جو مال صاحب وظیفہ کو دیا جائے گا۔ اور یہ عمل متعارف ہو چکا ہے؛ لہٰذا اس کے جواز کا مسئلہ بتانا مناسب ہے اور بے شک اگر اس کے لئے دست بردار ہوجاتا ہے اور اس سے طے شدہ رقم قبضہ کر لیتا ہے، پھر اس کے اوپر رجوع کا ارادہ کرے تو رجوع کا حق نہیں ہوگا۔

اس کو حموی میں ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے:

وَذَكَرَ الشَّمْسُ الرَّمْلِي فِي شَرْحِ الْمِنْهَاجِ عَنْ وَالِدِهِ أَنَّهُ أَفْتٰى بِحِلِّ النُّزُولِ عَنِ الْوَظَائِفِ بِالْمَالِ؛ لِأَنَّهُ مِنْ أَقْسَامِ الْجَعَالَةِ فَيَسْتَحِقُّهُ النَّازِلُ وَيَسْقُطُ حَقُّهُ. (الحموي تحت الأشباه زكريا ۲۹۲، قديم: ۱٦٥)

امام شمس الدین رملیؒ نے شرح المنہاج میں اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے ذکر فرمایا ہے کہ بے شک ان کے والد نے مال کے بدلہ میں وظائف سے دست برداری کے جواز کا فتویٰ دیا ہے؛ اس لئے یہ بھی جعالہ یعنی اجرت کی ایک قسم ہے؛ لہٰذا دست بردار ہونے والا شخص مال کا مستحق ہوگا اور اس کا حق ساقط ہوجائے گا۔

اس کو علامہ شامیؒ نے ان الفاظ سے بھی نقل فرمایا ہے:

وَرَأَيْتُ بِخَطِّ بَعْضِ الْعُلَمَاءِ عَنِ الْمُفْتِي أَبِي السُّعُودِ أَنَّهُ أَفْتٰى بِجَوَازِ أَخْذِ الْعِوَضِ فِي حَقِّ الْقَرَارِ وَالتَّصَرُّفِ وَعَدَمِ صِحَّةِ الرُّجُوعِ وَبِالْجُمْلَةِ فَالْمَسْأَلَةُ ظَنِّيَّةٌ وَالنَّظَائِرُ الْمُتَشَابِهَةُ لِلْبَحْثِ فِيهَا مَجَالٌ، وَإِنْ كَانَ

اور مفتی ابو السعود سے نقل کردہ بعض علماء کی عبارت میں نے دیکھی ہے کہ انہوں نے حق قرار، حق تصرف اور حق عدم رجوع کے عوض لینے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ ظنی ہے اور اس کے مشابہ بہت سے نظائر ہیں اور اس مسئلہ میں بحث کی گنجائش ہے اگر چہ زیادہ واضح وہی ہے جو ہم نے کہا

الأظهر فيها ما قلنا، فالأولى ما قاله في البحر من أنه ينبغي الإبراء العام بعده. (شامي كراچی ٤/ ٥٢٠، زكريا ٧/ ٣٧)

ہے؛ لیکن زیادہ بہتر بات وہی ہے جو صاحب بحر نے کہی ہے کہ اس کے بعد ابرائے عام زیادہ مناسب ہے (یعنی دوسرے کو تمام لوازمات سے بری کردے)۔

حقوقِ مجردہ کا عوض لینے کا اصولی ضابطہ

سوال ۷ میں پوچھا گیا ہے کہ فقہاء کے ذکر کردہ جزئیات کی روشنی میں کیا کوئی ایسا کلی ضابطہ بنایا جاسکتا ہے جس کے ذریعہ حقوق سے دست بردار ہونے پر معاوضہ لینے کا شرعی حکم معلوم ہوجائے، اس کے بارے میں گزارش یہ ہے کہ ایسے حقوق مجردہ جو دفع ضرر کے لئے ثابت ہوتے ہیں ان کا عوض لینا جائز نہیں ہے، جیسا کہ حق شفعہ، حق قسم اور حق مخیّرہ وغیرہ، اس کے برخلاف ہر وہ حقوق جو دفع ضرر کے طور پر ثابت نہیں ہیں؛ بلکہ اصالۃً ثابت ہوتے ہیں، تو ایسے حقوق کا عوض لے کر دست بردار ہوجانا جائز اور درست ہے، جیسا کہ حق موصی لہ بالخدمت، حقِ قصاص، حقِ نکاح، حقِ رقیت وغیرہ سے دست برداری کا عوض لینا جائز ہے اور اسی اصول کے ذیل میں حقِ تصنیف، حقِ طبع اور حقِ ٹریڈ مارک، حقِ لائسنس وغیرہ سب شامل ہوجاتے ہیں؛ اس لئے کہ یہ سارے حقوق اصالۃً ثابت ہوجاتے ہیں دفع ضرر کے طور پر نہیں۔

اسی طرح بیکری کی لائن اور اخبار کی لائن، دوائیوں کے سپلائی کی لائن بنا کر اس پر جو اس کا حق ثابت ہوتا ہے وہ سبھی اصالۃً ثابت ہوتا ہے؛ اس لئے سارے کے سارے حقوق سے مجردہ ہونے کے باوجود معاوضہ لے کر دست بردار ہوجانا جائز ہے اور اسی کی طرف حضرت تھانویؒ نے امداد الفتاوی میں دوکان کے نام کے عوض لینے کے جواز کے فتوی میں اشارہ فرمایا ہے۔ (ملاحظہ ہو امداد الفتاوی زکریا ۳/ ۱۱۹، ۱۲۰)

حقوقِ مجردہ کی بیع کا مختصر خلاصہ

ماقبل کی عبارات اور تشریح پر غور کرنے کے بعد پانچ چیزیں ایسی ہیں جن پر

خاص توجہ دینا ضروری ہے:

(۱) مال کا مادی شئ ہونا لازم نہیں ہے؛ بلکہ غیر مادی اور غیر مرئی شئ بھی مال بن سکتی ہے جس کی خرید وفروخت جائز ہے، جیسا کہ ماقبل میں بدائع کی عبارت سے واضح ہو چکا ہے۔

(۲) حقوقِ مجردہ کی بیع تعامل ناس اور عرف کی وجہ سے بعض متاخرین کے نزدیک جائز ہے، جیسا کہ مبسوط سرخسی کی عبارت سے واضح ہوتا ہے۔

(۳) حقوقِ مجردہ کی بیع کے عدم جواز کی علت فقہاء نے جہالت محل کو قرار دیا ہے؛ لہٰذا اگر آپس کی تراضی سے جہالت کو ختم کردیا جائے تو حقوقِ مجردہ کی بیع جائز ہوجاتی ہے، جیسا کہ درمختار اور شامی کی عبارت سے واضح ہو چکا۔

(۴) شریعت میں کسی بھی نفع بخش امر کے بارے میں سبقت کر کے اس میں اپنا حق ثابت کرنا جائز ہے، جیسا کہ ابوداؤد شریف کی روایت سے واضح ہوتا ہے۔

(۵) حقوق کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں:

(۱) وہ حقوق جو ضرر سے بچنے کے لئے دفع ضرر کے طور پر ثابت ہوتے ہیں۔

(۲) وہ حقوق جو دفع ضرر کے طور پر ثابت نہیں ہوتے ہیں؛ بلکہ براہ راست اصالۃً ثابت ہوتے ہیں اور ان دونوں قسموں میں سے جو دفع ضرر کے طور پر ثابت ہوتے ہیں ان کا عوض لینا جائز نہیں ہے؛ لیکن وہ سارے حقوق جو اصالۃً براہ راست ثابت ہوتے ہیں ان کا عوض لینا بالاتفاق جائز ہے، جیسا کہ شامی کی عبارت سے واضح ہو چکا ہے۔

مروجہ پگڑی کا مسئلہ

طویل مدتی کرایہ داری یا ایسی کرایہ داری جس میں کوئی مدت ہی متعین نہیں ہے، ہندوستان میں ایسے کرایہ دار کا قبضہ قانونِ ہندر ینٹ کنٹرول دفعہ تھری جی کے مطابق اس کا لازمی اور حتمی حق شمار ہوتا ہے اور اس حق سے دست برداری کا عوض لینا ہندوستان کے لوگوں کے درمیان متعارف ہے۔ مذکورہ جزئیات سے عوض لے کر حق کرایہ داری سے دست بردار

ہوجانے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ مولانا مفتی تقی صاحب عثمانی مدظلہ العالی نے چند شرائط وقیودات کے ساتھ علامہ ناصر الدین لاقانیؒ کے حوالہ سے اس طرح کی پگڑی کے جواز کی طرف اشارہ فرمایا ہے، مگر خود لاقانیؒ کی رائے کی طرف اپنا رجحان ظاہر نہیں فرمایا۔ (اسلام اور جدید معاشی مسائل ۳/ ۷۱) پھر آگے صفحہ ۳۷ رمیں تحریر فرمایا ہے کہ علامہ شامیؒ بھی مروجہ پگڑی کے جواز کی طرف مائل ہیں۔

لیکن ہمارے اکابر میں سے کسی نے اس کے جواز پر فتویٰ دیا ہوا حقر کے علم میں نہیں ہے۔

حقوقِ طبع

کتابوں کی اشاعت کا حق محفوظ کرلیا جاتا ہے، بہت سے اکابر نے حقوقِ طبع کے محفوظ کرلینے کے عدم جواز پر مسئلہ لکھا ہے؛ لیکن بعد کے بہت سے اکابر اہل فتاویٰ نے اس کو جائز لکھا ہے اور ماقبل کی جزئیات اور فقہی عبارات سے اس کے جواز کی بات سمجھ میں آتی ہے؛ لہٰذا اس سے بھی دست برداری کا عوض لینے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ اور اکابر اہل فتاویٰ میں سے حضرت مفتی کفایت اللہ، مفتی عبدالرحیم لاجپوری، مفتی نظام الدین صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند رحمہم اللہ وغیرہ نے اس کی اجازت دی ہے۔ (مستفاد: اسلام اور جدید معاشی مسائل ۳/ ۸۶، فتاویٰ رحیمیہ ۹/ ۲۱۹، جدید زکریا ۹/ ۲۱۹-۲۲۰، منتخبات نظام الفتاویٰ ۲/ ۴۵۸)

ٹریڈ مارک اور کمپنی وتجارتی فرم کے نام کی فروختگی

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی تاجر یا تجارتی کمپنی مال تیار کرکے اندرون ملک وبیرون ممالک میں ایکسپورٹ کرتا ہے اور رفتہ رفتہ وہ تاجر یا تجارتی کمپنی لوگوں کے درمیان نیک نامی سے مشہور ہوجاتی ہے اور اس نام سے جو چیز فروخت ہوتی ہے اس کی مانگ اور سیل زیادہ ہونے لگتی ہے، حتی کہ تاجروں کے درمیان اس نام کی بڑی اہمیت ہوجاتی ہے اور لوگ اس نام کو بھاری قیمت میں خریدنے لگتے ہیں، تو کیا اس طرح شہرت یافتہ ناموں کی خرید وفروخت

جائز ہوسکتی ہے؟ تو حضرت تھانوی قدس سرہ نے مال کے بدلہ میں وظائف اور حق سے دست برداری کے مسئلہ پر قیاس کرتے ہوئے اس طرح نام اور نشان کی خرید وفروخت کرنے کو جائز لکھا ہے۔ (امداد الفتاوی ۳/ ۱۱۹، ۱۲۰)

گویا یہ ایسا ہے کہ اگر کسی کو حکومت یا کمپنی سے وظیفہ ملتا ہے اور وہ اپنا یہ حق کسی کے ہاتھ بعوض مال یا بعوض روپیہ منتقل کر دینا چاہتا ہے تو اس کے لئے یہ جائز اور درست ہے اور اسی پر علماء کا اتفاق ہے۔ علامہ علاء الدین حصکفیؒ نے اس مسئلہ کو ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

فَيُفْتٰى بِجَوَازِ النُّزُوْلِ عَنِ الْوَظَائِفِ بِمَالٍ. (در مختار کراچی ٤/ ٥١٩، زکریا ٧/ ٣٥)

پس فتویٰ دیا گیا ہے مال کے بدلہ میں وظائف اور حق سے دست برداری کے جواز پر۔

اور بعض علماء نے مفتی ابوالسعود کے اس فتویٰ سے بھی استدلال کر کے جائز قرار دیا ہے، جس میں انہوں نے اس بات کا فتویٰ دیا ہے کہ اپنے حقِ قرار اور حقِ تصرف کے بدلہ میں عوض لینا جائز ہے۔

وَرَأَيْتُ بِخَطِّ بَعْضِ الْعُلَمَاءِ عَنِ الْمُفْتِي أَبِي السُّعُوْدِ أَنَّهُ أَفْتٰى بِجَوَازِ أَخْذِ الْعِوَضِ فِي حَقِّ الْقَرَارِ وَالتَّصَرُّفِ. (شامي کراچی ٤/ ٥٢٠، زکریا ٧/ ٣٧)

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے مفتی ابوالسعود سے منقول بعض علماء کو یہ بات لکھتے ہوئے دیکھا کہ انہوں نے حقِ تصرف وحقِ قرار کے بدلہ میں عوض لینے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

لائسنس کی خرید وفروخت

کاروباری سہولت اور آسانی کے لئے تاجر یا کمپنی سرکار سے لائسنس منظور کرا لیتی ہے اور لائسنس کی وجہ سے مال درآمد اور برآمد کرنے میں سرکاری رکاوٹ سے حفاظت ہوتی ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا جس کے لئے ایکسپورٹ یا ایمپورٹ کا لائسنس منظور ہو گیا ہے

وہ دوسرے کے ہاتھ اس لائسنس کو فروخت کرسکتا ہے؟

واقعہ یہ ہے کہ یہ لائسنس کوئی مادی چیز نہیں ہے؛ بلکہ دوسرے ملک یا شہر یا مارکیٹ میں سامان بیچنے اور منتقل کرنے یا دوسرے ملک یا شہر سے مال خرید کر لانے کے حق کا نام ہے۔ اور یہ ایک ایسا حق ہے جس کے حاصل کرنے میں کافی کوشش اور رقم بھی خرچ کرنی پڑتی ہے؛ اس لئے سرکار کی رضامندی اور قانون کے ماتحت رہ کر لائسنس کی فروختگی بھی جائز اور درست ہے، غالباً اسی اصول سے حضرت تھانوی قدس سرہ نے گورنمنٹ کی رضامندی سے پنشن کی فروختگی کے جواز کا فتویٰ صادر فرمایا ہے۔ (امداد الفتاوی ۴/۵۸۰)

اور لائسنس بھی اپنا ایک اہم ترین حق ہے جس سے بڑا فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اور حضرات فقہاء نے اس قسم کے حقوق سے دست برداری کے بدلہ میں مالی عوض حاصل کرنے کو جائز کہا ہے۔ اور علامہ شامیؒ نے اس مسئلہ کو ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

فَإِنَّهُمْ قَالُوْا: يَجُوْزُ أَخْذُ الْعِوَضِ عَلٰى وَجْهِ الإِسْقَاطِ وَلَا رَيْبَ أَنَّ الْفَارِغَ يَسْتَحِقُّ الْمَنْزُوْلَ بِهٖ. (شامي كراچی ٤/ ٥٢٠، زكريا ٧/ ٣٦)

پس بیشک فقہاء نے کہا ہے کہ اپنے حق کو ساقط کرنے (دست بردار ہونے) پر (مالی) عوض لینا جائز ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ دست بردار ہونے والا اس مال کا مستحق ہو جاتا ہے جس کے عوض میں دست برداری دی ہے۔

حقِ تعلّی کی بیع

حقِ مرور کو فقہاء نے یہ کہہ کر جائز قرار دیا ہے کہ اس کا تعلق زمین اور عین سے ہوتا ہے؛ اس لئے اس کی بیع جائز ہے اور حقِ تعلّی کا تعلق زمین اور عین سے نہیں ہوتا ہے؛ بلکہ فضاء سے ہوتا ہے؛ اس لئے اس کی بیع جائز نہیں ہے۔

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ حقِ تعلّی کا ثبوت دفع ضرر کے طور پر ہوتا ہے یا براہ راست ابتداءً حقِ شرعی کے طور پر ہوتا ہے تو صحیح بات یہ ہے کہ حقِ شرب، حقِ مرور اور حقِ تسییل کی طرح حقِ تعلّی کا

ثبوت بھی براہ راست حقِ شرعی کے طور پر اصالۃً ہوتا ہے، حقِ شفعہ کی طرح دفع ضرر کے طور پر نہیں ہوتا، اسی وجہ سے جس شخص کو علو حاصل ہوتا ہے اگر اس کا علو منہدم ہوجائے تو اسے دوبارہ علو (اوپر کی منزل) کی تعمیر کا حق ہوتا ہے؛ لہٰذا جب اوپر کی منزل منہدم ہوجائے اور جس کو حق علو حاصل ہے اس کے پاس اوپر کی منزل کی تعمیر کے لئے مال واسباب فراہم نہیں ہیں، تو ایسی صورت میں اگر اس کے، اس حقِ علو کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے اور اس کے چھوڑنے کے نتیجہ میں اسے کچھ نہ ملے تو اس کا بڑا نقصان ہوجائے گا؛ اس لئے فقہاء کے اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے بطریق بیع تو اس کو بیچنے کی اجازت نہ دی جائے گی؛ لیکن صلح کے طریقہ سے اپنے حق سے دست بردار ہوجانے کا مالی عوض لینا اس کے لئے جائز ہوجائے گا؛ کیوں کہ اس کا حق اس کے لئے ابتداءً اصالۃً ثابت ہے اور دفع ضرر کے طور پر ابتداءً ثابت نہیں ہے۔ اور ایسے حقوق سے دست برداری کے طور پر مالی عوض لینے کو فقہاء نے جائز لکھا ہے۔ (اسلام اور جدید معاشی مسائل ۳/۵۷)

اس مسئلہ کا جواز ذیل کی عبارت سے واضح ہوتا ہے:

وَرَأَيْتُ بِخَطِّ بَعْضِ الْعُلَمَاءِ عَنِ الْمُفْتِي أَبِي السُّعُودِ أَنَّهُ أَفْتٰى بِجَوَازِ أَخْذِ الْعِوَضِ فِي حَقِّ الْقَرَارِ وَالتَّصَرُّفِ وَعَدَمِ صِحَّةِ الرُّجُوعِ وَبِالْجُمْلَةِ فَالْمَسْأَلَةُ ظَنِّيَّةٌ وَالنَّظَائِرُ الْمُتَشَابِهَةُ لِلْبَحْثِ فِيهَا مَجَال. (شامي زكريا ۷/ ۳۷، كراچی ۵/ ۵۲۰)

اور مفتی ابوالسعود سے نقل کردہ بعض علماء کی عبارت میں نے دیکھی ہے کہ انہوں نے حقِ قرار، حقِ تصرف اور حقِ عدم رجوع کے بدلہ میں عوض لینے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ ظنی ہے اور اس کے مشابہ بہت سے نظائر ہیں اور اس مسئلہ میں بحث کی گنجائش ہے۔

پنشن کی فروختگی

سرکاری ملازمین کو ملازمت کے ختم ہوجانے کے بعد پنشن ملتی ہے، تو ایسی صورت میں رٹائرڈ ملازم کو بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اکٹھے پیسے کی ضرورت ہوتی ہے، تو سرکار اس ملازم

کی ڈاکٹری کراکر دیکھتی ہے کہ ایسا آدمی عمومی طور پر حادثہ کا شکار نہ ہو، تو کتنے سالوں تک زندہ رہ سکتا ہے، پھر اسی حساب سے اس کی پنشن کا پیسہ بجائے ماہ بماہ دینے کے اتنے سالوں کی نصف پنشن اکٹھا دے کر پورے دس سال کا حق حکومت لے لیتی ہے، تو اس طرح جائز ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلے میں حضرت تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ میں یہ جواب لکھا ہے کہ اگرچہ یہ صورۃً بیع ہے؛ لیکن حقیقتاً بیع نہیں ہے؛ بلکہ گورنمنٹ کی طرف سے ایک تبرع ہے؛ اس لئے حکومت کی رضامندی سے اس طرح کے حق تبرع سے دست برداری کا عوض لینا جائز ہے۔

ملاحظہ فرمائیے (امداد الفتاوی ۴/ ۵۸۰)

یہ معاملہ صرف حکومت کے ساتھ جائز ہے، عوام کے ساتھ جائز نہیں: اس لئے کہ حکومت کی طرف سے پنشن ایک بڑا انعام ہے جو قسط وار دینے کا وعدہ کیا جاتا ہے، اب حکومت اسی کو کم مقدار میں یکمشت لے رہی ہے؛ اس لئے حکومت کے ساتھ یہ معاملہ جائز ہو جاتا ہے۔ (احسن الفتاوی ۶/ ۵۲۱، ۵۲۲، فتاوی محمودیہ میرٹھ ۲۴/ ۲۱۲، جدید ڈابھیل ۱۶/ ۱۱۵)

سوال نامہ کا خلاصہ

سوال نامہ میں بطور نظیر تین چیزوں کو خاص طور سے ذکر کیا گیا ہے، ان کا حکم خلاصہ کے طور پر ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

(۱) ایک شخص نے میڈیکل اسٹوروں پر دوائیاں سپلائی کرنے کی لائن بنائی ہے اور محنت کر کے کثیر تعداد میں دکانوں سے روابط مربوط کر لیے ہیں اور اس کے بعد دوسرا شخص اس لائن کو حاصل کرنا چاہے تو آپس کی تراضی سے مالی عوض دے کر لے سکتا ہے اور لائن بنانے والے کے لئے حق سے دست برداری کے طور پر رقم حاصل کرنا جائز اور حلال ہے۔ اور حقِ مجرد سے دست برداری کے عوض کے جواز جزئیات گذشتہ صفحات میں گذر چکے ہیں، یا یوں کہا جائے کہ گویا لائن بنانے والا پہلا شخص دلال اور ایجنٹ کے حکم میں ہے، ایجنٹ اور دلال کے لئے اجرت لینا جائز ہے اسی طرح اس شخص کے لئے بھی بنائی ہوئی لائن کی اجرت حاصل کرنا جائز ہے۔

(۲) اسی طرح بیکری کی پھیری لگانے والے لوگ جو اپنی لائن بناتے ہیں ان کے لئے بھی اپنی بنائی ہوئی لائن پر دوسرے سے مالی عوض لے کر انہیں لائنوں پر لگانا جائز اور درست ہے ان کو بھی دلال اور ایجنٹ کے حکم میں قرار دیا جاسکتا ہے؛ اس لئے کہ ایک لائن بنانے کے لئے ایک مدت تک محنت کرنی پڑتی ہے لہذا اس کو اپنی اس محنت کی اجرت لینے کا حق ہے، یا حق سے دست برداری کے طور پر مالی عوض لینے کو جائز کہا جائے گا، جیسا کہ ماقبل میں جزئیات گذر چکے ہیں۔

(۳) اسی طرح اخبار کی لائن بنانے والوں کی لائن کو دوسرا شخص لینا چاہے تو حق سے دست برداری کے طور پر عوض لے کر چھوڑ دینا جائز ہوگا، یا یوں کہا جائے کہ ان کا اپنی لائن پر دوسرے کو لگا دینا دلالی اور ایجنٹ کے حکم میں ہے اور دلال اور ایجنٹ کے لئے اجرت لینا جائز ہے، دلالی کی اجرت کے جواز کے بارے میں چند عبارات حسبِ ذیل ہیں:

ولم یر ابن سیرین وعطاء وابراهیم والحسن بأجر السمسار بأساً.

(بخاری شریف، النسخة الهندية ۱/۳۰۳)

عن الحكم وحماد عن ابراهيم وابن سيرين قالوا لا بأس بأجر السمسار إذا اشترى يدا بيد. (المصنف لابن ابی شیبه ۱۱/۳۳۹رقم ۲۲۵۰۰)

اس کو علامہ شامی اور صاحب تاتارخانیہ نے اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار فقال أرجو أنه لا بأس به وإن كان في الاصل فاسداً لكثرة التعامل وكثير من هذا غير جائز فجوز لحاجة الناس إليه. (شامی زکریا ۹/۸۷، کراچی ۶/۶۳، تاتارخانية ۱۵/۱۳۷رقم ۲۲۴۶۲)

اور اس کو صاحب ولوالجیہ نے اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

أجرة السمسار .....مما لا تقدير فيه للوقت ولا مقدار لما استحق بالعقد وللناس فيه حاجة فكانت جائزة وإن كان في الاصل فاسداً لحاجة الناس إلى ذالک. (الوالوالجية ۳/۳٤٤)

اس کو علامہ ابن نجیم مصری نے الاشباہ والنظائر میں ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے:

إجارة المنادی والسمسار والحمامی ونحوها جائزة للحاجة.

(الاشباہ والنظائر الفن الثانی کراچی ۲/ ۶۰)

اور اس کو صاحب مبسوط نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے:

والسمسار اسم لمن یعمل للغیر بالاجر بیعاً وشراءً ومقصوده من إیراد الحدیث بیان جواز ذالک. (المبسوط للسرخسی ۱۵/ ۱۵۵)

۳۹ کتاب الرؤیا

خواب میں سورۂ نوح کی تلاوت

سوال [۱۰۳۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (الف) خواب دیکھا کہ میں سورۂ نوح پڑھ رہی ہوں، اللہ تعالیٰ کے بارے میں برے برے خیالات آتے ہیں، کچھ پڑھنے کے لیے بتائیں؟

(ب) کیا دیکھتی ہوں کہ کلام پاک اٹھا رہی ہوں، کلام پاک کے پاس سورۂ نوح پیلے کاغذ پر لکھی ہوئی ہے، پڑھ سکتی ہوں میں، اس کے پڑھنے کے لیے اٹھاتی ہوں کہ آج سے کئی دن پہلے خواب دیکھا تھا کہ میں سورۂ نوح تلاوت کررہی ہوں، اور جس کاغذ پر لکھی ہوئی ہے اس میں دیمک لگ گئی ہے، کاغذ پہلے کالا ہوگیا ہے، آنکھ کھل جاتی ہے، اذان فجر کا وقت تھا۔

المستفتیہ: سیدہ بیگم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: خواب میں سورۂ نوح کی تلاوت آخرت کی نجات کی طرف اشارہ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کسی کو خاص نیک کام کا مشورہ دیں گی، ان شاء اللہ تعالیٰ، انجام بخیر ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ ذی قعدہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۹۴۳/۳۵)

خواب میں حج بیت اللہ کا سفر کرنا

سوال [۱۰۳۴۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: جواب فوری موصول ہوکر خوشی ہوئی، ایک خواب ہمارے مدرسہ کے منشی جی صاحب کونظر آیا، سحری کے وقت یعنی صبح پانچ بجے، منشی جی تقریباً ڈیڑھ ماہ بہت بیمار رہے، اب طبیعت قدرے بہتر ہے، دوائی ابھی تک جاری ہے، وہ دیکھتے ہیں کہ بندرگاہ پر سمندر میں پلیٹ فارم سے ہی لگا ہوا پانی کا جہاز کھڑا ہے، خیال کرتے ہیں کہ جہاز تو پلیٹ فارم سے کئی کلو میٹر دور کھڑا ہوتا ہے، گہرے پانی میں یہ یہاں کیسے کھڑا ہو گیا، خیر وہ اس میں بیٹھ جاتے ہیں، حج کے لیےتشریف لے جانے کی خوشی میں۔

اس میں تشریف رکھتے ہی ان کومحسوس ہوا کہ یہ تو چچا بھی حج کے لیے جارہے ہیں (ان کے حقیقی چچا جو بقید حیات ہیں، فی الحال وہ بھی بیمار ہیں) گویا دونوں ساتھ ہیں، جہاز روانہ ہوگیا، جہاز کے چلتے ہوئے جب کچھ ٹائم گذر گیا، تو نہ معلوم کسی شخص نے منشی جی سے کہا کہ دیکھو! سامنے تمہارے دادا اوردادی اور اما بھی ہیں، تو اس شخص کے کہنے پر منشی جی نے سامنے نظر کی تو گویا جہاز کے سامنے آئینہ ہے (جیسا کہ بس وغیرہ میں سامنے آئینہ ہوتا ہے) تو خواب دیکھنے والے دیکھتے ہیں کہ دادا، اوردادی دونوں آئینہ کے باہر ہیں آئینہ میں سے ان کونظر آئے جہاز بدستور جاری ہے، دادا، دادی صرف نظر آئے اور کچھ نہیں، اور جہاز چلتا رہا کہیں غیر معروف جزیرہ پر جہاز نے اسٹاپ کیا (رکا)، منشی جی بھی جہاز کے نیچے اترے، ایک غیر متعارف باشرع بزرگ صفت شخص ملے، مصافحہ کیا، اوراس آبادی والوں کی کچھ شکایت کی، اپنے انداز میں جوخواب دیکھنے والے کے لیے بھی نصیحت محسوس ہوئی،، یہیں خواب ختم ہو گیا، ان کے کلماتِ شکایت ونصیحت خواب دیکھنے والے کو یعنی منشی جی کو یاد نہیں رہے اور دادا، دادی کو صرف منشی جی نے دیکھا، ان کے چچا جو حج کے لیے ان کے ہمراہ ہیں ان کے بارے میں ان کو معلوم نہیں کہ آیا، انہوں نے بھی دیکھا ہے یانہیں؟ اپنے والدین کو، چچا عالم باعمل ہیں، منشی جی بھی میرے علم کے مطابق نہایت نیک انسان ہیں، باقی اللہ بہتر جانتا ہے، خاص دھیان کرکے ایک ایک جز کی تعبیر سے مطلع کریں، پہلے کی طرح فوری جواب سے مسرور فرمائیں۔

امید ہے کہ آپ اور گھر میں سب بخیر ہوں گے، آپ کو فرصت کب ہو جائے گی،

اسباق کی کثرت سے مطلع کریں تاکہ سوالات مرتب کر کے روانہ کرسکوں، مولانا مفتی محمد سلمان صاحب ودیگر پرسانِ حال حضرات سے سلام مسنون کہہ دیں، احقر نے بھی گذشتہ ہفتہ ایک دوشنبہ کو اور ایک جمعہ کو صبح صادق کے وقت دو بار اپنے آپ کو حج کے لیے جاتے ہوئے دیکھا ہے کہ جدہ ایئرپورٹ پہنچ گیا ہوں، فقط اتنا ہی۔

المستفتی: خلیل الرحمٰن مدرسہ مرادیہ مظفرنگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس خواب میں دو چیزیں قابل غور ہیں:

(۱) حج کے لیے سفر کرنا۔

(۲) کشتی کی سواری سے صحیح سالم کنارے پر اترنا۔

یہ دونوں اس بات کی طرف مشیر ہیں کہ صاحب خواب اگر بیمار ہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد شفا پانے والا ہے، اور اگر قرضدار ہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد قرضہ سے سبکدوش ہوگا اور دادا اور دادی کو آئینہ کے ماوراء سے دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان سے ملاقات میں ابھی کچھ وقت باقی ہے اور مرحومین کے لیے ایصال ثواب کرتے رہنا چاہیے اور آپ نے جو خواب دیکھا ہے وہ بھی اسی طرف مشیر ہے کہ ان شاء اللہ مرض اور غم سے نجات پاجائیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۷۲۵)

خواب میں فرشتوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا

سوال [۱۰۳۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس کی تعبیر معلوم کرنا چاہتی ہوں، خواب کچھ اس طرح ہے کہ ہمارے گھر کے پیچھے ایک بہت بڑا میدان ہے اس میں کچھ حضرات جس میں

عورتیں بھی شامل ہیں، اندازاً پچاس ساٹھ لوگ موجود ہوں گے، نماز ادا کر رہے ہیں، جس میں انہوں نے رکوع سجدہ بھی کیا اور بہت عمدہ لباس پہنے ہوئے ہیں، بہت چمکدار، سفید رنگ کا لباس ہے، اور چہرے ڈھکے ہوئے ہیں، اور ان کے لباس کی چمک اتنی تھی کہ آج تک نہیں دیکھی، محلّہ کے لوگ اپنی چھتوں سے اور روڈ پر کھڑے لوگ دیکھ رہے ہیں، نماز پوری کرنے کے بعد وہ لوگ اپنا چہرہ کھولتے ہیں تو سب کے داڑھی اور نورانی چہرہ تھا، میرے پڑوس والوں کے بیٹے بھی کھڑے تھے، میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے اور باقی سب لوگوں نے کہا کہ یہ فرشتے ہیں، نماز کے بعد محلّہ کے لوگ آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ ان کو اب کہاں ٹھہرایا جائے تو سب کی یہ رائے ہوئی کہ ان کو میرے پڑوس والے (جن سے میں نے پوچھا کہ یہ نماز پڑھنے والے کون ہیں) کہ یہاں ٹھہرانا مناسب ہے، کیونکہ ان کا آنگن بڑا ہے اور آرام دہ ہے، کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہے، اور اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

المستفتيه: عمرانہ بیگم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفيق: جہاں ان فرشتوں کو دیکھا گیا ہے وہاں کے اور اس کے آس پاس کے لوگ غم اور پریشانی سے نجات پائیں گے، اور وہاں کے لوگ دشمنوں سے ان شاء اللہ تعالیٰ حفاظت میں رہیں گے اور جس کے گھر ان کو ٹھہرانے کی بات ہے ان کے یہاں خیر اور بھلائی کی بات ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۱۱/ ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۳۶۹)	۱۴۲۰/۱۱/۱۱ھ

خواب میں علماء کی زیارت کرنا

سوال [۱۰۳۴۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کل رات میں نے خواب میں حضرت مولانا اختر الاسلامؒ اور شیخ الحدیث مولانا

عبدالجبار صاحب کو دیکھا ہے، چہرہ نورانی ہے لیکن دونوں حضرات میں اختلاف ہے، اور اختلافی انداز میں گفتگو کر رہے ہیں، تعبیر سے نوازیں؟

المستفتی: محمد صلاح الدین مدرسہ رحمانیہ پیر مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: خواب دیکھنے والے کے حق میں بہت خیر و برکت کا باعث ہے، دونوں بزرگ ماشاء اللہ عافیت وعیش میں ہیں، دونوں کا آپسی اختلاف برائے دین ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سبب ہے، اسی وجہ سے دونوں کے چہرے نورانی نظر آرہے ہیں۔

اختلاف أمتي رحمة. (جامع الأحاديث للسيوطي ٢/ ٤٠، رقم: ٧٠٦) **فقط** واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۱۸۲۷)

خواب میں مزار وغیرہ دیکھنا

سوال [۱۰۳۴۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں نے چاند کی پہلی تاریخ کو خواب دیکھا تھا آپ مجھے اس خواب کی تعبیر دیدیں، میں نے خواب میں دیکھا کہ میری آنکھ کھلی، میں رامپور جارہا ہوں، پتلی پتلی گلیوں کو ہو کر میں نے دیکھا کہ راستے میں بھینس اور بکرے بک رہے ہیں، مطلب ان کی قربانی ہو رہی ہے، راستے میں کپڑا ناپنے کا میٹر بک رہا ہے، میں نے اپنے دل میں سوچا کہ میں بھی ایک میٹر لے لوں، میرے کام میں آئے گا، لیکن میٹر لمبے لمبے تھے، میں نے نہیں لیے، پھر میں آگے گیا تو دیکھا کہ ایک مزار تھا، اس مزار پہ ایک مجاور بیٹھا تھا، فاتحہ دے رہا تھا، میں نے اس سے فاتحہ دلوائی، پھر میں جانے لگا تو اس مجاور نے کہا کہ اے فلاں! تو نے فاتحہ تو دلوائی لیکن گلک میں پیسے نہیں ڈالے، میں نے جلدی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک روپیہ

گلک میں ڈال دیا، پھر میں وہاں سے واپس آرہا تھا، تو مجھے لگ رہا تھا کہ اس مزار کے گلاب کے پھولوں کی خوشبو میرے پیچھے پیچھے آرہی ہے، میرے دل نے سوچا، پیچھے مڑکر دیکھوں، میں نے دیکھا تو کوئی بھی نہیں تھا، لیکن خوشبو آرہی تھی، میں جب گھر آیا تو مجھے معلوم ہورہا تھا کہ خوشبو میرے گھر آگئی ہو، اور جب میں راستہ سے لوٹ رہا تھا تو وہ قربانی ہورہی تھی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ماشاء اللہ خواب بہت اچھا ہے، اگر قرض ہے تو ادا ہو جائے گا، اور اگر کوئی تنگی یا کسی وجہ سے خوف ہے تو دور ہو جائے گا، اور اگر حج نہیں کیا ہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ حج کا انتظام ہو جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴ر ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۲۴۶۸)

خواب میں غیر نبی کا کلمہ پڑھنا اور اس کی تعبیر

سوال [۱۰۳۴۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: دوپہر کا وقت تھا کہ نیند نے غلبہ کیا اور سو جانے کا ارادہ کیا، رسالہ حسن العزیز کو ایک طرف رکھ دیا، لیکن جب بندہ نے دوسری طرف کروٹ بدلی تو دل میں خیال آیا کہ کتاب پشت کی جانب ہوگی، اس لیے رسالہ حسن العزیز کو اٹھا کر اپنے سر کی جانب رکھ لیا اور سو گیا، کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں، اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی، کلمہ شریف کے پڑھنے میں، اس کو صحیح پڑھنا چاہیے، اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں، دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے، لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے، حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں، لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے، دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں، اور

بھی چند اشخاص حضور کے پاس تھے، لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہوگئی، زمین پر گر گیا، اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری، اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی، اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہوگیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی، اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور ہی کا خیال تھا، لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے، بایں خیال بندہ بیٹھ گیا، اور دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں، لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں ''اللہم صل علی سیدنا ونبینا و مولانا اشرف علی'' حالانکہ اب بیدار ہوں، خواب نہیں، لیکن بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں، اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی، خوب رویا اور بھی بہت سی وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں، کہاں تک عرض کروں، مذکورہ بالا حادثہ خود مولانا اشرف علیؒ کے مرید کا بیان کردہ ہے، جس پر مولانا نے خاص متبع سنت کا فتویٰ دیا تھا، کیا ایسے کلمات زبان سے نکالنے پر کلمہ کفر ادا کیا یا نہیں؟ تحریر فرمائیں۔

المستفتی: تلخیص محمد اقبال محلہ ڈھیریا مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جواب سے پہلے دو شرعی اصولوں کا سمجھنا ضروری ہے۔

(۱) عاقل بالغ انسان کی دو حالتیں ہیں: (۱) حالت بیداری: اس حالت میں انسان کو احکام شرعیہ کے ہر گوشہ کا مکلّف بنایا گیا، اگر کلمہ کفریہ زبان سے استعمال کرتا ہے یا حضور ﷺ پر کسی کو فوقیت دیتا ہے یا حضور ﷺ کے بعد کسی کو رسول اور نبی تسلیم کر کے اسی کے نام کلمہ پڑھتا ہے تو اس پر کفر کا حکم لگایا جاتا ہے اور اس پر تجدید ایمان اور تجدید نکاح بھی لازم ہوتا ہے۔

(۲) حالت نوم اور بے ہوشی: اس حالت میں انسان پر مستقل کوئی شرعی حکم لاگو نہیں ہوتا، مثلاً اگر کوئی حالت نوم میں کلمہ کفریہ زبان پر جاری کرتا ہے یا کوئی کافر اسلام قبول کرتا ہے یا کوئی اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو اسلامی شریعت میں نہ اس پر کفر کا حکم لاگو ہوگا اور نہ اس کا اسلام

معتبر ہوگا اور نہ اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگی، جیسا کہ کتب فقہ کی عبارات سے واضح ہوتا ہے:

(النائم) و تبطل عباراته من الإسلام و الردة و الطلاق و لم توصف بخير و إنشاء و صدق و كذب كألحان الطيور و مثله في التلويح فهٰذا صريح في أن كلام النائم لايسمى كلامه لغة و لا شرعاً بمنزلة المهمل.

(شامی، کتاب الطلاق، مطلب: فی طلاق المدهوش، زکریا ٤/٤٥٣، کراچی ٣/٢٤٥)

والنائم عديم الاختيار. (هدايه، باب طلاق السنة، اشرفی ٢/٣٥٨)

اصول (۲): علوم شرعیہ دو قسموں پر ہیں: (۱) علم ظاہر جس کا تعلق فن فقہ اور مسائل کے ساتھ ہوتا ہے اور ہر مسلمان کو اس کا مکلّف بنایا گیا ہے۔

(۲) علم باطن جس کا تعلق فن تعبیر اور کشف و مکاشفہ سے ہوتا ہے اس کے اسرار و رموز کا سمجھنا ہر کس و ناکس کے بس میں نہیں ہے، اس لیے شریعت اسلامی نے کسی کو اس کا مکلّف بھی نہیں بنایا ہے اور خواب میں جو اشیاء نظر آتی ہیں وہ سب علم باطن سے متعلق ہوتی ہیں اور فن تعبیر کا ماہر اور صاحب باطن ہی ان اشیاء کی حقیقت پر غور کر کے صحیح معنی اور مفہوم نکال سکتا ہے جیسا کہ سورۂ یوسف آیت: ۴ میں گیارہ ستاروں سے حقیقی ستارے مراد نہیں ہیں، بلکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی مراد ہیں، اور شمس و قمر سے حقیقی سورج و چاند مراد نہیں بلکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین مراد ہیں، اور ان کو سجدہ کرنے سے حقیقی سجدہ مراد نہیں، بلکہ عظمت و شان مراد ہے، آیت ۳۶ میں شراب نچوڑنے سے حقیقی شراب نچوڑنا مراد نہیں، بلکہ اس کی تعبیر شاہی دربار کا خادم بننا ہے، اور سر پر روٹیاں اٹھانے سے حقیقی روٹی مراد نہیں بلکہ اس کی تعبیر سولی پر چڑھانا ہے اور آیت: ۴۳ عزیز مصر کے خواب میں سات موٹی گایوں کو سات لاغر گایوں کے کھانے اور سات سبز بالیوں کو سات خشک بالیوں کا لپیٹ کر خشک کر دینے سے اس کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے بلکہ اس کی تعبیر سات سال تک عیش و عشرت اور فراوانی کی زندگی اور سات سال تک قحط و خشک سالی اور تنگی کی زندگی ہے۔

نیز حدیث میں حضرت عمرؓ کا لمبا کرتہ پہننے سے ان کا دین مراد ہے، حقیقی کرتہ پہننا مراد نہیں۔ (ترمذی نسخۂ ہندیہ ۲/۵۴ دارالسلام رقم: ۲۲۸۵)

اب اصل سوال کا جواب یوں ہوگا کہ حضور ﷺ تمام بنی نوع انسان کے لیے ہادی و رہنما بن کر تشریف لائے تھے، اس لیے حضور ﷺ کے نام کا کلمہ پڑھنا لازم ہوتا ہے، اب اگر کوئی شخص کسی عالم دین کے نام کا حالت نوم اور خواب میں کلمہ پڑھتا ہے تو اس سے اس کا حقیقی معنی ہرگز مراد نہیں ہے ہوگا بلکہ اس کی تعبیر یہی ہے کہ جس کے نام کلمہ پڑھا ہے وہ متبع سنت اور نائب رسول اور رہنمائے شریعت اور لائق اقتدا ہے، لہٰذا حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جو تعبیر دی ہے وہ بالکل صحیح ہے، جو شخص فن تعبیر اور علوم باطنہ سے واقفیت رکھتا ہے وہ اس خواب کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے، نیز سائل نے ''امداد الفتاویٰ ۳/۳۴-۳۵'' کی عبارت کو اچھی طرح نہیں سمجھا، اس لیے کہ حضرت تھانویؒ نے صاحب خواب کے متبع سنت ہونے کا فتویٰ نہیں دیا بلکہ اپنی ذات کو مذکورہ خواب کی تعبیر سے متبع سنت ہونا بتلایا ہے اور ''امداد الفتاویٰ ۲/ ۳۵'' میں صاحب خواب کا یہ کہنا کہ کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ پر درود پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں ''اللہم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی'' حالانکہ اب بیدار ہوں، لیکن بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان قابو میں نہیں، یہ باتیں حقیقی بیداری سے متعلق نہیں ہیں بلکہ سلسلہ خواب سے متعلق ہیں، اس لیے کہ خواب دیکھنے والا بسا اوقات زیادہ یادداشت کی وجہ سے یہ محسوس کرتا ہے کہ فلاں بات حالت بیداری میں پیش آئی ہے حالانکہ حقیقت میں بیداری کی نہیں ہوتی، بلکہ نیم نوم اور نیم بیداری کے درمیان کی ہوتی ہے، جیسا کہ باب الأذان میں حضرت عبداللہ بن زید انصاریؓ جب اپنا خواب بیان فرمارہے تھے اس وقت انہوں نے فرمایا کہ میں نے یہ بات حالت بیداری میں دیکھی اور میں سونے والا نہیں تھا لیکن تہمت کا خطرہ ہے اس لیے دعویٰ نہیں کرر ہا ہوں۔

قال عبد الله: لولا إني أتهم نفسي لظننت أني رأيت ذٰلک و أنا يقظان غير نائم. (طحاوی شریف، النسخة الهندية ۱/ ۸۰، دار الكتب العلمية بيروت ۱/ ۱۷۴، رقم: ۷۹۶)

تو اسی طرح ''الامداد الفتاویٰ ۳/ ۳۵'' کی عبارت کا مطلب یہی ہے کہ خواب کی بات زیادہ یاد ہونے کی وجہ سے بیداری کی محسوس کرر ہا ہوں، اس قسم کی باتوں کو فن تعبیر کا ماہر

اور صاحب باطن خوب اچھی طرح سمجھ سکتا ہے اور جو لوگ فن تعبیر کے رموز پر واقف نہیں ہیں ان کو پریشانی ضرور ہوسکتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۴/۲۳۵۴)

خواب میں دودھ کو دیکھنا

سوال [۱۰۳۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرا ایک دوست ہے جس سے مجھے بے انتہا محبت ہے ہم دونوں اکثر اوقات ساتھ ساتھ رہتے ہیں اور چند دن بھی ایک دوسرے کے بغیر مشکل سے گذارتے ہیں، پچھلے سال دونوں ۴۰؍دن کے سفر میں اللہ کے راستے میں جارہے تھے، عین وقت پر میرے دوست کا جانا رد ہوگیا اور میرے ۴۰؍دن بہت مشکل سے کٹے، میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ میں عشاء کی نماز کے بعد اپنے دوست کو گھر سے بلا کر اپنے ساتھ لے کر کہیں جارہا ہوں اور کچھ دور چل کر وہ مجھ سے بچھڑ جاتا ہے، میں بہت آواز دیتا پھرتا ہوں، بہت دیر بعد وہ مجھے ایک گھر میں ملتا ہے، اس کے بدن پر کرتا نہیں اور پاگلوں کی سی بات کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ اس گھر والوں نے مجھے دودھ پلایا ہے اس کے بعد گھبرا کر آنکھ کھل جاتی ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: آپ کے خواب کا آخری حصہ اصل ہے اور آخر میں دودھ پینا ثابت ہے اور دودھ کا پینا ہدایت اور صلاح وعلم کی طرف اشارہ ہے۔

عن ابن عمر قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: بينا أنا نائم إذ أتيت بقدح لبن فشربت منه، ثم أعطيت فضلي عمر بن الخطاب قالوا: فما أولته يا رسول الله! قال: العلم. (سنن الترمذی، أبواب الرؤيا، باب بلا ترجمة، النسخة الهندية ۲/ ۵۴، دار السلام رقم: ۲۲۸۴)

حدیث میں آیا ہے:

عن أبی هریرة –رضی الله عنه –أحب حبیبک هونا ما عسی أن یکون بغیضک یوما ماوأبغض بغیضک هونا ما عیسی أن یکون حبیبک یوما ما. (ترمذی، باب ما جاء فی الاقتصاد فی الحب والبغض، النسخة الهندیة ۲/ ۲۰، دار السلام رقم: ۱۹۹۷، المعجم الکبیر للطبرانی، دار إحیاء التراث العربی ۱۳/ ۷۰، رقم: ۱۷۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۸۲۹)

خواب میں مچھلیاں دیکھنا

سوال [۱۰۳۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں ایک ہی خواب کو بار بار دیکھتا ہوں، اور خواب دیکھتے ہوئے تقریباً دس بارہ سال ہوگئے ہیں، میں یہ خواب ہفتہ میں دو ایک بار ضرور دیکھتا ہوں، میں خواب میں مچھلی پکڑتا ہوں، پھر یہ مچھلی ہاتھ سے پکڑتا ہوں تو کبھی کانٹوں سے پکڑتا ہوں، کبھی جال سے پکڑتا ہوں، کبھی ایک دو مچھلی دیکھتا ہو، کبھی بہت ڈھیر ساری مچھلی دیکھتا ہوں، اور کبھی ان میں سے اچھی اور خوبصورت مچھلی کو پسند کرتا ہوں، کبھی ندی کے کنارے مچھلی پڑی ہوئی دیکھی ہے، جو مری ہوئی ہے، چھوٹی بڑی خوبصورت ہر طرح کی دیکھتا ہوں، لیکن دیکھتا مچھلی ہی ہوں، تو اس کی کیا تعبیر ہوسکتی ہے؟

المستفتی: حامد حسین نواب پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب مچھلی زیادہ دیکھتے ہیں اور اپنی ملکیت اور قبضہ میں آگئی ہیں تو دولت زیادہ مقدار میں حاصل ہونے کی دلیل ہے اور اس میں محنت بھی زیادہ کرنے کی ضرورت نہیں، اور جب مچھلیاں کم مقدار میں حاصل ہوتی ہیں تو اسی طرح کم

مقدار میں دولت حاصل ہونے کی دلیل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍محرم الحرام ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۲۹۷)

خواب میں کبوترنی دیکھنا

سوال [۱۰۳۵۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے نواسے کی بیوی میکے میں جا کر رک گئی ہے، بہت کوشش کی گئی لیکن آنے کو تیار نہیں ہے، میرے نواسے نے اسی دوران ایک خواب دیکھا ہے کہ اس کے گھر ایک کبوترنی آئی اس کو اس نے پکڑ لیا، کبوترنی چھوٹنے کی بہت کوشش کرنے لگی مگر اس نے نہیں چھوڑا، پھر گھر سے باہر آیا، کبوترنی چھوٹنا چاہتی تھی وہ کسی طرح چھوٹ کر سامنے ایک کبوتر بیٹھا تھا اس کے پاس چلی گئی، اس کے جاتے ہی کبوتر اڑ کر چلا گیا، تو کبوترنی منھ نیچا کر کے مرگئی، برائے کرم تعبیر بتادیں۔

المستفتی: ماسٹر خلیل احمد محمد پورہ نیوڈیسہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کبوترنی سے مراد نواسے کی بیوی ہے وہ اس سے طلاق لینا چاہتی ہے اور یہ طلاق دینا نہیں چاہ رہا ہے، خواب کے منظر کا حاصل یہ ہے، اور کبوترنی کا اڑ کر دوسرے کبوتر کے پاس پہنچ جانا اور پھر کبوتر کا اڑ کر چلا جانا اور کبوترنی کا نیچے منھ کر کے مر جانا اس بات کی طرف اشارہ ہے، معلوم ہوتا ہے کہ وہ لڑکی کسی دوسرے مرد سے نکاح کر کے اس کے پاس رہے گی، اور بعد میں شوہر کا سایہ اس کے اوپر سے اٹھ جائے گا اور بغیر شوہر کے اسی حالت میں اس کی بقیہ زندگی گذر جائے گی۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۰۸۲۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۱۱/۱۴۳۳ھ

خواب میں بندر دیکھنا

سوال [۱۰۳۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ناکارہ نے کچھ عرصہ قبل عجیب طرح کے خواب دیکھے ہیں، جنہیں یادداشت کے لیے تحریر کرلیے تھے، جن کی تعبیر کے لیے طبیعت پریشان رہتی ہے، اس لیے حضرت اقدس کی خدمت میں ناکارہ بڑی عقیدت کے ساتھ خواب تحریر کررہا ہے، ان شاءاللہ تعبیر اور علاج دونوں باتیں حاصل ہوجائیں گے، خواب درج ذیل ہیں:

(۱) ایک روز میں نے سونے کی حالت میں دیکھا کہ ایک بندر مجھ پر حملہ کررہا ہے، اپنے دفاع کے لیے میں تھالی نما برتن سے اس کے منھ پر چوٹ ماررہا ہوں جس کی وجہ سے وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے، اسی حالت میں نیند سے بیدار ہوگیا۔

(۲) ۸؍رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ بروز جمعہ بوقت صبح ۸؍تا۹؍بجے کے درمیان خواب دیکھا کہ میں گاؤں کے ایک تالاب کے اندر ہوں، وجہ پتہ نہیں کیوں، کمر تک پانی کے اندر، اچانک ایک خنزیر نے حملہ کیا، میں نے اس کا منھ پکڑ کر پانی کے اندر دبایا کہ وہ پانی کے اندر اچانک مرجائے گا، اور تالاب کے باہر کے لوگوں کو پکارا اتنے میں دوسرے خنزیر پر نظر پڑی، اس وقت میرا ہاتھ اس پہلے والے کے منھ کے اندر چلا گیا، پھر وہیں پر کالے رنگ کے دونو جوانوں کی شکل تالاب کے اندر ہی نظر آئی، تب میرے ہاتھ میں عجیب قسم کا ڈنڈا تھا، میں نے دونوں کے ایک یا دو ڈنڈے مارے، اس کے بعد گاؤں کے کسی گھر میں دونوں لڑکے دو چارپائیوں پر بیٹھے ہیں، باقاعدہ سمجھ رہا ہوں کہ خنزیر پالنے والے ہیں، لیکن یہ بات یاد نہیں کہ وہ گالیاں دے رہے ہیں یا میں، جبکہ ایک مدت سے میں گالیوں سے پرہیز رکھتا ہوں، وہ دونوں بگڑ کر کہہ رہے ہیں کوئی واقعہ بتاتے ہوئے جو مجھے یاد نہیں رہا، کہ اس میں بہت تیز بول رہے تھے، اس پر میں نے کہا کہ اس وقت میری داڑھی کتنی بڑی تھی، ایک نے انگلی کے اشارہ سے پوری شرعی داڑھی بتائی، اس پر میں نے بھی انگلی کے اشارے سے کہا کہ اس وقت کافی

چھوٹی تھی، اس پر ایک نے کہا کہ یہ نہیں تھے، دوسرے نے نہیں مانا، اور میں نیند سے بیدار ہو گیا، خواب سے تقریباً دو سال قبل میری داڑھی ایک مشت سے کم تھی۔

(۳) ۸؍ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ بروز چہارشنبہ مقامی مدرسہ کے ایک مدرس کے ساتھ معلوم نہیں کہاں ہوں، یہ بھی ٹھیک یاد نہیں ہے کہ قریب کون بیٹھا ہے، شاید کوئی شرابی شخص ہے، میرے قریب کوئی بچہ بھی ہے، میں اور مدرس صاحب کوئی رنگین چیز پیالی سے نکال کر پی رہے ہیں، اور میں اس کو شراب سمجھ رہا ہوں اور یہ بھی سوچ رہا ہوں کہ شراب نہیں ہے، اور اس کا مزہ بھی عجیب عمدہ قسم کا ہے، ساتھ میں ٹافی کی طرح کچھ کاٹ کر کھا بھی رہا ہوں، اسی کے ساتھ بیدار ہو گیا۔

(۴) کچھ مہینہ قبل خواب دیکھا، دن تاریخ بھول گیا، گھر کے برآمدے میں مکّا کے پکے بھٹے کھیتوں سے گھر آ چکے ہیں، بھٹوں کے ساتھ جھلی میں ایک کوا اور ایک شکاری چڑیا بندھی ہوئی ہے، میں نے ان کو دیکھا تو کہہ رہا ہوں کہ کلو (جو کہ ایک کاشتکار ہے) نے باندھ دیا ہے اور یہ پیاس سے مرنے کو قریب ہیں، میں نے کسی سے پانی منگوایا اور ان کو پلا رہا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ کوا بہت کمزور ہو گیا ہے، اور یہ مضبوط ہے اسی کے ساتھ آنکھ کھل گئی۔

(۵) امسال ۱۴۲۳ھ رمضان المبارک میں خواب دیکھا جو کہ پوری طرح یاد بھی نہیں رہا، کہ تحریر کر لیتا کہ گوشت کی دوکان پر گوشت کاٹا جا رہا ہے، اور میرے ہاتھ میں عجیب طرح کا جانور ہے کہ اس کا گوشت کٹے گا یا کٹ رہا ہے، اور سوچ رہا ہوں یہ تو خنزیر ہے۔

المستفتی: محمد اجمل اسہی اعظم پور ہردوئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) خواب میں بندر کا دیکھنا، مکار اور فریب دینے والا دشمن ہے جو آپ کو نقصان پہنچانے کے درپے ہے، مگر نقصان نہیں پہنچا سکا، اللہ پاک حفاظت فرمائے، صبح، شام "**بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیئ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم**" تین تین مرتبہ پڑھ لیا کریں، اور تین تین بار "**اللھم انا نجعلک فی نحورھم و نعوذ بک من شرورھم**" پڑھا کریں، اگر

دشمن معلوم ہے تو اس کی طرف دھیان بھی رکھا کریں۔

(۲) خنزیر سے لڑنا، ظالم اور کمینہ شخص کے ساتھ کچھ لوٹ پھیر ہے، اور پانی میں نصف بدن کا مطلب دین کے اعتبار سے اتنی کمی ہے، نیز اپنی آمدنی کو دیکھ لیں، کہیں سے کوئی مشتبہ مال تو نہیں آرہا ہے، مقابل کے لوگوں کا داڑھی کو زیادہ بتلانا ان کی نگاہ میں عظمت کی دلیل ہے۔

(۳) اگر بیمار ہے تو شفا کی طرف اشارہ ہے۔

(۴) فاسق، بددین اور جھوٹے آدمی کی آپ بہت مدد کرتے ہوں گے۔

(۵) جو خواب صحیح یاد نہ ہو اس کو بیان نہیں کرنا چاہیے، اور بہت پرانا خواب بھی بیان نہیں کرنا چاہیے، اور نیز گائے اور خنزیر کے اشتباہ میں مال مشتبہ کا اندیشہ ہے، خود دیکھ لیں۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۲۴؍ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۸۶۵)	۱۴۲۳/۱۲/۲۴ھ

خواب میں شیر دیکھنا

سوال [۱۰۳۵۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نے ایک رات کو خواب دیکھا ہے کہ ایک شیر آیا اور وہ میری طرف کو دیکھنے لگا، پھر وہ گھوم کر چلا گیا، یہ واقعہ تو ایک رات کا ہے، دو دن کے بعد پھر میں نے دیکھا کہ میرے مکان کے پیچھے خوب آبادی ہے، وہاں شور مچا اور لوگ چلائے، پھر میں وہاں گیا تو ایک شیر نے بھینس کے اوپر حملہ کر دیا ہے اس نے اس کو پیچھے سے پھاڑ کر کھایا۔

المستفتی: شفیق الرحمٰن اصالت پورہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ کا کوئی دشمن ہے، وہ دشمن باوقار بڑا آدمی ہے، مگر آپ سے دشمنی ہے، جب وہ آپ کے پاس آکر چلا گیا تو دشمن آپ کو کوئی نقصان نہیں

پہنچائے گا اور پھر دوسری مرتبہ جب بھینس کو دیکھا ہے تو اگر وہ بھینس آپ کی ہے تو یہ اشارہ ہے کہ دشمن آپ کے پاس مال میں معمولی نقصان کرے گا اور اگر وہ آپ کی بھینس نہیں ہے تو آپ کے مال و جان میں سے کسی چیز کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۹۹۴)

خواب میں شیر اور خود کو امامت کرتے دیکھنا

سوال [۱۰۳۵۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: پہلا خواب: نوجوان اپنے گھر ہے، شور ہوا کہ شیر (اسد) آگیا ہے، سب اس جگہ کے باشندہ اپنے اپنے گھروں میں گھس گئے اور اپنے جانور، گائے، بیل، بھینس ان کو بھی اندر کرلیا، پولیس بھی ہے وہ شیر کے مارنے کو اس کی تاک میں ہے، خیر شیر آ کر نہ معلوم اندر بستی میں کہیں چلا گیا، اگلا روز ہوا، پھر اسی طرح شور ہوا، پھر تیسرا روز ہوا، تو یہ نوجوان خواب دیکھنے والا اپنے گھر کے قریب کسی جگہ پاخانہ کر رہا ہے، قضاء حاجت پوری کر رہا تھا کہ ایک دم شور ہوا کہ شیر آگیا، پاخانہ تھوڑا سا ہوا تھا کہ شور سن کر وہاں سے بھاگا اور گھر میں گھس گیا، بستی کے تمام افراد اسی طرح آج جانور بھی جلدی میں اندر بند نہیں کر سکے، لوگ جو آگئے، وہ تو مغرب بعد آتے ہیں، یعنی شیر پھر گھر سے باہر نکلا دیکھتا ہے کہ پولیس بہت ہے جو شیروں کو مارنے آئی ہے، شیر ایک کھیت میں چھپے ہیں، تو پولیس رائفل لیے تعاقب میں ہے، یہ نوجوان اور دیگر بستی والے کھڑے ہیں، نوجوان دیکھتا ہے کہ شیر اس کی طرف بڑھ رہا ہے، اور پولیس اس کو گولی نہیں مار رہی ہے، نوجوان پولیس سے بول رہا تھا، کہ مارو بھائی کیوں نہیں مارتے؟ آخر پولیس کی ہمت نہیں ہوئی تو نوجوان نے پولیس والے سے رائفل لے لی اور خود شیر پر چھ سات فائر کیے، فائر کرنے سے شیر کے وہی عالم بن گئے جن کو نوجوان نے پہلے خواب میں نصیحت کی تھی کہ تم گندے ہو، عالم صاحب بولے، بھائی ہم کو مت ماریئے، ہم آئندہ اس بستی میں نہیں آئیں گے۔

دوسرا خواب: نوجوان دیکھتا ہے کہ بستی ہی میں قبرستان کے قریب ایک کھیت ہے، اس میں نوجوان نماز میں امامت کرا رہا ہے، نماز معلوم نہیں کونسی ہے، البتہ جہری نماز ہے، دیکھتا ہے کہ اس کے محسن نماز سے الگ ہوکر وضو کرنے تشریف لے گئے، نوجوان نے دل میں خیال کیا کہ قرأت لمبی کردوں تاکہ استاذ محترم کی رکعت نہ چھوٹ سکے، چنانچہ قرأت لمبی پڑھی اتنے میں محسن صاحب وضو سے فراغت کرکے بالکل اسی جگہ آکر جماعت میں شامل ہوگئے، جس جگہ سے ہٹے تھے، اس جگہ کوئی دوسرا آدمی نہیں آیا تھا، خالی پڑی ہوئی تھی، محسن کی رکعت بھی نہیں نکلی۔

اچھی طرح غور کرکے جلدی روانہ فرمادیں، میرا دماغ دونوں نے خراب کررکھا ہے، دونوں شاگرد بھی ہیں، اور وہ دونوں محسن اور نوجوان خود بھی استاذ شاگرد ہیں، اور ماتحت وافسر ہیں، مولانا موصوف کو کرایہ وسفر خرچ دے کر روانہ کررہا ہوں، میری غلطی کو تہ دل سے معاف فرمائیں، نوازش ہوگی، دعا میں یاد رکھیں۔

المستفتی: خلیل الرحمٰن مدرسہ مرادیہ مظفرنگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) شیر کا آنا اور اس کا نوجوان کی طرف رخ کرنا اور اس سے خائف ہونا اس طرف اشارہ ہے کہ نوجوان کا کوئی بڑا آدمی دشمن ہے اور اس دشمن سے نوجوان خائف رہتا ہے، اور پولیس وغیرہ کا نوجوان کی مدد میں شیر کا پیچھا نہ کرنا اور نوجوان کا خود مارنا اس طرف اشارہ ہے کہ اس نوجوان کے کچھ لوگ مددگار ہیں، لیکن مددگار کی مدد کام نہیں آئے گی، بلکہ مددگار جو طریقہ بتلائیں گے، اس طریقہ کو اختیار کرکے نوجوان خود اپنے دشمن کو مغلوب کرے گا اور خود غالب رہے گا۔

(۲) سوالنامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نوجوان نے امامت کی ہے اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ وہ نوجوان کچھ لوگوں پر عزت حاصل کرے گا اور ان لوگوں میں محسن افسر بھی ہوگا نیز محسن کا بے وضو ہونا اور پھر وضو کرنے کو جانا اور پھر اپنی جگہ آکر کھڑا ہونا اور نوجوان کا اس کی رعایت ملحوظ رکھنا اس طرف اشارہ ہے کہ محسن افسر کو کسی نیک کام میں سہو ہوگیا ہے، لیکن

بعد میں اس کی اصلاح کرلیں گے اور پہلے سے اچھی حالت میں ہوں گے، اور اس اصلاح میں نوجوان کی بھی شاید مدد رہے گی۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ رذی قعدہ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۴۴۹)

خواب میں کتے کو سانپ کھاتے دیکھنا

سوال [۱۰۳۵۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کمال کی شادی ہوئی تھی، کمال بیمار ہوا اس کی بیوی نے طلاق لے لی، پھر کمال نے اپنی بیوی کو ناگن سانپ کی شکل میں دیکھا اور بار بار خواب میں سانپ دیکھا کرتا ہے، پرسوں خواب میں دیکھا کہ چھت پر سانپ ہے، مارنے گیا تو اس کو کتے نے کھالیا۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مطلقہ بیوی کو سانپ بنتے دیکھنا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ محمد کمال کے حق میں سخت موذی دشمن ہے، اور جس سانپ کو کمال مارنے جارہا تھا وہ بھی ایک دشمن ہے اور اس سانپ کو کتے نے کھالیا اس بات کا ثبوت ہے کہ دشمن کو دوسرے دشمن نے ختم کردیا ہے اور خود کمال محفوظ رہے گا ان شاء اللہ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ رصفر المظفر ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۸۷۶)

خواب میں سانپ کو دیکھنا

سوال [۱۰۳۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: آج صبح ساڑھے آٹھ بجے ایک سانپ کو دیکھا جو میری برابر میں سے اڑ گیا ہے

اور دوسرا سانپ سامنے دیوار پر چل رہا ہے، دو تین سانپ زمین پر ٹہل رہے ہیں، جن کا رنگ کبرا ہے، اور اڑنے والا سانپ ایک گز کا ہے، اور سانپ سے ڈر میری بھانجی نیچے چلتی ہوئی لکڑیوں میں گر رہی تھی، جسے میں نے اپنی گود میں لے لیا۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سانپ کو خواب میں دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ کچھ ایسے دشمن ہیں جن سے خیر کی امید نہیں جو آس پاس میں آتے جاتے ہیں، ہر نماز میں گیارہ گیارہ بار ''**اللهم إنا نجعلك في نحورهم ونعوذ بك من شرورهم**'' پڑھ کر دعا کیا کریں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸ / ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۱۱۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۴/۱۴۲۰ھ

خواب میں کالا اور سفید سانپ دیکھنا

سوال [۱۰۳۵۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ ایک قبر ہے جس کے اوپر ایک چھید (سوراخ) ہے اور اس کے اندر دو سانپ ہیں، ایک سفید ہے اور ایک کالا ہے، بعد کو ان سے ڈر نہیں لگا، نہ میں نے مردے کو دیکھا۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کے دو دشمن ہیں جن سے آپ کو ڈر نہیں ہے، اور نہ ہی وہ دشمن آپ کو نقصان پہنچا سکیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ / ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۱۵۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۶/۴/۱۴۱۱ھ

خواب میں دیکھنا کہ گھر میں خنزیر ذبح کیا جانے والا ہے

سوال [١٠٣٥٧]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اب سے قریب چھ ماہ پہلے میں جے پور اپنی پڑھائی کے سلسلے میں گیا ہوا تھا، پڑھائی اور دیگر فکروں کے دوران مجھے گھر سے کوئی تعلق نہ رہا، ایک رات مجھے خواب دکھائی دیا کہ محلّہ کے دوسرے گھروں کی طرح اس دن ہمارے گھر میں سور کاٹا جانے والا تھا، اور گھر کی عورتیں چاول چننے میں لگی ہوئی تھیں، جن کے چہرے پر ایک خوشی تھی، میں نے ان کو اس فعل سے روکا اور قرآن وحدیث کا حوالہ دیا تو انہوں نے مجھے ہی الٹا سمجھا دیا، اور ضد کرنے پر مارنے پیٹنے پر آمادہ ہوگئیں اور گھر سے نکالنے کی دھمکی دینے لگیں اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی، اس کے کچھ دنون بعد ہی مجھے دوسرا خواب دکھائی دیا کہ میرے گھر کی عورتیں ایک محفل میں سج دھج کر بیٹھی ہیں، جس میں ان کے علاوہ کوئی اور عورت وہاں موجود نہیں تھی، محفل میں شامل سبھی مردان سے گفتگو میں دلچسپی لے رہے تھے، وہ بھی ان کے سوالوں کا جواب خوشی خوشی دے رہی تھیں، میں اس محفل میں لاچاری کی حالت میں تھا، نہ مردوں کو ان کے پاس جانے سے روک سکتا تھا اور نہ ہی ان کو اس محفل سے اٹھا سکتا تھا، گھر لوٹنے پر میں نے یہ دونوں خواب گھر والوں کو سنائے، انہوں نے میرے دماغ کا وہم قرار دیا، میں لکھ دینا چاہتا ہوں کہ میں ان دنوں میں اپنے گھر کی عورتوں کی بے پردگی وبے تکلفی کے خلاف تھا کہ میرے بڑے بھائی نے ایک پرائمری اسکول کھول لیا ہے جس میں اپنی بھابھی اور چھوٹی بہن کو پڑھانے سے نہیں روک سکا ہوں، ویسے بھی میرے گھر میں جدید خیالی غالب ہوتی جا رہی ہے تو آپ سے گذارش ہے کہ صحیح تعبیر پیش فرمائیں۔

المستفتی: مبین اصغر انصاری، شاہ چندنی چاند پور بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دونوں کی تعبیر کا خلاصہ یہ ہے کہ گھر میں کہیں سے حرام

مال داخل ہورہا ہے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اخروی حالات کمزور ہورہے ہیں، دنیا کے مقابلے میں آخرت کے حالات تنزلی کی طرف ہیں، اس لیے گھر والوں کو فکر آخرت کرنی چاہیے اور ہر نماز کے بعد گھر کے لوگ یا مغیث ۱۱۱/ مرتبہ پڑھ لیا کریں اور توبہ کیا کریں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ شوال المکرّم ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۵۰۰۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/ ۱۰/ ۱۴۱۷ھ

خواب میں بیت الخلاء کی عمارت منہدم ہوجانا

سوال [۱۰۳۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ۲۴/ ذی قعدہ بروز اتوار، دوپہر ۱۲/ بجے کے بعد میں آرام کررہا تھا، تو ہلکی سی نیند لگ گئی اور میں ایک خواب دیکھ رہا ہوں کہ میں جس مدرسہ میں خدمت انجام دے رہا ہوں، اس مدرسہ کے بیت الخلاء کی عمارت منہدم ہوگئی، اور اول مرحلہ میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ ہم نے ابھی بیت الخلاء میں نئی لاڈی ڈلوائی تھی، تو بالکل کسی نے نکالی ہے، اسی طرح دیکھا کہ پورے طور سے عمارت گر گئی ہے، اور میں نیند میں بچوں سے یہ عرض کررہا ہوں کہ کیا اب بیت الخلاء کے لیے ہمیں جنگل جانا پڑے گا اور نیند سے بیدار ہوگیا تو ظہر کی اذان کی تیاری تھی، یہ خواب میں صرف آپ سے عرض کررہا ہوں اس کی تعبیر کیا ہوگی؟

المستفتی: عبدالرشید کوساڑی گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: خواب میں بیوی کو بیت الخلاء کی عمارت کی شکل میں بھی دیکھا جاسکتا ہے، کیونکہ جس طرح آدمی بیت الخلاء میں تنہا ہوتا ہے اسی طرح بیوی کے پاس بھی تنہا ہی ہوتا ہے۔ (تعطیر الانام ۲/ ۱۹۴)

لہٰذا بیت الخلاء کی عمارت کی دیوار میں نقصان پہنچنے کا مطلب یہ ہے کہ صاحب خواب اگر شادی شدہ ہے تو بیوی کے مسئلہ میں کچھ پریشانی ہے، اور اگر بغیر شادی شدہ ہے تو جس

لڑکی کے ساتھ رشتہ ہونا ہے اس میں کچھ پریشانی ہے، ہر نماز کے بعد ۱۱۱ رمرتبہ یا لطیف پڑھ کر خیر کی دعا فرماتے رہا کریں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ رذی الحجہ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۵۴۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۱۲/۲۱ھ

خواب میں سیب، مور اور آم دیکھنا

سوال [۱۰۳۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) میں نے خواب دیکھا کہ میں دہلی کا سفر کر رہا ہوں میرے ہاتھ میں ایک تھیلا ہے جس میں دو سیب ہیں، اتنے ہی میں ایک سائل آیا اور سوال کیا کہ بیٹا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے تو مجھے دو، میں بہت بھوکا ہوں، میں نے اس سائل کو جواب دیا کہ میرے پاس تھیلے میں دو سیب ہیں، اگر آپ کو چاہیے تو آپ لے لیجئے، تو اس پر سائل نے کہا کہ بیٹا! یہ دونوں سیب اپنے پاس رکھو، کسی کو مت دینا، یہ کہہ کر سائل روانہ ہوگیا، اور یہ خواب میں نے نصف شب میں دیکھا۔

(۲) ہمارے دونوں ہاتھوں میں لٹو ہے، دائیں ہاتھ کا لٹو باقی رہا، اور بائیں ہاتھ کا لٹو لوٹ گیا، اسی طریقے سے دوسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا، یہ خواب میں نے فجر کی اذان سے تیس منٹ پہلے دیکھا ہے۔

(۳) کیا دیکھتا ہوں کہ عصر کا وقت ہے میں اکیلا تفریح کے لیے جارہا تھا، راستہ میں دو مور دیکھے، اور مور بھی مجھے دیکھ رہے ہیں، دائیں طرف کا مور اور بائیں طرف کا مور دونوں اڑ گئے، میں نے جلدی سے بائیں طرف کا مور پکڑ لیا اور مدرسہ لے کر آیا اس کو میں نے اپنے ساتھی کو دکھایا، لیکن میرے ساتھیوں نے مجھ سے چھین لیا، اور پھر .... ہڈی مجھ کو دیدیں اور کہا کہ ہڈی جنگل میں ڈال دو، چنانچہ میں نے اپنے ساتھیوں کے کہنے کے مطابق ایسا کیا، اور اپنی آنکھوں سے دیکھا، یہ خواب رات کو تین بج کر دس منٹ پر دیکھا۔

(۴) میں نے دیکھا کہ میرے پاس دو عدد آم ہیں، میں نے دونوں کو باندھ دیا پھر دیکھ رہا ہوں کہ بیچ کا آم گر جاتا ہے اور پیر کا نہیں گرتا، پھر آتا ہوں، پھر باندھتا ہوں، پھر گر جاتا ہے، اتنے ہی میں میری آنکھ کھل گئی، یہ خواب میں نے دن میں دو بجے یا ڈھائی بجے دیکھا۔

المستفتی: اصحاب، شاخ دارالعلوم آگرہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) اگر دونوں سیب سبز اور ہرے ہیں تو دو فرزند ہیں، ان کی خوشخبری ہے اور اگر سرخ ہیں تو کسی بڑے سے نفع کی دلیل ہے، اور اگر سفید ہیں تو تجارت میں نفع کی طرف اشارہ ہے۔

(۲) لٹو دونوں ہاتھ میں ہونا ایسا لگتا ہے کہ کچھ وقت ذمہ داری سے آزاد خیالی کی طرف اشارہ ہے، پھر کچھ وقت کے بعد آزاد خیالی کا ایک ساتھی چھوٹ جائے گا۔

(۳) دو مور سے دو عورت مراد ہیں، جو اڑ گیا ہے اس سے جو عورت مراد ہے وہ ہاتھ سے نکل جائے گی اور جو پکڑ میں آگیا ہے اس سے جو عورت مراد ہے اس سے شادی ہو جائے گی مگر دوسروں کی نظر سے حفاظت کی ضرورت ہوگی۔

(۴) اتفاق سے آم کی بھی وہی تعبیر ہے جو مور کی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۸۳۱)

خواب میں خود کو حاملہ دیکھنا

سوال [۱۰۳۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں نے رات خواب دیکھا ہے کہ میرے گھر کے پاس چوراہا ہے میں اس چوراہے پے گر گئی، گر کے اٹھنا چاہ رہی ہوں ایک جانور آتا ہے، اس کا سائز بلی کا سا ہے، کافی موٹا، رنگ سفید، وہ میرے پیٹ پر مارنے کی کوشش کرتا ہے، میں اپنا پیٹ بچاتی ہوں، جسم پر

مار رہا ہے، خواب میں مجھے ایسا اندازہ ہے کہ میں حاملہ ہوں، چوتھا یا پانچواں ماہ ہے، میں اپنے پیٹ کو بچانے کی کوشش کرتی ہوں، اب اٹھتی ہوں تو ٹانگوں سے کھڑا نہیں ہوا جاتا، بہت کوشش کرکے وہاں سے بھاگتی ہوں، اپنے دروازے میں گر جاتی ہوں، میں بہت زور سے ”قل اعوذ برب الناس“ پڑھ رہی ہوں، میری آنکھ کھل جاتی ہے، سوا تین بجے تھے، میں حاملہ نہیں ہوں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اپنے آپ کو حاملہ دیکھنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کچھ مال ودولت حاصل ہونے والی ہے، اور جانور مذکور کا حملہ کرنے کی کوشش کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حاصل شدہ مال پر کسی دشمن کی نگاہ ہے، اور اس سے آپ اپنے مال کے بچانے کی کوشش کررہی ہیں، اور کوئی خطرہ اور گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍محرم الحرام ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۰۸۱)

بچہ کا ماں کو ذبح کرنا

سوال [۱۰۳۶۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: خادمہ نے درج ذیل ایک خواب دیکھا ہے تعبیر سے نوازیں، میں عشاء کی نماز پڑھ کر سوگئی، رات میں یا صبح کا وقت اس کا علم نہیں ہے، دیکھتی ہوں کہ میرا لڑکا محمد طارق جو میرے بچوں میں سب سے چھوٹا ہے، وہ مجھے ذبح کررہا ہے، میں نے اس سے کہا کہ چھری تیز کرلو، اتنا کہنے پر آنکھ کھل گئی، ماشاء اللہ بڑا نیک صالح بچہ ہے، اللہ میرے حق میں بہتر کرے۔

المستفتیہ: خادمہ عارفہ بیگم آصف پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کے بچہ محمد طارق کی طرف سے آپ کو خیر اور بھلائی پہنچنے والی ہے۔

من رأى أحدا يذبحه ذابح فإن المذبوح ينال من الذابح خيرا.

(نابلسی ۱/۲۲۷) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۸۳۴)

خواب میں بچے کی پیدائش دیکھنا

سوال [۱۰۳۶۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ خواب میں زید کی بھابھی کے دولڑکے بیک وقت مولود ہوئے اور ایک لڑکا پیدا ہوتے ہی چلنے لگتا ہے اور ہنستا ہے اور آکر زید کو سلام کرتا ہے، زید سلام کا جواب دیتا ہے اور وہ لڑکا پھر شرمگاہ میں چلا جاتا ہے، دوسرا لڑکا صحیح وسالم ہے۔

المستفتی: امام جامع مسجد دھنورہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شاید معمولی رنج وغم کا سامنا کرنا ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ صفر المظفر ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۰۱۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۲/۹ھ

خواب میں اپنے گھر پر غیروں کا قبضہ دیکھنا

سوال [۱۰۳۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: خواب تو بہت لمبا ہے لیکن مختصراً عرض ہے کہ جناتوں نے میرے گھر پر قبضہ کرلیا ہے، اور ہمارے گھر والوں نے باہر سے تالا ڈال دیا ہے۔ تعبیر سے مطلع فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شاید دشمنوں کے تسلط کا خطرہ ہے، لیکن گھر والوں کا دروازہ پر تالا ڈال دینا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ دشمن اپنے مقصد میں زیادہ کامیاب نہیں ہوں گے، اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کی شدید ضرورت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/ ذیقعدہ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۴۴۸)

خواب میں کسی لڑکی کے سامنے پیشاب کرنا

سوال [۱۰۳۶۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں نے آج سے دو یا ڈھائی سال قبل ایک خواب دیکھا کہ میں ایک مولانا (اور وہ ہمارے مدرسہ کے مہتمم صاحب ہیں) کے گھر میں کھانا پکانے کی جگہ پیشاب کرر ہا ہوں، اور اس وقت ان کی لڑکی میرے سامنے ہے، اور یہ سب مولانا اور ان کی اہلیہ دیکھ رہے ہیں، اور میں بھی ان سب کو دیکھ رہا ہوں اور مولانا اور ان کی اہلیہ اور ان کی لڑکی نے مجھ کو کچھ بھی نہیں کہا، اور اسی وقت میری آنکھ کھل گئی اور یہ خواب میں نے آپ کے سوا کسی سے نہیں بیان کیا اور آج تک یہ خواب بیان کرنے سے ڈرتا رہا ہوں، اور اب میں اس خواب کے بیان کرنے پر مجبور ہو گیا، کیونکہ جب یہ خواب مجھے یاد آتا ہے تو میں پریشان رہتا ہوں اور کبھی مجھے نیند بھی نہیں آتی، اس لیے میں آپ کی طرف رجوع کرر ہا ہوں اور تعبیر کی امید رکھتا ہوں، اور یہ خواب میں نے اپنے طالب علمی کے زمانہ میں دیکھا ہے اور میں ابھی ایک مدرسہ میں خدمت انجام دے رہا ہوں۔

المستفتی: عبدالرشید کوساڑی گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہت ممکن ہے کہ آپ کا ان کے یہاں یا ان کے خاندان میں مصاہرت کا تعلق پیدا ہو جائے، اور ولادت کا سلسلہ پیدا ہو جائے، اللہ تعالیٰ

سنت پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

من رأى أنه بال في دار قوم أو محلة قوم أو مسجد قوم أو بلد قرية فإنه يطرح هناك نطفته بمصاهرة منه لهم أو من قومهم أو من غير عشيرتهم فإن كان ذلك البول في المسجد فإنه يرزق ولدا بارا تقيا.

(تعطير الأنام نابلسی ۱/ ٤٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹/ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۲۲۰)

٤٠ كتاب الطب والرقىٰ

١ باب ما يتعلق بالطب وغيره

علم طب حاصل کیے بغیر علاج ومعالجہ کرنا

سوال [۱۰۳۶۵]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جس شخص نے باقاعدہ کسی ادارے میں یا استاذ کے پاس رہ کرعلم طب نہ حاصل کیا ہواور نہ ڈاکٹری ہی پڑھی ہو، کیا ایسا شخص ڈاکٹر یا حکیم کے مشورے سے چند مخصوص امراض میں کام آنے والی مخصوص دواؤں کے نام وفوائد معلوم کرکے ان مخصوص امراض کے شکار مریضوں کا علاج کرسکتا ہے؟ حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

المستفتی: حمد اللہ ناصر، رحمت نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگرسائل اپنے بیان میں سچا ہے اور واقعی شخص مذکورعلم حاصل کرکے تجربہ کارنہیں بنا ہے، اور نہ ہی کسی ماہر طبیب وحکیم کے پاس رہ کرتجربہ حاصل کیا ہے اور محض عام لوگوں کی طرح کسی ڈاکٹر یا حکیم سے چند دواؤں کے نام یاد کرلیے ہیں اوران دواؤں کے فوائد اوران کے مریضوں کی تخصیص بھی عامی کی طرح معلوم کرلی ہے، تو ایسا شخص نسخہ کی تبدیلی وغیرہ کا تجربہ نہیں رکھ سکتا اس لیے ایسے لوگوں کے لیے علاج ومعالجہ کرنا اورطب کا کام کرنا حدیث شریف میں سخت ممانعت آئی ہے، اس لیے جائز نہیں ہے۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن رسول الله ﷺ قال: من تطبب ولايعلم منه طب فهو ضامن. (أبو داؤد شريف باب فيمن تطيب بغير علم فأعنت، النسخة الهندية ٢/ ٦٣٠، دار السلام رقم: ٤٥٨٦، سنن ابن ماجه، باب من تطيب ولم يعلم منه طب، النسخة الهندية ٢/ ٢٥٦، دار السلام رقم: ٣٤٦٦، سنن النسائي، صفة شبه العمد وعلى

من دية الأجنة، النسخة الهندية ٢/ ٢١٦ دار السلام رقم: ٤٨٣٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۱۱۸)

دائی کا کام کرنا کیسا ہے؟

سوال [۱۰۳۶۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک عورت مثلاً زینب ایک دوسری عورت خالدہ کا جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اول الذکر عورت ثانی الذکر عورت کے بچہ کی پوری دیکھ بھال ایک دایہ کا کام انجام دیتی ہے، تو اب دوسری عورتیں ان سے نفرت کرتی ہیں، اور کہتی ہیں کہ ان سے کھانے پینے کا کام کرانا یا ان کے ہاتھ سے پانی پینا وغیرہ برا اور مذموم عمل ہے۔

المستفتی: محمد رئیس نواب نگر رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دائی کا کام کرنا شرعی طور پر ناجائز یا ممنوع امر نہیں ہے، بلکہ یہ بھی ایک اہم کار ثواب ہے، اس لیے اس سے نفرت کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں، حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بہت مشہور صحابیہ تھیں، وہ عورتوں کی ختنہ کیا کرتی تھیں۔

عن عطية القرضي قال: كانت بالمدينة خافضة يقال لها أم عطية: فقال لها رسول الله ﷺ: أشمي ولا تحفي فإنه أسرىٰ للوجه، وأحظى عند الزوج. (أسد الغابة، دار الفكر ٦/ ٣٦٧، الإصابة في تمييز الصحابة، دار الكتب العلمية بيروت ٨/ ٤٣٨، تحت رقم الترجمة: ١٢١٧٢)

حضور ﷺ ان سے بہت زیادہ خوش تھے اور جب عورت ولادت کے وقت دائی کا کام کرکے اپنے ہاتھوں کو اچھی طرح دھو لیتی ہے تو اس کا ہاتھ بالکل پاک ہو جاتا ہے، اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا وغیرہ سب پاک ہوتا ہے اس سے پکوانا اور اس کو کھانا سب بلا کراہت جائز

اور درست ہے، لہٰذا کسی کے لیے اس سے نفرت کرنا جائز نہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍محرم الحرام ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۲۹۳/۳۲)

دوا کھاتے وقت کیا پڑھا جائے؟

سوال [۱۰۳۶۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید بسم اللہ پڑھ کر دوا اور کھانا شروع ہی کررہا تھا کہ زید کی بغل میں بیٹھے ہوئے دوسرے صاحب نے فرمایا کہ دوا کھاتے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بجائے بسم اللہ ہو الشافی ہو الکافی پڑھ کر دوا کھانی چاہیے، اب زید کے لیے کیا پڑھنا بہتر ہوگا؟

المستفتی: امام الدین کولکاتا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دوا کھاتے وقت بسم اللہ ہو الشافی ہو الکافی پڑھنا ثابت نہیں ہے لہٰذا دوسری چیزوں کو کھانے کی طرح دوا کھاتے وقت بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا اولیٰ ہے، ہاں البتہ دل میں یہ عقیدہ رکھے کہ اصل شفا دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، اور دوا محض ایک سبب ہے، زبان سے ہو الشافی، ہو الکافی کہنے کی ضرورت نہیں، اگر ہو الشافی، ہو الکافی کہہ لے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

الاشتغال بالتداوی لابأس به إذا اعتقد أن الشافي هو الله تعالیٰ و أنه جعل الدواء سببا. (هنديه، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر فی التداوي، زكريا جديد ۵/ ۴۰۹، قديم ۵/ ۳۵۴، الفتاویٰ التاتارخانية زكريا ۱۸/ ۱۹۷ رقم: ۲۸۹۳، المحيط البرهاني، المجلس العلمی ۸/ ۸۱، رقم: ۹۶۳۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۸۱۱/۳۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۸/۱۶ھ

غیر مسلم ڈاکٹر سے ختنہ کروانا

سوال [۱۰۳۶۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: غیر مسلم ڈاکٹر سے ختنہ کروانا کیسا ہے؟ نیز ختنہ کے متعلق کوئی دعا ہے یا نہیں، ختنہ کرنے والے کا تسمیہ عند الختنہ کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: ہارون رشید کرنا ٹک

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: غیر مسلم ڈاکٹر کے ذریعہ بھی ختنہ کرانا جائز ہے، بشرطیکہ وہ ختنہ کے معاملہ میں ماہر، تجربہ کار، اور جانکار ہو، تاہم بہتر یہی ہے کہ کسی مسلم ماہر ڈاکٹر کے ذریعہ ختنہ کرایا جائے تاکہ وہ بسم اللہ بھی پڑھ لے، کیونکہ حدیث میں آیا ہے:

عن أبي هريرة –رضی الله عنه– قال: قال رسول الله ﷺ: كل أمر ذی بال لا يبدأ فيه بالحمد فهو أقطع. (سنن ابن ماجه، باب خطبة النكاح، النسخة الهندية ۱/۱۳۶، دار السلام رقم: ۱۸۹۴، مسند أحمد بن حنبل ۲/۳۵۹، رقم: ۸۶۹۷، مسند البزار، مكتبه العلوم والحكم ۱۴/۲۹۱، رقم: ۷۸۹۸، المعجم الكبير للطبراني ۱۹/۷۲، رقم: ۱۴۱، صحيح ابن حبان، دار الفكر ۱/۷۴ رقم: ۱-۲)

وقال النووی: وفی رواية: كل امرئ ذی بال لا يبدأ فيه ببسم الله الرحمن الرحيم فهو أقطع. (الأذكار، دار الكتب العلمية جديد ص: ۹۶-۳۳۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۲۱۲)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۶/۱۷ھ

سرکاری ہسپتال کی دواؤں کو بازار میں فروخت کرنا

سوال [۱۰۳۶۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ ہندوستان کے اندر حکومت اسپتالوں کو دوائی دیتی ہے، تاکہ غریب مریضوں کو بغیر روپیہ کے دوادی جاسکے، اور اس کے لیے مذہب کی کوئی تشخیص نہیں ہوتی، ہندو، مسلمان، عیسائی، یعنی کوئی بھی ہو، لیکن عمومی بگاڑ کی وجہ سے اسپتال کا عملہ اسکو بازار میں فروخت کردیتا ہے، اس کے کاروبار کے لیے حکومت کی طرف سے سخت پابندی ہے، تو کیا اس کاروبار کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: صہیب احمد خلیل آباد ضلع بستی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہسپتال کا عملہ حکومت کا وکیل ہوتا ہے اور وکیل امین ہوتا ہے، امین کو انتفاعِ امانت بدونِ اذنِ موکل حرام ہے، اس لیے یہ کاروبار و نفع حرام ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳/ ۳۱۸)

الوكيل إنما يستفيد التصرف من المؤكل وقد أمره بالدفع إلى فلان فلا يملك الدفع إلى غيره. (شامی، کتاب الزكوٰة، زكريا ۳/ ۱۸۹، کراچی ۲/ ۲۶۹)

وليس للمودع حق التصرف والاسترباح في الوديعة. (المبسوط للسرخسي، كتاب الوديعة، دار الكتب العلمية بيروت ۱۱/ ۱۲۲) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶؍ شوال المکرّم ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۳۰۹)

پولیو کی دوائی پلانا

سوال [۱۰۳۷۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: پولیو دوا جو ہمارے یہاں بچوں کو پلائی جاتی ہے اس حوالہ سے پہلے ہی سے شک تھا، اب یہ شک یقین کی حد تک بدل گیا ہے، ’’ماہنامہ بانگ حراء لکھنؤ، اپریل مئی ۲۰۰۶ء میں بعنوان بیماریوں کی نئی سوغات‘‘ مضمون شائع ہوا ہے جو ہمارے استفتاء کے ساتھ منسلک بھی ہے، آپ حضرات کی خدمت میں یہ مضمون ارسال ہے، تاکہ فیصلہ میں معاون ہو سکے،

پورے مضمون کو پڑھ کر بلاخوف تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ پولیو کی دوائی پلانا ناجائز ہے کیونکہ اس سے قوت مدافعت، قوت تمیز ماؤف ہوکر رہ جاتی ہے، نیز بے شمار بیماریاں جنم لیتی ہیں، جولا علاج ہیں اور خود اس کے علمبردار کے یہاں (امریکہ) اس پر پابندی ہے، اسرئیل میں یہ دوا اب تک نہیں پلائی گئی ہے، نائیجریا کے علماء نے اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے کہ جبکہ خود ماہرین اس کے خلاف ہیں، امریکی افواج کا دعویٰ ہے کہ ہمارے دشمنوں کے خلاف یہ جراثیمی جنگ ہے، جس میں ہم کامیاب ہیں، دنیا پر حکمرانی کا خواب دیکھ رہے یہودیوں نے مسلمانوں کو اعتقادی روحانی اور اخلاقی اعتبار سے کمزور کرنے اور ان کے اجسام کو فاسد بنانے کے لیے ہی منصوبہ بند طریقے سے مختلف قسم کے ٹیکے، انجکشن اور دوائیاں ایجاد کی ہیں، یہ انہی میں سے ہے، لہٰذا اس سے افزائش نسل پر براہ راست اثر پڑتا ہے، ان تمام حقائق کو پیش نظر رکھ کر قرآن وحدیث کی روشنی میں ہماری راہنمائی فرمائیں کہ ہم مخالفت کریں یا حمایت؟

المستفتی: محمد سلمان عفا اللہ عنہ مدرسہ تعلیم القرآن جانسٹھ مظفر نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: پولیو کے بارے میں سوالات آتے رہتے ہیں، اس کے بارے میں واضح کیا جاتا ہے کہ اس کے مضر پہلو اور مفید پہلو سے متعلق ہم کو نہ ہی کچھ معلومات ہیں اور نہ ہی کوئی تجربہ ہے، اس لیے ہم پولیو کے بارے میں نہ کوئی حکم شرعی لکھ سکتے ہیں، اور نہ کوئی ذمہ داری قبول کرسکتے ہیں، لہٰذا ہم اتنی بات کہہ سکتے ہیں کہ پولیو کے بارے میں کوئی معلومات نہیں رکھتے۔

عن ابن مسعودؓ قال: يأيها الناس من علم شيئا فليقل به و من لم يعلم فليقل الله أعلم، فإن من العلم أن يقول لما لا يعلم ألله أعلم. (بخاری شریف، باب قوله و ما أنا من المتكلفين، النسخة الهندية ۲/۷۱۰ رقم: ۴۶۲۳، ف: ۴۸۰۹، صحيح مسلم، باب الدخان، النسخة الهندية ۲/۳۷۳، بيت الأفكار، رقم: ۲۷۹۸، مشكوٰة شريف ۱/۳۷) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۹۹۵/۳۸)	۱۴۲۷/۵/۳ھ

پوسٹ مارٹم

سوال [۱۰۳۷۱]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کسی مسلمان ڈاکٹر کے لیے ہندوستانی قانون کے مطابق پوسٹ مارٹم کرنے کی اجازت ہے یانہیں؟

المستفتی: محفوظ الرحمٰن بہرایچی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پوسٹ مارٹم کرنامردہ انسان کی بےحرمتی ہے چاہے انسان مسلمان ہو یاغیر مسلم، سب کاحکم برابر ہےاور پھر پوسٹ مارٹم کر کے اس کے اعضاء کونکال لینا شریعت اسلامی میں جائزنہیں ہے، ہم ہندوستانی قانون کی مخالفت نہیں کرتے بلکہ شریعت کے قانون کااحترام کرتے ہیں، اور قانون شریعت کے مطابق کسی بھی ڈاکٹر کے لیے مردہ انسان کے اعضاء کاٹ کرنکالنا جائزنہیں ہے، چاہے ڈاکٹر مسلمان ہو یا غیرمسلم۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۴/ ۱۸۸، جدید مطول ۱۲/۴۵۳، کتاب الفتاویٰ ۳/۲۵۱)

﴿**قال الله تعالیٰ: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ اٰدَمَ.** [الإسراء: ۷۰]﴾

عن عائشة –رضي الله عنها– أن رسول الله ﷺ قال: كسر عظم الميت ككسره حيا. (سنن أبي داؤد، باب في الحفاء يجد العظم هل يتنكب ذلك المكان، النسخة الهندية ۲/ ٦٥، دار السلام رقم: ۳۲۰۷، مسند أحمد بن حنبل ٦/۱۰۵، رقم: ۲٥۲٤٦، سنن ابن ماجه، باب في النهي عن كسر عظام الميت، النسخة الهندية ۱/۱۱٦، دار السلام رقم: ۱٦۱٦)

والآدمي مكرم شرعاً و إن كان كافرا. (شامي، باب بيع الفاسد، مطلب: الآدمي مكرم شرعاً و لو كافرا، زكريا ۷/ ۲٤٥، كراچی ٥/ ٥٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۰۳۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/ ۶/ ۱۴۲۷ھ

انتقال کے بعد سینہ چیر کر مشین نکالنا

سوال [۱۰۳۷۲]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: موجودہ دور کے ترقی یافتہ طریقۂ علاج میں ہارٹ کے مریض کے سینہ میں پیس میکر نامی ایک مشین بٹھائی جاتی ہے، جو بہت قیمتی ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے مریض کے انتقال کے بعد اس کے سینہ کو چیر کر یہ مشین نکالی جاسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد مصدق حسین بردوان مغربی بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر وہ مشین قیمتی ہے اور میت کے احترام کا خیال رکھتے ہوئے ضرورت کے مطابق سینہ چاک کر کے مشین نکالی جاسکتی ہے تو نکالنے کی گنجائش ہے، نیز اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ جو چیز نکالی جائے اس کی قیمت دس درہم چاندی سے زیادہ ہو۔

لو بلغ عشرة دراهم ومات يشق، وأفاد البيرى عدم الخلاف فى الدراهم والدنانير لعدم فسادها. (شامی، کتاب الغصب، زکریا ۹/ ۲۸۱، کراچی ۶/۱۹۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/رجب المرجب ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۴۰۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۸/۱۱ھ

کیا سانپ کے کاٹنے کی وجہ سے آدمی مرتا نہیں ہے؟

سوال [۱۰۳۷۳]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: لوگوں کا خیال ہے کہ اگر کسی کے سانپ کاٹ لے تو وہ لوگوں کی نظر میں مرجاتا ہے، حتی کہ ڈاکٹر وغیرہ بھی اس کو مرا ہوا قرار دیتے ہیں، لیکن حقیقت میں وہ مرتا نہیں، لہٰذا جب لوگ اس کو دفن کر کے چلے آتے ہیں تو سپیرے رات میں اس کو نکال لیتے ہیں، اور اس کو

زندہ کر لیتے ہیں، پھر وہ سپیروں کے جادو کر دینے کی وجہ سے گھر والوں سے متنفر ہو جاتا ہے، اوران کے پاس نہیں آتا، اور سپیرے اسے اپنے پاس سے جدا نہیں ہونے دیتے، آیا یہ درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالسمیع نجیب آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سانپ کے کاٹنے کی وجہ سے بالکل نہ مرنے کی بات صحیح نہیں ہے، بلکہ کبھی مر جاتا ہے اور کبھی زندہ بھی رہ جاتا ہے، اگر زندہ رہ کر بے ہوش ہو جاتا ہے تو ماہر طبیب اس کو اچھی طرح اپنے آلات کے ذریعہ سے جان سکتے ہیں، اور دفن کے بعد سپیرے کا قبر سے نکال کر زندہ کرنے کی بات منگھڑت ہے، اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، یہ محض کمانے کا حیلہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶؍ ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۷۷۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۶؍۱۲؍۱۴۱۴ھ

عذر کی بنا پر کان میں سوراخ کرانا

سوال [۱۰۳۷۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: شریعت کی رو سے مرد کے لیے جائز نہیں ہے کہ کان میں سوراخ وغیرہ کھلوا لے، اگر کسی عذر کی بنا پر کان میں سوراخ کھلوائے، مثلاً مشہور ہے کہ اگر کسی کے خصیہ میں پانی اتر آئے اور وہ کھنچ کر لمبا ہو جائے تو کان میں ایک رگ ہوتی ہے اس میں سوراخ کھولنے سے یہ مرض دور ہو جاتا ہے، لہٰذا کان میں سوراخ کھول دیتے ہیں، کچھ دن تک تو اس میں تار پڑا رہتا ہے، اس کے بعد سینک ڈال دیتے ہیں جیسا کہ عورتیں کرتی ہیں تو کیا یہ امر جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر واقعی کان میں سوراخ کرنے سے مذکورہ

مرض دور ہو جاتا ہے اوراس مرض کے لیے کوئی دوسرا علاج بھی کامیاب نہیں ہے تو ایسی صورت میں بدرجہ مجبوری سوراخ کرنے کی گنجائش ہے،مگراس میں عورتوں کی طرح تاریا سینک وغیرہ ڈالنا ہرگز جائز نہ ہوگا۔

ثقب الأذن لتعليق القرط وهو من زينة النساء، فلا يحل للذكور.

(شامی، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغیره زکریا ۹/ ۶۰۲، کراچی ۶/ ۴۲۰)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۲۷/ صفر المظفر ۱۴۱۶ھ
۱۴۱۶/۲/۲۶ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۳۵۷)

بلڈ پریشر کنٹرول کرنے کے لیے ہاتھ میں چین پہننا

سوال [۱۰۳۷۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بلڈ پریشر کنٹرول کرنے کے لیے ہاتھ میں چین کا پہننا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد اقبال شمسی طویلہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بلڈ پریشر کنٹرول کرنے کے لیے یا کسی اور بیماری کے علاج کے لیے سونے چاندی کے علاوہ دیگر دھات کی چین کا استعمال درست ہے۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۴/ ۴۲۱، ڈابھیل ۱۹/ ۶۳ ۳، رحیمیہ قدیم ۶/ ۲۷۹، جدید زکریا ۱۰/ ۱۵۷)

بقي الكلام في بند الساعة الذي تربط به ويعلقه الرجل بزر ثوبه، والظاهر أنه كبند السبحة الذي تربط به. (شامی، کتاب الحظر الإباحة، باب الاستبراء وغیره زکریا ۹/ ۵۱۰، کراچی ۶/ ۳۵۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۱۷/ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ
۱۴۲۲/۳/۱۸ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۱۲۷)

چہرے پر دانوں کے علاج کے لیے تانبے کا چھلہ پہننا

سوال [۱۰۳۷۶]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: چہرے پر دانوں کے علاج کے لیے تانبے کا چھلہ پہننا درست ہے یانہیں؟

المستفتی: اقبال شمسی ہاؤس طویلہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تانبے کا چھلہ پہننے سے چہرہ پر دانے نہیں ہوتے تواس کی شرعاً کوئی اصل نہیں ہے،اوراگرواقعی کسی حکیم یاطبیب نے بطورعلاج دانوں کے ختم کرنے کے لیے تانبہ کا چھلہ بتایا ہواور تجربہ سے اس کا فائدہ ظاہر ہوچکا ہوتو ایسی صورت میں بطورعلاج تانبہ کا چھلہ پہننے کی گنجائش ہے۔(مستفاد:محمودیہ قدیم ۱۴/۴۲۱،ڈابھیل ۱۹/۳۶۳،رحیمیہ قدیم ۶/۲۷۹،جدیدزکریا ۱۰/۱۵۷)

بقی الکلام فی بند الساعة الذی تربط به ویعلقه الرجل بزر ثوبه، والظاهر أنه کبند السبحة الذی تربط به. (شامی، کتاب الحظر الإباحة، باب الاستبراء وغیرہ زکریا ۹/ ۵۱۰، کراچی ۶/ ۳۵٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۱۸/ربیع الاول ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۱۲۷)

الجواب صحیح
احقرمحمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۲/۳/۱۸ھ

ہاتھی کا دانت، گٹھلی، لکڑی، دھات کے چھلے وغیرہ بطورعلاج استعمال کرنا

سوال [۱۰۳۷۷]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کسی بیماری کی وجہ سے کوئی کسی چیز کی گٹھلی یا خشک پھل لکڑی یا کسی قسم کا پتھر ہاتھ پیراور گلے میں ڈال سکتے ہیں، بہت لوگوں کو ہاتھی کا دانت جیسی چیز، پیروں میں باندھے ہوئے دیکھا گیا ہے،اورمختلف قسم کے دھاتوں سے بنی انگوٹھی چھلہ کسی بیماری، بواسیر وغیرہ کے لیے ہاتھوں میں ڈال سکتے ہیں یانہیں؟ شریعت مطہرہ کا کیاحکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ اشیاء کوامراض کی وجہ سے دفع امراض کے لیے استعمال کرنے کا تعلق کسی فقہی مسئلے سے نہیں ہے، بلکہ فن طب اور تجربہ سے اس کا تعلق ہے، اگر تجربہ سے ان اشیاء کا استعمال مفید ثابت ہوتو ضرورتاً جائز اور درست ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۴/ ۴۲۱، ڈابھیل ۱۹/ ۳۶۳)

بقی الکلام فی بند الساعة الذی تربط به ویعلقه الرجل بزر ثوبه، والظاهر أنه کبند السبحة الذی تربط به. (شامی، کتاب الحظر الإباحة، باب الاستبراء وغیره زکریا ۹/ ۵۱۰، کراچی ۶/ ۳۵٤) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱/ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/ ۳۳۹۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/ ۴/ ۱۴۱۴ھ

ایک ساتھ کتنے کیلے کھائیں؟

سوال [۱۰۳۷۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک صاحب آنمحترم کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ مفتی شبیر صاحب نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب کیلے کھائیں تو ایک نہ کھائیں بلکہ دو کھائیں، معلوم یہ کرنا ہے کہ آنجناب کا یہ فرمانا ازروئے طب ہے یا شرعاً کوئی ہدایت ہے؟

المستفتی: عبدالرشید قاسمی، سیڑھا بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: احقر نے دو کیلے کھانے کی بات اور خود احقر کو یاد بھی ہے کہ کئی جگہ کیلے کھاتے وقت کہا ہے، یہ شریعت کے نقطہ نظر سے نہیں ہے، بلکہ فن طب اور حکیموں کے مشورہ سے کہا ہے کہ ایک کیلا قبض کرتا ہے اور دو کیلے قبض کشا ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۳۹۳)

۲ باب أعضاء الإنسان وأجزائه

بلڈ ڈونیشن کی شرعی حیثیت

سوال [۱۰۳۷۹]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کا خون اپنے جسم میں بطور ضرورت کے داخل کراسکتا ہے یانہیں؟ کافی عرصہ سے یہ سلسلہ چل رہا ہے کہ ڈاکٹر صاحبان بیمار مسلمان کے اندرخون کی شدید کمی ہونے کی وجہ سے یا آپریشن کرنے کی وجہ سے کسی دوسرے مسلمان رشتہ دار کا خون بیمار مسلمان کے جسم میں داخل کرتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟ جبکہ مسلمان کا خون اللہ کے نزدیک محترم ومعظم ہے، اور پھر جسم سے شرعی مقدار میں خون نکلنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے،اوروہ حرام ہوجاتا ہے، کیا دورِ صحابہ میں کسی صحابی نے اپنے جسم کا خون یا کوئی دوسرا عضو بطور خدمت خلق کے کسی دوسرے مسلمان کو عطیہ میں پیش کیا ہے، میرے دوست کا آپریشن ہونا ہے، اس کوخون کی سخت ضرورت ہے، کیا وہ کسی کافرومشرک کا خون اپنے جسم میں چڑھواسکتا ہے؟

المستفتی: حافظ محمد قاسم مرادآبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عام حالات میں جب کوئی اضطراری صورت نہ ہوتو آیت قرآنی ’’حرمت عليكم الميتة والدم‘‘ کے پیش نظر ایک انسان کا خون دوسرے کے بدن میں داخل کرنا حرام ہوگا، البتہ جب کسی مریض کی ہلاکت کا خطرہ ہواور خون دینے سے اس کی جان بچنے کاظن غالب ہوتوایسی اضطراری حالت میں بقدر ضرورت ’’الضرورات تبيح المحظورات‘‘ (قواعد الفقہ اشرفی ص:۸۹، رقم:۷۰) کے پیش نظر خون دینا جائز ہوگا۔

(مستفاد: ایضاح النوادر ص:۱۱۳، رحیمیہ قدیم ۱۰/ ۲۹۶، جدید ۱۰/ ۱۷۴)

يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوى إذا أخبره

طبيب مسلم أن شفاء ه فيه، ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه. (هنديه، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات، زكريا قديم ٣٥٥/٥، جديد ٤١٠/٥، شامي زكريا ٤٨٠/٧، ٥٥٨/٩، كراچی ٢٢٨/٥، ٣٨٩/٦)

نیز کافر ومشرک کا خون بھی ضرورت کے تحت مسلمان اپنے بدن میں داخل کرا سکتا ہے اس سے اس کا دل اور بدن کافر کا دل اور بدن نہیں ہوگا۔ (مستفاد: محمودیہ قدیم ۳۴۱/۱۵، ڈابھیل ۳۳۱/۱۸)

والآدمي مكرم شرعاً و إن كان كافرا. (شامي، باب بيع الفاسد، مطلب: الآدمي مكرم شرعاً ولو كافرا، زكريا ٢٤٥/٧، كراچی ٥٨/٥)

اگر چہ دورِ صحابہ میں اعضاء کی پیوند کاری کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا جس کی بنا پر احادیث شریفہ میں اس کی حلت وحرمت موجود نہیں ہے، اور صحابہ میں سے کسی کا اپنا عضو اور خون دینا ثابت نہیں ہے، اور اس دور میں خون چڑھانے کے آلات بھی موجود نہ تھے، اب جبکہ آلات فراہم ہو گئے تو چڑھانے میں کوئی تردد نہیں، لیکن اتنی بات ضرور یاد رکھنی چاہیے کہ خون دینا جائز ہے، اعضاء دینا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ خون اور اعضاء دونوں الگ الگ حکم رکھتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۲۰ر صفر المظفر ۱۴۲۶ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۷۲۵)	۱۴۲۶/۲/۲۰ھ

مسلمان مریض کو خون دینا کیسا ہے؟

سوال [۱۰۳۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص مسلمان بہت زیادہ بیمار ہے، حالت بہت زیادہ نازک ہے، کیا ڈاکٹروں کے مشورہ سے کسی دوسرے مسلمان کے جسم کا خون اس مسلمان مریض کو دے سکتے ہیں، یا نہیں، اب ایسی حالت میں کیا صورت نکل سکتی ہے؟

نوٹ: چند علماء کرام ومفتیان عظام کی یہ رائے ہے کہ یہ جائز نہیں ہے، اب آپ

قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: نجیب الرحمٰن بھاگلپوری بروالان مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی شدید ضرورت کی بناپر ایک مسلمان کا خون دوسرے مسلمان کو دینا شرعا جائز اور درست ہے۔ (مستفاد: جواہر الفقہ قدیم ۲/ ۳۸، جدید زکریا ۷/ ۴۴)

یجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوى إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاءه فيه، ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه. (هنديه، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر فى التداوى والمعالجات، زكريا قديم ٥/ ٣٥٥، جديد ٥/ ٤١٠، شامى زكريا ٧/ ٤٨٠، ٩/ ٥٥٨، كراچى ٥/ ٢٢٨، ٦/ ٣٨٩)

اور اگر مسلمان کا خون کسی طرح حاصل نہ ہو سکے تو ضرورت شدیدہ کی بناپر غیر مسلم کا خون بھی جائز ہے۔ (مستفاد: جواہر الفقہ قدیم ۲/ ۴۰، جدید زکریا ۷/ ۴۹)

والآدمى مكرم شرعاً وإن كان كافرا. (شامى، باب بيع الفاسد، مطلب: الآدمى مكرم شرعاً ولو كافرا، زكريا ٧/ ٢٤٥، كراچى ٥/ ٥٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۲۷/ ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۹۰۱)	۱۴۱۲/۱۱/۲۷ھ

بلڈ بینک کا حکم

سوال [۱۰۳۸۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص مریضوں کی طبی خدمت کرتا ہے، ان متنوع خدمات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ کیمپ لگاتا ہے جس میں ہندو مسلم ہر طرح کے لوگ آکر بخوشی خون دیتے ہیں، پھر شخص مذکور خون کی بوتلیں ''بلڈ بینک'' میں جمع کر دیتا ہے، ان صورتوں میں معاوضہ کا کوئی تصور نہیں ہے، صرف اتنا ہے کہ ''بلڈ بینک'' خادم کو ایک کارڈ دیتی ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ

کسی بھی قسم کے مرض کا حامل شخص جسے خون کی اشد ضرورت پڑتی ہے اسی خادم مذکور سے رابطہ کرلیتا ہے، اور وہ کارڈ دے کر بینک میں بھیج دیتا ہے، بینک والے اس کے خون کی جانچ پڑتال کے بعد مطلوبہ خون اسے چڑھا دیتے ہیں، اس درمیان جو محنتیں انہوں نے کر رکھی ہیں، مثلاً خون کی بوتلیں فریج میں رکھنا، بلڈ ٹسٹ کرنا، چڑھانا، بجلی بل، وغیرہ کا خرچہ بینک ان بوتلوں کے گاہکوں سے وصول کرتا ہے، ایک خون کی بوتل کے ۳۵۰/ روپئے لیتا ہے، جو در حقیقت ان کی اپنی محنتوں اور خرچوں کا بدل ہوتا ہے، خون کا معاوضہ نہیں ہوتا ہے، لہٰذا اب آپ سے چند صورتیں، دریافت طلب ہیں:

(۱) خون کا ذخیرہ کرنے کے لیے کیمپ لگانا درست ہے؟

(۲) بلاتفریق مذہب ہر فرد بشر کا اس امر میں دلچسپی لینا درست ہے؟

(۳) ہمدردی کے عنوان سے گلی گلی اور محلّہ محلّہ لوگوں کو اس امر کی انجام دہی کے لیے اکسانا درست ہے؟

(۴) اگر درست نہیں ہے تو پھر انسانوں کی اس خونی ضرورت کو بروئے کار لانے کے لیے دوسری کون سی شرعی شکل اختیار کی جائے؟

المستفتی: محمد رضوان قاسمی سورت

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خون کی ضرورت کے پیش نظر باقاعدہ کیمپ لگا کر خون کے عطیات جمع کرنا اصولی طور پر جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ ضرورت اس درجہ کی نہیں ہے کہ کسی ناجائز امر کو جائز قرار دیا جائے، لہٰذا مذکورہ ضرورت کو پورا کرنے کے لیے یہ صورت اپنانی چاہیے، کہ جو لوگ کسی بھی ضرورت مند کے لیے خون دینے کی پیشکش کریں، ان کا نام و پتہ اور فون نمبر اپنے دفتر میں نوٹ کر کے رکھیں اور جب کسی مسلمان کو خون کی فوری طور پر سخت ضرورت ہو تو مذکورہ افراد سے رابطہ کر کے ان کو ہسپتال بھیج کر ان سے خون دلوا دیا جائے، تو اس صورت کی گنجائش ہوگی۔ حضرت مفتی نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حفظ ما تقدم کے طور پر بلڈ بینک میں رضا کارانہ طور پر خون دینے کی اجازت لکھی ہے، بشرطیکہ بوقت

ضرورت اس کو بلڈ بینک سے اپنے گروپ کا خون مفت میں ملتا ہو۔ (مستفاد: محمودیہ ڈابھیل ۱۶/ ۷۸-۷۹، ایضاح النوادر ص: ۱۳۷، کتاب الفتاویٰ ۶/ ۲۱۳، فقہی مقالات ۴/ ۱۲۴، ۱۴۳)

لم يبح الإرضاع بعد مدته لأنه جزء آدمي والانتفاع به بغير ضرورة حرام. (در مختار مع الشامي، كتاب النكاح، باب الرضاع زكريا ٤/٣٩٧، كراچی ٣/٢١١)

حرمة الانتفاع بأجزاء الآدمي لكرامته. (هدايه اشرفی ديوبند ١/ ٤١، هنديه زكريا قديم ٥/٣٥٤، جديد زكريا ٥/٤٠٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۱۶؍ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۴۹۵)	۱۴۳۵/۴/۱۶ھ

انسانی اعضاء کا قیمتاً یا ہدیتاً دینا

سوال [۱۰۳۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا کسی انسان کو اپنے اعضاء میں سے کوئی عضو قیمتاً یا ہدیتاً دینے کا حق ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: انسان اپنے اعضاء کا مالک نہیں ہے، اس لیے کسی بھی انسان کو اپنے اعضاء میں سے کوئی عضو قیمتاً یا ہدیتاً دینے کا حق نہیں ہے، نہ زندگی میں نہ موت کے بعد۔ (ایضاح النوادر ص: ۱۱۲، جواہر الفقہ جدید ۷/ ۶۰، کتاب الفتاویٰ ۵/ ۲۶۹، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۸/ ۳۳۵، میرٹھ ۲۷/ ۳۲۵)

الآدمي محترم بعد موته على ما كان عليه في حياته، فكما لايجوز التداوي بشيئ من الآدمي الحي إكراما، فكذلك لايجوز التداوي بعظم الميت، قال رسول الله ﷺ: كسر عظم الميت ككسر عظم الحي. (شرح سير الكبير ١/ ٨٩)

لايجوز بيع شعور الإنسان ولا الانتفاع به لأن الآدمي مكرم لا مبتذل فلا يجوز أن يكون شيئ من أجزائه مهانا مبتذلا. (هـدايه، باب البيع الفاسد، اشرفی ديو بند ٣/ ٥٥،

البحر الرائق کوئٹہ ٦/٨١، زکریا ٦/١٣٣، فتح القدیر کوئٹہ ٦/٦٣، زکریا ٦/٣٩٠-٣٩١)

عن عائشة رضی اللہ عنہا أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: كسر عظم الميت ككسره حيا. (أبوداؤد، الجنائز، باب في الحفار، يجد العظم هل ينتكب ذٰلك المكان، النسخة الهندية ٢/٤٥٨، دار السلام رقم: ٣٢٠٧)

مضطر لم يجد ميتة وخاف الهلاك فقال له رجل: اقطع يدي وكلها أو قال: اقطع مني قطيعة وكلها لا يسعه أن يفعل ذٰلك، ولا يصح أمره به كما لايسع للمضطر أن يقطع قطعة من نفسه فيأكل. (هنديه، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر زكريا قديم ٥/٣٣٨، جديد ٥/٣٩١، خانية، جديد زكريا ٣/٢٩٢، وعلى هامش الهندية ٣/٤٠٤، بزازيه جديد زكريا ٣/٢٠٧، وعلى هامش الهندية ٦/٣٦٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲/۱۲/۱۴۳۴ھ

(الف خاص فتویٰ نمبر: ۱۱۳۲۴/۴۰)

مرنے کے بعد اپنے اعضاء کی عوض یا بلاعوض اسپتال میں دینے کی وصیت

سوال [۱۰۳۸۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ انسان اپنی زندگی میں اپنی آنکھیں دوسرے کے لیے وقف کرسکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ اکثر حادثات اور بیماری لاحق ہو جانے کی وجہ سے آنکھوں کی روشنی چلی جاتی ہے، ابھی دنیا میں روشنی واپس لانے والی کوئی دوائی دستیاب نہیں ہوئی ہے، بلکہ دنیا کے اکثر ملکوں بشمول عرب ممالک وہندوستان میں انسان کے مردہ جسم سے آنکھیں حاصل کرلی جاتی ہیں، اوران آنکھوں میں سے ڈاکٹر پتلی علیحدہ کرکے بذریعہ آپریشن دوسرے زندہ انسان کے جسم میں لگا دیتے ہیں، یہ حکم ربی تو ہے کہ انسان کو روشنی واپس مل جاتی ہے، جیسا کہ میری داہنی آنکھ میں بذریعہ آپریشن پتلی لگائی گئی ہے، اورآہستہ آہستہ الحمدللہ روشنی واپس آرہی ہے، اگر انسان کی بھلائی اور بطور ثواب کے زید، عمر، بکر کوئی بھی اپنی زندگی میں ہی اپنی آنکھوں کو بینک میں جمع

کردے بعد اپنے اعزہ واحباب کومطلع کردے کہ میں نے مرنے کے بعد اپنی دونوں آنکھیں فلاں آنکھ بینک یا ڈاکٹر کو وقف کردیں ہیں، میری موت کے واقع ہوجانے کے بعد میری موت کی اطلاع متعلقہ ڈاکٹر کو کردینا تاکہ میرے مردہ جسم سے ڈاکٹر آنکھ نکال کر دوسرے انسان کے لگادے، ایسا کرنے کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟

المستفتی: حافظ ظہیر الحق پیرزادہ حیات نگر گلی ۲؍ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حق تعالیٰ شانہ نے انسان کو اپنی قدرت کاملہ کا خاص مظہر بنایا ہے، اور اس کے بدن میں بولنے دیکھنے یا سننے یا سمجھنے وغیرہ کے لیے نازک خود کار مشین لگادی ہیں، گویا انسان ایک چلتی پھرتی فیکٹری ہے، جس میں سینکڑوں نازک خودکار مشین کام کرتی رہتی ہیں، یہ سب مشینیں خالق کائنات نے انسان کو ودیعت وامانت کے طور پر دی ہیں، انسان کو ان چیزوں کا مالک نہیں بنایا ہے، اسی وجہ سے سے جس طرح خودکشی کرنا حرام ہے اور سخت قسم کی خدائی وعید کا مستحق ہوتا ہے، اسی طرح اپنا کوئی عضو کسی دوسرے کو رضا کارانہ طور پر بلا معاوضہ یا بالمعاوضہ لے کر دینا حرام اور مستحق وعید ہے جب انسان خود اپنے اعضاء کا شرعاً مالک نہیں ہوتا تو مالکانہ طور پر اپنے اعضاء کو نہ فروخت کرسکتا ہے نہ وقف کرسکتا ہے، نہ کسی کے لیے وصیت کرسکتا ہے، اس لیے سوالنامہ میں درج شدہ صورت ناجائز اور حرام اور موجب وعید ہے، بظاہر نفع کا معاملہ ہے، مگر اس کا نقصان پوری نوع انسانی پر پہنچ سکتا ہے۔

﴿**قوله تعالیٰ: وَعَسَى اَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ** . [البقرة: ۲۱۶] ﴾

﴿**وقوله تعالیٰ: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ اٰدَمَ** . [الإسراء: ۷۰] ﴾

عن عائشةؓ أن رسول الله ﷺ قال: كسر عظم الميت ككسره حيا.

(أبوداؤد، الجنائز، باب في الحفار، يجد العظم هل ينتكب ذٰلك المكان، النسخة الهندية ۲/ ۴۵۸، دار السلام رقم: ۳۲۰۷)

لو رأى مضطرا فأراد أن يقطع يده ويعطيه لتناوله لا يحل له ذٰلک. (بزازيه زكريا جديد ۳/ ۶۶، وعلى هامش الهندية ۶/ ۱۳۲، جواهر الفقه قديم ۲/ ۴۳، جديد زكريا ۷/ ۶۰)

وفی الهندیة: الانتفاع بأجزاء الآدمی لم یجز. (فتاویٰ عالمگیری، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات زکریا قدیم ٥/٣٥٤، جدید ٥/٤٠٩، هدایه اشرفی ٤١/١)

وفی الشامی: والآدمی مکرم شرعاً وإن کان کافراً فإیراد العقد علیه وابتذاله به وإلحاقه بالجمادات إذلال له وهو غیر جائز. (شامی، باب البیع، مطلب: الآدمی مکرم شرعاً ولو کافراً زکریا ٢٤٥/٧، کراچی ٥٨/٥، کوئٹه ١٤٥/٤)

لہٰذا اوپر مذکورہ دلائل کی بناء پر سوالنامہ میں درج شدہ صورت اور معاملہ ہرگز جائز نہیں ہے۔(تفصیل: جواہرالفقہ قدیم ص:۴۳، جدید۷/۶۰)مطالعہ فرمائیں۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍جمادی الاول ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۳/۶۷۳)

بیمار کو گردہ دینا

سوال [۱۰۳۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اچانک زید کے گردے نوے فیصد خراب ہوگئے، ماہر امراض گردہ ڈاکٹروں نے اس کا علاج یہ بتایا ہے کہ زید کو اپنے کسی عزیز کا گردہ لے کر اپنے جسم میں پیوندکاری کرانی ضروری ہے، بصورت دیگر عدم تصفیہ دم ڈایالیسس کی وجہ سے زید کی زندگی ہمیشہ خطرہ میں رہے گی، اور ڈایالیسس کی وجہ سے ادویات کا ماہانہ خرچ ۸۰؍ ہزار روپئے ہے، جو کہ تادم آخر کرانا، بہت گراں ہے تو کیا اپنی زندگی کے تحفظ کے لیے زید پیوندکاری کراسکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ نہ کرانے کی صورت میں یا تو ہر ہفتہ اپنی ڈایالیسس کراتا رہے یا پھر رفتہ رفتہ وہ موت کے قریب جا پہنچے گا؟

المستفتی: محمد انور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دوسرے عزیز کے لیے اپنا گردہ نکلوا کر دینا جائز نہیں ہے، البتہ اضطراری حالت میں ہسپتال میں کسی کا گردہ پہلے سے رکھا ہوا مل جائے تو اس

کو لگانے کی گنجائش ہے۔

﴿قال اللہ تعالیٰ: وَلَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِيٓ ءَادَمَ. [الإسراء: ٧٠]﴾

﴿قال اللہ تعالیٰ: وَقَدۡ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيۡكُمۡ إِلَّا مَا ٱضۡطُرِرۡتُمۡ إِلَيۡهِ. [الأنعام: ١١٩]﴾ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴/ ذیقعدہ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۲۹۲/۴۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۱۱/۱۴۳۴ھ

گردوں کی تبدیلی اور ہبہ کا حکم

سوال [۱۰۳۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: آج کل لوگوں کی ایک بڑی تعداد گردے کے مرض کا شکار ہوتی ہے اور بعضوں کی حالت ایسی ہوجاتی ہے کہ ماہر ڈاکٹروں کا مشورہ ہوتا ہے کہ اگر ان کے گردے نہ بدلے جائیں، تو ہلاکت یقینی ہے، ایسی مجبوری کی حالت میں کیا کیا جائے۔

(۱) گردوں کی تبدیلی حالت اضطراری میں درست ہے یا نہیں؟ ایسے مریضوں کی اعانت کے خاطر دوسرے لوگ اپنا گردہ اپنی رضا سے ہبہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: توصیف احمد قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شریعت کے اندر انسان کے کسی عضو سے انتفاع جائز نہیں ہے، لہٰذا ایک انسان کا گردہ دوسرے کے اندر لگانا اصولی طور پر جائز نہیں۔

لیکن میڈیکل سروس کے تجربہ سے پتہ چلا ہے کہ ایک گردہ کے ذریعہ سے انسان صحیح سلامت اور صحت مندی کے ساتھ زندگی گذار سکتا ہے، اس لیے اضطراری حالت میں اگر کوئی شخص اپنے کسی عزیز یا دوست کو اس کی جان بچانے کے لیے ایک گردہ کا عطیہ کرتا ہے تو اضطراری حالت میں اس کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ص: ۱۱۳، رحیمیہ قدیم ۶/ ۲۸۵، جدید زکریا ۱۰/ ۱۶۹)

الضرورات تبيح المحظورات، الضرورات تتقدر بقدر الضرورة.

الانتفاع بأجزاء الآدمي لم يجز، قيل للنجاسة، وقيل للكرامة هو الصحيح كذا في جواهر الأخلاطي. (هنديه، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات، زكريا قديم ٣٥٤/٥، جديد ٤٠٩/٥)

والآدمي مكرم شرعاً وإن كان كافرا. (شامی، باب بيع الفاسد، مطلب: الآدمي مكرم شرعاً ولو كافرا، زكريا ٢٤٥/٧، كراچی ٥٨/٥)

قوله وإن حرم استعماله أي استعمال جلد واستعمال الآدمي بمعنى أجزائه. (شامي، زكريا ٣٥٦/١، كراچی ٢٠٤/١)

مضطر لم يجد ميتا وخاف الهلاك فقال له رجل اقطع يدي وكلها أو قال اقطع مني قطعة فكلها لايسعه أن يفعل ذٰلك (إلى قوله) لا يسع للمضطر أن يقطع قطعة من لحم نفسه فيأكل. (فتاویٰ قاضيخان جديد زكريا ٢٩٢/٣، على هامش الهندية زكريا ٤٠٤/٣)، هنديه زكريا قديم ٣٣٨/٥، جديد ٣٩١/٥، بزازيه جديد زكريا ٢٠٧/٣، وعلى هامش الهندية زكريا ٣٦٦/٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍رجب المرجب ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۸۹۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸؍۷؍۱۴۲۶ھ

اعضاء واجزاء انسانی کا عطیہ

مقالہ خلاصہ

(۱) اضطراری حالات میں کسی انسان کا دوسرے انسان کو خون کا عطیہ دینا بالاتفاق جائز ہے۔

(۲) اگر اضطراری حالت نہ ہو؛ لیکن ضرورت کا دوسرا درجہ ہے، یعنی ضرورت بمعنی حاجت کے درجہ میں ہے، تو ایسی صورت میں خون کا عطیہ دینا تو جائز ہے؛ لیکن ضرورت مند شخص کا متعین اور مشخص ہونا بھی لازم ہے، ایسے شخص کو ایمر جنسی طور پر خون کا عطیہ کرنا جائز ہے۔

(۳) اس تصور کے ساتھ بلڈ بینک قائم کرنا اور اس میں رضا کارانہ طور پر خون کا عطیہ دینا کہ برادرانِ وطن پر اس کے ذریعہ سے اچھا اثر پڑے گا جواز کے دائرہ میں نہیں آتا؛ اس لئے کہ برادران وطن پر اچھا اثر مرتب کرنا ضرورت کے پہلے اور دوسرے درجہ میں داخل نہیں ہے۔

(۴) اگر ایمر جنسی طور پر کسی مریض کو خون کی سخت ضرورت ہو اور اس کا خون ایسے گروپ سے تعلق رکھتا ہو جو بمشکل ملتا ہو اور جس شخص میں اس گروپ کا خون موجود ہو، اس کا اپنا خون دینا اس کے اوپر واجب نہیں ہے اور نہ ہی مستحب ہے؛ بلکہ صرف اباحت اور جواز کے دائرہ میں آسکتا ہے۔

(۵) جگر کا عطیہ دینا انتہائی حساس مسئلہ ہے اور انسانی اعضاء میں جگر اہم ترین اور مرکزی عضو ہے، اس کے بغیر صرف انسانی تصویر ہوسکتی ہے، وہ انسان نہیں ہوسکتا؛ اس لئے مرنے والے شخص کا اپنا جگر دینے کی وصیت کرنا یا مرنے کے بعد وارثین کی اجازت سے جگر کا عطیہ کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

(۶) آنکھوں کا عطیہ کرنا بھی شرعی طور پر جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ کوئی بھی سرمایہ دار اپنی آنکھوں کا عطیہ نہیں کرے گا؛ بلکہ صرف غریب اور نادار انسان روزگار کی مجبوری میں آنکھوں کا عطیہ کرنے کے لئے تیار ہوسکتا ہے، ایسے حالات میں سرمایہ داروں کی دو آنکھیں ہوں گی اور غریبوں کی ایک آنکھ اور شریعت اس کی اجازت نہیں دے سکتی۔

(۷) دودھ بینک اور اس کا عطیہ یہ اس لئے جائز نہیں ہے کہ حرمت رضاعت کا مسئلہ شریعت میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اور دودھ بینک میں دودھ جمع کرنے کی صورت میں قانون شریعت کے ڈھانچہ کی دیوار ہی باقی نہ رہے گی۔ اور حرمت رضاعت کا مسئلہ جڑ سے ختم ہوجائے گا؛ اس لئے کہ رضاعی بھائی، رضائی ماں، رضاعی باپ، رضاعی چچا وغیرہ کی تعیین لازم ہے، تاکہ حرمت رضاعت کی رعایت کی جاسکے۔ اور دودھ بینک کی شکل میں یہ سارے رشتے ختم ہوجائیں گے۔

اعضاء واجزاء انسانی کا عطیہ

سوال [۱۰۳۸۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کیا ایک مسلمان دوسرے مسلمان یا غیر مسلم کو اس کی ضرورت کی بنا پر خون کا عطیہ دے سکتا ہے؟

(۱۰۳۸۷) قدرتی اور غیر معمولی حادثات میں خون کی بہت زیادہ ضرورت پڑتی ہے؛ کیوں کہ ایک ہی وقت میں بہت سارے زخمیوں کی جان بچانے کی کوشش کی جاتی ہے اور پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی مریض کو جس گروپ کا خون مطلوب ہو فوری طور پر اس گروپ کا خون مہیا نہیں ہوتا؛ چنانچہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ''بلڈ بینک'' قائم ہیں، جہاں لوگ رضا کارانہ طور پر خون کا عطیہ دیتے ہیں اور ایسے بینک بھی عام طور پر خون کی قیمت وصول نہیں کرتے، مفت خون فراہم کرتے ہیں؛ البتہ چاہتے ہیں کہ اس کے بدلے میں متاثر شخص کے متعلقین بھی خون کا عطیہ دیں جو دوسرے مریض کو کام میں آئے، کیا ایسے ''بلڈ بینکوں'' میں مسلمان خون کا عطیہ پیش کر سکتے ہیں؟

(۱۰۳۸۸) خدمت خلق کی مختلف تنظیمیں وقتاً فوقتاً ''بلڈ کیمپ'' قائم کرتی ہیں: تا کہ ایمر جنسی حالات کے لئے خون کا عطیہ حاصل کیا جائے اور اسے ''بلڈ بینک'' میں محفوظ کرا دیتی ہیں۔ آج کل بعض مسلم تنظیمیں بھی ایسے کیمپ قائم کر رہی ہیں، خاص طور پر بڑے شہروں میں رسول اللہ ﷺ کی تاریخ ولادت میں ایسے کیمپ لگایا کرتے ہیں اور برادرانِ وطن پر اس کا اچھا اثر مرتب ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے پاس صرف لینے والا ہاتھ نہیں ہے، دینے والا ہاتھ بھی ہے، تو کیا مسلمانوں کے لئے ایسے رضا کارانہ بلڈ بینک کا قائم کرنا جائز ہوگا؟

(۱۰۳۸۹) خون کے عطیہ کے سلسلہ میں ایک قابل غور پہلو یہ بھی ہے کہ اگر کسی مریض کو خون کی شدید ضرورت ہو؛ لیکن اس کا خون ایسے نادر گروپ سے تعلق رکھتا ہو، جو بمشکل ہی ملتا ہو اور اسی گروپ کے خون کا حامل کوئی شخص موجود ہو تو اس کا خون دینا واجب ہوگا یا مستحب یا صرف جائز؟

المستفتی: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالات کے جوابات سے قبل تین باتیں بطور تمہید سمجھنا ضروری ہے:

(۱) ''ماکول اللحم حیوانات'' کے اعضاء سے علاج

اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق میں انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اور انسان جس طرح تمام مخلوق میں سب سے زیادہ اشرف مخلوق ہے، اسی طرح انسان کا ایک ایک عضو بھی انتہائی محترم ہے؛ اس لئے شریعت نے انسانی اعضاء اور اجزاء کی حفاظت کے لئے وسیع ترین انتظام فرمایا ہے۔ اور انسانی اجزاء اور اعضاء کی حفاظت کے لئے دیگر تمام مخلوق کو انسان کے استعمال کے لئے خادم اور آلہ بنایا ہے، یہاں تک کہ سانپ، بچھو کو بھی انسانی اعضاء کی حفاظت کے لئے بطور علاج استعمال کی گنجائش دی گئی ہے، اسی نقطہ نظر سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا ہے: ''**هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا**'' [سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۹] ''اللہ تعالیٰ وہ پاک ذات ہے جس نے روئے زمین کی ہر چیز کو تمہاری منفعت کے لئے پیدا فرمایا''۔ لہٰذا تمام نباتات اور جمادات کو اعضائے انسانی اور اجزائے انسانی کی افزائش اور صحت کے لئے بطور علاج استعمال میں لانا بلاشبہ جائز ہے۔

اب رہے حیوانات، تو حیوانات میں سے ماکول اللحم اور حلال جانوروں کو انسانی اعضاء کی افزائش کی غرض سے استعمال کرنا بلاتکلف جائز ہے اور جن اشیاء کو انسانی اعضاء کی افزائش کے لئے بطور خوراک استعمال کرنا جائز ہے، ان کو بطور علاج استعمال کرنا بھی بلاتردد جائز ہے۔

اب رہا ان ماکول اللحم جانوروں کے فضلات کا استعمال، تو ان جانوروں کے فضلات میں سے دودھ کا استعمال بھی بالاتفاق جائز ہے؛ لیکن انسانی اعضاء کی منفعت کے لئے بطور علاج پیشاب کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلے میں حضراتِ ائمہ ثلاثہ اور امام محمدؒ کے نزدیک چونکہ ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب پاک ہے؛ اس لئے بطور علاج ان جانوروں کا پیشاب استعمال کرنا ان کے نزدیک بلاتردد جائز ہے؛ لہٰذا ان

کے قول کے مطابق ’’آیورویدک دوائیں‘‘ جن میں گائے کا پیشاب پڑتا ہے، ان کا استعمال کرنا بلا تکلف جائز ہے؛ لیکن اس کے برخلاف حضرات شیخین کے نزدیک ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب پاک نہیں ہے؛ بلکہ نجاست خفیفہ ہے، اس لیے شدید ضرورت کے وقت بطور علاج بھی ان کے نزدیک ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ اور حضرت امام ابو یوسفؒ کا قول ہے کہ اگر ماہر تجربہ کار ڈاکٹر یا حکیم نے اس میں شفا ہونے کی تائید کی ہو تو ضرورت اور مجبوری کے وقت بطور علاج ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب استعمال کرنے کی گنجائش ہے، اسی پر حنفیہ کا فتویٰ ہے۔

(۲) غیر ماکول اللحم حیوانات کے اعضاء سے علاج

غیر ماکول اللحم جانوروں کے اعضاء کو انسانی اعضاء کی افزائش کے لئے بطور خوراک استعمال کرنا باتفاق فقہاء جائز نہیں ہے؛ لیکن ان کے اعضاء کا انسانی اعضاء کی حفظانِ صحت کے لئے بطورِ علاج استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو ’’الضَّرُورَاتُ تُبِیحُ المَحظُورَات‘‘ کے اصول کے مطابق بطورِ علاج غیر ماکول اللحم جانوروں کے اعضاء کو استعمال کرنا مجبوری کے تحت جائز اور درست ہے، یہاں تک کہ سانپ کا پتہ اور بچھو کا تیل وغیرہ یہ سب انسانی اعضاء کی حفظانِ صحت کے لئے خارجی استعمال میں لانا بلاشبہ جائز ہے، یعنی اعضاء کے اوپر لیپ اور مالش کرنے کے طور پر استعمال کرنا بلاشبہ جائز ہے، مگر داخلی استعمال علی الاطلاق جائز نہیں ہے؛ بلکہ آیت قرآنی: ’’فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ‘‘ [المائدة: ۳] کے پیش نظر انتہائی ضرورت اور مجبوری میں حرام جانوروں کے اعضاء کو بطور علاج داخلی استعمال میں لانے کی بھی گنجائش ہے، یعنی انتہائی مجبوری میں جان بچانے کی غرض سے علاج کے طور پر منہ کے راستہ سے استعمال کرنے کی بھی گنجائش ہے۔

(۳) انسانی اعضاء کا استعمال

انسانی اعضاء کو انسان کی حفظانِ صحت کے پیش نظر استعمال میں لانے کا مسئلہ انتہائی

اہمیت کا حامل ہے اور یہ مسئلہ انتہائی اہم بھی ہے اور بہت زیادہ حساس بھی ہے، اس مسئلہ پر قلم اٹھانے سے پہلے بہت زیادہ غور وخوض کرنے کی ضرورت ہے، پچھلے سمیناروں میں انسانی اعضاء اور اجزاء کے موضوع پر بحث ہو چکی ہے اور اجزاء کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم

انسان کے وہ اجزاء جن میں کمی زیادتی کی وجہ سے انسانی ساخت میں کسی قسم کا فرق نہیں آتا ہے، وہ اجزاء دوسروں کی ضرورت کے لئے کسی طرح کا عوض اور قیمت لئے بغیر دینے کی گنجائش ہے، جیسا کہ خون بغیر عوض لئے کسی متعین شخص کو فوری ضرورت کے تحت دینے کی گنجائش ہے، جس پر علماء نے اتفاق کرلیا ہے، اسی طرح کسی بچہ کی ماں کا دودھ نہیں نکل رہا ہے، تو دوسری عورت اس متعین بچہ کو اپنی پستان سے دودھ پلاسکتی ہے، مگر شرط یہ ہے کہ جس بچہ کو دودھ پلایا جائے، اس کا اسی طریقہ سے دھیان رکھا جائے جیسا کہ اپنے بچہ کو یاد رکھا جاتا ہے؛ اس لئے کہ دودھ پلانے کی وجہ سے اس بچہ کے ساتھ حرمت مصاہرت کا تعلق ہو چکا ہے۔

دوسری قسم کے اجزاء

انسان کے وہ اجزاء جن میں کمی زیادتی کی وجہ سے انسانی ساخت میں فرق آجاتا ہو جیسا کہ آنکھ، کان، ہاتھ انگلیاں وغیرہ ظاہری اجزاء ہیں، اسی طریقہ سے گردے، دل جگر، معدے، آنت اور پھیپھڑے وغیرہ یہ سب انسان کے وہ اندرونی اعضاء ہیں جن میں سے کسی ایک کے نہ ہونے کی صورت میں اندرونی طور پر قدرتی ساخت میں فرق آجاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ انسان کے دو قسم کے اعضاء ہیں: ایک ظاہری اور بیرونی ہیں، دوسرے داخلی اور اندرونی ہیں، تو انسان کی قدرتی ساخت کی بقا کے لئے دونوں قسم کے اعضاء کا اپنی اپنی جگہ پر باقی رہنا لازم اور ضروری ہے۔ اور ان بیرونی اور داخلی اجزاء کی حفظان صحت کے لئے آیت کریمہ: ”**هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا**“ [سورة البقرة، آیت:

۲۹] کے پیشِ نظر نباتات وجمادات کے ساتھ ساتھ دیگر حیوانات کو بھی بطورِ علاج استعمال کرنے کی کسی نہ کسی درجہ میں گنجائش ہے؛ اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک انسانی اعضاء کا بڑا مقام ہے اوران میں سے ایک ایک عضو کی طاقت وصحت کے لئے اللہ تعالیٰ نے دوسری مخلوق کو پیدا کیا ہے،اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ نے انسان اور اس کے اعضاء کو کس قدر اعزاز واحترام کا مقام دیا ہے، اسی لئے قرآن وحدیث میں کہیں بھی انسانی اعضاء کو دوسری مخلوق کے لئے یا خود انسان کے لئے استعمال کی اجازت کی بات نہیں کہی گئی ہے۔

اس تمہیدی گفتگو کے بعد اصل سوالات کے جوابات پیش خدمت ہیں۔

انسانی خون کا عطیہ

مذکورہ اصولوں کے پیشِ نظر زیرِ بحث سوالات کے جوابات کو سمجھنا ہے:

(۱) اضطراری حالات میں کسی انسان کا دوسرے انسان کو خون کا عطیہ دینا بالاتفاق جائز ہے، نیز ضرورت بمعنی حاجت جس کو ضرورت کا دوسرا درجہ قرار دیا گیا ہے کہ اگر خون نہ چڑھایا جائے تو سخت مشقت اور دشوارکن حالات سے دوچار ہونا پڑے گا،تو ایسی ضرورت کی وجہ سے بھی اگرچہ کلمہ کفریہ زبان پر جاری کرنا، مردار کھانا جائز نہیں ہے،مگر خون وغیرہ چڑھانا اورخون کا عطیہ لینا اور دینا بھی جائز ہے۔

(۲) سوال نمبر۲ کا جواب یہ ہے کہ حاجت کے درجہ میں جو ضرورت ہوتی ہے اس ضرورت کی وجہ سے خون کا عطیہ کرنا جائز تو ہے؛ لیکن ضرورت مند شخص کا متعین اور مشخص ہونا بھی لازم ہے، مثلاً کسی متعین شخص کو ایمرجنسی طور پر خون کی سخت ضرورت ہے،تو اس متعین شخص کو خون کا عطیہ کرنا جائز ہے؛ لیکن اگر ضرورت مند شخص متعین نہیں ہے اور نہ ہی فی الحال ضرورت مند شخص کا وجود ہے؛ بلکہ آئندہ کبھی کسی شخص کو ضرورت پیش آسکتی ہے، اس لئے پیش قدمی کرتے ہوئے اس کے لئے پہلے ہی سے خون جمع کر کے رکھنے کی بات ہے،تو یہ ایک امکانی چیز ہے، زیادہ سے زیادہ ظن غالب ہے تو ایسی صورت میں ضرورت بمعنی اضطرار

اورضرورت بمعنی حاجت دونوں میں سے کسی ایک کے بھی دائرہ میں نہیں آتی؛ اس لئے آئندہ ضرورت پیش آنے کے تصور کے ساتھ بلڈ بینک قائم کرنا اوراس میں رضا کارانہ طور پر خون کا عطیہ دینا اصولی طور پر ناجائز ہوگا، ہاں البتہ غیر معمولی حادثات میں بہت زیادہ خون کی ضرورت پڑتی ہے، اور زخمیوں کی جان بچانے کے لیے بروقت کثیر مقدار میں خون کا فراہم ہونا مشکل ہے، تو اس ضرورت کے پیش نظر پہلے ہی مختلف گروپ کے خون کو جمع کر کے رکھنے کی گنجائش ہوسکتی ہے جس کو دوسرے الفاظ میں بلڈ بینک سے تعبیر کی جاتی ہے، اور حضرت الاستاذ مفتی نظام الدین صاحبؒ نے جو بلڈ بینک کو جائز لکھا ہے اس کا حاصل بھی یہی ہے، ملاحظہ ہو: نظام الفتاویٰ قدیم ۱/۴۲۲۔

(۳) اس تصور کے ساتھ بلڈ بینک قائم کرنا اوراس میں رضا کارانہ طور پر خون جمع کرنے کے لئے لوگوں کو دعوت دینا اور بلڈ بینک میں خون جمع کرنا اور وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت میں کیمپ لگوا کر جمع کروانا، تا کہ برادران وطن پراس کا اچھا اثر مرتب ہو جائے شرعی طور پر جواز کے دائرہ میں نہیں آتا؛ اس لئے کہ برادران وطن پر اچھا اثر مرتب کرنے کے بہت سے مراتب ہو سکتے ہیں۔ اس شکل میں گنجائش ہے جو مفتی نظام الدین صاحبؒ کے فتویٰ کے حوالہ سے لکھا گیا ہے۔

(۴) اگرایمرجنسی طور پرکسی مریض کوخون کی سخت ضرورت ہو اوراس کا خون ایسے نادر گروپ سے تعلق رکھتا ہو جو بمشکل ملتا ہو، تو اس گروپ کا خون جس شخص میں موجود ہو اس کو اپنا خون دینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، نہ اس پر اپنا خون دینا واجب ہے، نہ لازم ہے، ہاں البتہ اگراس کو اپنی صحت متأثر ہونے کا خطرہ نہ ہو تو اخلاقاً شخص معین کو ایمرجنسی طور پر خون کا عطیہ پیش کر دینا اس کے لئے صرف مستحب اور افضل ہے، لازم یا واجب نہیں۔

جگر کی پیوند کاری اوراس کا عطیہ

سوال [۱۰۳۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: انسانی جسم کا ایک اہم ترین عضو جگر ہے، جو غذا کو ہضم کرنے اور انسان کو غذا میں غیر محسوس طور پر آجانے والے مسموم اجزاء سے محفوظ رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے، کچھ عرصہ پہلے تک جگر کی پیوند کاری کو ناممکن سمجھا جاتا تھا؛ لیکن جدید میڈیکل ترقی نے اس کو ممکن بنا دیا ہے اور خود ہندوستان میں اس کے کئی کامیاب آپریشن ہوچکے ہیں، ایک زندہ انسان کا جگر دوسرے انسان کو لگایا جاسکتا ہے؛ کیونکہ میڈیکل تجربہ سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ جس انسان کا جگر کاٹ کر نکالا جاتا ہے اس کا باقی حصہ کچھ دنوں میں بڑھ کر اپنی جگہ جگر کامل کو پہنچ جاتا ہے، نیز جس شخص کا انتقال ہوچکا ہو، انتقال کے فوراً بعد اس کا جگر نکالا جاسکتا ہے؛ کیوں کہ پہلے انسان کے دل و دماغ کی موت ہوتی ہے، اس کے بعد چند گھنٹوں تک اعضاء اور خلیات میں حیات باقی رہتی ہے، اگر اس کے باقی رہتے ہوئے کوئی عضو نکال لیا جائے تو وہ دوسرے کو کام آسکتا ہے، کیا اس طرح کسی متعین مریض کو اس کی جان بچانے کے لئے یا اس عضو کو محفوظ کرنے والے کسی طبی ادارہ کو عطیہ کے طور پر دیا جاسکتا ہے، تاکہ ایک انسان کی جان بچائی جاسکے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نمبر ۵ میں دو شکلیں لکھی گئی ہیں:

پہلی شکل یہ لکھی گئی کہ زندہ انسان کے جگر کا ایک حصہ دوسرے کو دیدیا جائے تو باقی بچا ہوا حصہ کچھ دنوں میں بڑھ کر جگر کامل تک پورا ہو جاتا ہے، تو ایسی صورت میں انسانی ساخت اپنی جگہ لوٹ آتی ہے اس لیے رضا کارانہ طور پر اپنے کسی عزیز یا دوست کی جان بچانے کے لیے زندہ انسان کا اپنے جگر کا حصہ دینے کی گنجائش ہے، کیونکہ دینے والے کا جگر بعد میں بڑھ کر پورا ہوجائے گا، مگر اس میں شرط یہ ہے کہ مفت میں دیدیا جائے، خرید وفروخت جائز نہیں ہے۔

دوسری شکل کا جواب یہ ہے کہ مردہ انسان کا جگر انسانی اعضاء میں ایسا اہم ترین اور مرکزی عضو ہے کہ انسان کا دیگر کسی عضو کے بغیر زندہ رہنا ممکن ہے، مگر جگر کے بغیر زندہ رہنا ممکن نہیں، جب مرنے کے بعد اس اہم ترین اور مرکزی عضو کو نکال کر دوسرے کو دے دیا جائے یا آئندہ ضرورت پڑنے پر دوسرے کو دینے کے لئے نکال کر رکھ لیا جائے تو مرنے والا انسان ظاہری شکل وصورت کے اعتبار سے انسانی ڈھانچہ کی شکل میں باقی ہے اور اس کی نماز

جنازہ پڑھی جائے گی اور اسے دفن کیا جائے گا؛ لیکن حقیقت میں اس انسان کا اصلی عضو اس میں باقی نہیں ہے، تصویر کی شکل میں ظاہری ڈھانچہ ہے، حقیقی عضو اس میں باقی ہی نہیں رہتا؛ اس لئے مرنے کے بعد کسی انسان کے جگر کو نکال لینے کی شریعت اجازت نہیں دیتی ،اس میں مسلم اور غیر مسلم سب کا حکم یکساں ہے اور اس میں مرنے سے پہلے مرنے والے کی اجازت یا اس کے وارثین کی اجازت کا بھی اعتبار نہیں ہے؛ کیونکہ یہ درحقیقت پوسٹ مارٹم ہے جس کے عدم جواز پر امت کا اتفاق ہے۔

اور مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اس موضوع پر مدلل مقالہ تحریر فرمایا ہے، جو ہم سب کے لئے حجت شرعی کا درجہ رکھتا ہے۔

دلائل ملاحظہ فرمایئے:

’’ابوداؤد شریف‘‘ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ’’اعضائے انسانی کا احترام حالتِ حیات میں جس طرح لازم ہوتا ہے، مرنے کے بعد بھی اسی طرح لازم ہو جاتا ہے‘‘۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے:

عن عائشة –رضى الله عنها– أن رسول الله ﷺ قال: كسر عظم الميت ككسره حيا. (سنن أبي داؤد، النسخة الهندية ٢/ ٤٥٨، دار السلام رقم: ٣٢٠٧)

اس کو حضرات فقہاء نے بہت واضح الفاظ سے نقل فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے ایک ایک عضو کو محترم بنایا ہے، اسی احترام کا تقاضہ ہے کہ مرنے کے بعد اس کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے اور محفوظ طریقہ سے اسے دفن کیا جاتا ہے۔ صاحب بدائع نے اس مسئلہ کو ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے:

ولو سقط سنه يكره أن يأخذ سن ميت فيشدها مكان الأولى بالإجماع، وكذا يكره أن يعيد تلك السن الساقطة مكانها عند أبي حنيفة ومحمد، ولكن يأخذ سن شاة ذكية، فيشدها مكانها. (بدائع الصنائع، زكريا ٤/ ٣١٦)

اور ’’مبسوط‘‘ کے اندر الفاظ کے فرق کے ساتھ مزید وضاحت فرمائی ہے، ملاحظہ فرمایئے:

ألا ترى! أن شعر الآدمي لا ينتفع به إكراماً للآدمي بخلاف سائر

الحيوانات، وإن غائط الآدمي يدفن وما ينفصل من سائر الحيوانات ينتفع به.
(المبسوط للسرخسي ١٥/ ١٢٥)

اور ''ہندیہ'' میں اسی کو صحیح اور راجح قرار دیا ہے کہ انسانی اجزاء سے انتفاع اس کی کرامت اوراحترام کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔

الإنتفاع بأجزاء الآدمي لم يجز، قيل: لكرامة هو الصحيح، كذا في جواهر الأخلاطي. (هندية زكريا قديم ٥/ ٣٥٤، جديد زكريا ٥/ ٤٠٩)

مذکورہ تمام دلائل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مرنے کے بعد انسان کا جگر جو مرکزی عضو ہے اس کو دوسروں کے واسطہ نکالنا جائز نہیں۔

''آئی بینک'' (آنکھوں کا عطیہ)

سوال [۱۰۳۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بینائی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اوراسی لئے قرآن مجید میں بطور احسان کے قوت بصارت کا بار بار ذکر فرمایا گیا ہے، نابینا ہونے کی بعض صورتیں ایسی ہیں کہ ابھی تک کی تحقیق کے مطابق اس کا علاج نہیں ہوسکتا؛ لیکن بعض صورتوں میں اس کا علاج ممکن ہے کہ ایک انسان کے آنکھ کے قرنیہ کی اس نابینا کے حلقہ چشم میں پیوند کاری کر دی جائے، اس طرح اس کو بینائی حاصل ہوسکتی ہے، ایک زندہ شخص کی آنکھ سے بھی اسے حاصل کیا جاسکتا ہے اور مرنے کے بعد بھی چند گھنٹے کے اندر مردہ سے قرنیہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔سوال یہ ہے کہ:

الف: اگر کوئی زندہ شخص کسی دوسرے شخص کو اپنی آنکھ کا قرنیہ عطیہ کرے اور سوچے کہ میرا کام تو ایک آنکھ سے چل سکتا ہے، اس سے ہمارے دوسرے بھائی کی آنکھیں بھی روشن ہوجائیں گی، تو کیا ایسا کرنا جائز ہوگا؟

ب: کیا کسی شخص سے قرنیہ اس کی موت کے بعد حاصل کیا جاسکتا ہے؛ تاکہ کسی متعین شخص کو بینائی فراہم کی جاسکے؟

ج: آج کل اس مقصد کے لئے آئی بینک بھی قائم ہیں، جس میں رضا کارانہ طور پر آنکھوں کا عطیہ دیا جاسکتا ہے اور جس کو ضرورت در پیش ہو، آئندہ اس کے حق میں اس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے، کیا ایسے بینک کو زندہ یا مردہ شخص کی آنکھوں کا عطیہ دیا جاسکتا ہے؟

سوال: (۷) پانچویں اور چھٹے سوال میں یہ بات بھی وضاحت طلب ہے کہ اگر مردہ شخص کے جسم سے جگر یا آنکھ حاصل کرنی جائز ہو تو اس سلسلہ میں کس کی اجازت معتبر ہوگی، خود اس شخص کی، یا اس کے ورثاء کی، یا دونوں کی؟ یعنی مردہ کی وصیت کافی ہوگی، یا صرف ورثاء کی اجازت دینا کافی ہوگا، یا مردہ کی وصیت کے ساتھ ساتھ اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثہ کی طرف سے آمادگی بھی ضروری ہوگی؟

المستفتی: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال نمبر ۶ میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ دوسرے کی آنکھ کے ذریعہ سے نابینا کی آنکھ میں روشنی آجاتی ہے؛ اس لئے فوری مرنے والے شخص کی آنکھ فوری طور پر نکالی جائے، تاکہ دوسرے نابینا شخص کے کام آجائے۔ سوال ۷ میں یہ پوچھا گیا ہے کہ جگر یا آنکھ حاصل کرنے کے لئے مرنے والے کی وصیت یا ورثاء کی اجازت ضروری ہوگی اور اس کام کے لئے آئی بینک قائم ہونے کا ذکر آیا ہے، دونوں سوالوں کا جواب یہ ہے کہ: اس سلسلہ میں سب کو معلوم ہے کہ آنکھ انسان کے اعضاء میں سے اہم ترین عضو ہے، ایک آنکھ کے دینے کی وجہ سے انسان کی وہ ساخت باقی نہیں رہتی ہے، جس کو قدرت نے انسان کے وجود کے لئے اور اس کی ضرورت کے لئے بنایا ہے؛ اس لئے ماقبل میں ذکر کردہ اصول کے مطابق مرنے والے آدمی کی آنکھ نکال کر دوسرے کے استعمال کے لئے رکھ لینا آئی بینک میں یا کسی متعین شخص کو فوری طور پر دے دینا شرعاً جائز نہیں ہے، چاہے مرنے والے نے مرنے سے پہلے اپنی آنکھ دوسروں کو دینے کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو، دونوں صورتوں میں جائز نہیں ہے، اسی طرح اس کے وارثین کی اجازت سے بھی جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ انسان کے اعضاء انتہائی محترم ہیں متبذل نہیں۔ (مستفاد: جواہر الفقہ جدید زکریا ۷/ ۵۷)

اورسوال نامہ میں یہ بات بھی واضح کی گئی ہے کہ کوئی زندہ شخص جس کی دونوں آنکھیں صحیح ہیں، وہ رضا کارانہ طور پر اپنی ایک آنکھ یہ سوچ کردے دے کہ میرا کام ایک آنکھ سے چل جائے گا، تو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو شرعاً ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

اس لئے کہ آدمی خود اپنے اعضاء کا مالک نہیں ہے اور کسی بھی عضو میں مالکانہ تصرف بھی جائز نہیں، اس کو نہ یہ حق ہے کہ اپنے کسی عضو کو دوسرے کے ہاتھوں فروخت کردے، یا دوسروں کو تحفہ اور ہدیہ میں دے؛ اس لئے کہ انسان خود اپنے اعضاء کا مالک نہیں ہوتا، جب چاہے اس میں مالکانہ تصرف کرکے اسے فروخت کرے یا ہدیہ میں دے۔

لہٰذا دو آنکھ والا آدمی اپنی دونوں آنکھوں میں سے ایک آنکھ دوسروں کو دے دے قطعاً جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ وہ اپنی آنکھ کا خود مالک نہیں ہے، نیز کوئی بھی سرمایہ دار اپنی دو آنکھوں میں سے ایک آنکھ دوسروں کو نہیں دے گا؛ لہٰذا یہ مصیبت صرف غریب اور تنگدست لوگوں پر آئے گی کہ غریب انسان اپنی تنگدستی کی وجہ سے دو آنکھوں میں سے ایک آنکھ دینے کے لئے تیار ہو جائے گا، نتیجہ یہ ہوگا کہ سرمایہ داروں کی دو آنکھیں ہوں گی اور غریبوں کی ایک آنکھ اور غریبوں کی آنکھوں کی دکان لگ جائے گی اور ایک آنکھ والا سرمایہ دار خریدار بن جائے گا اور دو آنکھ والا غریب آدمی بائع بنے گا، ایسا کہیں نہیں ہوگا کہ آنکھوں کے خریدار غریب آدمی بن جائیں یا کسی غریب اور تنگدست آدمی کو کسی سرمایہ دار کی آنکھ مل جائے اس کا امکان ہی نہیں ہے، شریعت کے نزدیک سارے انسان یکساں ہیں؛ اسی لئے زندہ انسان کا اپنی دو آنکھوں میں سے ایک آنکھ دینا جائز نہیں ہے، اس طرح ناجائز ہونے کے حکم کو حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ نے نظام الفتاویٰ قدیم ۱/۴۲۳، تا ۱/۴۳۲ تک میں مدلل ومفصل تحریر فرمایا ہے، نیز سیمینار میں حیدرآباد کے ماہر ڈاکٹر نے یہ بات بھی واضح فرمائی ہے کہ پیدائشی نابینا کو آنکھ دینے سے عام طور پر بینائی ہونے والے کی آنکھ میں بینائی آئی ہے۔

’’دودھ بینک‘‘ اور اس کا عطیہ

سوال [۱۰۳۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: اللہ تعالیٰ نے ہر نومولود کے لئے اس کی ماں کے سینے میں صحت بخش دودھ کا خزانہ رکھا ہے، قرآن مجید کا بھی ارشاد ہے کہ مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلائیں اور تمام میڈیکل سائنسدانوں کا بھی اتفاق ہے کہ بچہ کے لئے سب سے محفوظ، تقویت بخش اور بہترین غذا ماں کا دودھ ہے، سوائے اس کے کہ ماں کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو کہ اس کا دودھ بچہ کے لئے مضر ہو جائے؛ لیکن قدیم زمانہ سے یہ رواج چلا آرہا ہے کہ خواتین اپنے بچوں کے علاوہ دوسرے بچوں کو بھی دودھ پلایا کرتی تھیں اور دودھ پلانے والی عورتوں کو اس کی اجرت دی جاتی تھی، اسی پس منظر میں شریعت اسلامی نے رضاعت کو حرمت مؤبدہ کا ایک سبب مانا ہے، موجودہ دور میں خاص طور پر مغربی معاشرہ میں خواتین کی کسب معاش کی جد وجہد میں شامل ہوجانے کی وجہ سے یہ مزاج پروان چڑھا ہے کہ مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلانا نہیں چاہتیں، اس پس منظر میں مغربی ملکوں میں بہت سے دودھ بینک قائم ہو گئے ہیں، جو اپنا دودھ فراہم کرنے والی عورتوں کو معاوضہ ادا کرتے ہیں اور ضرورت مند بچوں کو دودھ مہیا کرکے ان سے معاوضہ وصول کرتے ہیں، گویا یہ انسانی دودھ کی تجارت کی ایک شکل ہے، ہندوستان میں بڑھتے ہوئے معیار زندگی کی وجہ سے خواتین میں ملازمت کا رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے اور یہاں بھی اس طرح کے بینک قائم کئے جانے کی توقع ہے، تو ایسے بینک کو عوض دے کر یا بلاعوض کسی خاتون کا دودھ مہیا کرنا اور پھر اس دودھ کی ضرورت مند بچوں کے لئے فروختگی کا کیا حکم ہوگا؟ اور اگر یہ صورت جائز ہو تو حرمت رضاعت کے سلسلہ میں کیا احکام ہوں گے؟

(۱۰۳۹۳) موجودہ مغربی تہذیب نے عملاً اور بہت سی جگہ قانوناً اس بات کو تسلیم کرلیا ہے کہ کہ نسبی شناخت کا تحفظ ضروری نہیں ہے اور بچوں کی ماں کی طرف نسبت کافی ہے، دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مردوں اور عورتوں میں خاصی تاخیر کے ساتھ نکاح کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہے اور اس کے مختلف محرکات ہیں، جیسے ہر طرح کے معاشی اور سماجی فکر سے آزاد ہوکر اعلیٰ ڈگریاں حاصل کرنا، عورتوں کا ملازمتیں کرنا، ایک عمر تک صنفی لذت اٹھانے کے لئے آزاد زندگی گذارنا، طلاق کا مشکل قانون، جس میں مرد پر ڈھیر ساری ذمہ داریاں عائد کردی جاتی ہیں وغیرہ، اس کی وجہ سے ایک دوسرا نقصان یہ ہے کہ بانجھ پن بڑھتا جارہا ہے اور بہت سے میاں بیوی فطری طور پر اولاد سے بہرہ یاب نہیں ہو پاتے، اس کے لئے مادہ منویہ بینک قائم کئے جاتے ہیں، جن

مردوں کے مادہ منویہ میں تولیدی صلاحیت کے حامل جرثومے نہیں ہوتے ہیں، یہ ان کو کارگر جرثومے فراہم کرتے ہیں اور جن عورتوں میں تولید کے لائق بیضے پیدا نہیں ہو پاتے ہیں، ان کے لئے بیضے فراہم کرتے ہیں، اب اس طرح کے بینک مشرقی ممالک اور مغربی تہذیب کی طرف تیزی سے بڑھتے ہوئے خود ہمارے ملک ہندوستان میں بھی قائم کئے جارہے ہیں۔سوال یہ ہے کہ ایسے بینک قائم کرنا، کسی مرد یا خاتون کا بینک کو اور بینک کا کسی ضرورت مند مرد یا خاتون کو مادہ منویہ کا فروخت کرنا یا بغیر قیمت کے ہدیہ کے طور پر دینا کیا جائز ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نمبر: (۸-۹) کا حاصل یہ ہے کہ شریعت نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ جس بچہ کی ماں کے پستان سے اس کو پیٹ بھر کر دودھ نہیں ملتا ہے اور دوسری عورت کے پستان میں دودھ زیادہ ہے، تو جس کے پستان میں دودھ زیادہ ہے اس کے پستان سے اس بچہ کو دودھ پلانا جائز اور درست ہے، جس کا پیٹ اپنی ماں کے دودھ سے نہیں بھرتا ہے، اسی طرح جس کے پستان میں دودھ زیادہ ہے، وہ اتنا دودھ نکال کر کے دوسرے متعین بچہ کو پلائے؛ لیکن ساتھ ساتھ اس کے اوپر شریعت کی طرف سے یہ حکم بھی لاگو ہوجاتا ہے کہ اس بچہ اور اس عورت کے درمیان حرمت رضاعت ثابت ہوجاتی ہے کہ اس بچہ کے لئے اس عورت کے اصول وفروع حرام ہوجاتے ہیں، اس کے اصول وفروع میں سے کسی سے وہ نکاح نہیں کرسکتا، اسی طرح اس عورت کے لئے اس بچہ کی اولادوں سے نکاح کرنا جائز نہیں، یہ ایک نازک اور حساس ترین مسئلہ ہے کہ جس بچہ کو بھی دودھ پلایا جائے گا تو دودھ پلانے والی عورت اس بچہ کے لئے حقیقی ماں کے درجہ میں ہوجاتی ہے اور آئندہ چل کر اس عورت کے کسی فروع سے اس بچہ کا نکاح ناجائز اور حرام ہوگا؛ اس لئے دودھ پلانے والی عورت اور دودھ پینے والے بچہ کا متعین ہونا لازم ہے، تاکہ آئندہ چل کر کے ناواقفیت اور بے خبری میں رضاعت کی حرمت کے باجود رضاعی بھائی بہن کا نکاح نہ ہوجائے، شریعت میں رضاعی ماں ورضاعی باپ، رضاعی چچا، رضاعی بھائی، رضاعی بھانجہ میں سے کسی کے ساتھ بھی نکاح جائز نہیں ہے۔اور دودھ بینک میں دودھ جمع

کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ حرمت رضاعت کا مسئلہ ہی نہ رہے گا اور شریعت کے قائم کردہ قانون اور ضابطہ کے ڈھانچہ کی دیوار ہی باقی نہیں رہے گی؛ اس لئے دودھ بینک میں رضا کارانہ طور پر عورتوں کے لئے اپنی پستان کا دودھ پیش کرنا جائز نہیں۔

حرمت رضاعت کے بارے میں قرآن وحدیث میں بے شمار دلائل ہیں، قرآن کی نص قطعی سے اس کی حرمت ثابت ہے، جیسا کہ ''سورۂ نساء'' آیت ۲۳ میں حرمت کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمہارے لئے وہ مائیں حرام کردی گئیں ہیں، جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور ان بہنوں کو حرام قرار دیا گیا ہے جو از قبیل رضاعت ہیں۔

آیت کریمہ ملاحظہ فرمایئے:

حرمت عليكم (إلى قوله تعالىٰ) وامهاتكم اللاتى ارضعنكم واخواتكم من الرضاعة. (النساء: ۲۳)

حدیث شریف میں بے شمار روایات موجود ہیں۔ ''بخاری شریف'' کی دو روایت ہم یہاں پیش کردیتے ہیں:

قال النبي ﷺ: في بنت حمزة لا تحل لي يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب، هي بنت أخي من الرضاعة. (بخاري ۱/ ۳۶۰، رقم: ۲۵۷۱، ف: ۲۶۴۵)

اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے: **إن الله حرم من الرضاع ما حرم من النسب.**

(سنن ترمذي، باب الرضاعة، النسخة الهندية ۱/ ۲۱۷، دار السلام رقم: ۱۱۵۶)

نیز حضرات فقہاء نے اس کی صراحت کردی ہے کہ پستان سے دودھ پلانے کے طور پر دوسرے کے بچہ کو دودھ پلانا جائز ہے، مگر کسی عورت کے دودھ کو اس کی پستان سے نکال کر کے الگ سے جانوروں کے دودھ کی طرح فروخت کرنا قطعاً جائز نہیں ہے، یہی حنفیہ کا مسلک ہے۔ عبارات ملاحظہ فرمایئے۔

''مبسوط سرخسی'' میں اس حکم کو ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے:

لا يجوز بيع لبن بني آدم على وجه من الوجوه عندنا، ولا يضمن متلفه أيضا، وقال الشافعي: يجوز بيعه ويضمن متلفه ...... وحجتنا في ذلك

أن لبن الآدمي ليس بمال متقوم، فلا يجوز بيعه ولا يضمن متلفه، كالبزاق، والمخاط، والعرق. (المبسوط للسرخسي، بيروت ١٥/ ١٢٥)

صاحب بحر نے مزید وضاحت کے ساتھ ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے ملاحظہ فرمایئے:

قوله: لبن امرأة بالجر، أي لم يجز بيع لبن المرأة؛ لأنه جزء الآدمي، وهو بجميع أجزائه مكرم مصون عن الابتذال بالبيع. (البحر الرائق، زكريا ٦/ ١٣٢، كوئٹه ٦/ ٨٠)

سوال (۹) میں یہ پوچھا گیا ہے کہ مرد یا عورت کے مادہ تولید کا بینک قائم کیا جا سکتا ہے؟

نوٹ: بے اولاد لوگوں کے لیے مادۂ تولید فراہم کر سکتے ہیں، تو جواب یہ ہے کہ مرد یا عورت کے مادۂ تولید کا بینک قائم کرنا یا کسی مرد اور خاتون کا کسی بینک کو یا کسی ضرورت مند کو مادۂ تولید فروخت کرنا یا بلا قیمت مفت میں دینا اور لینا حرام اور ناجائز ہے، اس مسئلہ پر سیمینار کے تمام شرکاء کا اتفاق ہو چکا ہے۔

❁❁❁

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا ☆ عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَأَصِيْلاً. الحديث

(المعجم الكبير، دار إحياء التراث العربى بيروت ٢/ ١٣٥، برقم: ١٥٧٠)

تجاویز
برائے چوبیسواں فقہی سیمینار

مؤرخہ: ۱-۳/ مارچ ۲۰۱۵ء مطابق ۹-۱۱، جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ

مقام: دار العلوم الاسلامیہ، اوچیرہ کیرالا

اعضاء واجزاء انسانی کے عطیہ سے متعلق تجاویز

انسانی اعضاء واجزاء کے عطیہ سے متعلق تمام مقالات کے جائزے اور مباحث کے بعد سیمینار یہ محسوس کرتا ہے کہ اس موضوع کا تعلق جہاں شرعی احکام سے ہے وہیں طبی جدید سہولیات اور تحقیقات سے بھی ہے، اس سمت میں آئے دن نئی تحقیقات سامنے آرہی ہیں، اس لیے بتدریج شرعی احکام بھی آتے رہیں گے، اس وقت تک کی جو جدید طبی تحقیقات سامنے آئی ہیں ان کو سامنے رکھتے ہوئے درج ذیل تجاویز سیمینار نے طے کی ہیں:

(۱) خون انسانی جسم کا ایک اہم اور بنیادی جزء ہے جس سے حیات انسانی کی بقا مربوط ہے، اگر کسی انسان کو خون کی ضرورت پڑ جائے اور ماہر ڈاکٹر کی تجویز ہو کہ اس کے لیے خون ناگزیر ہے تو انسانی جان بچانے کے لیے ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان یا غیر مسلم کو عطیہ کرنا جائز ہے، اسی طرح کسی مسلمان کے لیے اس سے لینا بھی جائز ہے۔

(۲) ایسے بلڈ بینک جہاں لوگ رضا کارانہ طور پر خون کا عطیہ دیتے ہیں اور وہ بینک ضرورتمندوں کو مفت خون فراہم کرتے ہیں وہاں مسلمان کے لیے خون کا عطیہ کرنا جائز ہے۔

(۳) رضا کارانہ بلڈ کیمپ لگانا اور بلڈ بینک قائم کرنا بھی انسانی ضرورت کے پیش نظر جائز ہے اور یہ انسانی خدمت میں شامل ہے۔

(۴) ایسے نازک موقع پر جہاں خون کا عطیہ نہ کرنے کی صورت میں جان کا خطرہ

ہے، وہاں مطلوبہ گروپ کے حامل موجود شخص کے لیے اپنا خون عطیہ کرنا ایک اہم انسانی فریضہ اور شرعاً پسندیدہ عمل ہے۔

(۵) موجودہ طبی تحقیق کے مطابق زندہ شخص کے جگر کے بعض حصہ کو دوسرے ضرورتمند انسان کو منتقل کرنا ممکن ہوگیا ہے، اور عطیہ کرنے والے کے جگر کے بقیہ بچے ہوئے حصے کا چند مہینوں میں مکمل ہوجانا تجربہ میں آچکا ہے، اس لیے جگر کی منتقل اور پیوندکاری اپنے کسی عزیز یا دوست کے لیے رضاکارانہ طور پر جائز ہے، البتہ خرید وفروخت قطعاً جائز نہیں ہے۔

(۶) زندہ شخص کی آنکھ کا قرنیہ دوسرے ضرورتمندوں کے لیے منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس تجویز کو مزید غور وخوض کے لیے فی الحال مؤخر کرنا بہتر سمجھا گیا۔

(۷) انسانی دودھ کا بینک قائم کرنا جائز نہیں، اگر بینک قائم ہو تو اس میں دودھ جمع کرنا اور اس میں کسی طرح کا تعاون کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

(۸) مرد یا عورت کے مادۂ تولید کا بینک قائم کرنا یا کسی مرد یا خاتون کا کسی بینک کو یا کسی ضرورت مند کو مادۂ تولید فروخت کرنا یا بلا قیمت فراہم کرنا یا لینا حرام ہے۔

۳ باب ما يتعلق بحمل المرأة و موانعه

نسبندی اوراسقاط حمل کی شرعی حیثیت

سوال [۱۰۳۹۴]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) اگرکسی عورت کی جان کا خطرہ ہوتو اس کی نسبندی کرانا جائز ہے یانہیں؟ اگر نہیں تو اس کی زندگی کے سلسلہ میں کیا تدبیر کی جائے؟

(۲) دوسرے یہ کہ شوہر خود اس کی زندگی بچانے کے لیے کسی ماہر ڈاکٹر کے کہنے پر اپنی نسبندی کراسکتا ہے یانہیں؟ تاکہ استقرار حمل کا امکان نہ رہے؟

(۳) یہ کہ ابھی صرف ۲/۳/ ماہ کا حمل ہے اور اس کو ضائع کرادیتا ہے تاکہ بیوی کی صحت پر کوئی اثر نہ پڑے تو یہ گناہ زیادہ بڑا ہے یانسبندی کرانے والا؟

المستفتی: محمد عزرائیل محبوب پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) شریعت مطہرہ میں نسبندی کرانا کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے۔

عن ابن مسعودؓ قال: كنا نغزو مع النبیﷺ ليس لنا نساء، فقلنا: يا رسول الله! ألا نستخصي فنهانا عن ذٰلک. (صحیح البخاری، باب تزویج المعسر الذی معه القرآن، النسخة الهندية ۲/ ۷۵۹، رقم: ۴۸۸۰، ف: ۵۰۷۱)

البتہ اگر جان کا قوی خطرہ ہے تو عارضی طور پر مانع حمل تدابیر اختیار کرنے کی گنجائش ہے، آج کل عارضی رکاوٹ پیدا کرنے کے لیے اسباب اختیار کرنے کے بہت سے طریقے ہیں، لیڈیز ڈاکٹرنیوں اور نرسوں سے رابطہ قائم کرلیا جائے، اور جب کمزوری دور ہو جائے تو رکاوٹ ختم کردی جائے۔ (محمودیہ قدیم ۱۱/ ۳۷۷، ڈابھیل ۱۸/ ۲۹۸)

یجوز لها سد فم رحمها كما تفعله النساء مخالفا لما بحثه فی البحر من أنه ينبغي أن يكون حراما بغير إذن الزوج قياسا على عزله بغير إذنها، قلت: لكن فی البزازية: أن له منع امرأته عن العزل نعم النظر إلى فساد الزمان يفيد الجواز من الجانبين. (شامی، مطلب: فی حكم إسقاط الحمل، زكريا ٣٣٦/٤، كراچی ١٧٦/٣، الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٦٢/٤٠)

(٢) بیوی کی جان بچانے کے لیے نسبندی کا عارضہ پیش کرنا درست نہیں ہے، بلکہ استقرار حمل سے عارضی رکاوٹ پیدا کرنے کے لیے آج کل نرسنگ ہوموں میں اس کے بہت سے اسباب موجود ہیں، وہاں سے رابطہ قائم کرلیں، شوہر کے لیے نسبندی کرانا جائز نہیں ہے۔

عن سعد بن وقاصؓ قال: لقد رد رسول الله ﷺ علیٰ عثمان التبتل ولو أذن له لاختصينا. (نسائی شريف، باب النهی عن التبتل، النسخة الهندية ٦٨/٢، دار السلام رقم: ٣٢١٢)

أن الاختصاء فی الآدمي حرام صغيرا أو كبيراً. (مرقاة، كتاب النكاح، الفصل الاول، امداديه ملتان ١٨٧/٦)

(٣) حمل کا ساقط کرادینا اور نسبندی کرانا دونوں گناہ ہیں، لیکن تین ماہ سے پہلے کا حمل گرادینے سے نسبندی کرادینے کا گناہ بہت بڑا ہے۔

لو أرادت الإلقاء قبل مضى زمن ينفخ فيه الروح هل يباح لها ذٰلک أم لا، اختلفوا فيه، وكان الفقيه علي بن موسىٰ يقول: أنه يكره. (شامی، مطلب: فی حكم إسقاط الحمل، زكريا ٣٣٦/٤، كراچی ١٧٦/٣، الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٦٢/٤٠)

أن الاختصاء فی الآدمی حرام صغيرا أو كبيراً. (مرقاة، كتاب النكاح، الفصل الاول، امداديه ملتان ١٨٧/٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٠ رشوال المکرم ١٤٢٤ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٨١٨٣/٣٧)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
٣/١١/١٤٢٤ھ

دائمی نسبندی

سوال [۱۰۳۹۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بیوی کمزور ہے، حمل ٹھہر جانے پر پیر وغیرہ سوج جاتے ہیں، بدن میں بھی کافی سوجن آجاتی ہے، سانس بھی کثرت سے پھولنے لگتا ہے، کبھی کبھی ایسی حالت ہوجاتی ہے کہ جان نکل جائے گی، ایسی حالت میں عورت کا آپریشن کرادینا تاکہ حمل نہ ٹھہر سکے، بچہ کی پیدائش نہ ہوتو شریعت کی روشنی میں کیا حکم ہے؟ اگر کوئی صورت ہوتو اس کی بھی صراحت فرمادیں، جو بچہ پیدا ہونے کی تدبیر نہ ہوسکے، ڈاکٹر وحکیم کے دکھائے جانے پر وہ بھی یہی مشورہ دے رہے ہیں کہ آپریشن کرادیا جائے، ڈاکٹر بھی مسلم ہے، نماز وغیرہ کا پابند ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایسا عمل کرانا کہ جس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے توالد وتناسل کا سلسلہ منقطع ہوجائے شرعاً جائز نہیں، قرآن وحدیث میں اس پر سخت ترین وعید آئی ہے۔

سعید بن المسیب یقول: سمعت سعد بن أبی وقاص یقول: رد رسول الله ﷺ علی عثمان بن مظعون التبتل، ولو أذن له لاختصینا. (صحیح البخاری، باب ما یکره من التبتل والخصاء، النسخة الهندیة ۲/ ۷۵۹، رقم: ۴۸۸۲، ف: ۵۰۷۳)

سوال میں ذکر کردہ بیماری کوئی نئی بات نہیں ہے، بلکہ عموماً عورتوں میں یہ بیماری پائی جاتی ہے، اس کے علاج کی فکر کی جائے، اور جب تک علاج مکمل ہوتو اس وقت تک عارضی طور پر بدرجہ مجبوری موانع حمل دوائیں استعمال کرنے کی گنجائش ہے، اس کے علاوہ آپریشن کرا کر سلسلۂ توالد وتناسل کو دائمی طور پر ختم کرنا قطعاً جائز نہیں۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۸/ ۳۴۷، امداد المفتیین ص: ۹۷۵، امداد الفتاویٰ ۴/ ۲۰۳، محمودیہ قدیم ۱۷/ ۳۰۶، ڈابھیل ۱۳/ ۵۳۲، ۱۱/ ۳۸۵، ڈابھیل ۱۸/ ۲۹۱، رحیمیہ قدیم ۲/ ۲۳۳، جدید زکریا ۱۰/ ۱۸۲، احیاء العلوم ۱/ ۴۷، معارف القرآن ۸/ ۶۸۳)

قالوا یباح لها إن تعالج فی استنزال الدم ما دام الحمل مضغة أو

علقة، ولم يخلق له عضو. (شامی، کتاب الحظر و الإباحة، باب الاستبراء وغيره زكريا ٩/ ٦١٥، كراچی ٦/ ٤٢٩، هنديه زكريا قديم ٥/ ٣٥٦، جديد ٥/ ٤١٢، النهر الفائق، دار الكتب العلمية بيروت ١/ ١٤١)

أنه يجوز لها سد فم رحمها كما تفعله النساء. (شامی، مطلب: فی حكم إسقاط الحمل زكريا ٤/ ٣٣٦، كراچی ٣/ ١٧٦، الموسوعة الفقهية الكويتية ٤٠/ ٢٦٢)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۲۲۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۵/۲۱ھ

دائمی نسبندی کرانا

سوال [۱۰۳۹۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کی بیوی کو پہلا لڑکا، پھر لڑکی ہوئی جو پیروں سے اپاہج ہے، پھر دوسرا لڑکا ہوا جو صحیح وسالم ہے، پھر تیسرا لڑکا ہوا وہ بھی اپاہج ہے، ڈاکٹروں سے صلاح ومشورہ پر ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ نسبندی کرائی جائے، ایک دو نہیں کئی سے اس سلسلے میں مشورہ کیا گیا ہے، سب کا یہی کہنا ہے کہ نسبندی کرائی جائے، لیکن ہم شریعت کے خلاف کوئی کام نہیں کرنا چاہتے، اس مسئلہ میں ہماری رہبری فرمائیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں؟

المستفتی: حافظ محمد لیاقت علی فیضی محبوب نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دائمی نسبندی کرانا جس سے ہمیشہ کے لیے اولاد کا سلسلہ ختم ہو جائے شرعاً ناجائز اور حرام ہے، سوالنامہ میں جس خرابی کا ذکر ہے اگر یہ ڈاکٹروں کی تحقیق کے مطابق رحم مادر کی وجہ سے ہے تو آپ اس کا علاج فرمائیں، لیکن بالکلیہ توالد وتناسل کی صلاحیت کو ختم کرنا قطعاً جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۸/ ۳۴۷، امداد

المفتیین ص: ۹۷۵، امداد الفتاویٰ ۴/ ۲۰۳، محمودیہ قدیم ۱۷/ ۳۰۶، ڈابھیل ۱۳/ ۵۳۲، ۱۱/ ۳۸۵، ڈابھیل ۱۸/ ۲۹۷، رحیمیہ قدیم ۲/ ۲۳۳، ۲۳۸، ۲۴۶، ۲۲۱، جدید زکریا ۱۰/ ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۵، معارف القرآن ۸/ ۶۸۳، احیاء العلوم ۱/ ۲۶۷، ۲۶۰)

﴿وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ . [انعام: ۱۵۱] ﴾

﴿وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيْرًا. [بنى اسرائيل: ۳۱] ﴾

﴿ وَاِذَا الْمَوْءُ وْدَةُ سُئِلَتْ، بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ. [التكوير: ۸-۹] ﴾

عن معقل بن يسار رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم الأمم. (أبوداؤد شريف، باب في تزويج الأبكار، النسخة الهندية ۱/ ۲۸۰، دار السلام رقم: ۲۰۵۰، مشكوٰة شريف ص: ۲۶۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۵۸۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۴/ ۱۴۲۱ھ

دائمی طور پر قوت تولید ختم کرنا

سوال [۱۰۳۹۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہندہ گردہ ومثانہ کے مرض میں شدید مبتلا ہے، اور بڑے بڑے ڈاکٹروں کی نگرانی میں علاج ومعالجہ چل رہا ہے، اب واقعہ یہ پیش آیا کہ ڈاکٹروں نے موصوفہ کے شوہر کو یہ مشورہ دیا کہ ہندہ تولد سے ابدالآباد کے لیے محروم رہے گی، اور نہ ہی وقتی طور سے مانع حمل دوائی کھلائی جاسکتی ہے، لہٰذا تحدید الولد کے علاوہ کوئی اور صورت نہیں ہے، لہٰذا اس بارے میں شرع کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد عالم دمکاوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ضبط تولید کی ایسی کوئی صورت اختیار کرنا جس سے

دائمی طور پر قوت تولید ختم ہو جائے، جائز نہیں، خواہ اس میں کتنے ہی فوائد نظر آئیں، اور اس کے دواعی بظاہر کتنے ہی قوی ہوں، ہاں اگر ہندہ واقعتاً مجبور ہے تو عارضی طور پر ایسی شکل اختیار کرنا جس سے قوت تولید باقی رہے، مگر حمل قرار نہ پائے، اس کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۸/ ۳۴۷)

عن قيس قال: قال عبد الله: كنا نغزو مع النبی ﷺ ليس لنا شيئ، فقلنا: ألا نستخصي فنهانا عن ذٰلک. (صحيح البخاری، باب ما يكره من التبتل والخصاء، النسخة الهندية ۲/ ۷۵۹، رقم: ٤۸۸٤، ف: ۵۰۷۵)

يجوز لها سد فم رحمها كما تفعله النساء مخالفا لما بحثه فی البحرين أنه ينبغی أن يكون حراما بغير إذن الزوج قياسا علی عزله بغير إذنها، قلت: لكن فی البزازية: أن له منع امرأته عن العزل نعم النظر إلی فساد الزمان يفيد الجواز من الجانبين. (شامی، مطلب: فی حكم إسقاط الحمل، زكريا ٤/ ۳۳٦، كراچی ۳/ ۱۷٦، الموسوعة الفقهية الكويتية ٤۰/ ۲٦۲)

أن الاختصاء فی الآدمی حرام صغيرا أو كبيراً. (مرقاة، كتاب النكاح، الفصل الاول، امداديه ملتان ٦/ ۱۸۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

كتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ
(الف خاص فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۱۲۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱/ ۴/ ۱۴۲۰ھ

جان تلف ہونے کے اندیشہ سے بچہ دانی نکلوانا

سوال [۱۰۳۹۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک عورت کے ہوسپٹل کے اندر بچہ پیدا ہوا اور اس کے تقریباً ایک ماہ کے بعد وہ اپنے گھر کے اندر اوپر والے سلیپ پر سے گر پڑی جس کی وجہ سے بچہ دانی کے جوڑ کھل گئے، علاج کرانے کے بعد ڈاکٹروں نے یہ کہا کہ ان کے بچہ پیدا نہ ہو تو زیادہ بہتر ہے، ورنہ آگے چل کر زیادہ پریشانی کا خطرہ ہے، اس لیے آپ حضور والا سے گذارش ہے کہ جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی شکل اختیار کرنا جس سے قوت تولید بالکل ختم ہوجائے اس کی اجازت نہیں ہے، البتہ خطرہ کی وجہ سے ایسی عارضی رکاوٹ پیدا کرنا جائز ہے، جس سے استقرار حمل نہ ہو اور آج کل کے زمانے میں اس طرح کا عارضی اور وقتی علاج ہر شہر اور ہر قصبہ میں پایا جاتا ہے۔

ویجوز لها سد فم رحمها کما تفعله النساء. (شامی، مطلب: فی حکم إسقاط الحمل زکریا ٤/٣٣٦، کراچی ٣/١٧٦، الموسوعة الفقهية الكويتية ٤٠/٢٦٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۱۸۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۶/۱۴ھ

بیوی کی جان تلف ہونے کے اندیشہ سے نسبندی کرانا

سوال [۱۰۳۹۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص ماشاء اللہ صحت مند وتوانا ہے، اور مالی اعتبار سے بھی بحمد للہ فراوانی ہے، اس کی بیوی کچھ بیماریوں میں مبتلا ہے، مثلاً ولادت کے وقت آپریشن سے بچہ پیدا ہوتا ہے، ڈاکٹروں نے ہمبستری سے کافی احتیاط کرنے کو کہا ہے، پھر دوسرا حمل قرار پا گیا، بڑا آپریشن کروانا پڑا، تیسری مرتبہ بھی بڑے آپریشن سے لڑکا ہوا، تقریباً ان چھ سالوں میں برابر دوائیں چلتی رہیں، تیسرے آپریشن کے بعد ڈاکٹروں نے کہا کہ ایک یا ڈیڑھ سال کے بعد ہمبستری کرنا، کیونکہ بچہ دانی پر ٹانکا لگا ہے، اور پیٹ میں ناف سے شرمگاہ تک ٹانکے ہیں، اگر ہمبستری ہوئی تو ٹانکا ٹوٹ جائے گا، اور عورت مرسکتی ہے، اس لیے تمہیں بچے کی ولادت بند کروانی ہوگی، تو شرعاً نسبندی کروانے کی اجازت ہے یا نہیں؟

(۲) ایسے حالات میں جبکہ بیوی سے ملنے پر سخت پابندی ہے، اپنے نفس پر بہت

کنٹرول کرتا ہوں، لیکن انسانی طبیعت کب تک برداشت کرے، خواہش بہت ہوتی ہے، راتوں رات نیند نہیں آتی، شیطانی وساوس گناہ پر آمادہ کرتے ہیں، لیکن پھر خدا کا خوف غالب آتا ہے تو گناہ سے رک جاتا ہوں، اب آپ فرمائیں کہ بغیر بیوی کے کیسے رہا جائے، زندگی سے عاجز ہو چکا ہوں، ایسی صورت میں دوسری شادی کرنے کی شرعاً اجازت ہے یا نہیں؟ اگر دوسری شادی کے ارادے پر پہلی بیوی بے انتہا ناراض ہو، زہر کھا لینے، چھوڑ کر چلے جانے، خودکشی کر لینے کی دھمکی دے تو اگر کوئی گناہ ہو جائے تو کیا بیوی پر بھی اس کا وبال ہوگا، جبکہ شوہر ہر طرح کے حقوق ادا کرنے کا وعدہ کرتا ہے، اور کسی قسم کی پریشانی نہ ہونے دینے کا یقین دلاتا ہے، ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا دوسری شادی کرنی چاہئے یا نہیں؟ شریعت اسلامیہ نے اپنے ماننے والوں کو گناہوں سے بچنے کے لیے چار شادی کا حکم دیا تھا، آج ہندوستان میں کئی شادیوں کے نہ ہونے کی بنا پر اکثریت گناہ میں مبتلا ہے، بہرحال جو بھی حکم ہو واضح فرمائیں۔

المستفتی: ایک بندہ بازی گراں، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) ضبط تولید کی کوئی ایسی صورت اختیار کرنا جس سے دائمی طور پر قوت تولید ختم ہو جائے، جائز نہیں، خواہ اس میں کتنے ہی فوائد نظر آئیں، البتہ اگر واقعتاً مجبوری ہے تو عارضی طور پر ایسی صورت اختیار کرنا جائز ہے کہ جس سے قوت تولید باقی رہے مگر حمل قرار نہ پائے اور زنانہ ہسپتالوں میں عارضی توالد و تناسل بند کرنے کے لیے بہت سے علاج ہیں، ان ہسپتالوں سے رابطہ قائم کیا جائے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۸/ ۳۴۷)

(۲) بیوی سے ہمبستری سے اگر ڈاکٹروں نے ممانعت کی ہے اور آپ کو بیوی کی ضرورت ہے تو شرعاً آپ کو دوسری شادی کرنے کی اجازت ہے، بشرطیکہ آپ دونوں کے مکمل حقوق ادا کریں، اور کسی طرح کا ظلم کسی پر نہ کریں۔

تعلیق الاقتصار علی الواحدة أو التبري بخوف الجور يدل علی أنه عند القدرة علی أداء حقوق الزوجات والعدل بينهن الأفضل، الإكثار في

النکاح. (أحکام القرآن للتهانوی ۲/٦٥) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ ؍ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۲۴۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹؍۷؍۱۴۲۰ھ

عورت کی جان تلف ہونے کے اندیشہ سے بچہ دانی نکلوانا

سوال [۱۰۴۰۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) سلمیٰ جس کی عمر تقریباً ۲۸ ؍سال ہے، جس کے دو بچے ہیں، جبکہ تیسرے بچے کی امید ہے، لیکن دونوں بچوں کی پیدائش آپریشن کے ذریعہ ہوئی ہے، اور تیسرے کے لیے بھی آپریشن کرانا ناگزیر ہے اور تین کے بعد اب مزید آپریشن نہیں کیا جا سکتا، جبکہ زوجین ابھی نوجوان ہیں اور استقرار حمل کی صورت میں عورت کی جان تلف ہونے کا اندیشہ ہے، لہٰذا ایسی صورت میں آپریشن کے ذریعہ بچہ دانی نکلوا دینا کیسا ہے، جبکہ ڈاکٹر کے قول کے مطابق عارضی تدابیر اور دوائیں اتنی کارگر نہیں جن پر کلی طور پر اعتماد کیا جا سکے؟

(۲) عدم جواز کی صورت میں اگر کسی نے آپریشن کرالیا تو کیا اس وعید کا مستحق ہوگا جیسا کہ بلا عذر نسبندی کرانے کی شکل میں؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد داؤد جوگا بائی، جامعہ نگر دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) بچہ دانی نکلوانا ناجائز ہے، کیونکہ یہ دائمی طور پر قطع نسل اور صلاحیت تولید کو ختم کرنا ہے، اور قطع نسل وصلاحیت تولید کسی بھی حال میں جائز نہیں ہے۔

أما السبب فهو تفويت المنفعة المقصودة من العضو على الكمال وذٰلك في الأصل بأحد أمرين: إبانة العضو و إذهاب معنى العضو مع بقاء العضو صورة.

(بدائع الصنائع، فصل في الجناية فيما دون النفس بالسلاح زکریا ٦/٣٩٢، کراچی ٧/٣١١)

بلکہ اس زمانہ میں کامیاب عارضی تدابیر موجود ہیں، لہٰذا عارضی تدابیر کے ذریعہ استقرار حمل کو روکا جائے، صلاحیت تولید ختم کرنے کی اجازت نہیں۔

وقال الشامي: أخذ في النهر من هذا: ولما قدمه الشارح عن الخانية والكمال: أنه يجوز لها سد فم رحمها كما تفعله النساء لما بحثه في البحر من أنه ينبغي أن يكون حراما بغير إذن الزوج قياسا على عزله بغير إذنها. (رد المحتار، مطلب في حكم إسقاط الحمل زكريا ٤/٣٣٦، كراچی ٣/١٧٦، الموسوعة الفقهية الكويتية ٤٠/٢٦٢)

(۲) جو گناہ بلا عذر شرعی نسبندی کرانے کا ہے وہی گناہ بلا عذر شرعی بچہ دانی نکلوانے کا ہے، کیونکہ دونوں میں قطع نسل ہے، اور قطع نسل ناجائز اور حرام ہے۔

سعيد بن المسيب يقول: سمعت سعد بن أبي وقاص يقول: رد رسول الله ﷺ على عثمان بن مظعون التبتل، ولو أذن له لاختصينا. (صحيح البخاري، باب ما يكره من التبتل والخصاء، النسخة الهندية ٢/٧٥٩، رقم: ٤٨٨٢، ف: ٥٠٧٣)

قال العيني: الاختصاء في الآدمي حرام صغيرا أو كبيراً. (مرقاة، كتاب النكاح، الفصل الاول، امداديه ملتان ٦/١٨٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۲۷۸)

کیا جان کے خطرہ کی وجہ سے نسبندی کرا سکتے ہیں؟

سوال [۱۰۴۰۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: الحمد للہ میری نیت صاف ہے، ہر چیز کا خالق و رازق، نفع ونقصان کا مالک اللہ ہے، الحمد للہ احقر ٦ رلڑکوں کا باپ ہے، ایسا بھی نہیں ہے کہ صرف دو پرا کتفا کیا گیا ہو، پریشانی صرف یہ ہے کہ احقر کی اہلیہ بہت کمزور ہے، نیز اس میں ہیموگلوبین یعنی خون کے وہ ذرات جن سے بچہ و ماں کی صحت باقی رہے وہ اب چھ فیصد ہیں، اور ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ پانچ

فیصد سے کم پر جان کا خطرہ ہے، میری اہلیہ کی ہیموگلوبین دو بچوں کے بعد آٹھ فیصد سے کم ہوتے جارہے ہیں، جبکہ مستقل ان کے بڑھانے کی دوائیاں چل رہی ہیں، ڈاکٹر ہمیشہ استقرارِ حمل کو منع کرتے ہیں، اس مرتبہ سختی سے منع کیا ہے، اس لیے دریافت کرنا ہے کہ میرے لیے کہاں تک گنجائش ہے، کیا ایسی حالت میں آپریشن وغیرہ کی اجازت ہے؟ جبکہ عزل ونرودھ اپنا کر دیکھ چکا ہوں، اس مرتبہ جو بچہ پیدا ہوا، نرودھ کے فیل ہونے ہی سے ہوا ہے؟

المستفتی: محمد اسماعیل، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ماہر اور تجربہ کار ڈاکٹروں نے یہ مشورہ دیا ہو کہ آئندہ ولادت پر بچہ اور اس کی ماں کی صحت اور جان کا خطرہ ہے، تو عارضی طور پر حسب ضرورت ایسے اسباب اختیار کرنے کی گنجائش ہے، جس کی وجہ سے کچھ عرصہ کے لیے ولادت کا سلسلہ موقوف ہوجائے، اور صحت وطاقت آنے کے بعد اس بندش کو ختم کردیا جائے، لیکن اس طرح آپریشن کرانا کہ آئندہ ولادت کا سلسلہ ہی ختم ہوجائے شرعاً جائز نہیں ہے، بطور مشورہ اور عبرت کے لیے مستفتی سے یہ عرض ہے کہ جس بچہ کے پیدا نہ ہونے کے لیے نرودھ وغیرہ کے ذریعہ ماں باپ نے رکاوٹوں کی حتی الامکان کوشش کی ہے اور اللہ کی قدرت غالب آگئی، بہت ممکن ہے کہ یہی بچہ جس کو ماں باپ نہیں چاہتے تھے اور بچوں کے مقابلے میں ماں باپ کے لیے راحت اور خیر کا باعث بنے۔

ومن الأعذار أن ينقطع لبنها بعد ظهور الحمل وليس لأبي الصبى ما يستاجر به الظئر ويخاف هلاكه. (شامی، مطلب: فی حکم إسقاط الحمل زکریا ٤/٣٣٦، کراچی ٣/١٧٦)

يجوز لها سد فم رحمها كما تفعله النساء. (شامی، مطلب: فی حکم إسقاط الحمل زکریا ٤/٣٣٦، کراچی ٣/١٧٦، الموسوعة الفقهية الكويتية ٤٠/٢٦٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ربیع الاول ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۲۰۲/۳۸)

کیا توالد وتناسل کا سلسلہ ختم کرنے کا کوئی جائز طریقہ ہے؟

سوال [۱۰۴۰۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مستقبل میں بچوں کا سلسلہ بند کرنے کیلئے شرعاً کوئی طریقہ اپنانے کی اجازت ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یونہی بچوں کا سلسلہ بند کرنے کا راستہ اختیار کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ شریعت میں توالد وتناسل اور کثرت امت مطلوب ہے، اس لیے اس کے خلاف حیلہ جوئی جائز نہیں ہے، بلا وجہ حیلہ جوئی کرنا شرعاً جائز نہیں، کیونکہ وہ انسان کے حکم میں ہوتا ہے، اگر اسلامی حکومت ہوتی تو اس کی دیت ادا کرنی لازم ہوتی۔

قال: إن أسقطت بفعلها وجبت عليها غرة. (الفتاویٰ العالمگيرية، الباب العاشر فی الجنين زكريا قديم ٦/٣٦، جديد ٦/٤٤، شامی، زكريا ٩/٥ ٦١، كراچی ٦/٤٢٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ر محرم الحرام ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۸۶۶۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۱/۲۵ھ

احتیاطاً مانع حمل ذرائع کا استعمال

سوال [۱۰۴۰۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہندہ کو اپنے بچوں کی ولادت میں دوبار بڑے آپریشن کے مرحلہ سے گذرنا پڑا، ڈاکٹروں کے مطابق یہ آپریشن صرف تین بار ہی ہوسکتا ہے، تیسرے آپریشن کے بعد عورت کا حاملہ ہونا اس کی صحت وزندگی کے لیے ضرر رساں ہے۔

(۱) اگر مستقبل میں تیسرے آپریشن کی نوبت آتی ہے تو آپریشن کے بعد ہندہ کے

لیے مستقل مانع حمل (نسبندی وغیرہ) اختیار کرنے کا کوئی شرعی جواز ہے یا نہیں؟

(۲) چونکہ دوسرا آپریشن ابھی حال ہی میں ہوا ہے اور جب تک اندر باہر کی آپریشن کی جگہ اچھی طرح مندمل نہ ہو جائے، ہندہ کے لیے حاملہ ہونا نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے، کیا اس صورت میں بطور احتیاط وقتی وعارضی طور پر مانع حمل ذرائع کا استعمال کیا جاسکتا ہے؟

المستفتی: تنویر الاسلام

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) صورت مسئولہ میں جان بچانے کے لیے مانع حمل دوائیں عارضی طور پر استعمال کرنے کی گنجائش ہے، لیکن دائمی نسبندی کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۸/ ۳۴۷، رحیمیہ ۳/ ۲۳۳)

(۲) بلا عذر شرعی حمل کو روکنے کے لیے مانع حمل دوائیوں کا استعمال ناجائز اور حرام ہے، ہاں البتہ ضرورت شدیدہ کے وقت مثلاً عورت کی جان کا خطرہ ہو یا شیر خوار بچہ کی پرورش میں خلل کا اندیشہ ہو تو مانع حمل دواؤں کے استعمال کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ احیاء العلوم ۱/ ۴۷۲، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۶/ ۳۷۰، ڈابھیل ۱۸/ ۳۱۷، امداد الفتاویٰ ۴/ ۲۰۳)

قالوا: يباح لها أن تعالج في استنزال الدم ما دام الحمل مضغة أو علقة ولم يخلق له عضو. (شامی، کتاب الحظر و الإباحة، باب الاستبراء وغيره زكريا ٩/ ٦١٥، كراچی ٦/ ٤٢٩، هنديه زكريا قديم ٥/ ٣٥٦، جديد ٥/ ٤١٢، النهر الفائق، دار الكتب العلمية بيروت ١/ ١٤١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۶/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۷۴۶)	۱۴۲۱/۶/۶ھ

کن حالتوں میں وقتی طور پر مانع حمل کی گنجائش ہے؟

سوال [۱۰۴۰۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: (۱) ہمارے ایک رشتہ دار کی بیوی کو بحالت حمل یہ مرض ہونے لگا تھا کہ اس کے پورے پیر کی رگیں پھول جاتی تھیں، ورم آجاتا ہے، اور ولادت تک اسے بے حد تکلیف رہتی تھی، اس مرض کا علاج بھی کوئی نہیں تھا، ہر بچے کے وقت یہی صورت پیش آتی تھی، بالآخر مجبور ہوکر اس نے آپریشن کرالیا تا کہ آئندہ اسے اس پریشانی کا سامنا نہ ہو، ایسا کرنے کی شریعت میں کچھ گنجائش ہے یا نہیں؟

(۲) میرے بیٹے کی بیوی سے چار بچے ہو چکے ہیں، اب پانچواں حمل ہے، دوران حمل وہ بھی پریشان رہتی ہے، اور ولادت کے قریب یا اس کے بعد بہت سخت بیمار ہو جاتی ہے، ایک بار پاگل جیسی کیفیت ہوگئی تھی، اب بھی بحالت حمل اس کو شدید تکلیف ہوئی ہے، اس کا کہنا ہے کہ اپنی جان جانے تک کا اندیشہ کر رہی ہوں، اگر شرعاً مجھے آپریشن کی اجازت مل جائے تو میں اس طرح کی پریشانی سے نجات پاؤں، ایسی حالت میں جان پڑنے سے پہلے حمل کو صاف کرایا جا سکتا ہے؟

المستفتی: عبدالرحیم بڈیڈوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) ہمیشہ کے لیے اولاد کا سلسلہ منقطع کر لینا شرعاً ناجائز اور حرام ہے، سوال میں جو تکلیف مذکور ہے اس سے نجات پانے کے لیے پہلے دوسری عارضی اور وقتی تدابیر اختیار کی جائیں، مثلاً مانع حمل دوا استعمال کی جائے، تا کہ کچھ عرصہ تک استقرار حمل نہ ہو سکے، اسی طرح آج کل لیڈی ڈاکٹرنیوں کے یہاں استقرار حمل نہ ہونے کے لیے ایک خاص تار ڈالنے کا سلسلہ ہے، اس میں اچھے بھی ہوتے ہیں، گھٹیا بھی ہوتے ہیں، طاقت آنے تک کے لیے کوئی اچھا قسم کا تار ڈال دیا جائے جس سے کوئی نقصان نہ پہنچے اور بعد میں جب تندرستی اس قدر ہو جائے کہ استقرار حمل اور ولادت کا تحمل کر سکے تو اس کو نکال دیا جائے اور اس کے نکالنے میں بھی کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہوتی ہے، اس لیے قوت حمل ضائع کرنے کے اسباب اختیار کرنا اس زمانہ میں ہرگز جائز نہ ہوگا، البتہ شدید عذر کی وجہ سے اوپر ذکر کردہ عارضی رکاوٹ کا اختیار کرنا جائز ہوگا، اور سوالنامہ میں جو یہ ذکر ہے کہ آپریشن کرالیا ہے، اس کی شرعاً اجازت نہیں تھی، اس گناہ سے توبہ واستغفار کرے اور

آسانی سے آپریشن کھول دینے کی جو شکل ہے اسے اختیار کر لینا چاہیے، اور اس کے سلسلے میں اوپر ذکر کردہ طریقہ اختیار کر لیا جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۵/۳۴۳، ۵/۱۱۵، ڈابھیل ۱۸/۳۱۲، ۲۹۰، رحیمیہ قدیم ۲/ ۲۴۶، جدید زکریا ۱۰/ ۱۸۱)

﴿وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ. [انعام: ۱۵۱]﴾

﴿وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيْرًا. [بنی اسرائیل: ۳۱]﴾

﴿وَاِذَا الْمَوْءُ وْدَةُ سُئِلَتْ، بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ. [التکویر: ۸-۹]﴾

عن معقل بن يسارؓ قال قال رسول الله ﷺ: تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم الأمم. (أبوداؤد شريف، باب في تزويج الأبكار، النسخة الهندية ١/ ٢٨٠، دار السلام رقم: ٢٠٥٠، مشكوٰة شريف ص:٢٦٧)

(۲) ایسی حالت میں جبکہ عورت کی جان جانے کا خطرہ ہو تو اس صورت میں بچہ میں جان پڑنے سے پہلے مجبوراً صفائی کرانے کی گنجائش ہے، لیکن بجائے اس کے پہلے ہی سے تار وغیرہ کے ذریعہ سے عارضی رکاوٹ کا راستہ اختیار کر لیا جائے، تو صفائی کے مقابلہ میں زیادہ بہتر ہے۔

قالوا: يباح إسقاط الولد قبل أربعة أشهر ولو بلا إذن الزوج، قال في النهر: بقي هل يباح الإسقاط بعد الحمل نعم يباح مالم يتخلق شيئ ولن يكون ذٰلك إلا بعد مائة و عشرين يوما، قال ابن وهبان: فإباحة الإسقاط محمولة على حالة العذر أو أنها لا تأثم إثم القتل. (شامي، مطلب: في حكم إسقاط الحمل زكريا ٤/ ٣٣٥-٣٣٦، كراچی ٣/ ١٧٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف خاص فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۶۱۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۴/۲۹ھ

بچہ دانی نکلوانا

سوال [۱۰۴۰۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: ہندہ کے یہاں چار بچے ہیں، جب پہلا بچہ پیدا ہوا تو ڈاکٹروں کی مدد سے اور بہت کچھ پریشانیوں سے دو چار ہونا پڑا، دوسرے اور تیسرے بچے کی پیدائش میں پہلے سے زیادہ تکلیف رہی، اب چوتھا بچہ مردہ پیدا ہوا ہے، اور ہندہ کی حالت اتنی خراب ہے کہ ماہر تجربہ کار عیسائی ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ اگر آگے حمل قرار پاتا ہے تو ہندہ کے بچنے کی امید نہیں کی جاسکتی ہے، کیونکہ بچے دانی میں بہت کچھ کمی آچکی ہے، تو کیا ان سب حالات میں بذریعہ آپریشن بچے دانی نکلوائی جاسکتی ہے؟ بحوالہ کتب جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: وکیل احمد قاسمی روڑکی ہریدوار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قطع نسل یعنی ایسی صورت اختیار کرنا جس سے قوت تولید ختم ہوجائے یہ کسی حالت میں جائز نہیں ہے ہاں اگر کسی عورت کو حالت زچگی میں شدید تکلیف یا جان جانے کا خطرہ ہے تو عارضی اور وقتی طور پر حمل روکنے کے اسباب اختیار کرنے کی گنجائش ہے۔

یجوز لها سد فم رحمها كما تفعله النساء مخالفا لما بحثه في البحر من أنه ينبغي أن يكون حراما بغير إذن الزوج . (شامی، مطلب: في حكم إسقاط الحمل، زكريا ٤/٣٣٦، كراچی ٣/١٧٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

كتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸ر محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۹۸۲/۳۲)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۸/۱/۱۴۲۰ھ

نسبندی کرانا جائز نہیں، چاہے ملازمت گنوانی پڑے

سوال [۱۰۴۰۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں ریلوے اسٹیشن میں ملازم ہوں، وہاں کے حکام مجھ سے نسبندی کرانے کو کہتے ہیں، لیکن میں نے سختی سے انکار کردیا کہ میں نسبندی ہرگز نہیں کراؤں گا، جس کی وجہ سے حکام نے مجھ کو ڈیوٹی سے بھی روک دیا ہے، اور کہہ رہے ہیں کہ پہلے نسبندی کراؤ، پھر اس کے

بعد ڈیوٹی ملے گی، اور تقریباً پانچ ماہ ہو گئے ہیں، نہایت پریشان ہوں، کیا میرے لیے نسبندی کرانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: مختار حسین محلہ کرولہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہرگز جائز نہیں، دوسری جگہ ملازمت کی سعی کی جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۲/ ۲۲۵، جدید زکریا ۱۰/۱۸۲، فتاویٰ احیاء العلوم ۱/ ۲۵۷)

رزق جو اللہ نے مقدر فرمایا ہے وہ ہر حال میں حاصل ہونا ہے۔

﴿قوله تعالیٰ: وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِيْ الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا. [هود: ٦] ﴾

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا، وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ. [الطلاق: ٣] ﴾ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍ شعبان المعظم ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۸۳۸)

نطفہ جاندار ہے یا غیر جاندار؟ اور اس کو ضائع کرنے کا حکم

سوال [۱۰۴۰۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: نطفہ جاندار ہے کہ غیر جاندار، اگر جاندار ہے تو ان احادیث کا کیا جواب جس میں بیان کیا گیا ہے کہ نطفہ مادر رحم میں جا کر چالیس دن تک نطفہ پھر مضغہ پھر علقہ اور پھر اس میں روح ڈالی جاتی ہے، اور اگر غیر جاندار ہے تو اس کو ضائع کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ ضائع کرنا ہے، کسی بھی طریقہ سے ہو، مثلاً عزل، آپریشن، نیرودھ وغیرہ کے استعمال کے ذریعہ؟

المستفتی: محمد یوسف قاسمی گجراتی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نطفہ شرعی طور پر غیر جاندار ہے اس میں جاندار

بننے کی صلاحیت ہے، عورت یا شیر خوار بچہ کی شدید کمزوری کی وجہ سے چار ماہ سے قبل ضائع کر دینا جائز ہے، خوفِ رزق کی وجہ سے نہیں۔

قالوا یباح لها أن تعالج فی استنزال الدم ما دام الحمل مضغة أو علقة، ولم یخلق له عضو وقدروا تلک المدة بمائة و عشرین یوما وجاز لأنه لیس بآدمی وفیه صیانة الآدمی. (شامی، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغیره زکریا ۶۱۵/۹، کراچی ۴۲۹/۶، هندیه زکریا قدیم ۳۵۶/۵، جدید ۴۱۲/۵، النهر الفائق، دار الکتب العلمیة بیروت ۱۴۱/۱)

قالوا: یباح إسقاط الولد قبل أربعة أشهر. (شامی، مطلب: فی حکم إسقاط الحمل زکریا ۳۳۵/۴-۳۳۶، کراچی ۱۷۶/۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۳۳/۲۴)

ضرورت شدیدہ کی وجہ سے اسقاط اور وقفہ کی گنجائش

سوال [۱۰۴۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) ایک عورت حاملہ ہے، جب تین چار مہینہ تک حمل پہنچ جاتا ہے تب پیشاب بند ہو جاتا ہے، جب ڈاکٹر کے پاس لے گئے، تو ڈاکٹر نے (آل ٹراچن) کر کے دیکھ کر بتایا کہ اس عورت کے پیشاب کے دروازہ پر گوشت بڑھ گیا ہے، جب بچہ تین چار ماہ کا ہو جاتا ہے تب پیشاب بالکل بند ہو جاتا ہے، اور زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے، اب یہ آدمی کیا کرے؟ کیا حمل کو گرانا یا ثابت نہ ہونے دینا، یا بالکل ولادت کو بند کرا دینا جائز ہے؟

(۳) وقفہ کرنا یعنی پانچ یا دس سال تک کے بچہ پیدا نہ ہونے دینا، پھر اس کے بعد بچہ پیدا ہوگا تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد صادق حسین آسامی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) اسقاط حمل شریعت میں اصلاً ناجائز اور حرام ہے، مگر سوالنامہ میں ذکر کردہ صورت حال کے مطابق اگر واقعی کسی ماہر ڈاکٹر اور حکیم نے عورت کا معائنہ کرکے بتلایا ہے کہ حمل ساقط نہ کیا گیا تو عورت کی جان خطرے میں پڑ جائے گی، تو اس عذر کو سامنے رکھ کر چار ماہ سے پہلے پہلے حمل کو ساقط کرانے کی گنجائش ہے، اور چار ماہ کے بعد تو اس کا اسقاط مطلقاً حرام ہے، کسی بھی عذر سے اس کی گنجائش نہیں ہے، اور نسبندی وغیرہ سے اس کو بالکل ہی بند کرادینا اس کا بھی شریعت قطعاً ناجائز اور حرام ہونے کا حکم دیتی ہے، ہاں البتہ علاج کرکے صحیح ہونے کے لے عارضی رکاوٹ پیدا کرنے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۸/ ۳۴۸، عزیز الفتاویٰ ص: ۷۴۴، فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۶/ ۲۷۵، جدید زکریا ۱۰/ ۱۸۱)

قال في النهر: بقي هل يباح الإسقاط بعد الحمل نعم يباح مالم يتخلق شيئ ولن يكون ذٰلک إلا بعد مائة و عشرين يوما. (شامي، مطلب: في حكم إسقاط الحمل زكريا ٤/ ٣٣٥-٣٣٦، كراچی ٣/ ١٧٦، زكريا ٩/ ٦١٥، كراچی ٦/ ٤٢٩، هنديه زكريا قديم ٥/ ٣٥٦، جديد ٥/ ٤١٢، النهر الفائق، دار الكتب العلمية بيروت ١/ ١٤١)

فإباحة الإسقاط محمولة على حالة العذر أو أنها لا تأثم إثم القتل.

(شامي، مطلب: في حكم إسقاط الحمل زكريا ٤/ ٣٣٦، كراچی ٣/ ١٧٦)

حمل کی وجہ سے موجودہ بچہ کی صحت کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو یا عورت اتنی نحیف و کمزور ہے کہ ولادت کا بار برداشت نہیں کرسکتی ہے تو ایسی صورت میں وقفہ کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۸/ ۳۴۷، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۶/ ۳۰۷، ڈابھیل ۱۸/ ۳۱۷، فتاویٰ احیاء العلوم ص: ۲۷۴)

ومن الأعذار أن ينقطع لبنها بعد ظهور الحمل وليس لأبي الصبي ما يستاجر به الظئر و يخاف هلاكه. (شامي، مطلب: في حكم إسقاط الحمل زكريا ٤/ ٣٣٦، كراچی ٣/ ١٧٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۸۰۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲؍ ۷؍ ۱۴۲۲ھ

اسقاط حمل کا حکم

سوال [۱۰۴۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) زید کی عمر تقریباً چالیس سال ہے، اس کے پانچ بچے ہیں، دو بچے، تین بچیاں، زید کی اہلیہ خالدہ جب حاملہ ہوتی ہے تو سخت بیمار پڑ جاتی ہے، یہاں تک کہ تقریباً تین ماہ اس کا کھانا پینا مشکل ہو جاتا ہے، صاحب فراش ہوجاتی ہے، اور ابتداء حمل میں کوئی چیز کھاتی ہے یا پیتی ہے تو فوراً قے ہو جاتی ہے، وہ کافی کمزور ہو جاتی ہے، اس وجہ سے زید کے بچوں کو کھانا ملنا اور مدرسہ اسکول جانا دشوار کن بن جاتا ہے، چونکہ سارے بچے چھوٹے ہیں اور زید اس لائق نہیں کہ خادمہ رکھ سکے، اور اس کے گھر میں دوسری کوئی عورت بھی نہیں ہے تو ایسی صورت میں کیا سلسلۂ تولد کو بذریعہ میکانیکل یا فیزیکل روک سکتا ہے؟ یعنی دوا یا لوپ کے ذریعے؟

(۲) زید کی اہلیہ حاملہ ہوگئی، مدت حمل ابھی تقریباً ایک ماہ دس روز کا ہوا ہے تو دونوں رضامندی سے مذکورہ مجبوریوں کے تحت حمل کو ضائع کر سکتے ہیں؟ اگر کر دیا تو اس پر دیت لازم آئے گی؟، واضح رہے کہ زید اور خالدہ دونوں کو اپنے رب پر یقین ہے کہ وہ ذات خالق و رازق ہے، زید کثیر اولاد کی وجہ سے نہیں بلکہ خالدہ کی طبیعت کی وجہ سے ایسا سوچتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) ایسا عمل کرالینا جس سے دائمی طور پر سلسلہ اولاد منقطع ہوجائے، ناجائز اور حرام ہے، اور حمل کے زمانہ میں قے کا آنا مرض کے دائرے میں داخل نہیں ہے، البتہ اگر عورت کی جان کا اندیشہ ہو تو صحت یابی تک عارضی طور پر مانع حمل دواؤں کے استعمال کی گنجائش ہے۔

(۲) بلا عذر حمل گرانے کی بھی اجازت نہیں، ہاں اگر عورت کی جان کا خطرہ ہے تو پھر ۱۲۰/دن کی مدت کے اندر اندر اسقاط حمل کی گنجائش ہے۔

قالوا: يباح إسقاط الولد قبل أربعة أشهر ...... وهو محمولة على حالة العذر.

(شامی، مطلب: فی حکم إسقاط الحمل زکریا ٤/٣٣٥-٣٣٦، کراچی ٣/١٧٦، هندیه زکریا قدیم ٥/٣٥٦، جدید ٥/٤١٢، النهر الفائق، دار الکتب العلمیة بیروت ١/١٤١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/ربیع الاول ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۱۰۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۳/۱۰ھ

حمل گرانے کا حکم

سوال [۱۰۴۱۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید جوکہ پیشہ کے اعتبار سے ڈاکٹر ہے، اس کے پاس کچھ خطا کار مسلم خواتین آئیں، کہ ان کی خطا کی نشانی یعنی ناجائز حمل ساقط کردیا جائے، ایسی صورت میں جاننا یہ ہے کہ مسلم عورت کی عزت کا مسئلہ ہے، حمل کے ضیاع کے متعلق حکم کیا ہے؟ زید کا ایسا کرنا کیسا ہے؟ جبکہ ذہن میں یہ بات ہے کہ یہ دوا نہ کرے تو کوئی دیگر ڈاکٹر اس کام کو انجام دے گا، شرعی حکم واضح کریں؟

المستفتی: محمد ملیح مہراج گنج

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حمل کا گرانا بلا عذر شدید کے جائز نہیں ہے، چاہے حمل حلال نطفہ سے ہو یا بدکاری کے حرام نطفہ کا ہو، دونوں صورتوں میں جائز نہیں ہے، ہاں البتہ اگر عورت کی جان کا خطرہ ہے یا دودھ پیتے بچے کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے تو حمل پر ۱۲۰/دن گذرنے سے پہلے پہلے انتہائی مجبوری کی وجہ سے گرانے کی گنجائش ہے، اور ۱۲۰/دن گذرنے کے بعد شدید مجبوری کے باوجود بھی جائز نہیں ہے، اور ناجائز حمل کا اسقاط کرنے والا ڈاکٹر اور کروانے والے دونوں گنہگار ہوں گے۔

ویکره أن تسقی لإسقاط حملها، وجاز لعذر حیث لایتصور، قال الشامی: وقدروا تلک المدة بمائة وعشرین یوما وجاز لأنه لیس بآدمی وفیه صیانة الآدمی، خانیة: (حیث لا یتصور) قال الشامی: قید لقوله وجاز لعذو التصور کما

فی القنية: أن يظهر له شعر أو إصبع أو رجل أو نحو ذٰلک. (در مختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، زكريا ٩/٦١٥، كراچی ٦/٤٢٩)

العلاج لإسقاط الولد إذا استبان خلقه كالشعر والظفر ونحوهما لا يجوز، وإن كان غير مستبين الخلق يجوز وخلقه لا يستبين إلا بعد مائة وعشرين يوما.

(هنديه، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات زكريا قديم ٥/٣٥٦، جديد ٥/٤١٢)

امرأة عالجت فی إسقاط ولدها لا تأثم مالم يستبن شیئ من خلقه.

(البحر الرائق، كتاب الكراهية زكريا ٨/٣٧٦، كوئٹه ٨/٢٠٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍ ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۸۱۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۱۱/۱۵ھ

کن حالتوں میں اسقاط حمل جائز ہے؟

سوال [۱۰۴۱۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہندہ جو پانچ بچوں کی ماں ہے، عمر تقریباً تیس سال ہے، صحت کے اعتبار سے کمزور ہے، ہر حمل کے وقت ماہر لیڈی ڈاکٹرنی کی نگرانی میں رہتے ہوئے بڑی پریشانیاں اور پیچیدگیاں پیدا ہوجاتی ہیں، کبھی بے ہوش ہوجاتی ہے کبھی دردوں کا سلسلہ چلتا رہتا ہے، چپ پڑی رہتی ہے، چلنا پھرنا دوبھر، کبھی کبھی ایسا لگتا ہے کہ وہ اس سے جانبر نہ ہو سکے گی، اور یہ زندگی کا آخری مرحلہ ہے، کیا ایسے میں وہ ضبط تولید کا آپریشن کرا سکتی ہے؟

المستفتی: محمد یعقوب شمسی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ایسے شدید اعذار کی صورت میں عارضی طور پر استقرار حمل کو روکنے کا علاج جائز ہے، مگر آپریشن کے ذریعہ تولید کی صلاحیت کو ختم کرنے کی اجازت شرعاً نہیں ہے، اور آج کل استقرار حمل کو روکنے کے لیے مختلف قسم کے طریقے ایجاد

ہو چکے ہیں، ان میں سے جو آپ کو مناسب ہو اختیار کر لیں۔

ویکرہ أن تسقی لإسقاط حملها، وجاز لعذر حیث لایتصور، وإن أسقطت میتا فهی السقط غرة الخ. (در مختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغیره، زکریا ۹/ ۶۱۵، کراچی ۶/ ۴۲۹، هندیه زکریا قدیم ۶/ ۳۶، جدید ۶/ ۴۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ
(الف خاص فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۴۰۱)

حج میں جانے کے لیے حمل ساقط کرانا

سوال [۱۰۴۱۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اور اس کی بیوی کی حج کی درخواست منظور ہو چکی ہے اور اب بیوی کو ڈیڑھ ماہ کا حمل ہے، اگر اس کو باقی رکھا جائے تو موسم حج تک وہ تقریباً ۸/ ماہ کا ہو جائے گا، جس کی وجہ سے حج میں پریشانی ہوگی، کیا ایسی صورت میں اس کو ساقط کرایا جا سکتا ہے؟

المستفتی: اسرار احمد نجیب آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسے اعذار سے حمل ساقط کرنا جائز نہیں ہے، نیز وہاں مکہ یا مدینہ کے قیام کے دوران بہت سی عورتوں سے ولادت بھی ہو جاتی ہے، نیز وہاں پر ہسپتالوں میں مفت علاج بھی نہایت عمدہ انداز سے ہوتا ہے، اس لیے حمل ساقط کرنا ہرگز جائز نہ ہوگا۔

الضرورات تقدر بقدرها. (قواعد الفقه اشرفی ص:۸۹، رقم: ۱۷۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ جمادی الاول ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۷۴۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/ ۵/ ۱۴۱۹ھ

حمل ساقط کرنے کا حکم

سوال [۱۰۴۱۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: غیروں کی تقلید کرتے ہوئے مسلمانوں میں اسقاط کا رجحان نہایت تیزی سے فروغ پا رہا ہے، جو کبھی شوہر کی مرضی سے ہوتا ہے، کبھی لاعلم رکھ کر، جواب طلب مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر کو لاعلم رکھ کر چند ماہ کا حمل ضائع کرا دیا، ان اعذار پر کہ بچہ بہت چھوٹا ہے، یا بچے بڑے ہوگئے ہیں، شرم مانع ہے، مزید یہ کہ ابھی جان نہیں پڑی ہے تو عورت شرعاً کس زمرے میں آتی ہے، یا شوہر کی مرضی سے ہو تو کیا اس کی امامت میں کراہت تو نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر حمل اور وضع حمل میں عورت کی جان کا خطرہ نہیں ہے تو ایسی صورت میں استقرار حمل کے بعد حمل کا ضائع کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر عورت کی جان کا خطرہ ہے اور سخت مجبوری ہے، تو چار مہینہ سے پہلے پہلے دواؤں کے ذریعہ سے حمل کو ضائع کرنے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: عزیز الفتاویٰ ۱/۷۴۴)

كما في الشامية: وعبارة في عقد الفوائدة، قالوا: يباح لها أن تعالج في استنزال الدم مادام الحمل مضغة ولم يخلق له عضو وقدروا تلك المدة بثلاثة وعشرين يوما إنما أباحوا ذٰلك لأنه ليس بآدمي. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره زكريا ۹/۶۱۵، كراچی ۶/۴۲۹، هنديه زكريا قديم ۵/۳۵۶، جديد ۵/۴۱۲، النهر الفائق، دار الكتب العلمية بيروت ۱/۱۴۱) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ / محرم الحرام ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۶۷۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۱/۲۴ھ

کیا چار ماہ سے قبل اسقاط حمل مباح ہے؟

سوال [۱۰۴۱۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: اسقاط حمل مباح ہے جب تک کہ ایک سوبیس دن نہ گذر جائیں، کمافی کتب الفتاویٰ، دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ ایک سوبیس دن کب سے شروع ہوتے ہیں۔

المستفتی: محمد شعیب ساؤتھ افریقہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایک سوبیس دن سے قبل بھی بلا عذر معقول کے اسقاط حمل جائز نہیں ہے بلکہ ۱۲۰/دن سے قبل صرف شدید عذر کی وجہ سے جائز ہے اور ۱۲۰/ دن استقرار کے دن سے شمار ہوں گے اور ۱۲۰/دن پر جان پڑ جاتی ہے۔

عن ابن مسعودؓ قال: حدثنا رسول الله ﷺ وهو الصادق المصدوق إن أحدكم يجمع خلقه في بطن أمه في أربعين يوما ثم يكون علقة مثل ذٰلک ثم يكون مضغة مثل ذٰلک ثم يرسل إليه الملك فينفخ فيه الروح.

(صحيح مسلم، باب كيفية خلق الآدمي في بطن أمه، النسخة الهندية ۲/ ۳۳۲، بيت الأفكار رقم: ۲٦٤۳، سنن ابن ماجه، باب في القدر، النسخة الهندية ۱/ ۸، دار السلام رقم: ۷٦)

ويكره أن تسقى لإسقاط حملها، وجاز لعذر حيث لايتصور، وإن أسقطت ميتا ففي السقط غرة. (در مختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، زكريا ۹/ ٦۱۵، كراچی ٦/ ٤۲۹، هنديه زكريا قديم ٦/ ۳٦، جديد ٦/ ٤٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۲۴/صفر المظفر ۱۴۱۶ھ
۱۴۱۶/۲/۲۴ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۳۴۹)

لاغر عورت کی گود میں چار ماہ کا بچہ ہو تو اسقاط حمل جائز ہے یا نہیں؟

سوال [۱۰۴۱۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کی بیوی جس کی گود میں چار ماہ کا بچہ ہے، اس دوران اس کو حمل قرار پا جاتا

ہے، اس وجہ سے بچے کو پورا دودھ نہیں مل پاتا، نیز ہندہ لاغر بھی ہے، اس صورت میں ہندہ اسقاط حمل کراسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: ایم اے خان، ٹھاکردوارہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اسقاط حمل فی نفسہ ناجائز اور حرام ہے، لیکن مذکورہ اعذار کی صورت میں اگر بچہ یا ماں کا سخت خطرہ ہوتو حمل میں اعضاء اور جان پڑ جانے سے پہلے پہلے ضرورت شدیدہ کی بنا پر اسقاط حمل کی تدبیر جائز ہے، اور اعضاء میں جان پڑ جانے کی صورت میں کسی طرح جائز نہیں ہے، عورت کے کمزور ہونے کی صورت میں استقرار حمل سے قبل ہی ایسا علاج کرلیا جائے جس سے طاقت آنے تک استقرار نہ ہو۔ (مستفاد: فتاویٰ احیاء العلوم ۱/ ۲۴۸، امداد الفتاویٰ ۴/ ۲۰۲)

ویکره أن تسقی لإسقاط حملها، وجاز لعذر حیث لایتصور (الدر المختار) قال الشامی: جاز لعذر کالمرضعة إذا ظهر الحبل وانقطع لبنها ولیس لأبي الصبی ما یستاجر به الظئر ویخاف هلاک الولد قالوا یباح لها أن تعالج فی استنزال الدم مادام الحمل مضغة أو علقة ولم یخلق له عضو وقدروا تلک المدة بمائة وعشرین یوما وجاز لأنه لیس بآدمی وفیه صیانة الآدمی. (در مختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغیره، زکریا ۹/ ٦١٥، کراچی ٦/ ٤٢٩، کوئٹه ٥/ ٣٠٤، هندیه زکریا قدیم ٥/ ٣٥٦، جدید ٥/ ٤١٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۷؍ رجب ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۸۱۲)

۵/ ۶؍ ماہ کا حمل ساقط کرانا

سوال [۱۰۴۱۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے، میرے چھ بچے ہیں اور پانچ مہینہ کا حمل ہے، ہر وقت

پردہ میں رہتی ہوں، ڈاکٹرنی کو بھی دکھایا ہے اس نے کہا کہ بچہ صحیح ہے، عورتیں کہتی ہیں کہ بچہ ایک سال میں پیدا ہوگا، بہت پریشان ہوں، ہسپتال جا کر صفائی ہوجائے تو کیا اس کی اجازت ہے؟

المستفتی: مہتاب النساء اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب آپ کے حمل کو پانچ مہینے ہوگئے اور ڈاکٹرنی نے کہہ دیا کہ بچہ ٹھیک ہے تو اب ہسپتال جا کر صفائی کی اجازت نہیں بلکہ بچہ پیدا ہونے تک عدت میں رہنا ضروری ہوگا۔

قال فی النهر: بقی هل یباح الإسقاط بعد الحمل نعم یباح مالم یتخلق شیئ ولن یکون ذٰلک إلا بعد مائة و عشرین یوما (إلی قوله) وإباحة الإسقاط محمولة علی حالة العذر. (شامی، مطلب: فی حکم إسقاط الحمل زکریا ٤/ ٣٣٥-٣٣٦، کراچی ٣/ ١٧٦، الموسوعة الفقهية الکويتية ٤٠/ ٢٦٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ رجب المرجب ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۱۱۸)

چھ ماہ کا حمل ساقط کرانا

سوال [۱۰۴۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے زنا کیا اور اس کے نتیجے میں حمل قرار پایا، یہاں تک کہ چھ ماہ ہوگئے، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس حمل کو ساقط کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ نیز حالت حمل میں اس سے نکاح اس لڑکے کا ہوسکتا ہے یا نہیں؟ حالانکہ زانی، زانیہ سے نکاح کرنے کو تیار نہیں تو جبراً نکاح کرایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر زبردستی کرادیا تو شرعاً عقد نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟ جواب سے آگاہ فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

المستفتی: سعید الرحمٰن آسامی مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چھ ماہ کے حمل کو ساقط کرانا ہرگز جائز نہیں ہے، اس میں جان پڑ چکی ہے، اس کو ساقط کرانے والے اور اس میں تعاون کرنے والے سب سخت گنہگار رہوں گے، اور حالت حمل میں زانی کا نکاح زانیہ کے ساتھ صحیح اور درست ہوگا، اور نکاح کے بعد شب باشی بھی جائز ہوگی۔

وإن أسقطت میتا ففی السقط غرة. (الدر المختار، باب الاستبراء وغیرہ زکریا ۹/ ۶۱۵، کراچی ۶/ ۴۲۹، ہندیہ زکریا قدیم ۶/ ۳۶، جدید ۶/ ۴۴)

وصح نکاح حبلیٰ من زنا (إلی قوله) لو نکحها الزانی حل له وطؤها. (الدر مع الرد، کتاب النکاح، زکریا ۴/ ۱۴۱-۱۴۲، کراچی ۳/ ۴۸-۴۹)

اگر نکاح کیا جاتا ہے اور لڑکا اپنی زبان سے قبول کرلیتا ہے تو نکاح صحیح ہوجائے گا۔

أکره علی النکاح جاز العقد. (الجوهرة النیرة، کتاب الإکراه، امدادیہ ملتان ۲/ ۳۵۵، دار الکتاب دیوبند ۲/ ۳۳۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۲۳/ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۶۰۰)	۱۴۱۲/۳/۲۳ھ

پیدائش کے وقت موت کے اندیشہ سے وضع حمل

سوال [۱۰۴۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کی بیوی نہایت کمزور ہے جب وضع حمل کا وقت آتا ہے تو شدید تکلیف کی وجہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مرنے کے قریب ہے، اس کی کمزوری کا علاج بھی کرلیا گیا ہے، لیکن کمزوری بدستور باقی ہے اور وضع حمل کے وقت موت کا خطرہ رہتا ہے، تو کیا ایسی صورت میں اسقاط حمل کرا سکتے ہیں یا اس کے علاوہ کوئی صورت اور ہو تو رہنمائی فرمائیں؟

المستفتی: محمد راشد بلندشہری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر وضع حمل کے وقت موت کے خطرہ کی شکلیں پیش آچکی ہیں، تو آئندہ کے لیے جب تک عورت تندرست نہ ہوجائے حمل قرار نہ پانے کے اسباب اختیار کرنے کی گنجائش ہے، اور جن اسباب وعلاج کے ذریعہ سے استقرار حمل نہ ہو سکے اس کی بہت سی شکلیں ہیں، جو لیڈیز ڈاکٹرنیوں سے مشورہ کر کے اختیار کی جاسکتی ہیں، اوراگر فی الحال استقرار حمل ہو چکا ہے تو بچہ میں جان پڑنے سے پہلے پہلے عورت کی جان کے خطرہ کی وجہ سے صفائی کرانے کی گنجائش ہے، فقہاء نے اس کی مدت چار مہینے بتائی ہے، لیکن یہ بات بھی یاد رکھیں کہ کیا خبر ہے کہ جس بچہ کو ضائع کیا جارہا ہے وہی ماں باپ کا فرمانبردار اور اللہ کا ولی ہو، اس لیے انتہائی محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

وإذا أسقطت الولد بالعلاج قالوا: إن لم يستبن شيء من خلقه لا تأثم. (خانيه، كتاب الكراهية، فصل في الختان زكريا جديد ۳/۲۹۶-۲۹۷، وعلى هامش الهندية ۳/۴۱۰)

هل يباح الإسقاط بعدالحبل؟ يباح مالم يتعلق شيئ منه ثم في غير موضع ولا يكون ذٰلك إلا بعد مائة و عشرين يوما. (البحر الرائق، باب نكاح الرقيق كوئٹه ۳/ ۲۰۰، زكريا ۳/۳۴۹)

قال ابن وهبان: فإباحة الإسقاط محمولة على حالة العذر. (شامی، مطلب: في حكم إسقاط الحمل زكريا ۴/۳۳۵-۳۳۶، كراچی ۳/۱۷۶)

قالوا: وكذٰلك المرأة يسعها أن تعالج لإسقاط الحبل ما لم يستبن شيء من خلقه وذٰلك ما لم يتم له مائة و عشرون يوما. (هنديه، الباب التاسع في نكاح الرقيق زكريا جديد ۱/۴۰۱، قديم ۱/۳۳۵، تبيين الحقائق امداديه ملتان ۲/۱۶۶، زكريا ۲/۵۹۷-۵۹۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۷۷/۱۰۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۵/۲۶ھ

بچہ کی پرورش کی خاطر مانع حمل تدابیر اختیار کرنا

سوال [۱۰۴۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: صورت مسئلہ یہ ہے کہ زید کی بیوی ہر سال حاملہ ہو جاتی ہے، جس سے بچے کی پرورش میں کلفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس کے علاوہ بچے کی ماں کو دودھ نہیں ہے، جس سے بچے کی پرورش سہولت سے ہو سکے، کیا زید بچے کی پرورش کی بنا پر (نیرودھ) یا اسقاط حمل کی ادویات یا کوئی ایسی صورت استعمال کرسکتا ہے جس سے زید کی بیوی حاملہ نہ ہو سکے؟ اغلب امید ہے کہ مفتیان کرام قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دینے کی زحمت گوارہ فرمائیں گے۔

المستفتی: ڈاکٹر شمیم عالم پورنیہ بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر زیادہ پریشانی ہے تو دو تین سال کے وقفہ کے لیے ایسا عارضی علاج اور شکل اختیار کرنا جائز اور درست ہے، کہ جس سے دیر میں استقرار حمل ہو بالکل صلاحیت ختم کرنے والی دوا استعمال کرنا جائز نہیں۔

ویکره أن تسقی لإسقاط حملها، وجاز لعذر حیث لایتصور. (در مختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغیره، زکریا ۹/۶۱۵، کراچی ٦/٤٢٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ر صفر المظفر ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۰۰۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۲/۹ھ

مانع حمل دواؤں کا استعمال

سوال [۱۰۴۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: آج کل موجودہ زمانہ میں ایسی ایسی دواؤں کی آمد ہوئی ہے کہ اگر ان کو ہر مہینہ میں

ایک خوراک استعمال کیا جائے تو استقرار حمل نہیں ہوتا ہے، اسی طرح ایک قسم کی گولیاں ہیں جن کو ہر مہینہ میں ایک ایک کر کے استعمال کیا جائے تو استقرار حمل نہیں ہوتا ہے، کیا ایسی دوائیں اور گولیاں استعمال کرنا جائز ہے، چاہے نیت فیملی کے کم کرنے کے لیے ہو یا خشیۃ املاق کی وجہ سے؟

المستفتی: قاضیم الدین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرد اور عورت کا مادہ بچہ کے تولد کے لیے ایجاب وقبول کی طرح رکن کا درجہ رکھتا ہے اور مذکورہ دوا اور گولی مادہ کے اندر ایک مدت تک کے لیے تولد کی صلاحیت ہی ختم کر دیتی ہے، اور بلا ضرورت شدیدہ تولد کی صلاحیت کا ختم کرنا مطلقاً ناجائز اور ممنوع ہے، اس لیے ایسی دوا اور گولی کا استعمال شرعاً ناجائز اور ممنوع ہوگا، اور مسئلہ عزل میں تولد کی صلاحیت ختم نہیں ہوتی ہے اس لیے اس کے جواز سے مسئلہ مانع حمل گولی وغیرہ کے عدم جواز پر کوئی اشکال نہیں ہوسکتا۔

فماء المرأة ركن في الانعقاد فيجري الماء إلى أن يجري الإيجاب والقبول في الوجود الحكمي في العقود. (احياء العلوم غزالی ۲/ ۳۰)

نیز فیملی کم کرنا حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔

عن معقل بن يسارؓ قال قال رسول الله ﷺ: تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم الأمم. (أبوداؤد شريف، باب في تزويج الأبكار، النسخة الهندية ۱/ ۲۸۰، دار السلام رقم: ۲۰۵۰، مشكوٰة شريف ص: ۲۶۷) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۷۰۸)

مانع حمل ادویہ کا استعمال

سوال [۱۰۴۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: (۱) ایک شخص صرف اس وجہ سے کہ جوان اولا دہے اگر استقرار ہوگیا تو اولاد کیا کہے گی، نرودھ یا کوئی دوسری دوائی بوقت مجامعت استعمال کرتا ہے، اور عورت بھی اس کے لیے پوری طرح رضامند ہے، تو کیا یہ عمل جائز ہے؟

(۲) منفی صورت میں کس حد کا گناہ ہوگا؟

(۳) استقرار ہونے کے دوڈھائی ماہ بعد عورت کو خوف مذکورہ کی وجہ سے کافی احساس شروع ہوگیا حتی کہ دن بدن کمزوری دل پر ہر وقت صدمہ یہاں تک کہ ایسا محسوس ہونے لگا کہ وضع حمل تک ٹھکانے نہ لگ جائے، ایسی صورت میں صفائی کی کہاں تک اجازت مل سکتی ہے؟

(۴) ان خطرات سے بچنے کے لیے اگر عورت کا آپریشن کرا دیا جائے کیا حکم ہے؟

(۵) کسی عالم سے سنا کہ ۹۰؍دن سے پہلے پہلے صفائی کرانے کی اجازت ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

المستفتی: ظہیر احمد مدرسہ انوار العلوم جویا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بغیر کسی شرعی عذر کے کوئی ایسی دوا یا تدبیر اختیار کرنا کہ جس سے حمل قرار نہ پائے، کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۲/۳۱۴، جدید ڈابھیل ۱۸/ ۳۰۷، محمودیہ قدیم ۱۴/۳۶۳، جدید ڈابھیل ۱۸/۳۰۳، فتاویٰ احیاء العلوم ص: ۲۴۸)

عن عائشة عن جذامه بنت وهب أخت عكاشه، قالت: حضرت رسول الله ﷺ …… ثم سألوه عن العزل فقال رسول الله ﷺ: ذٰلك الوأد الخفي وإذا الموؤدة سئلت. (صحيح مسلم، باب جواز الغيلة، وهي وطئ المرضع وكراهة العزل، النسخة الهندية ١/٤٦٦، بيت الأفكار رقم: ١٤٤٢، مسند أحمد بن حنبل ٦/٤٣٤ رقم: ٢٧٩٩٣، المعجم الكبير للطبراني، دار إحياء التراث ٢٠٩/٢٤، رقم: ٥٣٥، مشكوٰة شريف ص: ٢٧٦)

قوله وهي: وإذا الموؤدة سئلت أى هذه الفعلة الشنيعة التى هى العزل مندرجة تحت هذه الآية ذكرها تاكيداً لبيان شناعته. (حاشية مشكاة شريف ص: ٢٧٦)

عن معقل بن يسارؓ قال قال رسول الله ﷺ: تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم الأمم. (أبوداؤد شريف، باب في تزويج الأبكار، النسخة الهندية

۱/ ۲۸۰، دار السلام رقم: ۲۰۵۰، مشکوٰۃ شریف ص:۲٦۷)

اسقاط حمل فی نفسہ ناجائز اور حرام ہے، لیکن وقتی اور خاص ضرورت شدیدہ کی بنا پر مثلاً ولادت میں عورت کے زیادہ کمزور ہونے کی وجہ سے جان کا خطرہ ہے، بچہ میں جان پڑنے سے قبل اسقاط کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ احیاء العلوم ص: ۲۴۸، فتاویٰ رحیمیہ جدید زکریا ۱۰/ ۱۹۰-۱۹۱)

يباح إسقاط الولد قبل أربعة أشهر ولو بلا إذن الزوج وتحته في الشامية: فإباحة الإسقاط محمولة على حالة العذر. (شامي، مطلب: في حكم إسقاط الحمل زكريا ٤/ ٣٣٦، كراچی ٣/ ١٧٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۴۰۶)

مانع حمل دوائیں یا آپریشن کرانے کا حکم

سوال [۱۰۴۲۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کی شادی ہوئی، الحمد للہ چار بچے ہیں، الحمد للہ کسی بھی قسم کی پریشانی نہیں ہے، ہندہ کی طبیعت برابر خراب رہتی ہے، اگر ہندہ آپریشن کراتی ہے تو ہندہ کی طبیعت ٹھیک ہوجائے اور زید کہہ رہا ہے کہ تم آپریشن کرالو تاکہ تمہاری جو برابر طبیعت خراب رہتی ہے وہ ٹھیک ہوجائے گی، مگر ہندہ ڈرتی ہے کہ قیامت کے دن میری پکڑ نہ ہو، اس لیے ہندہ گھبراتی ہے کہ کراؤں یا نہیں؟ کیا اس کی کوئی صورت ہے، یا کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟ شرعاً جواز کی کوئی صورت ہو تو مفصل تحریر فرمائیں تاکہ میں آپریشن کرالوں، مہربانی ہوگی۔

المستفتی: محمد عطاء اللہ سہرسہ بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر استقرار حمل کی وجہ سے ہندہ مستقل بیمار رہتی ہے تو ہندہ کے لیے شرعی طور پر ایسا علاج وقتی طور پر کرنے کی گنجائش ہے، کہ جس سے مستقل

تندرست اور طاقت ور ہونے تک کے لیے استقرار حمل نہ ہو، اور جب اللہ تعالیٰ دوبارہ تندرستی عطا فرمائے تو پھر علاج کی اجازت نہ ہوگی، اور حمل کو روکنے کی ترکیب کرنا درست نہ ہوگا، لہٰذا اگر آپریشن کی وجہ سے حمل کی صلاحیت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے تو شرعاً اس کی اجازت نہیں ہے، ہاں البتہ اگر کوئی ایسا بھی آپریشن ہو کہ جس سے وقتی طور پر حمل رکتا ہو تو اس کی اجازت ہے۔

ويكره أن تسقى لإسقاط حملها، وجاز لعذر حيث لايتصور. (در مختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، زكريا ۹/ ۶۱۵، كراچی ۶/ ۴۲۹، هنديه زكريا قديم ۵/ ۳۵۶، جديد ۵/ ۴۱۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ رشوال المکرم ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۴۲۰)

موجودہ دور میں عزل کا حکم

سوال [۱۰۴۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زمانہ موجودہ میں عزل کا طریقہ اختیار کر کے نسل اور توالد کا سلسلہ گھٹانا یا بند کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: داؤد القاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: محض نسل گھٹانے کے لیے شوہر کا اپنی بیوی کی رضامندی سے عزل کرنا مکروہ ہے، ہاں اگر بیوی اتنی کمزور ہے کہ حمل کا تحمل نہیں کر سکتی تو اس کے صحت مند ہونے تک اس کی رضامندی سے عزل کرنا بلا کراہت درست ہے۔

عن عائشة عن جذامة بنت وهب أخت عكاشه، قالت: حضرت رسول الله ﷺ ...... ثم سألوه عن العزل فقال رسول الله ﷺ: ذلك الوأد الخفي-وزاد عبيد الله في حديثه عن المقرئ وإذا الموؤدة سئلت.

(صحیح مسلم، باب جواز الغیلة، وهی وطئ المرضع و کراهة العزل، النسخة الهندیة ۱/ ۴٦٦، بیت الأفکار رقم: ۱٤٤۲، مسند أحمد بن حنبل ٦/ ٤۳٤ رقم: ۲۷۹۹۳، المعجم الکبیر للطبرانی، دار إحیاء التراث ۲٤/ ۲۰۹، رقم: ۵۳۵، مشکوٰة شریف ص: ۲۷٦)

قال الملاعلی قاری قیل: ذٰلک لا یدل علی حرمة العزل بل علی کراهته. (مرقاة المصابیح، کتاب النکاح، باب المباشرة، الفصل الأول امدادیه ملتان ٦/ ۲۳۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۴۹۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/ ۷/ ۱۴۲۵ھ

حالت حمل یا ایام رضاعت میں عزل کرنا

سوال [۱۰۴۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ حالت حمل میں جماع سے حمل پر اثر پڑتا ہے، نیز ایام رضاعت میں جماع سے اگر حمل ٹھہر جائے تو دودھ فاسد ہوجاتا ہے اور بچہ بھی کمزور ہوجاتا ہے، تو کیا ان دونوں حالتوں میں مانع حمل دوا یا نرودھ استعمال کر سکتے ہیں، مذکورہ دونوں حالتوں میں عزل کی مطلقاً اجازت ہوگی یا مقیداً؟

المستفتی: محمد زبیر مظاہری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر واقعتاً حالت حمل میں ہم بستری سے جنین میں کمزوری آتی ہے جیسا کہ سوالنامہ میں مذکور ہے، یا ایامِ رضاعت میں ہم بستری سے دودھ میں فساد آتا ہو تو ان اعذار اور اس طرح کے دوسرے اعذار کی بنا پر ہمبستری میں عزل کرنا یا نیرودھ استعمال کر کے عارضی رکاوٹ پیدا کرنے کی بلا کراہت گنجائش ہے۔

ویکره أن تسقی لإسقاط حملها، وجاز لعذر حیث لا یتصور. (در

مختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغیرہ، زکریا ۹/ ۶۱۵، کراچی ۶/ ۴۲۹، هندیه زکریا قدیم ۵/ ۳۵۶، جدید ۵/ ۴۱۲، النهر الفائق، دار الکتب العلمیة بیروت ۱/ ۱۴۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ر صفر المظفر ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۴۶۳/۳۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۲/۲۳ھ

نیرودھ اور مانع حمل ادویہ کا استعمال

سوال [۱۰۴۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نیرودھ اور کپرٹی اور حمل کو روکنے والی گولیاں استعمال کرتا ہے، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کیوں اور اگر ناجائز ہے تو کیوں؟ اس کے بارے میں قرآن وحدیث کی روشنی سے مفصل تحریر فرمائیں، ساتھ ہی ساتھ عزل کرنا کیسا ہے؟ کیا صحابہ کرام بھی ایسا کرتے تھے؟ جواب مطلوب ہے؟

المستفتی: ڈاکٹر ٹی ایس شان، محمد علی روڈ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بغیر شرعی عذر کے مانع حمل دوا استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ احیاء العلوم ۱/ ۲۷۴)

اس لیے یہ حدیث نبوی "تزوجوا الودود الولود" کے مقتضاء کے خلاف ہے، اور عذر کی وجہ سے نیرودھ استعمال کرنا اور عزل کرنا شرعاً اس میں کوئی مضائقہ اور ممانعت نہیں ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو عزل کی اجازت دی تھی، لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی بتلا دیا تھا کہ جو بچہ مقدر میں پیدا ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا، چنانچہ ایسا ہوا کہ ایک صحابی عزل کرتے رہے لیکن پھر بھی استقرار حمل ہو گیا۔

عن جابر أن رجلا أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: إن لي جارة، هي خادمنا و سانيتنا، وأنا أطوف عليها وأنا أكره أن تحمل، فقال: اعزل عنها

إن شئت، فإنه سيأتيها ما قدر لها، فلبث الرجل، ثم أتاه، فقال: إن الجارية قد حبلت، فقال: قد أخبرتك أنه سيأتيها ما قدر لها. (صحيح مسلم، باب حكم العزل، النسخة الهندية ١/٤٦٥، بيت الأفكار رقم: ١٤٣٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۵۸۵)

بلا عذر مانع حمل طریقہ اختیار کرنا

سوال [۱۰۴۲۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) ایک شخص کے دو بچے ہیں، اب اس کا کہنا ہے کہ میں اور بچہ پیدا کرنا نہیں چاہ رہا ہوں، اب مجھے کوئی بچہ نہیں چاہیے، تو کیا ایسا کر سکتے ہیں؟ یہ صحیح ہے اسلام میں؟ پھر وہی کہتا ہے کہ ایک تو طریقہ ہے، آپریشن کا کہ بالکل جڑ ہی سے رحم نکال کر معاملہ صاف ہو جاتا ہے، اس میں کوئی بچہ ہونے کا امکان ہی نہیں رہتا، یہ تو حرام ہے، وہ شخص خود کہہ رہا ہے یہ تمام باتیں ایک دوسرا طریقہ آج کل چلا ہے وہ یہ ہے ''اپڑی'' یہ ایک ربر ہے جو کہ عورت کی شرمگاہ کے اندر بچہ دانی کے منہ میں ڈاکٹرنی کے ذریعہ فٹ کردی جاتی ہے، اس میں عورت اور مرد کے سب تقاضے پورے ہوتے ہیں، حیض بھی معمول کے مطابق آتا ہے، اب یہ ہم لوگوں کے ہاتھ میں ہے، جب چاہیں ایک سال دو سال، تین سال پانچ سال، دس سال بعد بچہ پیدا کر سکتے ہیں، تو کیا یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟ اس شخص کا کہنا ہے کہ میرے خیال میں تو یہ جائز ہونا چاہئے، کیونکہ اس میں امید رہتی ہے بچہ ہونے کی، لیکن جب چاہیں؟ تو آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ کیا اس طریقہ کو کر سکتے ہیں؟ کیا یہ اسلام میں جائز ہے، اگر نہیں ہے تو مکمل ومدلل تحریر فرمائیں؟

(۲) اسی طرح ایک مسئلہ عزل کا ہے جس طرح خارج فرج، منی خارج کرنا جائز، ٹھیک اسی طرح نرودھ کنڈوم کا استعمال ہے، اس میں ذکر داخل ہی رہتا ہے اور منی خارج ہو کر اس تھیلی میں جو کہ ذکر کے اوپر چڑھائی جاتی ہے، جس کو کنڈوم یا نرودھ کہتے ہیں، رہتی

ہے، تو نرودھ استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ کر سکتے ہیں تو کن کن حالتوں میں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱-۲) آپریشن کے ذریعہ سے توالدوتناسل کی صلاحیت کو بالکل ختم کر دینا سخت ترین گناہ ہے، اس لیے اس کی قطعاً اجازت نہیں ہے، اور دوسرا طریقہ بلا کسی عذر شدید کے محض اس لیے اختیار کیا جائے کہ اب اولاد کی ضرورت نہیں ہے تو یہ بھی مکروہ اور ممنوع ہے، ہاں البتہ اگر عورت اس قدر بیمار اور کمزور ہے کہ حمل کا بار برداشت نہیں کر سکتی، اس کی جان کا خطرہ ہے تو وقتی طور پر دوسرا طریقہ اختیار کرنے کی گنجائش ہے۔

عن عائشة عن جذامة بنت وهب أخت عكاشه، قالت: حضرت رسول الله ﷺ ...... ثم سألوه عن العزل فقال رسول الله ﷺ: ذٰلک الوأد الخفي-وزاد عبيد الله فى حديثه عن المقرئ وإذا الموؤدة سئلت.

(صحيح مسلم، باب جواز الغيلة، وهى وطئ المرضع و كراهة العزل، النسخة الهندية ۱/۴٦٦، بيت الأفكار رقم: ۱۴۴۲، مسند أحمد بن حنبل ٦/۴۳۴، رقم: ۲۷۹۹۳، المعجم الكبير للطبرانى، دار إحياء التراث ۲۴/۲۰۹، رقم: ۵۳۵، مشکوٰة شريف ص: ۲۷٦)

قال الملاعلى قارى قيل: ذٰلک لا يدل على حرمة العزل بل على كراهته. (مرقاة المصابيح، كتاب النكاح، باب المباشرة، الفصل الأول امداديه ملتان ٦/۲۳۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۱۵؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۳۸۳)	۱۴۲۵/۵/۱٦ھ

بلا عذر شدید کے نرودھ یا گولی استعمال کرنا

سوال [۱۰۴۲۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا اسلام میں ایک بچے سے دوسرے بچے کے لیے دو سال کے فاصلہ کی اجازت

ہے؟ اور کیا اس کے لیے موجودہ ایجاد نرودھ کے استعمال کی شرعاً اجازت ہے؟ نیز موجودہ ایجاد اور طریقہ گولی وغیرہ میں شرعاً ان تمام کو استعمال کی اجازت ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد اکرام دڑھیال مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دو بچوں کے درمیان دو سال کے فاصلہ کی بات لوگوں کی من گھڑت ہے، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کی پیدائش میں صرف گیارہ ماہ دس دن کا فاصلہ ہے، حضرت حسنؓ کی پیدائش ۱۵ / رمضان المبارک ۳ھ میں ہوئی اور حضرت حسینؓ کی پیدائش ۴ھ میں ہوئی ہے۔ (اکمال فی اسماء الرجال ص: ۵۹۰)

لہٰذا دو بچوں کے درمیان فاصلہ کی کوئی تعیین شریعت میں نہیں ہے اور دو سال کے فاصلہ کے لیے نرودھ یا گولی کا استعمال بلا عذر شدید کے درست نہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ / ذیقعدہ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱ / ۳۷۲۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳ / ۱۱ / ۱۴۱۴ھ

بغیر کسی عذر کے حمل گرانا نیز حمل کو کتنی مدت کے اندر گرانے کی گنجائش ہے؟

سوال [۱۰۴۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) بغیر کسی عذر کے حمل گرانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو دوائی سے یا اوزار کے ذریعہ صفائی کی جائے؟

(۲) حمل کو کتنی مدت کے اندر اندر گرانے کی اجازت ہے؟

المستفتی: محمد مطلوب نیو سیلم پور دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱-۲) حمل کو بلا عذر شرعی گرانا ناجائز وحرام ہے، البتہ ضرورت شدیدہ کے وقت مثلاً عورت کی جان کا خطرہ ہو یا دودھ پیتے بچے کی پرورش میں خلل پڑنے

کا اندیشہ ہوتو ایک سوبیس دن سے پہلے بدرجہ مجبوری دوائی وغیرہ کے ذریعہ اسقاط حمل کی گنجائش ہے، لیکن اس مدت کے بعد قطعاً اجازت نہیں ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۸/ ۳۴۸، عزیز الفتاویٰ ۱/ ۷۴۴)

قالوا: يباح إسقاط الولد قبل أربعة أشهر ولو بلا إذن الزوج، قال في النهر: بقي هل يباح الإسقاط بعد الحمل نعم يباح مالم يتخلق شيئ ولن يكون ذٰلك إلا بعد مائة و عشرين يوما، قال ابن وهبان: فإباحة الإسقاط محمولة على حالة العذر أو أنها لا تأثم إثم القتل. (شامی، مطلب: في حكم إسقاط الحمل، زكريا ٤/ ٣٣٥-٣٣٦، كراچی ٣/ ١٧٦) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۵۶۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲/ ۴/ ۱۴۲۱ھ

سخت کمزوری میں مانع حمل ادویہ کا استعمال

سوال [۱۰۴۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کی بیوی حالت حمل سے ہے اور کمزوری حد درجہ ہے، نیز ٹی بی کی بھی مریض ہے، ایک ماہر طبیب سے مشورہ کیا، ڈاکٹر صاحب موصوف کا مشورہ ہے کہ آئندہ آپ ان کو مانع حمل دوائی دیدیں، موجودہ صحت کا یہی تقاضہ ہے، اب آپ سے دریافت یہ کرنا ہے کہ مذکورہ شکل میں کسی ایسی دوائی کے استعمال کی شرعاً گنجائش ہے یا نہیں؟

المستفتی: شمیم احمد ٹانڈہ رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایسی سخت کمزوری کی حالت میں تندرست ہونے تک کے لیے عارضی طور پر مانع حمل دوا استعمال کرنا جائز ہے تاکہ صحت وتندرستی بحال ہونے تک استقرار نہ ہو سکے، لیکن اگر استقرار ہو چکا ہے اور بچہ میں جان پڑنے کا وقت آچکا ہے تو اس کو ضائع کرنے کے لیے جائز نہیں ہے۔

وجاز لعذر حيث لايتصور و إن أسقطت ميتا ففي السقط غرة.
(شامی، کتاب الحظر و الإباحة، باب الاستبراء وغیرہ، زکریا ۹/۶۱۵، کراچی ۶/۴۲۹، هندیه زکریا قدیم ۵/۳۳۵، جدید ۵/۴۰۱، تبیین الحقائق امدادیه ملتان ۲/۱۶۶، جدید ۲/۵۹۷-۵۹۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍جمادی الثانیہ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۷۳۸)

کمزوری کے خوف سے اسقاط حمل

سوال [۱۰۴۳۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک عورت نفاس سے پاک ہونے کے بعد ہمبستر ہوئی، اور حمل ٹھہر گیا جبکہ بچہ تین چار ماہ کا ہے، دوسرے بچہ کی ولادت کے وقت پہلا بچہ ایک سال کا ہو جائے گا، اب بیک وقت دو بچوں کی پرورش کرنے میں ماں کو غیر معمولی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا، نیز حمل کی وجہ سے پہلے بچہ کو ماں کا دودھ بھی نہ مل پائے گا، لہٰذا دریافت یہ کرنا ہے کہ اگر کوئی ایسی صورت اختیار کرلی جائے جس سے حمل نہ ٹھہرے اور بچہ کو مکمل دو سال دودھ پینے کا موقع مل جائے اور بچہ چلنے پھرنے لگے، مثلاً کنڈوم استعمال کرنا، اسی طرح کاپر پٹی لگوانا، جس سے بیچ میں تین چار سال کا فاصلہ ہو جائے تاکہ بچے کی صحیح نشو ونما ہو اور عورت کی سابقہ ولادت کی کمزوری ختم ہو جائے یہ دونوں صورتیں کنڈوم، کاپر پٹی جائز ہیں یا نہیں؟ نیز مذکورہ دونوں چیزوں کے لیے کیا بیوی کی اجازت ضروری ہے؟

المستفتی: محمد شفیق چودھری بلند شہر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دو بچوں کے درمیان ایک سال کا فاصلہ ہو جانا پریشانی کا باعث نہیں ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اس صدی تک کروڑہا خواتین

سے اسی طرح ولادت ہوئی ہے کہ دو بچوں کے درمیان صرف ایک سال کا فاصلہ رہا ہے، خود سید الکونین کی صاحبزادی حضرت فاطمہ کی اولاد، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے درمیان صرف گیارہ ماہ کا فاصلہ ہے، اور اس زمانے میں اسباب اور سہولت آج کے زمانے کے مقابلے میں بہت ہی کم تھیں، ہاں البتہ پانچ سات بچوں کی پیدائش کے بعد عورت کمزور ہوگئی ہے اور آگے ولادت کی وجہ سے اس کی صحت اور جان کا خطرہ ہو تو عارضی طور پر ایک دو سال کے لیے مذکورہ اسباب اختیار کرنے کی گنجائش ہے۔

لم يكن بين الحسن والحسين إلا طهرا. (مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ۹/۱۸۵)

ومن الأعذار أن ينقطع لبنها بعد ظهور الحمل وليس لأبي الصبي ما يستاجر به الظئر و يخاف هلاكه. (شامي، مطلب: في حكم إسقاط الحمل زكريا ٤/٣٣٦، كراچی ٣/١٧٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ رصفر المظفر ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۱۸۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۲/۲۷ھ

عدت کی کمزوری کی وجہ سے مانع حمل تدبیر اپنانا

سوال [۱۰۴۳۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید ایک نوجوان شادی شدہ ہے اس کی بیوی کے سابق شوہر سے تین بچیاں ہیں اور خود زید سے بھی ایک بچہ اور ایک بچی ہے، صورت حال یہ ہے کہ زید کی بیوی صحبت کرنے سے انکار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اب تم مانع حمل تدبیر اختیار کرو، ایک مسلمان دایہ نے جو زید کی بیوی کی حالت سے واقف ہے، اس سے معلوم کرنے پر بتلایا کہ اب بچے ہونے پر جان کا خطرہ تو نہیں ہے، البتہ عورت کمزور ضرور ہے، اور زید کو ہر ہفتہ خواہش جماع ہوتی ہے، ان مذکورہ حالات میں مانع حمل تدبیر کے طور پر نرودھ وغیرہ کا استعمال شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

المستفتی: عبید الرحمٰن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر عورت کی جان کا خطرہ نہیں ہے، محض کمزوری کا مسئلہ ہے تو ایسی صورت میں مانع حمل ایسا علاج کرنا جائز نہیں ہے، جس سے ہمیشہ کے لیے حمل کا سلسلہ بند ہو جائے ہاں البتہ وقتی طور پر رکاوٹ پیدا کرنے کی گنجائش ہے اور جب عورت تندرست ہو جائے تو پھر رکاوٹ کا ختم کرنا ضروری ہے، تاکہ حمل کا سلسلہ دوبارہ جاری ہو جائے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۸/۳۴۷، فتاویٰ رحیمیہ جدید زکریا ۱۰/۱۷۸، قدیم ۲/ ۲۴۶، فتاویٰ محمودیہ جدید ڈابھیل ۱۸/۳۱۲، قدیم ۵/۳۴۳)

فإباحة الإسقاط محمولة على حالة العذر. (شامي، مطلب: في حكم إسقاط الحمل زكريا ٤/٣٣٦، كراچي ٣/١٧٦)

ثم نقل ما مر عن الخانية من قولهم بإباحة العزل لسوء الزمان وقال وعلى هذا، فيباح لها سده. (منحة الخالق على البحر الرائق، باب نكاح الرقيق، كوئٹه ٣/ ٢٠٠، زكريا ٣/ ٣٤٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۶۰۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۴/۱۹ھ

شدید ضرورت میں وقتی طور پر مانع حمل دواؤں کا استعمال

سوال [۱۰۴۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) عورت کی گود میں بچہ ہے، عورت اپنے بچے کی کمزوری کے خوف سے مانع حمل دوائیں استعمال کرسکتی ہے یا نہیں؟

(۲) اگر استقرار حمل کی وجہ سے دونوں میں سے کسی کی جان کا خوف ہو تو کیا صورت ہوگی؟ دلائل کے ساتھ واضح فرمائیں۔

المستفتی: مقصود احمد مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگراستقرارحمل کی وجہ سے عورت یابچہ کی ہلاکت کاخطرہ ہےتوبچہ کے دودھ چھوڑنے اورعورت میں طاقت آنے تک کے لیے وقتی طور پر مانع حمل دوائیوں کااستعمال جائز ہے، جبکہ اس دوائی سے آئندہ تاحیات استقرارحمل کا سلسلہ ختم نہ ہوجائے۔

ویکرہ أن تسقی لإسقاط حملها، وجاز لعذر حیث لایتصور. (در مختار مع الشامی، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغیره، زکریا ۹/۶۱۵، کراچی ۶/۴۲۹، کوئٹه ۵/۳۰٤)

اور یہ بھی بچہ میں جان پڑنے سے پہلے پہلے ہے۔(مستفاد: امدادالفتاویٰ ۴/ ۱۹۵، فتاویٰ احیاءالعلوم ۱/ ۲۴۸، فتاویٰ محمودیہ جدیدڈابھیل ۱۸/ ۳۱۲، قدیم ۵/ ۳۴۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۵؍محرم الحرام ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۴۳۷)

مانع حمل کے لیے نرودھ کا استعمال

سوال [۱۰۴۳۳]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مانع حمل نرودھ کااستعمال جائز ہے، کچھ حضرات کا کہنا ہے کہ بیوی کی اجازت سے جائز ہے؟

المستفتی: عبدالباسط بن قاری امیراحمد نگینہ بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مانع حمل نرودھ کااستعمال کرنا بغیرکسی عذر کے مکروہ اورممنوع ہے، اس لیے کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ میں قیامت کے دن اپنی امت کی کثرت کے ذریعہ سے دوسروں پرفخر کروں گا، اور بلاکسی عذر مانع حمل نرودھ وغیرہ کا استعمال کرنا اکثرعلماء کے نزدیک ممنوع ہے، مگربعض علماء کے نزدیک جھگڑے سے بچنے کے لیے بغیراجازت بھی مباح ہے۔

عن معقل بن يسارؓ قال جاء رجل إلى رسول الله ﷺ -إلى- فقال: تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم. (سنن النسائي، كراهية تزويج العقيم، النسخة الهندية ٢/٧٠، دار السلام رقم: ٣٢٢٧ مسند البزار، مكتبه العلوم والحكم ١٣/٩٥ رقم: ٦٤٥٦)

عن عمرؓ قال نهى رسول الله ﷺ عن عزل الحرة إلا بإذنها. (السنن الكبرىٰ، باب من قال: يعزل عن الحرة بإذنها…… دار الفكر ١٠/٥٣٧ رقم: ١٤٦٦٩)

ويعزل عن الحرة بإذنها، قال الشامي: ذكر في الكتاب: أنه لا يباح بغير إذنها وقالوا: في زماننا يباح بغير إذنها وقالوا في زماننا يباح لسوء الزمان. (شامي، مطلب: في حكم إسقاط الحمل، زكريا ٤/٣٣٥-٣٣٦، كراچی ٣/١٧٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۱۰۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۶/۲۴ھ

بیماری کے اندیشہ سے کنڈوم استعمال کرنا

سوال [۱۰۴۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہماری شادی ہوئے پانچ ماہ ہو چکے ہیں اس درمیان ہماری اہلیہ کے رحم میں بچہ ابتدائی مراحل میں جمنے کے بعد ساقط ہوگیا، ڈاکٹرنی نے بچہ دانی کی صفائی کے بعد یہ کہا کہ تین ماہ تک استقرارِ حمل نہیں ہونا چاہیے ورنہ آپ کی بیوی کو جسمانی نقصان ہوگا، تو ان حالات میں میرے لیے بوقت جماع کنڈوم کا استعمال جائز ہے جو عزل کی ایک مہذب شکل ہے جس سے منی رحم مرأۃ میں نہیں پہنچتی ہے؟

المستفتی: محمد عبداللہ مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب ڈاکٹرنی کی صراحت کے مطابق استقرارِ حمل

بیوی کے حق میں مضر ہے، توشوہر کے لیے بوقت جماع کنڈوم کا استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔

إن خاف من الولد السوء فی الحرة يسعه العزل بغير رضاها لفساد الزمان، فليعتبر مثله فی الأعذار مسقطا لإذنها. (شامی، مطلب: فی حکم إسقاط الحمل، زكريا ٤/٣٣٦، كراچی ٣/١٧٦)

رجل عزل عن امرأته بغير إذنها لما يخاف من الولد السوء فی هذا الزمان فظاهر جواب الكتاب أن لا يسعه و ذكر هنا يسعه لسوء هذا الزمان كذا فی الكبرىٰ. (هنديه، الباب الثامن فی التداوی والمعالجات، زكريا قديم ٥/٣٥٦، جديد ٥/٤١١، هدايه اشرفی ٢/٣٤٢، مرقاة المفاتيح امداديه ملتان ٦/٢٣٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۴۷۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۳/۱۹ھ

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا حکم

سوال [۱۰۴۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اگر کسی شخص کے یہاں اولاد پیدا نہ ہوتی ہو تو آج کل سائنسی دور میں اسی شخص کا پانی یا کسی دیگر شخص کا پانی اور اسی شخص کی بیوی کا پانی یا کسی دیگر عورت کا پانی ٹیسٹ ٹیوب میں لے کر اس کو دیکھ لیتے ہیں کہ اگر اس میں ترقی ہو رہی ہو تو وہ ملا ہوا پانی اسی شخص کی بیوی کے مادر رحم میں انجکشن سے ڈال دیتے ہیں اور عورت کے بچہ پیدا ہو جاتا ہے، اس پیدا شدہ بچہ کی کیا نوعیت ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟

المستفتی: وسیم احمد بارہ دری مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ عمل ہر حال میں ناجائز اور حرام ہے، نیز اگر غیر مرد کا پانی مذکورہ شخص کی بیوی کے رحم میں ڈال دیا جائے تو یہ عمل بھی حرام اور جو بچہ ہوگا وہ بھی

حرام کا ہوگا، گو ''الولد للفراش'' کے اصول سے اس کو مذکورہ شخص کی طرف منسوب کیا جاتا ہو، اس لیے ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ جدید ڈابھیل ۱۸/ ۳۲۵، قدیم ۵/ ۱۵۲، فتاویٰ رحیمیہ جدید زکریا ۱۰/ ۱۷۹، قدیم ۶/ ۲۸۰)

نیز مذکورہ شخص کا پانی اجنبی عورت کے پانی میں ملا کر اس کی بیوی کے رحم میں ڈال دیا جائے اور اس سے بچہ پیدا ہوجائے تو ایسی صورت میں عورت و مرد کے پانی کی تلاقی عقد شرعی کے ساتھ حلال طریقہ سے نہیں ہوئی ہے، اس لیے یہ بھی ناجائز اور حرام ہے۔

عن رويفع بن ثابت الأنصاري قال: قام فينا خطيبا قال: أما إني لا أقول لكم إلا ما سمعت رسول الله ﷺ يقول يوم حنين قال: قال لا يحل لامرئ يؤمن بالله واليوم الآخر أن يسقي ماءه زرع غيره. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب استبراء من ملك المتعة، دار الفكر ١١/ ٤٤١، رقم: ١٦٠١١، سنن أبي داؤد، باب في وطئ السبايا، النسخة الهندية ١/ ٢٩٣، دار السلام رقم: ٢١٥٨، مسند أحمد بن حنبل ٤/ ١٨٠، رقم: ١٧١١٥-١٧١٢٢) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴ / رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۵۸۲)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۹/۴ھ

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا شرعی حکم

سوال [۱۰۴۳۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کا نکاح ہوئے ۱۵/ سال کا عرصہ گذر گیا، اس کی ابھی تک کوئی اولاد نہیں ہے، زید نے اپنا اور اپنی بیوی کا میڈیکل چیک اپ کروایا، دونوں صحت مند ہیں، کسی کے مادہ منویہ میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں ہے، زید ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ تولید کا متمنی ہے، جس کی ایک شکل یہ ہے کہ زید کا مادہ نکلوا کر انجکشن وغیرہ کے ذریعہ اس کی بیوی کے رحم تک پہنچا دیا جائے، اس طرح دونوں کے مادۂ حیات کو خلط ملط کر کے تولید عمل میں آئے۔

دوسری شکل یہ ہے کہ زید اور اس کی بیوی کے مادے حاصل کر کے ٹیسٹ ٹیوب میں مخصوص مدت تک اس کی پرورش کی جائے، پھر زید کی بیوی ہی کے رحم میں اس کو منتقل کیا جائے اور اس طرح تولید عمل میں آئے، کیا یہ دونوں شکلیں شریعت کی رو سے جائز ہیں، براہ کرم شرعی دلائل سے اس کا جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں گے؟

المستفتی: یوسف جوگیشوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوالنامہ میں ذکر کردہ صورت ایک حیا سوز طریقہ ہے، کیونکہ میاں بیوی کے درمیان اندرونی راز جو نہایت مخفی ہوتا ہے اس میں تیسرے شخص کی مداخلت ہوتی ہے اور یہ مداخلت غیر فطری اور بے حیائی کے ساتھ ساتھ شریعت کے نزدیک دائرۂ جواز میں نہیں آتی، یہ سارا عمل شروع سے لے کر اخیر تک غیر فطری اور ناجائز ہے، اس لیے مسلمانوں کو ایسا طریقہ اختیار کرنے سے گریز کرنا چاہیے، ہاں البتہ اگر میاں بیوی خود ڈاکٹر ہوں اور یہ فن بھی جانتے ہوں اور اس میں کسی تیسرے شخص کی مداخلت بھی نہ ہوتی ہو تو ایسا کرنے میں گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ (مستفاد: آپ کے مسائل اور ان کا حل ۸/۵۰۰، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۸/۳۲۴، فتاویٰ حقانیہ ۴/ ۵۹۵-۶۰۴، فتاویٰ رحیمیہ ۱۰/۱۷۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۷۹۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۱۲/۲۹ھ

مشین کے ذریعہ استقرارِ حمل کا حکم

سوال [۱۰۴۳۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: احقر کو ایک مسئلہ میں تشویش ہے جواب تحریر فرما دیں، ایک لڑکی جس کی شادی ہوئے دس سال ہو گئے اور کوئی اولاد نہیں ہے، شوہر ہر اعتبار سے درست ہے، لیکن لڑکی کی ساس یہ کہا کرتی ہے کہ جس کے پاس اولاد نہیں ہے اس کے لیے اس گھر میں کوئی جگہ نہیں

ہے، پھر جب ڈاکٹر کی طرف رخ کیا تو اولاد ہونے کی صرف ایک صورت سامنے آئی، ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ اندرونی خرابی کی وجہ سے مشین کے ذریعہ باہر سے منی پہنچا کر پھر سے ہی اس کی پرورش کریں گے، پھر ایسی صورت میں بچہ پیدا ہوسکتا ہے، تو ایسا کرنا کیا جائز ہے؟

المستفتی: محمود بھائی سوپارہ، ایسٹ تھانہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بچہ کی پیدائش اور استقرار کے جائز ہونے میں تین شرطیں نہایت لازم ہیں:

(۱) شرعی نکاح کے ذریعہ شوہر کا مادہ بیوی کے رحم ان میں پہنچے۔

(۲) بیوی ہی کے پیٹ میں نطفہ کی پرورش ہو۔

(۳) شوہر ہی کے عمل سے شوہر کا مادہ بیوی کے رحم میں پہنچ جائے۔

لہٰذا ان تینوں شرطوں میں سے ایک شرط بھی نہ ہو تو جائز نہیں ہے، مثلاً شوہر کا مادہ بیوی کے رحم میں پہنچنے میں شوہر کے علاوہ کسی اور یعنی ڈاکٹر یا نرس وغیرہ کا عمل ہو تو جائز نہیں ہے، اسی طرح شوہر ہی کا مادہ بیوی کے رحم کے بجائے کسی اور مقام میں پرورش کر کے بچہ بنایا جائے تب بھی جائز نہیں ہے، ہاں البتہ اگر شوہر ڈاکٹر ہے اور خو اپنا مادہ نکال کر اپنی ہی بیوی کے رحم میں ڈاکٹری نقطہ نظر سے پہنچا دیتا ہے اور بیوی کے رحم میں اس کی پرورش ہوتی ہے تو جائز ہے، اس کے علاوہ اور کسی طریقہ سے جائز نہیں ہے۔

﴿فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ. [البقرة: ٢٢٣]﴾

اور دیگر شکلیں اس لیے ناجائز ہیں کہ ان تمام شکلوں میں بے حیائی اور فحاشی پائی جاتی ہیں اور دوسرے کا نطفہ داخل کرنے میں زنا کاری کے مرادف ہوتا ہے، اس لیے یہ بھی نص قطعی سے ناجائز ثابت ہوتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ر ربیع الاول ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۲۳۲/۳۸)

استقرار حمل کا پتہ لگانے کے لیے ڈاکٹری معائنہ

سوال [۱۰۴۳۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: استفتاء سابق الف ۳۲/ ۴۳۴۹ر کے جواب کا خلاصہ یہ ہوا کہ استقرار حمل کے وقت سے ۱۲۰ردن شمار ہوں گے، از راہ کرم استقرار کی تشریح مطلوب ہے اور یہ کہ استقرار کا پتہ کس طرح ہوگا اور کب سے شروع ہوگا؟

المستفتی: محمد شعیب افریقہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہمبستری کے وقت استقرار کا یقین ہوجانا اور اس کا پتہ لگ جانا مشکل ترین امر ہے، آج کل کے زمانے میں ڈاکٹری معائنہ سے پتہ لگایا جاسکتا ہے، کہ کس دن استقرار ہوا ہے، حدیث وفقہ میں یہ بات منقول نہیں ہے کہ ہمبستری کے وقت میاں بیوی کو فلاں امر کی وجہ سے استقرار حمل کا پتہ لگ سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳ر جمادی الثانیہ ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۴۸۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۶/۱۳ھ

انتقال شدہ حاملہ کے بچہ کا حکم

سوال [۱۰۴۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک حاملہ عورت کا انتقال ہوگیا، یہ معلوم نہیں کہ اس عورت کے پیٹ میں بچہ زندہ ہے یا مردہ اس بچے کا کیا حکم ہے؟ آیا اس بچے کا پیٹ چاک کرکے نکالا جائے گا یا وہ عورت کے ساتھ دفن کردیا جائے گا؟

المستفتی: صغیر الدین دیناج پوری مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں ڈاکٹری معائنہ کے ذریعہ پتہ چل سکتا ہے، اگر معائنہ سے پتہ چل جائے کہ بچہ زندہ ہے تو مردہ عورت کا پیٹ چاک کرکے بچہ نکال لیا جائے گا۔

حامل ماتت وولدها حی شق بطنها من الأيسر ويخرج ولدها. (در مختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، زركريا ٣/١٤٥، كراچی ٢/٢٣٨)

الحامل إذا ماتت وفی بطنها جنين حی شق بطنها ويخرج ولدها. (الموسوعة الفقهية الكويتية ١٦/٢٧٨، البحر الرائق، كتاب الكراهية زكريا ٨/٣٧٦، كوئٹه ٨/٢٠٥)

اور اگر زندہ ومردہ کے متعلق معلومات نہ ہوسکے یا زندہ نہ ہونے کا ظن غالب ہو تو پھر چاک نہیں کیا جائے گا۔ (رحیمیہ جدید زکریا ۱۰/۱۸۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۰۱۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۱/۸ھ

٤ باب التداوی بالمحرم

آپریشن سے بچنے کے لیے تداوی بالمحرم کا حکم

سوال [۱۰۴۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص بیمار ہے، اگر تداوی بالمحرم اختیار کرلے تو آپریشن سے بچ جائے گا تو آپریشن سے بچنے کے لیے تداوی بالمحرم اختیار کرنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جو شخص بیمار ہے اس کے لیے کوئی مباح دوا نہ ہو جس سے وہ آپریشن سے بچ سکے، تو ایسی صورت میں آپریشن سے بچنے کے لیے تداوی بالمحرم یعنی حرام اشیاء سے بقدر ضرورت علاج کی گنجائش ہے۔

يجوز للعليل شرب الدم و أكل الميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاءه فيه ولم يجد من المباح مايقوم مقامه. (هنديه، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات، زكريا قديم ٥/٣٥٥، جديد ٥/٤١٠، الكفاية مع فتح القدير كوئٹه ٨/٥٠١)

الاستشفاء بالمحرم إنما لا تجوز إذا لم يعلم فيه شفاء، أما إذا علم أن فيه شفاء وليس له دواء أخر غيره يجوز الاستشفاء به. (الفتاوىٰ التاتارخانية زكريا ١٨/٢٠٠ رقم: ٢٨٥٠٤، المحيط البرهانی، المجلس العلمی ٨/٨٢، رقم: ٩٦٣٨، عناية مع فتح القدير زكريا ١٠/٨٠، دار الفكر ١٠/٦٧، كوئٹه ٨/٥٠٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ
(الف خاص فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۳۲۶)

بطور دوا شراب کے استعمال کا حکم

سوال [۱۰۴۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: جو لوگ نشہ کے عادی و مریض ہوں ان کے علاج کے لیے اگر نشہ آور اشیاء کا استعمال بھی کرنا پڑے اس طور پر کہ بتدریج اس کی عادت کو کم کرکے نفی ومکمل احتراز تک لایا جائے، اس سلسلے میں شریعت اسلامیہ ہماری کیا رہنمائی کرتی ہے؟

جواب قرآن وحدیث اور عبارات فقہاء کے دلائل سے مدلل کریں تو مہربانی اور نوازش ہوگی تاکہ ان مسائل کے سلسلے میں ہمارا خلجان دور ہو؟

المستفتی: سید معیز نواز رانچی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب شراب کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی اس وقت تک اکثر لوگ بکثرت شراب پیتے تھے، اور جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو ہمیشہ کے لیے شراب کے عادی لوگوں نے فوراً شراب ترک کردی، اور اس میں یہ نہیں دیکھا گیا ہے کہ بتدریج، آہستہ آہستہ چھوڑنے کی عادت ڈالی جائے، اس لیے شراب کے بارے میں قطعاً یہ اجازت نہیں دی جاسکتی کہ اسے آہستہ آہستہ کم کیا جائے، بلکہ قطعی طور پر چھوڑ دینے کا حکم ہے، اور حدیث میں آتا ہے کہ جب شراب کی حرمت کا اعلان ہوا تو سب لوگوں نے شراب کے گھڑوں کو نالیوں میں بہادیا اور بارش کے پانی کی طرح مدینہ کی گلیوں میں شراب کی نالیاں بہنے لگیں۔

عن أنسؓ كنت ساقي القوم في منزل أبي طلحة، وكان خمرهم يومئذ الفضيخ، فأمر رسول الله ﷺ مناديا ينادي: ألا إن الخمر قد حرمت، قال، فقال أبو طلحة: أخرج فأهرقها، فخرجت فهرقتها، فخرجت في سكك المدينة. (صحيح البخاري، باب صب الخمر في الطريق، النسخة الهندية ۳۳۳/۱، رقم: ۲۴۰۰، ف: ۲۴۶۴)

قال عمر: اللهم بين لنا في الخمر بيانا شفاء فنزلت الآية "فهل أنتم منتهون"

قال عمر: انتهينا. (سنن أبي داؤد، باب في تحريم الخمر، النسخة الهندية ۲/ ۵۱۶، دار السلام رقم: ۳۶۷۰، مسند أحمد بن حنبل ۱/ ۵۳، رقم: ۳۷۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۰۷۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۸/۱۳ھ

الکحل ملائی ہوئی دوا کا حکم

سوال [۱۰۴۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں ہومیوپیتھی معالج ہوں، اس لیے یہ مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت پیش آئی، ہومیوپیتھی میں کچھ دوائیاں سیال ہوتی ہیں جن میں نوے فیصد الکحل ہوتا ہے، اصل دوا کی مقدار صرف دس فیصد ہوتی ہے، ایسی سیال ادویات مریض کو ۲۰/۲۰ قطرے روزانہ ۳/ یا ۴/ مرتبہ پلائے جاتے ہیں، لیکن اس میں قطعاً نشہ نہیں ہوتا ہے، تو کیا اس طرح کی سیال ادویات استعمال کرنا از روئے شرع جائز ہے یا ناجائز ہے؟

المستفتی: محمد خالد قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: الکحل انگور اور کھجور کے علاوہ دوسری اشیاء سے بنایا گیا ہے تو حضرات شیخین کے نزدیک اس طرح کا الکحل ادویات اور عطریات میں استعمال کرنے کی گنجائش ہے، اور ہمارے ہندوستان میں شراب اور الکحل انگور اور کھجور کے علاوہ گنا، گاجر، مولی ودیگر اشیاء سے بنایا جاتا ہے اس لیے ہندوستان میں الکحل ملی ہوئی دواؤں کا استعمال جائز ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۱/ ۱۲۶، کفایت المفتی قدیم ۹/ ۱۴۲، جدید زکریا مطول ۱۲/ ۶۴۷، احسن الفتاویٰ ۸/ ۴۸۴)

ولا يطلق لفظ الخمر إلا على الأول من الأربعة وأما ما سواها فيتخذ النبيذ من كل شيئ من الحبوب والثمار والألبان وتسمى هذه الأقسام بالأنبذة وحكمها ما ذكروا أن القليل أى القدر غير المسكر حلال إذا كان

بقصد التقوي على العبادة، وحرام بقصد التلهي والكثير أى القدر المسكر منها حرام وهذا مذهب الشيخين للأحناف. (العرف الشذی علی هامش الترمذی، أبواب الأشربة، باب ما جاء فی شارب الخمر ۲/ ۷-۸، وهكذا فی الهندية رشيديه ٤/ ٤٨١، اشرفی ٤/ ٤٩٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۶؍ صفر المظفر ۱۴۲۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۲۳۳)	۱۴۲۵/۲/۵ھ

الکحل ملی ہوئی دوا استعمال کرنے کا حکم

سوال [۱۰۴۴۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: راقم الحروف عرصہ دراز سے امراض قلب، ووجع المفاصل سے متعلق ایلو پیتھک ادویات استعمال کر رہا ہے اور اس قدر مجبوری ہے کہ اگر دو یوم دوا استعمال نہ کرے تو حالت نا قابل برداشت ہو جاتی ہے، ایلو پیتھک ادویات کے کثیر استعمال کی وجہ سے کچھ دوسری بیماریاں حاوی ہونے لگیں، امراض قلب کی ادویات گردوں پر اثر انداز ہوتی ہیں، درد کی دوائیں فعل جگر کو متأثر کرتی ہیں، متعلقین کی آراء سے ہومیو پیتھک علاج شروع کیا گیا، چار پانچ دن استعمال سے بفضل خدا خاطر خواہ فائدہ معلوم ہوا، لیکن اچانک دوا کی شیشی پر راقم کی نگاہ پڑی تو الکحل لکھا ہوا نظر آیا، الکحل دیکھ کر راقم کو دوا سے کراہیت ہوگئی اور دوا بند کردی (الکحل شراب میں ملایا جاتا ہے یا اس سے شراب بنائی جاتی ہے اس وہم کی وجہ سے راقم سینٹ بھی استعمال نہیں کرتا ہے) معالج مسلم ہیں ان سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ ہومیو پیتھک دوا کوئی بھی الکحل کے بغیر نہیں ہوتی ہم نے ڈاکٹری پڑھنے کے بعد علماء ومفتیان سے مشورہ کیا، استخارہ بھی کیا، معلوم یہ ہوا کہ بیماری سے نجات اور فائدہ کی غرض سے کوئی حرج نہیں ہے، پندرہ بیس یوم دوا بالکل استعمال نہ کرنے کی وجہ سے طبیعت زیادہ خراب ہوگئی، متعلقین نے مصر ہوکر ہومیو پیتھک دوا دوبارہ شروع کرادی، راقم بڑی کراہیت کے ساتھ استعمال کر رہا ہے، اور

پریشان ہے، عرض یہ ہے کہ حکم شرعی کیا ہے؟ دوا استعمال کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: مصباح العابدین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: الکحل عین شراب ہوتا ہے لیکن جو شراب انگور اور کھجور سے بنتی ہے وہ ناپاک اور نجاست غلیظہ ہوتی ہے اور جو انگور و کھجور کے علاوہ اشیاء سے بنتی ہے وہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک نجاست غلیظہ اور کلی طور پر حرام نہیں ہوتی، بلکہ اس کی نجاست میں بھی خفت ہے اور مقدار سکر سے کم حرام بھی نہیں ہے، اس لیے اس کے حکم میں تخفیف ہے، لہٰذا عطریات اور ادویات میں اس کے استعمال کی ضرورت کی بنا پر گنجائش ہے، اس لیے ہومیو پیتھک یا ایلو پیتھک کی وہ دوا جس میں الکحل ملا ہوا ہو، مریض کے لیے استعمال کرنا حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک جائز ہے، لہٰذا جو دوا آپ پہلے سے استعمال کر رہے تھے، وہ اب بھی استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ا/۱۲۶)

ولایطلق لفظ الخمر إلا علی الأول من الأربعة وأما ما سواها فیتخذ النبیذ من کل شیئ من الحبوب والثمار والألبان وتسمی هذه الأقسام بالأنبذة وحکمها ما ذکروا أن القلیل أی القدر غیر المسکر حلال إذا کان بقصد التقوي علی العبادة، وحرام بقصد التلهي والکثیر أی القدر المسکر منها حرام وهذا مذهب الشیخین للأحناف. (العرف الشذی علی هامش الترمذی، أبواب الأشربة، باب ما جاء فی شارب الخمر ۲/۷-۸، وهکذا فی الهندیة رشیدیه ٤/ ٤٨١، اشرفی ٤/ ٤٩٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۵۲۹)

ماکول اللحم جانور کے پیشاب سے علاج

سوال [۱۰۴۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ بطور علاج ماکول اللحم جانور کا پیشاب پینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: ماکول اللحم جانور کا پیشاب بطور علاج پینا جائز ہے جبکہ کسی ماہر ڈاکٹر نے یہ خبر دی ہو کہ اس مریض کا علاج اسی پیشاب میں منحصر ہے۔

يجوز للعليل شرب البول والدم وأكل الميتة للتداوى إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاء ه فيه ولم يجد من المباح مايقوم مقامه. (هنديه، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر فى التداوى والمعالجات، زكريا قديم ٥/٣٥٥، جديد ٥/٤١٠، الكفاية مع فتح القدير كوئٹه ٨/٥٠١، شامى، مطلب: فى التدواي بالمحرم، كراچى ٦/٣٨٩، زكريا ٩/٥٥٨)

الاستشفاء بالمحرم إنما لا تجوز إذا لم يعلم فيه شفاء، أما إذا علم أن فيه شفاء وليس له دواء أخر غيره يجوز الاستشفاء به. (الفتاویٰ التاتارخانية زكريا ١٨/٢٠٠ رقم: ٢٨٥٠٤، المحيط البرهانى، المجلس العلمى ٨/٨٢، رقم: ٩٦٣٨، عناية مع فتح القدير زكريا ١٠/٨٠، دار الفكر ١٠/٦٧، كوئٹه ٨/٥٠٠)

وجوزه فى النهاية بمحرم إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاء ولم يجد مباحا يقوم مقامه. (در مختار مع الشامى، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، كراچى ٦/٣٨٩، زكريا ٩/٥٥٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ
(الف خاص فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۳۲۵)

گائے کا پیشاب اور افیون ملی ہوئی دواؤں کا استعمال وتجارت

سوال [۱۰۴۴۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ یونانی آیورویدک جس میں مختلف حیوانی اجزاء کا استعمال ہوتا ہے نیز افیون اور

آیورویدک دواؤں میں گائے کا پیشاب استعمال ہوتا ہے، کیا ان دواؤں کو حلال سرٹیفیکیٹ دیا جاسکتا ہے؟

المستفتی: نیاز احمد فاروقی حلال ٹرسٹ جمعیۃ علماء ہند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نجاست خفیفہ ہے، اور امام محمدؒ کے نزدیک پاک ہے، اور دواؤں کے طور پر ماکول اللحم کے پیشاب کا استعمال امام ابو یوسف اور اما محمدؒ کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے اور تداوی کے طور پر استعمال کرنے میں امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق جواز کو راجح قرار دیا گیا ہے، اس لیے جن آیورویدک دواؤں میں گائے کا پیشاب ملا دیا گیا ہو ان کا استعمال کرنا ضرورتاً بلا کراہت جائز اور درست ہے، نیز حضرت تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ ۴/ ۲۰۷، میں ایسی دواؤں کے استعمال کو جائز اور حلال لکھا ہے جن میں افیون ملا ہوا ہو، بس اتنی شرط ہے کہ ان دواؤں کے استعمال کی وجہ سے نشہ نہ آتا ہو، لہٰذا ان دواؤں کا استعمال اور ان کی تجارت جائز اور درست ہے، اور ان دواؤں کے تاجروں کے لیے حلال سرٹیفیکیٹ جاری کردینا بھی بلاشبہ جائز ہوگا، پہلے مسئلہ سے متعلق شامی کی عبارت ملاحظہ فرمایئے:

كره لحم الأتان ولبنها ولبن الجلالة التي تاكل العذرة ولبن الرمكة أي الفرس و بول الإبل، وأجازه أبو يوسف للتداوي (وتحته في الشامية) قالا: لا بأس بأبوال الإبل ولحم الفرس للتداوي (إلى قوله) بقول أبي يوسف أخذ أبو الليث. (شامی، كتاب الحظر والإباحة، زكريا ۹/ ۴۹۱، كراچی ۶/ ۳۴۰)

(۲) اس سلسلے میں ہدایہ کی عبارت اس طرح ہے:

وقال أبو يوسف و محمد: لا بأس بأبوال الإبل، فتأويل قول أبي يوسف أنها لا بأس للتداوي. (هدايه، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب، اشرفی ۴/ ۴۵۲)

(۳) اس سے متعلق ہندیہ کی عبارت ملاحظہ فرمایئے:

وقالا: لابأس بأبوال الإبل و لحم الفرس للتداوي كذا في الجامع الصغير. (هنديه، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات زكريا قديم ۵/ ۳۵۵، جديد

٥/ ١٠/ ٤١) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/ ذیقعدہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۶۹۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۱۱/۸ھ

تیل میں گائے کا پیشاب ملا کر بطور دوا استعمال کرنا

سوال [۱۰۴۴۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) گائے کا پیشاب اگر کسی تیل میں ابالا جائے حتی کہ پیشاب بالکل ختم ہوجائے تو کسی چیز میں ملا کر بطور دوا کھا سکتے ہیں، یا صرف تیل بدن پر لگا سکتے ہیں؟ کیونکہ ایک صاحب کا تجربہ ہے کہ یہ تیل سر میں لگانے سے بال پیدا ہوجاتے ہیں اور ضماد کرنے سے درد ختم ہوجاتا ہے۔

(۲) کیا اس طرح گائے یا اور کسی جانور کے پیشاب کو تیل میں جوش دینے سے اس کی ماہیت بدل جاتی ہے؟

(۳) ایسے تیل کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

نوٹ: جوش دینے کے بعد تیل میں کسی قسم کی ذرا بھی بدبو باقی نہیں رہتی اور تیل کا رنگ بھی بالکل نہیں بدلتا؟ جواب دیں۔

المستفتی: محمد زبیر مظاہری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) تیل میں پیشاب ملا کر جوش دینے سے تیل پاک نہیں ہوگا، بلکہ ناپاک ہی رہے گا، اس کا دوا وغیرہ میں ملا کر استعمال کرنا جائز نہیں ہے، ہاں البتہ بدن پر لیپ کیا جاسکتا ہے، پھر نماز کے لیے اسے دھونا لازم ہے۔ (مستفاد: بہشتی زیور ۹/ ۱۰۰)

وما عجن به فيطعم للكلاب (تحته في الشامية) **لأن ما تنجس باختلاط النجاسة به والنجاسة مغلوبة لا يباح أكله ويباح الانتفاع به فيما وراء الأكل كالدهن النجس يستصبح به إذا كان الطاهر غالبا.** (شامی، کتاب الطهارة، باب

المیاه، قبیل مطلب مهم فی تعریف الاستحسان زکریا ۱/۳۷۶، کراچی ۱/۲۱۸)

(۲) گائے یا کسی اور جانور کے پیشاب کو تیل میں ملا کر جوش دینے سے پیشاب کی ماہیت نہیں بدلتی، اس لیے کہ تبدیل ماہیت اور انقلاب حقیقت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز اپنی حقیقت چھوڑ کر دوسری چیز میں تبدیل ہو جائے اور اس کے اوصاف وآثار کلی طور پر زائل ہو جائیں، جیسے شراب سرکہ بن جائے، گدھا نمک کے کان میں گر کر نمک بن جائے اور جانور کے پیشاب کو تیل میں ملا کر جوش دینے سے ہماری معلومات کے مطابق پیشاب تیل میں تبدیل نہیں ہوتا۔
(مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۲/۲۷۷، جدید زکریا مطول ۳/۴۴۰-۴۳۹، فتاویٰ محمودیہ جدید ڈابھیل ۱۸/۱۸۸)

ولو أحرقت العذرة والروث فصار رمادا أو مات الحمار فی المملحة فصار ملحا زالت النجاسة وطهر عند محمد خلافا لأبی یوسف و أكثر المشائخ اختاروا قول محمد وعليه الفتویٰ لأن الشرع رتب وصف النجاسة على تلك الحقيقة و قد زالت بالكلية فإن الملح غير العظم واللحم فإذا صارت الحقيقة ملحا ترتب عليه حكم الملح ونظيره النطفة نجسة و تصير علقة وهی نجاسة و تصير مضغة فتطهر فعلم أن استحالة العين تستتبع زوال الوصف المرتب عليها. (غنية المستملی، الطهارة، فصل فی الأسار، الشرط الثانی، اشرفيه ديوبند ص:۱۸۸-۱۸۹، شامی زکريا ۱/۵۳٤، کراچی ۱/۳۲۷)

(۳) دوا کے طور پر ایسے تیل کی خرید وفروخت جائز ہے، کھانے کے لیے بیچنا جائز نہیں، اس لیے کہ بہت سی دوائیں ناپاک اور نجس اشیاء سے بنائی جاتی ہیں، مگر مریض کی ضرورت کی وجہ سے شریعت نے اس کے استعمال کی اجازت دی ہے۔

وكره بيع العذرة رجيع الآدمی خالصة (إلى قوله) وصح بيعها مخلوطة بتراب أو رماد غلب عليها. (شامی، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، زکريا ۹/۵۵۳، کراچی ٦/۳۸۵، تبيين الحقائق امداديه ملتان ٦/۲٦، زکريا ۷/٥٦، مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ٤/۲۱۱، مصری قديم ۲/٥٤٦، الفتاویٰ التاتارخانية زکريا ۱۸/۲۳۵، رقم: ۲۸٦۱٥، المحيط البرهانی، المجلس العلمی

۸/۱۰۲، رقم: ۹۶۸۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۶۰۵/۳۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۵/۱۲ھ

گائے کے پیشاب میں مخلوط دوا کے استعمال کرنے کا حکم

سوال [۱۰۴۴۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بعض دواؤں میں گائے کا پیشاب ڈالتے ہیں جیسے بعض معجون اس طرح کے آتے ہیں اور ان پر جو اجزاء ترکیبی لکھے ہوتے ہیں ان میں گائے کا پیشاب بھی ہوتا ہے، بعض دوائیوں کی کمپنیاں اپنی ہر دوائی میں گائے کا پیشاب ڈال رہی ہیں جس سے بچنا مشکل نظر آرہا ہے، حکیم لوگ دوائیاں لکھ دیتے ہیں، مریض کو مجبوراً خریدنا پڑتی ہیں، کیا اس طرح کی دوائیاں خریدنا اور استعمال کرنا درست ہے؟

المستفتی: سعید احمد سیڈھا بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گائے کے پیشاب سے مخلوط دواؤں کا استعمال عام حالات میں ممنوع ہے، لیکن اگر ماہر فن ڈاکٹر یا حکیم اس سے شفاء یابی کی بات کریں تو ضرورتاً ایسی دواؤں کے استعمال کو حضرات فقہاء نے جائز لکھا ہے۔

یجوز للعلیل شرب الدم والبول و أکل المیتة للتداوی إذا أخبره طبیب مسلم إن شفاءه فیه ولم یجد من المباح مایقوم مقامه. (هندیه، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات، زکریا قدیم ۳۵۵/۵، جدید ۴۱۰/۵، الکفایة مع فتح القدیر کوئٹه ۵۰۱/۸، شامی، مطلب: فی التداوي بالمحرم، کراچی ۳۸۹/۶، زکریا ۵۵۸/۹)

الاستشفاء بالمحرم إنما لا تجوز إذا لم یعلم فیه شفاء، أما إذا علم أن فیه شفاء ولیس له دواء أخر غیره یجوز الاستشفاء به. (الفتاویٰ التاتارخانیة زکریا

۲۰۰/۱۸ رقم: ۲۸۵۰۴، المحيط البرهانى، المجلس العلمى ۸۲/۸، رقم: ۹۶۳۸، عناية مع فتح القدير زكريا ۸۰/۱۰، دار الفكر ۶۷/۱۰، كوئٹه ۵۰۰/۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴ر شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۴۷۸/۳۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۹/۱۴ھ

ایسی دوا کا استعمال جس میں گائے کا پیشاب ڈالا گیا ہو

سوال [۱۰۴۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کی طبیعت کافی عرصہ سے خراب چل رہی ہے اسی کی وجہ سے لیور خراب ہو گیا ہے جس کی وجہ سے تین مرتبہ آپریشن بھی کرایا جا چکا ہے، اور اس کے ساتھ دوائی بھی کافی مہنگی پڑتی ہے، اور ہر تین مہینے کے بعد تقریباً بارہ ہزار روپیہ کا خرچہ ایک ساتھ آتا ہے، زید کی مالی حالت اتنی نہیں ہے جس کی وجہ سے کافی پریشانی ہے، چند دنوں پہلے ایک صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ اس مرض کے لیے ایک دوا ہے، جس میں گائے کا پیشاب ڈالا جاتا ہے تو کیا میں اس دوا کو استعمال کرسکتا ہوں؟

المستفتی: محمد یاسین جھبو کا نالہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ میں جو مجبوری لکھی گئی ہے ایسی مجبوری کی حالت میں ایسی دوا کا استعمال کرنا جس میں گائے کا پیشاب ڈالا جائے جائز ہے، لہٰذا آپ کے لیے وہ دوا استعمال کرنا شرعاً جائز ہے۔

اختلف فى التداوى بالمحرم وظاهر المذهب المنع كما فى رضاع البحر ولكن نقل المصنف ثمة وهنا عن الحاوى: وقيل: يرخص إذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر كما رخص الخمر للعطشان وعليه الفتوىٰ (تحته فى الشامية) وبالبول أيضا إن علم فيه شفاء لا بأس به. (در مختار مع

الشامی، کتاب الطهارة، باب المیاه، مطلب: فی التداوی بالمحرم زکریا ١/٣٦٥-٣٦٦، کراچی ١/٢١٠، باب الرضاع زکریا ٤/٣٩٧-٣٩٨، کراچی ٣/٢١١، هندیه زکریا قدیم ٥/٣٥٥، جدید ٥/٤١٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍محرم الحرام ۱۴۳۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۷۳۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۰/۱/۵ھ

شدت ضرورت کی بناء پر گائے کے پیشاب سے علاج کرنا

سوال [۱۰۴۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص کے جسم پر سفید داغ ہیں، جس کو علم طب میں برص نامی بیماری سے تعبیر کیا جاتا ہے، جسم پر سفید داغ کا ہونا، معاشرہ میں انتہائی درجہ معیوب شمار ہوتا ہے، بلکہ بعض لوگ (تقریباً اکثر) اس کو جذام کی ابتداء یا مرض کا ادنیٰ درجہ خیال فرماتے ہیں، دوسری طرف اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ معاشرہ میں ایسے شخص سے بالخصوص ایسی لڑکی سے کوئی بھی شادی کرنے کو تیار نہیں ہوتا، جبکہ مرد وعورت دونوں کے لیے شادی بعض خصوصی حالات میں فرض ہوجاتی ہے، اس فریضہ کی ادائیگی سے غفلت وتاخیر بڑے گناہ کا سبب بن جاتی ہے، آج کسی ڈاکٹر کے پاس اس کا کوئی گارنٹیٹ علاج نہیں۔

ہمارے یہاں ایک نوجوان عالم ہیں، انہوں نے بہت سی جگہ کافی بیش قیمت علاج و معالجہ کرایا، لیکن فائدہ مکمل ہونا تو درکنار مرض میں تخفیف کی ذرا بھی رمق تک محسوس نہ ہوئی ایسے حالات میں جبکہ اس کا کوئی علاج نہیں اور مرض کو بھی معاشرہ میں معیوب اور قابل اجتناب سمجھا جاتا ہے، ایک شخص کے بارے میں علم ہوا کہ وہ اس کا علاج کرتے ہیں اور انہوں نے جتنے لوگوں کا علاج کیا وہ مکمل شفایاب ہوئے، لیکن مریض ومعالج دونوں مسلمان ہیں اور دونوں ہی کسی مسلمان کو ایسی دوا استعمال کرانا نہیں چاہیے جس میں گارنٹی سے شفا میسر ہوجاتی ہو، اس لیے کہ اس میں بول البقر استعمال کیا جاتا ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس ناگزیر صورت حال میں ایسی دوا استعمال کرنا جس میں بول البقر استعمال کیا گیا ہو جائز ہے؟ کیا حدیث عرینہ اس بات کی شاہد عدل بن سکتی ہے؟

المستفتی: حافظ بشیر احمد سہس پور بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسے ناگزیر حالات میں حرام اشیاء سے علاج کی گنجائش ہے، حضرت امام یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے، اور فتویٰ بھی اسی پر ہے، لہٰذا مذکورہ شخص کے لیے بول البقر کو شدت ضرورت کی وجہ سے علاج میں استعمال کرنا جائز ہوگا۔

وبالبول أيضا إن علم فيه شفاء لا بأس به لكن لم ينقل وهذا لأن الحرمة ساقطة عند الاستشفاء كحل الخمر والميتة للعطشان والجائع.

(شامی، کتاب الطهارة، باب المياه، مطلب: فی التداوی بالمحرم زکریا ۱/۳٦٥، کراچی ۱/۲۱۰، باب الرضاع زکریا ٤/۳۹۷-۳۹۸، کراچی ۳/۲۱۱، هنديه زکریا قديم ٥/۳٥٥، جديد ٥/۴١٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ربیع الاول ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۴۲۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۳/۱۶ھ

شراب کی عادت چھڑانے کے لیے کوّے کا خون پلانا

سوال [۱۰۴۵۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہمارے محلّہ میں ایک شخص شراب پینے کا عادی ہے، کوشش بسیار کے باوجود وہ اس سے باز نہیں آتا، لیکن ایک ڈاکٹر کہتا ہے کہ میں اس کی شراب چھڑادوں گا، لیکن اس کو کوے کا تازہ خون ویسے یا کسی چیز میں ملا کر پلاؤں گا، تو کیا شراب کی عادت چھڑانے کے لیے کوئے کا خون پینا جائز ہوسکتا ہے؟

المستفتی: قاری ارشاد احمد بریلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شراب پینے کا عادی ہونا یہ کوئی بیماری نہیں ہے، بلکہ عادت ہے، اور کسی چیز کی عادت چھڑانے کے لیے حرام چیز کا استعمال جائز نہیں ہے، اس لیے شراب کی عادت چھڑانے کے لیے کوے کے خون کا استعمال جائز نہیں ہے، البتہ خراب عادت تو یونہی چھوڑ دینی چاہیے، اور اس کے ذریعہ بھی نہ ہو سکے تو کسی حلال چیز کے ذریعہ اس کو ختم کرنا چاہیے۔

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ. [المائدة: ٣]﴾

اتفق الفقهاء على أن الدم حرام نجس لا يؤكل ولا ينتفع به. (الموسوعة الفقهية ٢١/ ٢٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۷۱۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۶/۲۴ھ

بکرے کے خصیے بطور علاج کھانا

سوال [۱۰۴۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بکرے کے خصیے کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ڈاکٹر بطور علاج کے کھلائے تو کھا سکتے ہیں یا نہیں؟، ایک صاحب جن کے اولاد نہیں ہوتی تھی، انہوں نے کھائے تو اولاد ہوگئی، انہوں نے ہمیں بتایا ہم بھی بہت علاج کر چکے ہیں تو ہم کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور ان کو کوٹ کر سفوف بنا کر کھایا جائے گا؟

المستفتی: مولانا عبد الباسط مظاہری بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بکرے کا خصیہ کھانا مکروہ تحریمی ہے البتہ اگر ڈاکٹر بطور علاج کھلائے تو اس کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۵/ ۸۷، جدید ڈابھیل ۱۸/ ۳۴۸)

الاستشفاء بالمحرم إنما لا تجوز إذا لم يعلم فيه شفاء، أما إذا علم أن فيه شفاء وليس له دواء أخر غيره يجوز الاستشفاء به. (الفتاویٰ التاتارخانية زکریا

۱۸/ ۲۰۰ رقم: ۲۸۵۰٤، المحیط البرهانی، المجلس العلمی ۸/ ۸۲، رقم: ۹٦۳۸، عنایة مع فتح القدیر، زکریا ۱۰/ ۸۰، دار الفکر ۱۰/ ٦۷، کوئٹہ ۸/ ۵۰۰، شامی زکریا ۷/ ٤۸۰، کراچی ۵/ ۲۲۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ ربیع الاول ۱٤۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۸۲۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱٤۱۵/۳/۱٦ھ

گدھی کے دودھ سے علاج

سوال [۱۰٤۵۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک مریض کے بارے میں ڈاکٹر کہتا ہے کہ گدھی کا دودھ پلانے سے شفایاب ہوجائے گا تو گدھی کا دودھ شفایابی کے لیے پلانا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر کوئی مسلم تجربہ کار ڈاکٹر یہ تجویز کرے کہ اس مریض کے لیے گدھی کا دودھ پینے ہی میں شفاء ہے، اور اس کے علاوہ اور کوئی علاج نافع نہیں تو گدھی کا دودھ بطور علاج پینا جائز ہے۔ (مستفاد: محمود یہ میرٹھ ۲۷/ ۲۹۵، ڈابھیل ۱۸/ ۳٦٤)

عن عطاء قال: کان لایریٰ بألبان الأتن بأسا أن یتداوی بها. (المصنف لابن أبی شیبة، کتاب الطب، مؤسسة علوم القرآن ۱۲/ ۱۲٤، رقم: ۲٤۱۱۲)

التداوی بلبن الأتان إذا أشاروا إلیه لا بأس به -إلی- أما إذا علم أن فیه شفاء ولیس له دواء آخر غیره یجوز الاستشفاء به. (المحیط البرهانی، المجلس العلمی ۸/ ۸۲، رقم: ۹٦۳۸)

التداوی بلبن الأتان لابأس به. (بزازیه، کتاب الکراهیة، الفصل الخامس فی الأکل نوع من التداوی زکریا جدید ۳/ ۲۰۸، وعلی هامش الهندیة ٦/ ۳٦۷) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ ذی الحجہ ۱٤۳٤ھ
(الف خاص فتویٰ نمبر: ٤۰/ ۱۱۳۲۲)

مرغے کے خون کا سفوف دوا کے طور پر استعمال کرنا

سوال [۱۰۴۵۳]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: دہلی میں ۶/۵ /اپریل کو ایک سیمینار ہوا، اطباء نے مختلف مضامین پڑھے، اور اپنے تجربات بتائے، ایک طبیب صاحب نے ایک نسخہ بتایا جو ہڈی کے لیے تیر بہدف ہے، وہ درج ذیل ہے:

ایک مرغ کا پورا خون لے کر اس میں پھٹکری ملا کر آگ پر رکھیں، جب بالکل خشک سفوف کی صورت میں ہو جائے تو شیشی میں رکھ لیں، ایک گرام بچوں کو بڑی عمر والوں کو حسب عمر زیادہ کر کے دیں، انہوں نے اپنا تجربہ بتایا کہ تیر بہدف ہے، اب اس سلسلے میں آپ سے عرض ہے کہ شرعی اعتبار سے یہ دوا استعمال کی جاسکتی ہے اور استعمال کرائی جاسکتی ہے، امید ہے کہ شرع سے مطلع کیا جائے گا۔

المستفتی: مولانا حکیم عبدالجلیل کرتپور بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر آگ پر رکھنے کی وجہ سے شدت تغیر سے سفوف بن جاتا ہے تو دواؤں میں اس کا استعمال شرعاً جائز ہے، جیسا کہ ناپاک اور مردار کی چربی سے صابون بنانے کی گنجائش ہوتی ہے۔

وجعل الدهن النجس في صابون يفتى بطهارته لأنه تغير و التغيير يطهر عند محمد و يفتى به. (شامی، کتاب الطهارة، باب الأنجاس زکریا ۱/ ۵۱۹، کراچی ۱/ ۳۱۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/محرم الحرام ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۲۹۰/۳۲)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۱/۱۳ھ

جان بچانے کے لیے خنزیر کا گوشت کھانا

سوال [۱۰۴۵۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اگر کوئی شخص بالکل لب جان ہے اور کسی حکیم یا طبیب نے یہ بتایا کہ تم خنزیر کا گوشت تھوڑا کھالو تو یقیناً تم صحیح ہو جاؤ گے، کیا اس وقت خنزیر کا گوشت کھا سکتے ہیں؟

المستفتی: شمیم احمد مہوت پور بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر واقعی بلب جان ہے اور ماہر حکیم یا ڈاکٹر نے بتایا ہے کہ اس کا مرض یقینی طور پر خنزیر کے گوشت سے درست ہو جائے گا اور کوئی جائز اور مباح دوا اس مرض کے دفعیہ کے لیے موجود نہیں ہے تو ایسی صورت میں بقدر ضرورت خنزیر کے گوشت کی اجازت ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ. [البقرة: ۱۷۳]﴾

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ. [البقرة: ۱۷۳]﴾

ويجوز للعليل ...... أكل الميت للتداوى إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاءه فيه. (هندية، الباب الثامن عشر فى التداوى والمعالجات زكريا قديم ٥/٣٥٥، جديد ٥/٤١٠، شامى زكريا ٧/٤٨٠، ٩/٥٥٨، كراچى ٥/٢٢٨، ٦/٣٨٩)

وفى الشامية: لأن الحرمة ساقطة عند الاستشفاء كحل الخمر والميتة للعطشان والجائع. (شامى، كتاب الطهارة، باب المياه، مطلب: فى التداوى بالمحرم زكريا ١/٣٦٥، كراچى ١/٢١٠) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۹۹۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۵/۴ھ

۵ باب الرقية (تعویذات)

نظر کی حقیقت

سوال [۱۰۴۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: نظر کی حقیقت اور حیثیت کیا ہے؟ نیز ساٹھ سال کا بوڑھا اور چار پانچ سال کا کالا کلوٹا بچہ جو ہر وقت گندہ رہتا ہے اور نالیوں میں کھیلتا رہتا ہے اس کی ماں کہتی ہے کہ اس کو نظر لگ گئی ہے، کیا ایسے بوڑھے اور بچے کو نظر لگ سکتی ہے؟ اور اس کی کیا شکل ہوسکتی ہے؟

المستفتی: ضیاء الدین مانپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نظر کی حقیقت یہ ہے کہ اس کا لگنا حق ہے، یعنی اس کا اثر ہوتا ہے، حدیث شریف میں فرمایا گیا:

العين حق أى الإصابة بالعين شيئ ثابت موجود. (فتح الباری، کتاب الطب، باب العين حق، دار الفكر ۲۰۳/۱۰، اشرفیه ۲۴۹/۱۰، تحت رقم الحديث ۵۷۴۰، عمدة القاری زكريا ۷۱۹/۱۴، دار احياء التراث العربي ۲۲۶/۲۱)

اس کے لگنے کے سلسلے میں بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ، عائن کسی پر اعجاب کی نگاہ ڈالتا ہے تو اس کی آنکھوں سے زہریلا مادہ نکل کر منظور الیہ میں پیوست ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے منظور الیہ بیمار ہوجاتا ہے، اور بعض اوقات ہلاکت تک پہنچ جاتا ہے، اور جھاڑ پھونک کے ذریعہ وہ اثر بھی جاتا ہے۔

قال المازرى: زعم بعض الطبائعين: إن العائن ينبعث من عينه قحرة سمية تتصل بالمعين فهلك أو يفسد وهو كإصابة السم من نظر الأفعىٰ. (حاشية البخاری ۸۵۴/۲، فتح الباری، باب رقية العين دار الفكر ۲۰۰/۱۰، اشرفیه ۲۴۵/۱۰، تحت رقم

الحديث ٥٧٣٩، عمدة القاري، دار إحياء التراث العربي ٢١/٢٦٤، زكريا ١٤/٧١٧)

رہا معاملہ کالے کلوٹے بچہ اور بوڑھے پر نظر لگنا تو ان کو بھی کوئی نہ کوئی اچھا سمجھتا ہے، اوران پر تعجب کی نگاہ ڈالتا ہے جیسا کہ بچہ چاہے کتنا ہی بدصورت ہو، ماں کی نگاہ میں نہایت حسین وخوبصورت ہوتا ہے، لہٰذا بوڑھے آدمی اور کالے بچہ کو بھی نظر لگ سکتی ہے، اس میں کوئی استحالہ نہیں، نیز نظر غیروں کی ہی نہیں اپنوں کی بھی لگ جاتی ہے، بلکہ اپنوں کی تو زیادہ لگتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍رجب المرجب ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۲۶۲)

کیا تعویذ پہننا حرام ہے؟

سوال [۱۰۴۵۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مرکزی مکتب اسلامی پبلشر نئی دہلی ۲۵؍ کی کتاب فتاویٰ یوسف قرضاوی ترجمہ سید زاہد اصغر فلاحی پسند ہے یا نہیں؟ اسی کے حوالے سے بتارہا ہوں، میں نے خود اس کتاب میں پڑھا ہے کہ تعویذ پہننا حرام ہے، یعنی نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے، حضرت والا سے درخواست ہے کہ وضاحت فرمائیں؟

المستفتی: ملک عبد الاحد مہراج گنج

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جن روایات میں تعویذ گنڈے کی ممانعت ہے ان میں الفاظ صاف ہیں کہ ہر مرض میں تعویذ گنڈے کے پیچھے پڑ جائے اور یہ سمجھے کہ ہر مرض کا علاج تعویذ ہے اور یہی تعویذ مرض کے لیے بذات خود مؤثر ہے، اللہ پر توکل نہ ہو تو ایسے عقیدے کے ساتھ تعویذ کا استعمال منع ہے، اور قرضاوی نے اپنے مطلب کے متعلق ایک پہلو کی حدیث نقل کردی اور دوسرے پہلو کی حدیث کو صرف نظر کردیا ہے۔

عن مغيرة بن شعبة عن أبيه قال قال رسول الله ﷺ: من اكتوى أو استرقى فهو بريء من التوكل. (ترمذی شريف، باب ماجاء فی كراهية الرقية، النسخة الهندية ۲/۲۵، دار السلام رقم: ۲۰۵۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۱۰۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۶/۱۹ھ

کیا تعویذ پہننا بدعت ہے؟

سوال [۱۰۴۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا تعویذ پہننا بدعت ہے؟ اگر حدیث تعویذ کے ثبوت کے لیے ہو تو تحریر فرمائیں؟

المستفتی: عبدالاحد مہراج گنجی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: تعویذ کو ہر مرض کا علاج سمجھنا غلط ہے، کہ جب بھی کوئی مرض لاحق ہو جائے تعویذ پہن لیا جائے، اس کا ثبوت شریعت سے نہیں، اس کو بدعت ہی کہا جا سکتا ہے، ہاں البتہ بعض معنوی امراض کے لیے تعویذ حفاظت کا ذریعہ بن جاتا ہے، لہٰذا حتی الامکان مادی علاج اختیار کرنے کے بعد اگر کسی دین دار متبع شریعت قابل اعتماد شخص سے قرآن یا حدیث کی کوئی دعا لکھوا کر بطور تعویذ پہن لیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

عن أبي خزامة عن أبيه قال: سألت رسول الله ﷺ قلت يا رسول الله! أرأيت رقىً نسترقيها و دواء نتداوى به وتقاة نتقيها هل ترد من قدر الله شيئا قال هي من قدر الله، هذا حديث حسن صحيح. (ترمذی شريف، باب ما جاء لا ترد الرقى ولا الدواء من قدر الله شيئا، النسخة الهندية ۲/۲۷، دار السلام رقم: ۲۱۴۸)

عن أنس أن رسول الله ﷺ رخص في الرقية من الحمة والعين والنملة. (ترمذی شريف، باب ما جاء في الرخصة في ذلك، النسخة الهندية ۲/۲۶، دار

السلام رقم: ٢٠٥٦، صحيح مسلم، باب استحباب الرقية من العين والنملة والحمة والنظرة، النسخة الهندية ٢/٢٢٣، بيت الأفكار رقم: ٢١٩٦، صحيح البخاری، باب رقية الحية والعقرب، النسخة الهندية ٢/٨٥٤ رقم: ٥٥١٧، ف: ٥٧٤١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/صفر المظفر ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۱۰۹/۳۷)

گلے میں تعویذ لٹکانا

سوال [۱۰۴۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بعض آدمی کالے دھاگہ پر سورہ فاتحہ، چاروں قل، درود شریف وغیرہ دم کر کے گرہ لگا کر گلے میں ڈال لیتے ہیں، تو سوال یہ ہے کہ اس طرح گلے میں کالا دھاگا ڈالنا جبکہ مجبوری ہو جائز ہے یا نہیں؟ اور بعضے آدمی شوقیہ گلے میں ڈال لیتے ہیں، اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اسی طرح گلے میں مالا ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: زبیر عالم شاہدرہ دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآنی آیات وکلمات ماثورہ پڑھ کر دھاگے پر دم کر کے گلے میں لٹکانا جائز ہے۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعلمهم من الفزع كلمات، أعوذ بكلمات الله التامة، من غضبه و شر عباده ومن همزات الشياطين و أن يحضرون وكان عبد الله بن عمر يعلمهن من عقل من بنيه ومن لم يعقل كتبه فعلقه عليه. (سنن أبی داؤد، باب كيف الرقی، النسخة الهندية ٢/٥٤٣، دار السلام رقم: ٣٨٩٣)

شوقیہ تعویذ گلے میں لٹکانا مشروع نہیں ہے، گلے میں مالا ڈالنا چونکہ ہندوؤں کا شعار

ہےاس لیے جائزنہیں ہے

یـکـفـر ...... و یشـد الـزنار فی وسطه إلا إذا فعل خدیعة فی الحر ب.

(هـنـدية، كتـاب السيـر، البـاب التـاسـع فـي أحـكام المرتدين زكريا قديم ۲/ ۲۷٦، جديد ۲/ ۲۸۷، الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۲/ ٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ربیع الاول ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۲۰٦)

تعویذ گنڈے کا حکم

سوال [۱۰۴۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مجھے اب سے ڈھائی سال پہلے ایک کھلا مرض ہوگیا تھا، کافی علاج بھی کیا ہے اور آرام بھی ہوا، پر پوری طرح سے ختم نہیں ہوا، مجھے شک ہے کہ کسی نے مجھے پریشان کرنے کے لیے کچھ ٹوٹکا کیا ہے، کیونکہ میرے پڑوس کے ایک عالم صاحب کا بھی یہی کہنا ہے، اہل حدیث جماعت سے تعلق رکھتا ہوں، اوراس کا مکمل علاج چاہتا ہوں، آپ بتائیں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے، کیا تعویذ وغیرہ صحیح ہےاور بدایوں جانا کوئی گناہ تو نہیں؟ اگر ہے تو کن حالات میں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں لکھیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: احقر تعویذ سے زیادہ واقف نہیں،البتہ شرعاً شریعت کے دائرہ میں رہ کر تعویذ گنڈا کرنے کی گنجائش ہے،حضرت ابوسعید خدری کی روایت سے گنجائش ہے۔

عن أبی سعید قال: کان رسول الله ﷺ یتعوذ من الجان وعین الإنسان حتی نزلت المعوذتان فلما نزلتا أخذ بهما وترک ما سواهما. (سنن الترمذی، باب ما جاء فی الرقیة بالمعوذتین، النسخة الهندیة ۲/ ۲٦، دار السلام رقم: ۲۰۵۸)

عن عوف بن مالک الأشجعی قال: کنا نرقي فی الجاهلیة فقلنا: یا

رسول الله! كيف ترىٰ في ذٰلک؟ فقال: اعرضوا علي رقاكم، لابأس بالرقى مالم يكن فيه شرک. (صحيح مسلم، باب جواز أخذ الأجرة على الرقية، النسخة الهندية ۲/ ۲۲٤، بيت الأفكار رقم: ۲۲۰۰)

بدایوں میں کس طرح کام ہوتا ہے، احقر کو معلوم نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍محرم الحرام ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۵۹۳۰)

تعویذ گنڈا کرنا

سوال [۱۰۴۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ایک عالم دین عرصہ بارہ سال سے ایک مسجد میں امامت کے فرائض انجام دیتا ہے، محلّہ میں کسی قسم کی کوئی بات نہیں ہے، ضرورت پڑنے پر بعض لوگ اپنے بچوں کو دم وغیرہ کے لیے لاتے ہیں، اکابرین امت اور اسلاف کی کتب مثلاً اعمال قرآنی، مجربات وغیرہ کی مدد سے دعا، تعویذ وغیرہ بھی کرتے ہیں، بعض مریضوں کو اگر ضرورت پڑتی ہے تو تعویذ بھی دیتے ہیں اور اس سلسلے میں اگر کوئی سامان مثلاً عطر یا زعفران وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے تو بسا اوقات مریض ہی سے منگوا لیتے ہیں، یا اگر وہ خود پیسے دیدیں تو خود لا کر انہیں لکھ کر دیتے ہیں، اس کے علاوہ پیسہ طلب نہیں کرتے، ہاں اگر کوئی برضا ورغبت خود ہدیہ کے طور پر پیش کردے تو قبول بھی کر لیتے ہیں، اور نہ دینے پر شکوہ نہیں کرتے، اور کہتے ہیں کہ یہی ہمارے بزرگوں کا عمل رہا ہے۔

دو سال قبل ایک عورت ہاجرہ نام کی اپنی پوتی کے علاج کے لیے مذکور امام صاحب کے پاس گئی، امام صاحب نے اس کا علاج کردیا، ہاجرہ بی بی سے کہا، تمہاری لڑکی سلمیٰ کے بارے میں میں سن رہا ہوں، ٹونا ٹوٹکا کرتی ہے، اگر ایسا صحیح ہے تو تم اس کو سمجھا کر اس کی اصلاح کردو، امام صاحب نے یہ چرچا دوسری عورت سے سنا تھا، خود سے ایسا کرتے نہیں دیکھا، لیکن آج دو سال گذرنے کے بعد ہاجرہ بی نے چار آدمیوں کے درمیان یہ بیان دیا کہ

امام صاحب نے مجھ سے چار چھ مہینہ پہلے یہ کہا تھا کہ سلمٰی کو میں نے اپنی آنکھوں سے اس کے گھر کے پیچھے کچھ گاڑتے دیکھا ہے، تحقیق کے لیے امام کو بلوایا گیا، تو امام صاحب نے وہی بات چرچے کی جو دو سال پہلے سنی تھی، وہ نقل کر دی، بات ختم ہوگئی، لیکن محلّہ کے کچھ لوگ اس کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں کہ امام صاحب نے یہ بات کیوں کہی ہے، ان کے پیچھے نماز کیسے ہوگی؟ حالانکہ اس عورت کے بارے میں مشہور ہے کہ کئی جھاڑ پھونک کرنے والے اس کے ٹونا کے بارے میں بتلا چکے ہیں، لیکن ان سے کوئی تحقیق نہیں کی گئی اور آج بھی اس کے رشتہ داروں وغیرہ میں شہرت ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) امام صاحب کا ہاجرہ بی سے اس لڑکی کے بارے میں ایک سنی ہوئی بات اصلاح کی غرض سے نقل کرنا غلط تھا؟

(۲) دو سال کے بعد ہاجرہ بی کو وہی بات عینی شہادت کے طور پر پیش کرنا الزام نہیں ہے؟

(۳) ایسی صورت میں جبکہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے پیچھے گہری سازش کام کر رہی ہے، امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب باصواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور و مشکور ہوں۔

المستفتی: حبیب الرحمٰن اسماعیل پورہ ناگپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سائل اپنے بیان میں سچا ہے تو اس طرح تعویذ گنڈا وغیرہ شرعاً جائز و درست ہے، نیز اگر برائے اصلاح ہاجرہ بی سے سلمٰی کو سمجھانے کے لیے ایسی بات کہی ہے تو شرعاً امام صاحب قصور وار نہیں ہیں، بلکہ امام صاحب کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ثواب ملے گا، اور ہاجرہ بی کا خلاف واقعہ کو واقعہ ثابت کرکے امام صاحب پر الزام قائم کرنا تہمت کے مرادف ہے، اور جب امام صاحب میں کوئی قباحت نہیں ہے تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہوگا۔

وقد کرہ قوم من أهل العلم: أن یؤم الرجل قوما وهم له کارهون فإذا کان الإمام غیر ظالم فإنما الإثم علی من کرهه ...... هذا إذا کره واحد أو

إثنـان أو ثلاثة فلا بأس أن يصلي بهم حتى يكرهه أكثر القوم. (سنن الترمذی، باب ما جاء من أم قوما وهم له كارهون، النسخة الهندية ۱/ ۸۲، دار السلام رقم: ۳۵۸)

وإن كان هو أحق بها منهم ولا فساد فيه ومع هذا يكرهونه لا يكره له التقـديم، لأن الجاهل والفاسق يكره العالم والصالح. (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح قديم ۱/ ۱٦٤، دار الكتاب ديوبند ۱/ ۳۰۱) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۲۸۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/ ۷/ ۱۴۱۱ھ

تعویذ گنڈے کو کمائی کا ذریعہ بنانا

سـوال [۱۰۴۶۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) یہ معوض حضرات جو تعویذ گنڈے وغیرہ کرتے ہیں اور خوب پیسہ کماتے ہیں، یعنی زبان سے کہہ کر پیسے لیتے ہیں، یہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟

(۲) اور کچھ معوض ایسے ہیں جو نجی اسی کام کو کرتے ہیں، اور ان کا کوئی مشغلہ ہی نہیں اس کام کے علاوہ تو ان کو یہ پیسہ لینا جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) اور کچھ معوض ایسے ہیں کہ جو مدرسہ میں مدرس ہیں، اور مسجد میں امام ہیں اور خارج وقت میں وہ تعویذ وغیرہ کرتے ہیں اور ایک گولک اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اس میں مریض خود ہی اپنی مرضی سے پیسے ڈالتے جاتے ہیں، جس کا جو دل چاہے وہ گولک میں ڈال دیتا ہے، معوض خود سے نہیں مانگتا، تو یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟ آخر شریعت مطہرہ میں اس کا کیا جواز ہے؟ لینا جائز ہے یا ناجائز؟ اور معوضین حضرات کے تمام کاروبار، بیاہ، شادی، اور جملہ مشاغل وضروریات اس میں سے چل رہی ہیں، کیا یہ سب درست ہے؟

المستفتی: فصاحت حسین جے پی نگر امروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تعویذ دینے والے حضرات کا تعویذ گنڈا کرنا اور

اس سے پیسہ کمانا چاہے زبان سے کہہ کر پیسہ لیتے ہوں یا مریض خود اپنی مرضی سے گولک میں پیسہ ڈال دیتے ہوں دونوں صورتوں میں اجرت لینا جائز ہے، پھر بھی اس کام کو پیشہ کے طور پر اختیار نہ کرنا بہتر ہے، بشرطیکہ تعویذ میں قرآن کریم کی آیت یا حدیث میں وارد کوئی دعا یا صفاتِ الٰہیہ لکھی ہوں، یا کوئی جائز چیز لکھی ہو مگر تعویذ دینے والے حضرات اس فن سے واقف ہوں اور وعدہ ہرگز نہ کریں کہ تیرا کام ہو ہی جائے گا جیسے کہ بیمار سے ڈاکٹر دوا کے پیسے لیتا ہے کہ بیمار کو کو شفا ہو ہی جائے گی، شفاء اللہ تعالیٰ کے قبضہ وقدرت میں ہے، اگر تعویذ دینے والے حضرات اس فن سے واقف نہیں تو دھوکہ دے کر پیسہ لینا ناجائز ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۵/ ۱۶۶، ڈابھیل ۱۷/۱۰۳، کفایت المفتی قدیم ۹/ ۶۰، جدید زکریا مطول ۱۲/ ۴۸۴، احسن الفتاویٰ ۷/ ۲۹۹)

قوله إن أحق ما أخذتم عليه أجرا كتاب الله يعني إذا رقيتم به. (عمدة القاری، باب ما يعطى فی الرقية علی إحياء العرب بفاتحة الكتاب زكريا ۸/ ۶۲۸، دار إحياء التراث العربی ۱۲/ ۹۶)

عن عوف بن مالك الأشجعي قال: كنا نرقي في الجاهلية فقلنا: يا رسول الله! كيف ترىٰ في ذٰلك؟ فقال: اعرضوا علي رقاكم، لابأس بالرقى مالم يكن فيه شرك. (صحيح مسلم، باب جواز أخذ الأجرة على الرقية، النسخة الهندية ۲/ ۲۲۴، بيت الأفكار رقم: ۲۲۰۰)

لابأس بالمعاوذات إذا كتب فيها القرآن أو أسماء الله تعالىٰ...... قالوا وإنما تكره العوذة إذا كانت لغير لسان العرب ولا يدرى ما هو الخ. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، قبيل، فصل فی النظر والمس، زكريا ۹/ ۵۲۳، كراچی ۶/ ۳۶۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۷۸۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۵/۲۹ھ

مؤکلوں کے ذریعہ علاج کرنا

سوال [۱۰۴۶۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: (۱) زید قرآن کریم کی چند سورتوں کا عامل ہے اور وہ بنیت خدمت خلق تعویذ کا کام کرتا ہے اور طبیبوں کے لاعلاج مریض شفایاب بھی ہوتے ہیں، تو کیا زید منھ مانگا روپیہ یا رقم لے سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ اس کام سے اس کو اتنا وقت نہیں ملتا کہ ذریعہ معاش کچھ کر سکے، یا بن مانگے کوئی ہدیہ پیش کرے تو لے سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) زید مریض کے مرض کو بعلم اعداد فال کھول کر دیکھتا ہے، یا بذریعہ مؤکل دیکھتا ہے، تب جبکہ طبی اصول سے مرض کا پتہ نہ چلے، یا طبی علاج سے عاجز ہوجائے اور زید بذات خود طبیب بھی ہے تو کیا زید کو اس طرح بتانا کہ آپ کو فلاں مرض ہے یا جادو وغیرہ کا اثر ہے، جبکہ بسبب جادو یا اور مرض روحانی متحقق ہے تو زید اسے بتا سکتا ہے؟ اگر ایسا کرے تو علم غیب پر مداخلت تو نہیں؟

(۳) زید مریض سے کوئی سامان جو کہ اس کی ضرورت کا ہو مثلاً مشک وغیرہ منگواتا ہے، مریض کا کام ہونے کے بعد کچھ سامان باقی رہ جاتا ہے تو زید باقی ماندہ سامان کو بطور مزدوری اپنے پاس رکھ لیتا ہے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو دوسرے مریض کو بازاری بھاؤ میں دے سکتا ہے یا دوسرے مریض پر استعمال کر کے رقم وصول کر سکتا ہے؟

المستفتی: ڈاکٹر سجاد حسین قاسمی دارالشفاء اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) جھاڑ پھونک کرنا نیز تعویذ وغیرہ لکھ کر دینا بشرطیکہ اس میں کوئی مضمون خلاف شرع نہ ہو اور اس پر اجرت لینا جائز وحلال ہے۔

عن عوف بن مالک الأشجعی قال: کنا نرقي في الجاهلية فقلنا: یا رسول الله! کیف تریٰ فی ذٰلک؟ فقال: لابأس بالرقي مالم تکن شرکا. (سنن أبی داؤد، باب ما جاء فی الرقی، النسخة الهندية ۲/ ۵٤۲، دار السلام رقم: ۳۸۸٦)

وإنما معناه فی أخذ الأجرة علی الرقية بالفاتحة أو غیرها من القرآن فالإمام لا یمنع هنا. (عمدة القاری، باب الشرط علی الرقية بقطیع من الغنم زکریا ۱٤/ ۷۱۷، تحت رقم الحدیث ۵۷۳۷، دار إحیاء التراث العربی ۲۱/ ۲٦٤)

إن المتقدمین المانعین الاستئجار مطلقا جوزوا الرقية بالأجرة ولو بالقرآن

كما ذكره الطحاوي لأنها ليست عبادة محضة بل من التداوي. (شامی، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار زكريا ۷۸/۹، کراچی ۵۷/٦)

(۲) زید کا بذریعہ طب یا مؤکل کے ذریعہ مریض کو دیکھ کر یہ بتانا کہ تمہارے اوپر جادو یا سحر ہے، جائز ہے، بشرطیکہ دھوکہ بازی نہ ہو، یہ غیب میں مداخلت نہیں ہے بلکہ اپنی حکمت عملی سے اس کو بتلاتا ہے، اور غیب کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ

الخفي الذي لا يدركه الحس ولا يقتضيه بداهة العقل. (بیضاوی، مکتبہ رشید ۱/۱۸)

(۳) زید مریض سے جو بھی سامان مریض کے کام کے لیے منگواتا ہو اور بقیہ ماندہ سامان مریض زید کو بخوشی اجرت میں دیدیتا ہو تو زید کے لیے بطور اجرت کے لینا جائز ہے، پھر زید اس سامان کو خود بھی استعمال کر سکتا ہے اور اس کو فروخت بھی کر سکتا ہے، کیونکہ زید اس سامان کا مالک ہو گیا ہے، اس لیے ہر قسم کا تصرف کر سکتا ہے۔

المالك هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء من الملك. (بيضاوی شریف رشید ۱/۷)

الملك ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص. (شامی مطلب: في تعريف المال زكريا ۱۰/۷، کراچی ٤/۵۰۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۲۹/ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۳۴۴٦)	۲۹/۴/۱۴۱۴ھ

مجہول العقیدہ والے سے تعویذ گنڈا کرانے کا حکم

سوال [۱۰۴٦۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گاؤں میں ایک صاحب کا طریقہ یہ ہے کہ مریض یا ضرورت مند کو سامنے بٹھاتے ہیں پھر ایک تعویذ اس کے ہاتھ میں دیدیتے ہیں، بعدہٗ فرماتے ہیں کہ ایسا ہوا ہے،

اکثر گذری ہوئی باتیں صحیح بتلادیتے ہیں، بعدہ گنڈے تعویذ سے علاج شروع کرتے ہیں، مسلمان ضرور ہیں مگر عقیدہ معلوم نہیں، لہٰذا طرفین کے لیے شرعاً یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) یہ کہ بندہ اس وقت سخت پریشانی کے عالم میں ہے، مختصر یہ کہ قرضہ اور حقوق تسلی بخش نہ تو ادا ہو رہے ہیں اور نہ ہی وصول ہو رہے ہیں، بندہ کا معمول ہے جس کی اجازت حضرت پیر مرشد مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی سے حاصل ہے کہ رات کو اول وآخر طاق مرتبہ درود شریف درمیان میں ایک سو ایک مرتبہ ''یا خبیر اخبرنی'' پڑھ کر سو جاتا ہوں اس خیال سے کہ اللہ رب العالمین کسی جانب سے خواب میں مل جائے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے، جس سے میرے سارے بگڑے کام بن جائیں، ان حالات میں میرا مذکورہ بالا شخص کے پاس جانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالعزیز مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تعویذ وگنڈے وبائی امراض کے ازالہ کے لیے استعمال کرنا شرعاً جائز اور حدیث سے ثابت ہے، اور تجربہ سے ماضی کی کوئی بات صحیح ہونا کوئی برا نہیں ہے جبکہ دونوں کے عقیدے صحیح ہوں، جس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے، جبکہ ظاہری عقیدہ صحیح ہے مگر اندرونی حالت کی تفتیش کے آپ مکلّف نہیں ہیں۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده، أن رسول الله ﷺ كان يعلمهم من الفزع كلمات، أعوذ بكلمات الله التامة، من غضبه و شر عباده ومن همزات الشياطين و أن يحضرون وكان عبد الله بن عمر يعلمهن من عقل من بنيه ومن لم يعقل كتبه فعلقه عليه. (سنن أبي داؤد، باب كيف الرقى، النسخة الهندية ۲/۵۴۳، دار السلام رقم: ۳۸۹۳)

(۲) ان حالات میں مذکورہ بالا شخص کے پاس جانے کے لیے اپنے شیخ سے اجازت لینی چاہیے، بغیر اجازت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۵۹/۲۴)

مزاروں سے علاج کرانا

سوال [۱۰۴۶۴]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہمارے والد کا کہنا ہے کہ پورے گھر پر جادو کا اثر ہے، اس لیے پورا گھر اور دوکان دیگر کاروبار بند کر کے بدایوں چلیں وہیں سے صحت ملے گی، ابھی فی الوقت انہوں نے مجھے بڑی دھونس اور گھر میں مٹی کا تیل چھڑک کر کے ہاتھ میں ماچس لے کر آگ لگانے کی دھمکی دی، میں مجبوراً چلا گیا، تو وہاں جا کر دو دن بعد میں نے ان سے کہا، میرا بخار نہیں اترا، اور ڈاکٹر کی دوا گھر ہی رہ گئی اور مکان کا معاملہ بھی رہ گیا ہے جو کہ جڑ ہے، اتنا سننے کے بعد انہوں نے بے گنتی گالیاں اور بے دردی سے مارنا شروع کر دیا، اللہ اور اس کے رسول کا واسطہ دے کر معافی مانگی، لیکن انہوں نے نہ سنی، اور مارتے ہی چلے گئے، مسجد میں بھی بہت مارا، وہاں کے لوگوں نے بجائے بچانے کے پاگلوں میں بند کروانے کو کہا، عقیدہ یہاں تک ہو گیا ہے اللہ کا دربار یہی ہے، یہیں سے صحت ملے گی، سرکاروں کا کرم ہوتا ہے، یہ مت کہو کہ سب کچھ اللہ کرنے والا ہے، بلکہ ان کو اللہ نے بڑی طاقت بخشی ہے، اب چند سوالات مطلوب ہیں، جواب مرحمت فرمائیں۔

(۱) مزاروں سے علاج کرنے کی کون سی کتاب سے دلیل ملتی ہے یہ درست ہے یا نہیں؟

(۲) اور زبردستی ظلم کر کے لے جانا جائز ہے یا نہیں؟ بلکہ ہمیں وہاں کا علاج ہی نہیں کرانا؟

المستفتی: محمد جاوید محلّہ شیدی سرائے مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱-۲) مزاروں سے علاج اور حاجت روائی کی غرض سے وہاں جانا اور مرادیں مانگنا حرام اور موجب شرک ہے، اور کسی کو زبردستی اس کام کے لیے وہاں لے جانے والا سخت گناہ کا مرتکب ہوگا، ایسے افعال شرکیہ سے توبہ کر کے باز آجانا واجب ہے۔

(مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۳/۳، جدید زکریا ۲/۲۳۷، محمودیہ قدیم ۱/۲۰۹، ۱/۲۱۳، ڈابھیل ۱/۳۱۷-۲۸۸)

ومنها استدر بها (إلى قوله) والاستعانة بهم وسؤالهم النصر والرزق

والعافية والولد و قضاء الدين، وتفريج الكربات وغير ذٰلک من الحاجات التـي كان عباد الأوثان يسألونها من أوثانهم ليس شيئ منها مشروعا باتفاق أئمة المسلمين. (مجالس ابرار ص: ۱۱۹، مجلس: ۱۷)

كـل مـن ذهـب إلـى بلدة أجمير أو إلى قبر سالار مسعود أو ما ضاها لأجـل حاجة يطلب كأنه أثم إثما أكبر من القتل والزنا. (تنبیهات الهیه ۴/ ۴۵)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍ر رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۸۹۹)

وبائی امراض کے ازالہ کے لیے تعویذ دینا

سوال [۱۰۴۶۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: یہ کہ گاؤں میں ایک صاحب کا طریقہ یہ ہے کہ مریض یا ضرورت مند کو سامنے بٹھاتے ہیں، پھر ایک تعویذ اس کے ہاتھ میں دیدیتے ہیں، بعدہٗ فرماتے ہیں کہ ایسا ہوا ہے، اکثر گذری ہوئی باتیں صحیح بتلا دیتے ہیں، بعدہٗ گنڈے تعویذ سے علاج شروع کرتے ہیں، مسلمان ضرور ہیں عقیدتاً معلوم نہیں، لہٰذا طرفین کے لیے شرعاً یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالعزیز مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تعویذ وگنڈے، وبائی امراض کے ازالہ کے لیے استعمال کرنا شرعاً جائز اور حدیث سے ثابت ہے، اور تجربہ سے کوئی بات یا چیز صحیح ہونا کوئی برا نہیں ہے جبکہ دونوں کے عقیدے صحیح ہوں، جس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے، جبکہ ظاہری عقیدہ صحیح ہے تو اندرونی حالت میں تفتیش کے آپ مکلّف نہیں ہیں۔

عـن عـمـرو بـن شـعـيـب عـن أبيه عن جده، أن رسول الله ﷺ كان

يعلمهم من الفزع كلمات، أعوذ بكلمات الله التامة، من غضبه و شر عباده ومن همزات الشياطين و أن يحضرون وكان عبد الله بن عمر يعلمهن من عقل من بنيه ومن لم يعقل كتبه فعلقه عليه. (سنن أبي داؤد، باب كيف الرقى، النسخة الهندية ۲/ ۵۴۳، دار السلام رقم: ۳۸۹۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۱۰۵۹)

ناپاکی کی حالت میں تعویذ پہنے رہنا

سوال [۱۰۴۶۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: یہ کہ تعویذ میں بسم اللہ شریف واسم ذات اللہ تعالیٰ یا آیت قرآن شریف یا کسی نبی یا ولی یا فرشتے کا نام لکھا ہوا ہو، ایسا تعویذ موم جامہ کرکے گردن میں ڈالنا یا بازو میں باندھنا ہر حالت میں پاکی یا ناپاکی میں پیشاب پاخانہ کرنے کی حالت میں یا جماع کرنے کی حالت میں یا ننگے بدن پاکی یا ناپاکی کی حالت میں غسل کرتے وقت ایسے تعویذ کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالعزیز مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر موم جامہ کرکے تعویذ باندھ لیا جائے تو مذکورہ تمام احوال میں باندھے رکھنا جائز اور درست ہے اور اس میں اسماء الٰہی وغیرہ کی بے ادبی لازم نہیں آتی ہے۔

ولا بأس بأن يشد الجنب والحائض التعاويذ على العضد إذا كانت ملفوفة. (شامی، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل فى النظر والمس، كراچی ۶/ ۳۶۴، زكريا ۹/ ۵۲۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۷۴۸)

پانی پر دم کرا کے در و دیوار پر چھڑکنا

سوال [۱۰۴۶۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: سورۃ بقرہ یا اور کوئی سورۃ پڑھ کر یا پڑھوا کر پانی پر دم کرا کر مکانات مسکونہ کے در و دیوار پر چھڑکنا کہ جو برابر زمین پر بھی گرتا ہے اور پیروں تلے آتا ہے، کہاں تک شرعاً جائز ہے؟

المستفتی: شریف الحسن خاں گڑھی سلیم پور کانٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سورہ بقرہ اور کوئی سورت پڑھ کر یا پڑھوا کر پانی پر دم کرا کر مکانات مسکونہ کے در و دیوار پر چھڑکنا اس طرح کا عمل شریعت سے ثابت نہیں ہے، اب در و دیواروں سے گر کر وہ پانی بہتا ہوا پیروں تلے آتا ہے ایسے پانی کا احترام کرنا چاہئے اور ناپاک جگہ پر بھی یہ پانی نہیں پہنچنا چاہئے، جیسا کہ آب زمزم کا مسئلہ ہے کہ آب زمزم سے غسل کرنا جائز ہے، مگر استنجاء کرنا خلاف ادب اور احترام کے خلاف ہے، یہاں بھی ایسا ہی ہے۔

يكره الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال (در مختار) وفي الشامية: وكذا إزالة النجاسة الحقيقية من ثوبه أو بدنه. (الدر مع الرد، باب الهدي، مطلب في كراهية الاستنجاء بماء زمزم زكريا ٤/ ٥٢، كراچی ٢/ ٦٢٥) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۱۴/ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۲۵۳/۳۸)	۱۴۲۸/۴/۱۴ھ

تعویذ لکھنے میں دھوکہ دینا

سوال [۱۰۴۵۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید تعویذ گنڈے کرتا ہے اور ایک مخصوص پینسل سے تعویذ لکھتا ہے جس کی روشنائی بالکل زعفران کی طرح ہوتی ہے، عوام اس کی شناخت نہیں کر پاتے، اور وہ یہ کہہ کر

پیسہ لیتا ہے کہ اس نے زعفران سے لکھا ہے تو کیا اس طرح دھوکہ دے کر پیسہ کمانا جائز ہے؟

المستفتی: رئیس احمد شیر کوٹ بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تعویذ گنڈے پر اجرت لینا بقدر ضرورت درست ہے، لیکن دھوکہ اور فریب دے کر روپیہ کمانا درست نہیں ہے۔

ولا بأس بالمعاذات إذا کتب فیها القرآن أو أسماء الله تعالیٰ. (شامی، کتاب الحظر والإباحة، قبیل فصل فی النظر والمس زکریا ۹/۵۲۳، کراچی ۶/۳۶۳)

وفی الحدیث أعظم دلیل علی أن یجوز الأجرة علی الرقی والطب کما قاله الشافعي ومالک و أبو حنیفة و أحمد. (بذل المجهود، کتاب الطب، باب کیف الرقی، دار البشائر الاسلامیه ۱۱/۶۲۸، تحت رقم الحدیث ۳۸۹۹، سهارن پور قدیم ۵/۱۱، حاشیة أبو داؤد ۲/۵۴۴، عمدة القاری، دار إحیاء التراث العربی ۱۲/۹۶، زکریا ۸/۶۲۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ رجب المرجب ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۹۴۲)

تعویذ سے متعلق چند سوالات

سوال [۱۰۴۶۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) تعویذ لینے کے لیے مسجد کے حجرہ میں غیر مسلم عورتوں کا دھوتی بلاؤز پہن کر ستر کھلا ہونے کی حالت میں آنا اور مردوں کے پاس بیٹھنا اور آپس میں ایک دوسرے سے باتیں کرنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) تعویذ کے ذریعہ علاج کے بہانے عورتوں اور لڑکیوں کے جسم کو جوان لڑکوں کے ہاتھوں ڈورے سے نپوانا نا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) مرد کا مسجد میں عورتوں اور لڑکیوں کے پورے جسم پر چھری چلانا، اور یہ کہنا کہ بھوت پریت کٹ رہے ہیں، کیا اس بات کا شرعاً کوئی ثبوت ہے؟

المستفتی: ستار احمد حاجی پورہ فیروز آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱-۲) مسجد کے حجرہ کو تعویذ گنڈے کے طور پر استعمال کرنا اور بے پردہ عورتوں کا مسجد کے حجرہ میں آنا جانا ناجائز ہے، اور جو شخص اس طرح کی حرکت کرتا ہے وہ شخص شرعاً فاسق ہے، مسجد کے منتظمین کا فرض ہے کہ مسجد کے حجرہ کو ایسے شخص سے خالی کروا کر مذکورہ امور سے پاک کردیں۔

سوال ۲ر میں تعویذوں سے متعلق جو لکھا گیا ہے یہ بھی ناجائز اور حرام ہے کہ جوان لڑکوں کا عورتوں کے جسم کو ہاتھوں سے اور ڈوروں سے ناپنا یہ سب ناجائز حرکتیں ہیں۔

(۳) مرد کا عورتوں اور لڑکیوں کے جسم پر اس طرح کا عمل کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، اور مسجد کے اندر اور بدتر عمل ہے، یہ سب کا سب فاسقوں کا عمل ہے جو شخص ایسی حرکتیں کرتا ہے وہ فاسق ہے۔

عن عبد الله عن النبی ﷺ قال: المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان. (سنن الترمذی، باب بلا ترجمة، النسخة الهندية ۱/۲۲۲، دار السلام رقم: ۱۱۷۳، مسند البزار مكتبه العلوم والحكم ۵/۴۲۷ رقم: ۲۰۶۱، صحيح ابن خزيمه المكتب الإسلامی ۳/۸۱۲ رقم: ۱۶۸۳)

عن أبی هريرة عن النبی ﷺ قال: كتب على ابن آدم نصيبه من الزنا، مدرك ذٰلک لا محالة، فالعينان زناها النظر، والأذنان زناهما الاستماع، واللسان زناه الكلام، واليد زناهما البطش. (صحيح مسلم، باب قدر على ابن آدم حظه من الزنا، النسخة الهندية ۲/۳۳۶، بيت الأفكار رقم: ۲۶۵۷)

وفی الأشباه: الخلوة بالأجنبية حرام. (شامی، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره ۹/۵۲۹، كراچی ۶/۳۶۸، الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۹/۲۶۷)

وفی الشرنبلالية: معزيا للجوهرة ولايكلم الأجنبية. (شامی، زكريا

۹/ ۵۳۰، کراچی ٦/ ٣٦٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲رمحرم الحرام ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۹۱۳/۴۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۱/۲ھ

موذی چیزوں کو بھگانے کے لیے حضرت سلیمان کی قسم دینا

سوال [۱۰۴۷۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: قسم صرف اللہ ہی کے لیے ہے اگر کسی کو جنات وغیرہ پریشان کرتے ہیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی قسم دیتے ہیں، ڈرانے اور بھگانے کے لیے عہد کراتے ہیں کہ آئے نہیں، تو ایسا عہد کرا سکتے ہیں یا نہیں؟ کتاب شہداء کربلا میں حضرت عباس فرماتے ہیں، پیغمبر اور صلحاء کی قسم ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ قسم نہیں دے سکتے ہیں، وضاحت کے ساتھ بیان فرمائیں مع دلائل کے۔

المستفتی: سجاد حسین پیر غیب مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جنات اور موذی چیزوں کو بھگانے کے لیے قسم دینا تو کسی روایت میں نظر سے نہیں گذرا البتہ حضرت نوح اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے عہد اور وسیلہ سے بھاگ جانے کا سوال کرنا ثابت ہے۔

عن عبد الرحمن بن أبی لیلیٰ قال: قال أبو لیلیٰ: قال رسول الله ﷺ: إذا ظهرت الحیة فی المسکن فقولوا لها: إنا نسألک بعهد نوح، وبعهد سلیمان بن داؤد أن لا تؤذینا فإن عادت فاقتلوها. (سنن الترمذی، باب ما جاء فی قتل الحیات، النسخة الهندیة ١/ ٢٧٤، دار السلام رقم: ١٤٨٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱رربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸۸۷/۳۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۳/۱ھ

نظر بد سے بچانے کے لیے بچوں کو کالا ٹیکہ لگانا

سوال [۱۰۴۷۱]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: آج کل عورتیں اپنے چھوٹے بچوں کا میک اپ کرنے کے بعدان کے گال پر یا ٹھوڑی پر کاجل سے ایک کالا نشان لگاتی ہیں اوراس کا مقصد بچوں کی نظر بد سے حفاظت ہوتی ہے، کیاشرعاً اس کا کوئی ثبوت ہے؟ مدلل جواب سے نوازیں۔

المستفتی: محمد رضوان عثمان آباد مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: خوبصورت چھوٹے بچے کونظر لگنے سے بچانے کی غرض سے چہرے پر کالا نشان لگانا حضرت عثمان غنیؓ کی ایک روایت سے ثابت ہے، روایت درج ذیل ہے۔

وفي حديث عثمانؓ أنه رأى صبيا مليحا، فقال: دسموا نونته كي لا تصيبه العين روى ثعلب عن ابن الأعرابي: النونة النقبة التي تكون في ذقن الصبي الصغير ومعنى دسموا سودوا. (تفسير قرطبي، دار الكتب العلمية بيروت ۳۲۹/۱۱، تحت تفسير رقم الآية ۸۷-۸۸ من سورة الأنبياء، مكتبه عباس احمد الباز ۲۱۹/۱۱-۲۲۰، شرح السنة للبغوی بيروت ۱۶۶/۱۲، شرح الطيبی، كتاب الطب والرقی، كراچی ۲۹۳/۸ تحت رقم الحديث: ۴۵۳۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

الجواب صحیح	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۱۸؍صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
۱۸/۲/۱۴۳۵ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۳۰/۴۰)

کافر عامل سے سحر کا علاج کرانا

سوال [۱۰۴۷۲]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید پر کسی نے جادو کیا، سحر کے اثر سے وہ بے حال اور خطرناک بے قابو اور خبیث بن

جاتا ہے،زید کے وطن میں کوئی مسلمان عامل ہے نہیں،جس سے وہ علاج کراسکے،وہاں کچھ غیر مسلم عامل عملاء موجود ہیں، جو اپنا عمل وتصرف کر کے مسحور آدمی سے سحر دور کر سکتے ہیں، ان کے پاس جانے سے اگر بذات خود زید کسی ناجائز حرام اور کلمہ کفر میں ملوث نہ ہوگا شرعاً جائز ہوگیا یا نہیں؟ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ تداوی بالحرام کی صورت ہے جو فقدان حلال کے وقت جائز ہوجاتا ہے؟

المستفتی: محمد شعیب ساؤتھ افریقہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مجبوری میں کافر سے تداوی بالمحرم کے اصول کے تحت سحر دور کرانے کی شرعاً گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۵/ ۱۵۸، ڈابھیل ۲۰/ ۷۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍ جمادی الثانی ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۵۱۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۶/۲۴ھ

جھاڑ پھونک کے معاملہ پر عورت سے بدگمان ہونا

سوال [۱۰۴۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) جھاڑ پھونک کرنے والے آسیب زدہ پر عمل کر کے اس کا جادوٹونا ابھارتے اور بکواتے ہیں، اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ اس کی آواز ہے جس نے جادوٹونا کیا ہے اس عمل کی کیا حقیقت ہے؟ اور اس کے بالکل سچ ہونے کا اعتقاد رکھنا کیسا ہے؟

(۲) محض اس بکنے والے کی آواز پر یقین کر کے وہ جس کا نام لے اس پر جادوٹونا کرنے کی تہمت لگانا اور اس سے ترک تعلق کرنا بلکہ انتہائی قبیح سمجھنا اور اس کا سامنا کرنے سے اعراض کرنا کیسا ہے؟ جبکہ جس عورت پر یہ الزام لگایا گیا ہے وہ صوم وصلاۃ کی پابند، قواعد شرعیہ کی رعایت کرنے والی بلاضرورت گھر سے قدم نہ نکالنے والی شریف عورت ہے۔

(۳) اس گھناؤنے الزام سے برأت ثابت کرنے کا شرعی نقطۂ نظر سے کیا طریقہ ہے؟

المستفتی: امیر الدین مئوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو آدمی آسیب زدہ ہو یا اس پر جنات سوار ہو یا پاگل مجنون ہو، جن کو اپنی کوئی خبر نہیں ہوتی ہے ایسے آدمی کا بڑبڑانا یا بکنا یا کسی جھاڑ پھونک کرنے والے کا اس کو بکوانا اور بکتے وقت اس کی زبان سے جو باتیں نکلتی ہیں، شریعت میں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اور نہ ہی ایسے لوگوں کی باتوں کا اعتبار ہے اور نہ ہی ان کے اوپر شریعت کا کوئی حکم لاگو ہوتا ہے، لہٰذا اس کی باتوں کو لے کر کے کسی بے قصور عورت یا مرد پر الزام لگانا اور اس کے بارے میں بدگمانی کرنا شریعت میں جائز نہیں ہے۔

عن ابن عباس عن رسول اللّٰہ ﷺ قال: رفع القلم عن ثلاث عن النائم حتی یستیقظ والمعتوہ حتی یفیق والصبي حتی یعقل أو یحتلم.

(المعجم الأوسط، دار الفکر ۲/۳۱۶، رقم: ۳۴۰۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸؍ ذی قعدہ ۱۴۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۵۹۸)

تعویذ کے ذریعہ کسی کو ملزم یا چور ثابت کرنے کی شرعی حیثیت

سوال [۱۰۴۷۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید تعویذ گنڈے کرتا رہتا ہے، جائز ناجائز ہر طرح کے کاموں میں تعویذ سے مدد لیتا ہے، یہاں تک کہ محبت ودشمنی وغیرہ کے سلسلے میں بھی تعویذ خوب کرتا ہے، چوری میں بھی نام نکالتا ہے، جبکہ وہ شخص جس کا چوری میں نام نکلا ہے وہ ہر طرح قسم کھانے کو بھی تیار ہے، مگر وہ شخص دعویٰ کرتا ہے کہ تمہارا نام نکلا ہے لہٰذا تم نے ہی چوری کی ہے؟

(۱) یہ ہے کہ چوری کے شبہ میں اس طرح نام نکالنا جائز ہے؟

(۲) اگر نام نکالنا ناجائز ہے تو پھر نام نکالنے والے کا کیا حکم ہے؟

(۳) اگر کسی عالم نے کسی کا نام نکالا ہے تو کیا وہ واقعی چور ہے، اس کو بدنام کرنا جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تعویذ گنڈے کے ذریعہ کسی کو چور ثابت کرنا اور کسی کو ملزم قرار دینا شرعی قوانین کے خلاف ہے اور ثبوت شرعی کے بغیر کسی کے اوپر اس طرح کے الزامات عائد کرنا گناہ کبیرہ ہے اس لیے اس سے باز رہنا لازم ہے۔

ومحل التحذير والنهى إنما هو لها تهمة لا سبب لها يوجبها ...... ولم يظهر عليه ما يقتضى ذٰلک. (تفسیر قرطبی، دار الکتب العلمیة بیروت ۳۳۱/۱۶، تحت تفسیر رقم الآیة ۱۲، من سورة الحجرات مکتبه عباس احمد الباز ۲۱۷/۱۶)

تکره العوذة إذا كانت بغير لسان العرب ولايدرى ما هو و لعله يدخله سحر أو كفر أو غير ذٰلک. (شامی، کتاب الحظر والإباحة، قبیل فصل فی النظر والمس زکریا ۵۲۳/۹، کراچی ۳۶۳/۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۴۷۶/۳۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۸/۱۳ھ

سامان چوری ہونے پر نام نکلوانا

سوال [۱۰۴۷۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کچھ لوگوں کا سامان چوری ہو جاتا ہے تو وہ حضرات نام نکلواتے ہیں از روئے شرع ایسا کرنا کیسا ہے اور نام نکلنے کے بعد اس پر گرفت کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد یامین سنبھلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چور کا نام نکالنا کوئی شرعی دلیل نہیں ہے، اور جس کا نام نکلے اس کو چور قرار دے کر زبردستی اس سے مال مسروق وصول کرنا اس کو سزا دینا اور اس پر گرفت کرنا جائز نہیں ہے، جبکہ اس کے پاس شرعی ثبوت نہ ہو اور نہ ہی اس کے پاس کوئی

چوری کا مال ثابت ہو۔ (مستفاد: محمودیہ قدیم ۱۴/ ۲/ ۳۷، جدید ڈابھیل ۲۰/ ۷۷، امداد الفتاویٰ ۴/ ۸۸)

عن أبی هريرة –رضی الله عنه– قال: قال رسول الله ﷺ: كل المسلم على المسلم حرام ماله و عرضه و دمه حسب امرئ من الشر أن يحقر أخاه المسلم. (سنن أبی داؤد، باب فی الغيبة، النسخة الهندية ۲/ ٦٦٩، دار السلام رقم: ٤٨٨٢)

عن أبی حميد الساعدي، أن رسول الله ﷺ قال: لايحل لامرئ أن يأخذ مال أخيه بغير حقه، وذٰلک لما حرم الله مال المسلم على المسلم.

(مسند أحمد بن حنبل ٥/ ٤٢٥، رقم: ٢٤٠٠٣) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۸۱۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/ ۵/ ۱۴۲۶ھ

٦ باب الأجرة على الرقية (تعویذ پراجرت)

تعویذ پراجرت لینا

سوال [۱۰۴۷٦]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص کسی مدرسہ میں مدرس ہے یامسجد میں امام ہے، اور وہ تعویذات کے ذریعہ علاج ومعالجہ کرتا ہےاورتعویذات پراجرت لیتا ہے، تو اس شخص کاتعویذات پراجرت لینااورمریضوں کااجرت دینا کیسا ہے؟

المستفتی: عتیق الرحمٰن قاسمی بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگرتعویذات میں کوئی خلاف شرع عمل نہ ہواورنہ ہی کوئی دھوکہ بازی ہوتواس کی مناسب اجرت لینااوردیناجائز ہے۔

جوزوا الرقية بالأجرة ولو بالقرآن كما ذكره الطحاوى لأنها ليست عبادة محضة بل من التداوي. (شامی، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم فی عدم جواز الاستئجار، زكريا ٩/ ٧٨، كراچى ٦/ ٥٧)

قوله إن أحق ما أخذتم عليه أجرا كتاب الله يعنى إذا رقيتم به. (عمدة القارى، باب ما يعطى فى الرقية على إحياء العرب بفاتحة الكتاب زكريا ٨/ ٢٢٨، دار إحياء التراث العربى ١٢/ ٩٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیراحمدقاسمی عفااللہ عنہ
۲۲رذی الحجہ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۳/ ۵۵۴٦)

الجواب صحیح
احقرمحمدسلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۸/۱۲/۲۲ھ

تعویذ کے عوض روپیہ لینا

سوال [۱۰۴۷۷]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: تعویذ کے عوض روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کتنی مقدار لے سکتے ہیں؟

المستفتی: وسیم اکرم بدایونی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تعویذ کا عوض روپیہ یا کسی دوسری اشیاء کی شکل میں لینے کی گنجائش ہے، اس کی مقدار متعین نہیں ہے مگر اس کو اپنا روزگار اور پیشہ بنالینا مناسب نہیں ہے۔

إن المتقدمين المانعين الاستئجار مطلقا جوزوا الرقية بالأجرة ولو بالقرآن. (شامی، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم فی عدم جواز الاستئجار زكريا ۹/۷۸، كراچی ٦/٥٧)

وإنما معناه فی أخذ الأجرة على الرقية بالفاتحة أو غيرها من القرآن فالإمام لا يمنع هذا. (عمدة القاری، باب الشرط على الرقية بقطيع من الغنم زكريا ١٤/٧١٧، تحت رقم الحديث ٥٧٣٧، دار إحياء التراث العربی ٢١/٢٦٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/ ۳۳۹۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۴/۳ھ

تعویذ گنڈے کی اجرت کا حکم

سوال [۱۰۴۷۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا کوئی مسلمان عاقل بالغ شخص جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈوں کو اپنا ذریعہ معاش بنا سکتا ہے؟ بالفاظ دیگر مریضوں کو جن بھوت سے خلاصی دلوانے کا ان سے معاوضہ و اجرت لے کر اپنا اور اپنے اہل وعیال کا نان ونفقہ چلا سکتا ہے؟

المستفتی: ڈاکٹر محمد قمر کاشی پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تعویذ گنڈا کر کے اجرت لینا شرعاً جائز ہے، اور

اس کی اجرت کے پیسے سے بال بچوں کا نان ونفقہ چلانا بھی جائز ہے، لیکن ساتھ میں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ تعویذ گنڈے کے پیسہ میں برکت نہیں ہوتی، اس لیے اس کو پیشہ نہ بنانا چاہئے، لیکن اس بات کی اجرت بہر حال جائز ہے۔

جوزوا الرقية بالأجرة ولو بالقرآن كما ذكره الطحاوي لأنها ليست عبادة محضة بل من التداوي. (شامي، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار زكريا ۹/۷۸، كراچی ۶/۵۷)

ذهب جمهور الفقهاء إلى جواز أخذ الأجرة على التعاويذ والرقى. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۳/ ۳٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۲۸۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/۵/۱۴۲۸ھ

تعویذ لکھنے اور اس کی اجرت کا حکم

سوال [۱۰۴۷۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: تعویذ لکھنا اور دینا اجرت لینا دینا مطالبہ کرنے کے بعد یا دینے والا خود دے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور بغیر مطالبہ کے خوشی سے دے یا مقررہ اجرت لینا شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتی: محمد لقمان منی پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تعویذ، گنڈہ کرکے اس کی مناسب اجرت لینا جائز اور درست ہے، لیکن تعویذ گنڈہ کرنے والوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس کو اپنی کمائی کا ذریعہ نہ بنائیں، نیز عورتوں کی آمد ورفت سے بے حد احتیاط کی ضرورت ہے۔

قال في البذل: قوله صلى الله عليه وسلم: واضربوا لي معكم بسهم، وفي حديث أعظم دليل على أنه يجوز الأجرة على الرقى والطب كما قال

الشافعي و مالك و احمد و أبو حنيفة رحمهم الله. (بذل المجهود، كتاب الطب، باب كيف الرقى، دار البشائر الاسلاميه ١١/٦٢٨، تحت رقم الحديث: ٣٨٩٩، سهارنپور قديم ١/١١٥، حاشية سنن أبى داؤد ٢/٥٤٤)

وقال الشامي: والثالث أن الرقية ليست بقربة محضة فجاز أخذ الأجرة عليها. (رسائل ابن عابدين، ثاقب بك ڈپو ديوبند ١/١٥٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴/ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۵۰۲/۳۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۳/۴ھ

درس کو منقطع کر کے تعویذ لکھ کر اجرت لینا

سوال [۱۰۴۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اوقات درس وتدریس میں بحالت درس، درس سے منقطع ہوکر تعویذات کے کام کو انجام دینا اور پھر اس پر اجرت لینا اور منھ مانگے روپے لینا اور جواز کی شکل کی کتنی مقدار ہے، جواز، عدم جواز کو قرآن وحدیث کی روشنی میں اطمینان بخش جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: امجد علی بارہ بنکی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تعویذ کی مناسب اجرت لینے کی گنجائش ہے، لیکن مدرس کے لیے مناسب نہیں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳/۴۰۳)

اور تنخواہ دار مدرس کے لیے بوقت درس، درس کو منقطع کر کے اجرت پر تعویذ لکھنا ہرگز جائز نہیں اور اوقات درس کے تعویذات کی اجرت مدرسہ کو دیدینا لازم ہوگا، یا ان اوقات کی تنخواہ کٹوا دینی چاہئے، البتہ اوقات درس سے خارجی اوقات کی بات اس سے مستثنیٰ ہے، حدیث میں آیا ہے:

عن ابن عباس – رضي الله عنه – قال: قال رسول الله ﷺ: لا ضرر ولا

ضرار. (مسند أحمد بن حنبل ۱/۳۱۳، رقم: ۲۸٦٧، سنن ابن ماجه، باب من بنى فى حقه ما يضر بجاره، النسخة الهندية ۲/۱٦۹، دار السلام رقم: ۲۳٤۱، مؤطا إمام مالك، باب القضاء فى المرفق ص: ۳۱۱، المعجم الكبير للطبرانى، دار إحياء التراث العربى ۲/۸٦، رقم: ۱۳۸۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶؍ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/ ۳۳۴۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۳/۶ھ

قرآنی آیاتِ شفا ونقوش لکھ کر مریض کو پلانا اور اس کی اجرت لینا

سوال [۱۰۴۸۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: عامل کے لیے تعویذ دیکر روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور قرآنی آیات شفاء اور نقوش لکھ کر مریض کو گھول کر پلا سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد ادریس ایم پی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو شخص تعویذ کا عمل جانتا ہے اور اس میں کوئی غلط چیز کا استعمال نہیں کرتا، اور غلط کاموں کے لیے تعویذ نہیں دیتا ہے اس کے لیے روپیہ لینا جائز ہے، البتہ اس کو پیشہ بنا لینا مناسب نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ جدید ڈابھیل ۲۰/ ۸۸)

اور قرآنی آیاتِ شفاء اور نقوش کو لکھ کر مریض کو گھول کر پلانا شرعاً درست ہے۔

أن الرقية ليست بقربة محضة فجاز أخذ الأجرة عليها. (تكمله فتح الملهم، مسئلة الأجرة على تعليم القرآن والرقية، اشرفيه ٤/ ۳۳۰)

جوزوا الرقية بالأجرة ولو بالقرآن كما ذكره الطحاوى لأنها ليست عبادة محضة بل من التداوي. (شامى، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم فى عدم جواز الاستيجار زكريا ۹/ ۷۸، كراچى ٦/ ٥٧)

أخبرنا أبو عبد الرحمن السلمي فى ذكر منصور بن عمار و أنه أوتي

الحکمة وقیل: إن سبب ذٰلک أنه وجد رقعة فی الطریق مکتوبا علیها ''بسم الله الرحمن الرحیم'' فأخذها فلم یجد لها موضعا فأکلها، فأري فیما یریٰ النائم کأن قائلا یقول: قد فتح علیک باب الحکمة باحترامک لتلک الرقعة وکان بعد ذٰلک یتکلم بالحکمة. (شعب الإیمان للبیهقی، باب فی تعظیم القرآن، فصل فی تعظیم المصحف، دار الکتب العلمیة بیروت ۲/۵۴۵، رقم: ۲۶۶۲) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍محرم الحرام ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۸۵۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/۱/۱۴۳۱ھ

تعویذات کے ذریعہ علاج اور اس کی اجرت کا حکم

سوال [۱۰۴۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: تعویذات سے علاج کرنا کیسا ہے؟ اگر جائز ہے تو کس طریقے سے جائز ہے؟ اور اس کام پر روپئے پیسے کتنے لیے جاسکتے ہیں؟ قرآن وحدیث سے جواب دیں۔

المستفتی: حکیم فرہاد الٰہی بلندشہر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن پاک، اللہ کے اسماء وصفات، ادعیۂ ماثورہ وغیرہ کے ذریعہ علاج کرنا یا غیر عربی زبان میں تعویذ کرنا بشرطیکہ اس کے معنی خلاف شرع نہ ہوں، اور نہ اس میں جادوٹونے کی کوئی بات ہو، نیز اس کو مؤثر بالذات نہ سمجھے تو ایسے تعویذات کے ذریعہ علاج کرنا جائز اور درست ہے، جبکہ وہ اچھی طرح علاج کرنا جانتا بھی ہو اور تعویذ کرنے پر اجرت لینا جائز ہے، پیسوں کی مقدار متعین نہیں ہے، جس طرح ڈاکٹروں کی دوائی کی کوئی ایک مقدار متعین نہیں رہتی ہے، ہاں البتہ دھوکہ نہ دیوے، اور غریبوں کا خیال رکھنا اور خیر خواہی کا معاملہ کرنا اصل دینداری ہے۔

ولابأس بالمعاذات إذا کتب فیها القرآن أو أسماء الله تعالیٰ ...... قالوا:

إنما تكره العوذة إذا كانت لغير لسان العرب ولا يدرى ما هو ولعله يدخله سحر أو كفر وغير ذٰلك و أما ما كان من القرآن أو شيئ من الدعوات فلا بأس به.
(شامی، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل في النظر والمس زكريا ۹/ ۵۲۳، كراچی ۶/ ۳۶۳)

عن عوف بن مالك الأشجعي قال: كنا نرقي في الجاهلية فقلنا: يا رسول الله! كيف ترىٰ في ذٰلك؟ فقال: اعرضوا علي رقاكم، لابأس بالرقى مالم يكن فيه شرك. (صحيح مسلم، باب جواز أخذ الأجرة على الرقية، النسخة الهندية ۲/ ۲۲۴، بيت الأفكار رقم: ۲۲۰۰، مشكاة المصابيح، كتاب الطب والرقى قديم ص:۳۸۸)

أجمع العلماء على جواز الرقي عند اجتماع ثلاثة شروط: أن يكون بكلام الله تعالىٰ أو بأسمائه و صفاته وباللسان العربي أو بما يعرف معناه من غيره و أن يعتقد أن الرقية لاتؤثر بذاتها بل بذات الله تعالىٰ. (فتح البارى، كتاب الطب، باب الرقى بالقرآن والمعوذات اشرفيه ۱۰/ ۲۴۰، دار الفكر ۱۰/ ۱۹۵، تحت رقم الحديث: ۵۷۳۵)

استأجره ليكتب له تعويذا لأجل السحر جاز أن بين قدرا لكاغذ و الخط.
(الدر المختار، مطلب: في أجرة صك القاضي والمفتي زكريا ۹/ ۱۲۷، كراچی ۶/ ۹۳)

استأجره ليكتب له تعويذ السحر يصح الخ. (عالمگيری، الباب السادس عشر في مسائل الشيوع زكريا قديم ۴/ ۴۵۰، جديد ۴/ ۴۸۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم صفر المظفر ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۰۹۵۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۲/۱ھ

مؤکل کے ذریعہ علاج اوراس کی اجرت کا شرعی حکم

سوال [۱۰۴۸۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید ایک صحیح العقیدہ اورامور دینیہ کا پابند شخص ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے علوم روحانی اورمؤثر معالجہ روحانی کی صفات عطا کیں، وہ اپنے علاج میں کوئی غیر شرعی استعانت بغیر اللہ

کا طریقہ اختیار نہیں کرتا، اور اپنے ان مشاغل کی وجہ سے تجارت وزراعت اور ملازمت سے قاصر ہے، لہٰذا اگر وہ کسی آسیب زدہ یا سحر زدہ مریض کا علاج اپنے مؤکلین کے ذریعہ اپنی رہائش گاہ پر کرنے کے بعد اس کی معین یا غیر معین اجرت لے کر اپنے یا اپنے عیال کی معاشی ضروریات پر صرف کرے یا اس کو ذریعہ معاش بنالے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زید معالجہ روحانی کے لیے اگر حالات کے متقاضی ہونے پر اسفار کرتا ہے، جس کی وجہ سے اس کو وقت اور زحمت سفر اور مصارف سفر کا متحمل ہونا پڑتا ہے تو کیا وہ اس کی اجرت لے کر اپنے مصارف میں استعمال کرسکتا ہے؟

(۳) زید اپنے معالجہ روحانی کا کوئی متعینہ مال وزر طلب نہیں کرتا لیکن مریض ازخود اسے تحائف یا نقد رقم دیتا ہے تو کیا وہ اسے قبول کر کے ذاتی مصارف میں لاسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر زید صحیح العقیدہ اور امور دینیہ کا پابند ہے اور علاج میں کوئی ناجائز چیز یا شرکیہ کلمات وغیرہ استعمال نہیں کرتا ہے اور واقعتاً علاج جانتا ہے، دھوکہ دہی کا معاملہ نہیں کرتا ہے تو ایسی صورت میں مناسب معاوضہ لینے کی گنجائش ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۵/ ۱۷۱، جدید ڈابھیل ۱۷/ ۱۰۳)

ولا بأس بالمعاذات إذا كتب فيها القرآن أو أسماء الله تعالىٰ ...... قالوا: إنما تكره العوذة إذا كانت لغير لسان العرب ولا يدري ما هو ولعله يدخله سحر أو كفر وغير ذٰلک وأما ما كان من القرآن أو شيئ من الدعوات فلا بأس به.
(شامی، کتاب الحظر والإباحة، قبیل فصل فی النظر والمس زکریا ۹/ ۵۲۳، کراچی ٦/ ٣٦٣)

عن عوف بن مالک الأشجعي قال: كنا نرقي في الجاهلية فقلنا: يا رسول الله! كيف ترىٰ في ذٰلک؟ فقال: اعرضوا علي رقاكم، لابأس بالرقى مالم يكن فيه شرک. (صحيح مسلم، باب جواز أخذ الأجرة على الرقية، النسخة الهندية ٢/ ٢٢٤، بيت الأفكار رقم: ٢٢٠٠، مشكاة المصابيح، كتاب الطب والرقى ص: ٣٨٨)

أجمع العلماء على جواز الرقي عند اجتماع ثلاثة شروط: أن يكون بكلام

الـلـه تـعالیٰ أو بأسمائه و صفاته وباللسان العربي أو بما يعرف معناه من غيره و أن يعتقد أن الرقية لاتؤ ثر بذاتها بل بذات الله تعالیٰ. (فتح الباری، کتاب الطب، باب الرقی بالقرآن والمعوذات اشرفیه ۱۰/ ۴۲۰، دار الفکر ۱۰/ ۱۹۵، تحت رقم الحدیث: ۵۷۳۵)

استأجره ليكتب له تعويذا لأجل السحر جاز أن بين قدر الكاغذ و الخط. (الدر المختار، مطلب: فی أجرة صك القاضی والمفتی زکریا ۹/ ۱۲۷، کراچی ۶/ ۹۳)

استأجره ليكتب له تعويذ السحر يصح. (عالمگیری، الباب السادس عشر فی مسائل الشیوع زکریا قدیم ۴/ ۴۵۰، جدید ۴/ ۴۸۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۲۳۹)

تعویذ پر اجرت لینے والے امام کے پیچھے نماز کا حکم

سوال [۱۰۴۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک آدمی عالم باشرع امامت کرتا ہے اور تعویذات بھی، اب اگر یہ صاحب تعویذات کی اجرت مریض سے لیں تو کیا ان کے پیچھے نماز درست ہے، مثلاً کسی مریض کو تعویذ بنا کر دیا، اس شخص نے معلوم کیا حضرت کتنے پیسے دیدوں، اب حضرت نے کہا زیادہ نہیں بس پچاس روپیہ دیدو، شریعت کی روسے اس عالم باشرع کے لیے کیا حکم ہے؟

المستفتی: سراج الحق سرجن نگر مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اگر حدود شرع کا لحاظ رکھتے ہوئے تعویذ، گنڈے دیتے ہیں اور اس پر اجرت لیتے ہیں، اس کی گنجائش ہے، لیکن اس کو ذریعہ معاش اور پیشہ بنالینا اس دور میں خلاف احتیاط ہے، مگر مذکورہ عالم کی امامت ہر صورت میں بلا کراہت جائز اور درست ہے۔

(مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۳/ ۲۰۸، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۲/ ۲۲۹، جدید ڈابھیل ۱۷/ ۱۰۳، فتاویٰ احیاء العلوم ۱/ ۲۰۵)

لأن الـمتـقـدميـن المانعين الاستئجار مطلقا جوزوا الرقية بالأجرة ولو بالقرآن. (شامی، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم فی عدم جواز الاستجار زكريا ۷۸/۹، كراچی ٦/٥٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱۲۴/۲۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۴/۵ھ

٤١ كتاب الحظر والإباحة

١ باب السلام، والمصافحة والمعانقة

فردواحد کو السلام علیکم کہنے کا حکم

سوال [۱۰۴۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: فقط ایک فرد کو ابتداء سلام کرتے ہوئے السلام علیکم یا جواباً وعلیکم السلام کہنے کی کیا اصل ہے، کیا ایک شخص کو علیک کے بجائے علیکم کہنا بطور جمع لسان نبوت یا تعامل صحابہ سے ثابت ہے، اگر ثابت ہے تو گذارش ہے کہ حوالہ کے ساتھ ضرور درج فرمائیں، اور احقر کی پریشانی دور فرمائیں، اور اگر ثابت نہیں ہے تو بتائیں کہ ایسی صورت میں مخالفت سنت کے جرم کا ارتکاب ہوا یا نہیں؟

المستفتی: محمد اشتیاق قاسمی بھاگلپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حدیث میں السلام علیکم جمع کے خطاب کے ساتھ بھی الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

عن عمران بن حصين رضي الله عنه قال: جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: السلام عليكم. (سنن أبي داؤد، باب كيف السلام، النسخة الهندية ٢/٧٠٦، دار السلام رقم: ٥١٩٥، سنن الدارمي دار المغني ٣/٧٢٦، رقم: ٢٦٨٢ المعجم الكبير للطبراني، دار إحياء التراث العربي ٦/٢٤٦ رقم: ٦١١٤)

أخبرني عمرو بن أبي سفيان –إلى– فقال النبي صلى الله عليه وسلم: ارجع، فقل: السلام عليكم أأدخل. (سنن الترمذي، باب ماجاء في التسليم قبل الاستئذان، النسخة

الهندية ۲/ ۱۰۰، دار السلام رقم: ۲۷۱۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹ر شعبان المعظم ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۱۵۲)

سلام میں مغفرتہ کے اضافہ کا حکم

سوال [۱۰۴۸۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: سلام میں ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' پر ومغفرتہ کا اضافہ کرنا کیسا ہے؟ بعض کتب فقہ میں مکروہ لکھا ہے، حالانکہ مشکوٰۃ شریف میں زیادہ کرنے کی حدیث پڑھی ہے، اس مسئلہ میں بہت خلجان ہورہا ہے، لہٰذا اس بارے میں حضرت اپنی تحقیق مع حوالہ کتب تحریر فرما کر ممنون ہوں، چونکہ حدیث کا طالب علم ہوں اور اپنے گاؤں کا دینی رہنما بھی، اس لیے برائے کرم جواب بالتفصیل لکھ کر احسان کریں۔

المستفتی: محمد مشتاق احمد نور پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سلام میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد ومغفرتہ کے اضافہ سے متعلق احادیث شریفہ میں کیا حکم وارد ہوا ہے تو اس سلسلے میں روایات کا جائزہ لے کر دیکھا گیا ہے کہ صحیح سند کی روایات میں صرف وبرکاتہ تک ہے، اور صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کی روایات سے لفظ ''وبرکاتہ پر اضافہ کو نا پسند کرنے کی بات سمجھ میں آتی ہے جیسا کہ درج ذیل روایات سے بھی یہی واضح ہوتا ہے۔

عن عائشة رضی الله عنها أن رسول الله ﷺ قال لها: يا عائشة! هذا جبرئيل يقرأ عليک السلام، فقلت: و عليه السلام ورحمة الله وبركاته فذهبت تزيد فقال النبي ﷺ: إلى هذا انتهى السلام، فقال: رحمة الله وبركاته عليكم أهل البيت . (المعجم الأوسط للطبراني، دار الفكر ۱/ ۲۲۹، رقم:

۷۸۲، مجمع الزوائد، دار الکتب العلمیة بیروت ۸/۳٤، صحیح البخاری، باب ذکر الملائکة، النسخة الهندیة ۱/٤٥۷، رقم: ۳۱۱۳، ف: ۳۲۱۷، صحیح مسلم، باب فضل عائشة رضی الله تعالیٰ عنها، النسخة الهندیة ۲/۲۷۸، بیت الأفکار رقم: ۲٤٤۷)

اور بعض روایات کمزور سند کے ساتھ مروی ہیں جن میں ومغفرتہ کا اضافہ ہے، جیسا کہ حسب ذیل روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔

عن سهل بن معاذ بن أنس عن أبيه عن النبی ﷺ بمعناه، زاد: ثم أتی آخر، فقال: السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته و مغفرته، فقال: أربعون، قال هٰکذا تکون الفضائل. (سنن أبی داؤد، باب کیفیة السلام، النسخة الهندیة ۲/۷۰٦، دار السلام رقم: ٥۱۹٦)

عن زید بن أرقم قال: کان النبی ﷺ إذا سلم علینا فرددنا علیه السلام قلنا وعلیک ورحمة الله وبرکاته و مغفرته ...... إن فی إسناده إلی شعبة من لا یحتج به. (شعب الإیمان للبیهقی، فصل فی کیفیة السلام و کیفیة الرد، دار الکتب العلمیة بیروت ٦/٤٥٦، رقم: ۸۸۸۱)

عن أنس -رضی الله عنه- قال: کان رجل یمر والنبی ﷺ یرعی دواب أصحابه، فیقول: السلام علیک یا رسول الله! فیقول النبی ﷺ: وعلیک السلام ورحمةا لله وبرکاته و مغفرته ورضوانه، فقیل: یا رسول الله! ترد علی هذا سلاما ما تسلمه علی أحد من أصحابک؟ فقال: و ما یمنعنی من ذٰلک و هو ینصرف بأجر بضعة عشر رجلا. (عمل الیوم واللیلة لابن السنی، باب منتهی رد السلام، مؤسسة علوم القرآن ۱/۱۹۷، رقم: ۲۳٥)

اب دونوں طرح کی روایت کو سامنے رکھنے کے بعد یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ سلام میں وبرکاتہ تک کے الفاظ کا استعمال کرنا مسنون ہے، اور اس پر ومغفرتہ کے اضافہ کو مسنون نہیں کہا جا سکتا ہے، اس لیے کہ صحیح سند سے ثابت نہیں ہے، لیکن اس کو مکروہ بھی نہیں کہا جا سکتا، بلکہ کسی درجہ میں جواز کے دائرہ میں شامل ہے، اس لیے اگر کوئی ومغفرتہ کا اضافہ کرتا

ہے تو اس پر نکیر کی ضرورت نہیں، ہاں البتہ مسنون سمجھنے پر نکیر کی جاسکتی ہے۔

فقال ابن عباس، أن السلام انتهى إلى البركة. (مؤطا امام مالك ١/٣٧٩، اعظمی رقم: ٣٥٢٥)

عن عبد الله بن بأبيه أنه كان مع عبد الله بن عمر فسلم عليه رجل فقال سلام عليك ورحمة الله وبركاته و مغفرته فانتهره ابن عمر وقال: حسبك إذا انتهيت إلى و بركاته. (شعب الإيمان، فصل فى كيفية السلام و كيفية الرد، دار الكتب العلمية بيروت ٦/٤٥٦، رقم: ٨٨٨٠)

عن عطاء فى قول الله عز وجل "رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ قال: كنت عند عبد الله بن عباس إذ جاءه رجل فسلم عليه، فقلت وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته ومغفرته، فقال ابن عباس: انته إلى ما انتهت إليه الملائكة. (المستدرك للحاكم، كتاب التفسير، تفسير سورة هود، قديم ٢/٣٤٤، مكتبه نزار مصطفىٰ الباز، جديد ٤/١٢٤٥، رقم: ٣٣١٦)

وبهذا نأخذ إذا قال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته فليكفف فإن اتباع السنة أفضل، قال المحشى: وظاهره أن الزيادة على و بركاته خلاف السنة. (مؤطا امام محمد، باب رد السلام ١/٣٨٥، رقم: ٩١٤)

والأفضل للمسلم أن يقول: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته والمجيب كذلك يرد ...... ولاينبغي أن يزاد على البركات شيئ. (شامی، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره زكريا ٩/٥٩٣، كراچى ٦/٤١٤، المحيط البرهانى، المجلس العلمى ٨/١٧ رقم: ٩٤٩٢، الفتاوىٰ التاتارخانية ١٨/٧٧، رقم: ٢٨٠٨٦، هنديه زكريا قديم ٥/٣٢٥، جديد ٥/٣٧٦)

عن يحى بن سعيد أن رجلا سلم على عبد الله بن عمر رضى الله عنهما فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، والغاديات والرائحات، فقال له عبد الله بن عمر وعليك ألفا ثم كأنه كره ذلك. (جامع السلام ١/٣٨٠، رقم اعظمى: ٣٥٣٤، شرح السنة للبغوى، دار الكتب العلمية بيروت ١٢/٢٥٧،

رقم: ۳۲۹۹، أحسن الفتاویٰ ۸/ ۱۳۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۸۳۲/۳۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۰/۱۲/۱ھ

محفل میں آکر سلام علیکم کہنا

سوال [۱۰۴۸۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص نے محفل میں آکر کہا ''سلام علیکم' ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ سلام علیکم کہنا غلط ہے، السلام علیکم کہنا چاہیے، تیسرے نے کہا، دونوں طرح سے صحیح ہے، جبکہ سام علیکم واقعی غلط اور لائق تعزیر ہے، شرع کی روشنی میں تحریر فرمائیں کہ آیا سلام علیکم غلط ہے یا صحیح ہے؟

المستفتی: مصطفیٰ احمد کسرول مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سلام کا مسنون طریقہ یہی ہے کہ السلام علیکم الف لام کے ساتھ یا سلام علیکم میم کی تنوین کے ساتھ سلام کیا جائے یہی الفاظ صحیح اور درست ہیں، ہاں البتہ علیکم کے بجائے علیک کہنا بھی درست ہے، اور سلام علیکم، السلام پر الف لام بھی نہ ہو اور میم پر تنوین بھی نہ ہو درست نہیں ہے، اور عربی زبان کے اعتبار سے یہ عبارت بھی غلط سمجھی جاتی ہے۔

ولفظ السلام فی المواضع کلها ''السلام علیکم أو سلامٌ علیکم" بالتنوین و بدون هذین کما یقول الجهال لایکون سلاما. (شامی، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغیره، کراچی ۶/ ٤١٦، زکریا ۹/ ٥٩٦، مطلب: المواضع التی لا یجب فیها رد السلام، زکریا ۲/ ۳۷٦، کراچی ۱/ ٦١٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۳۳۴/۳۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۶/۱۰ھ

غیر محرم مرد وعورت کو سلام کرنا

سوال [١٠٤٨٨]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: غیر محرم عورت مرد کو سلام کرسکتی ہے یا نہیں؟ اسی طرح مرد غیر محرم عورت کو سلام کرسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جوان عورت جوان مرد کو اور جوان مرد جوان عورت کو سلام نہ کریں اس میں خوف فتنہ ہے، البتہ عورت بوڑھے مرد کو اور مرد بوڑھی عورت کو سلام کرسکتے ہیں، اور جواب بھی دے سکتے ہیں۔

عن يحی بن أبی كثير قال: بلغنی أنه يكره أن يسلم الرجل على النساء، والنساء على الرجل. (شعب الإيمان فصل فی السلام على النساء، دار الكتب العلمية بيروت ٦/ ٤٦٠، رقم: ٨٨٩٦)

قال: و أخبرنا معمر، قال: كان قتادة يقول: أما امرأة من القواعد فلا بأس أن يسلم عليها وأما الثانية فلا. (شعب الإيمان، فصل فی السلام على النساء، دار الكتب العلمية بيروت ٦/ ٤٦٠، رقم: ٨٨٩٧)

إذا سلمت المرأة الأجنبية على رجل إن كانت عجوزا رد الرجل عليها السلام بلسانه بصوت تسمع وإن كانت شابة رد عليها فی نفسه و كذا الرجل إذا سلم على امرأة أجنبية فالجواب فيه على العكس. (شامی، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس، زكريا ٩/ ٥٣٠، كراچی ٦/ ٣٦٩، هنديه زكريا قديم ٥/ ٣٢٦، جديد ٥/ ٣٧٨، قاضيخان زكريا جديد ٣/ ٣٠٧، وعلى هامش الهندية ٣/ ٤٢٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٨ ربیع الثانی ١٤١٥ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣١/ ٣٩٨٦)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
٢٨/ ٤/ ١٤١٥ھ

اجنبی کے گھر میں دخول کے لیے سلام اور اجازت دونوں ضروری

سوال [۱۰۴۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کسی شخص نے کسی اجنبی آدمی کے گھر میں جا کر صرف باہر سے السلام علیکم کہا، اندر سے جواب آیا، وعلیکم السلام، تو کیا اس کے بعد وہ اندر داخل ہوسکتا ہے؟ یا پھر الگ سے اجازت طلب کرنا پڑے گی داخل ہونے کے لیے یا وہی سلام کافی ہے داخل ہونے کے لیے؟

المستفتی: منیرالدین بانکوڑی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جی ہاں! السلام علیکم اور الگ سے اجازت دونوں ضروری ہیں، اس کے بعد داخل ہوسکتا ہے۔

﴿ **يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰى أَهْلِهَا.** [النور: ۲۷] ﴾

وفی تفسیر الخازن: لا یدخل بیت الغیر إلا بعد الاستئذان والسلام (وقوله) وقال الأکثرون: یقدم السلام فیقول: سلام علیکم أأدخل ...... (وقوله) تستأنسوا أی تستأذنوا. (خازن سوره نور ۳/۳۲٤)

عن عمرو بن عبد الله بن صفوان، أخبره أن کلدة بن حنبل: أخبره أن صفوان بن أمیة بعثه بلبن ولبأ و ضغابیس إلی النبی صلی الله علیه وسلم، والنبی صلی الله علیه وسلم بأعلی الوادی، قال: فدخلت علیه، ولم استاذن ولم أسلم، فقال النبی صلی الله علیه وسلم ارجع فقل: السلام علیکم أأدخل؟ وذٰلک بعد ما أسلم صفوان. (سنن الترمذی، باب ما جاء فی التسلیم قبل الاستئذان، النسخة الهندیة ۲/۱۰۰، دار السلام رقم: ۲۷۱۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵ر شعبان المعظم ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۸۴۲)

کیا مسجد میں داخل ہوتے ہی سلام کرنا مسنون ہے؟

سوال [۱۰۴۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مسجد میں داخل ہوتے ہی سلام کرنا مسنون ہے اور ہال میں داخل ہوکر جہاں نمازی سنت وغیرہ پڑھ رہے ہیں کیا سلام کرنا چاہیے؟

المستفتی: محمد یونس علی گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد میں داخل ہوتے ہوئے سلام کرنا حدیث میں نہیں آیا ہے بلکہ "**أللهم افتح لی أبواب رحمتک** اور **أعوذ بالله العظيم و بوجهه الكريم وسلطانه القديم من الشيطان الرجيم**" کہنا احادیث میں آیا ہے۔

عن أبی أسيد قال: قال رسول الله ﷺ: إذا دخل أحدكم المسجد فليقل أللهم افتح لی أبواب رحمتک. (صحيح مسلم، باب ما يقول إذا دخل المسجد، النسخة الهندية ١/٢٤٨، بيت الأفكار رقم٧١٣، سنن الدارمی، دار المغنی ٢/٨٧٦، رقم: ١٤٣٤، ٣/١٧٦١، رقم: ٢٧٣٣)

عن عبد الله بن عمرو بن العاص عن النبی ﷺ: أنه كان إذا دخل المسجد قال: أعوذ بالله العظيم، وبوجهه الكريم وسلطانه القديم من الشيطان الرجيم. (سنن أبی داؤد، باب فيما يقوله الرجل عند دخوله المسجد، النسخة الهندية ١/٦٧، دار السلام رقم: ٤٦٦)

جہاں لوگ نماز وتلاوت وغیرہ میں مشغول ہوں وہاں پرسلام کرنا مکروہ ہے، ہاں البتہ اگر مسجد یا ہال میں لوگ نماز وذکر وتلاوت میں مشغول نہ ہوں تو ان کوسلام کرنا مشروع ہے۔

يكره السلام على العاجز عن الجواب ...... إلى ...... كالمشغول بالصلاة وقراء ة القرآن. (رد المحتار، مطلب: المواضع التی لا يجب فيها رد السلام زكريا ٢/٣٧٦، كراچی ١/٦١٧) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۲۴۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/۴/۱۴۱۸ھ

مرض الوفات میں مبتلا لوگوں کو سلام کہلوانا

سوال [۱۰۴۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مرض الموت میں گذرے ہوئے لوگوں کو سلام کہلوانا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: مولانا محمد سالم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جی ہاں یہ ثابت ہے۔

محمد بن المنکدر، قال: دخلت علی جابر بن عبد الله وهو یموت، فقلت: إقرئی رسول الله ﷺ منی السلام. (مسند أحمد بن حنبل ٤/ ٣٠١ رقم: ١١٩٧١)

أخرج البخاری فی تاریخه عن خالدة بنت عبد الله بن أنیس قالت جاء ت أم البنین بنت أبی قتادة بعد موت أبیها بنصف شهر إلی عبد الله بن أنیس وهو مریض فقالت یا عم اقرأ أبی السلام. (شرح الصدر قدیم ٥٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ رجب المرجب ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۲۴/۲۴)

سلام کون کون سے مواقع پر نہیں کرنا چاہیے؟

سوال [۱۰۴۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کن حالات میں سلام نہ کرنا چاہیے؟

المستفتی: محمد ابرار بہرائچی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسب ذیل مواقع پر سلام نہیں کرنا چاہیے:

(۱) نماز پڑھنے والے کو (۲) تلاوت کرنے والے کو (۳) ذکر کرنے والے کو

(۴) درس حدیث میں مشغول شخص کو (۵) خطبہ دینے والے کو (۶) خطبہ سننے والے کو (۷) فقہ کے تکرار کرنے والے کو (۸) قاضی کو جبکہ فیصلہ کرنے کے لیے بیٹھ جائے (۹) فقہی مباحثہ کرینے والے کو (۱۰) مؤذن کو اذان دیتے وقت (۱۱) اقامت کہنے والے کو (۱۲) درس دینے والے کو (۱۳) اجنبی جوان لڑکیوں کو (۱۴) شطرنج اور ہر لہو میں مشغول شخص کو (۱۵) بول و براز کرنے والے کو (۱۶) کھانا کھانے والے کو (۱۷) مغنّی کو (۱۸) زندیق کو۔

مذکورہ مقامات کے علاوہ شامی میں اور بھی مواقع ہیں، جہاں سلام کرنا مکروہ ہے۔

سلامک مکروہ علی من ستسمع　　ومن بعد ما أبدی یسن و یشرع
مصل و تال ذاکر و محدث　　خطیب و من یصغی إلیھم و یسمع
مکرر فقه جالس لقضائه　　ومن بحثوا فی الفقه دعھم لینفعوا
مؤذن أیضا أو مقیم مدرس　　کذا الأجنبیات الفتیات أمنع
ولعاب شطرنج و شبه بخلقھم　　ومن ھو مع أھل له یتمتع
ود ع کافرا أیضا و مکشوف عورة　　ومن ھو فی حال التغوط أشنع
ود ع آکلا إلا إذا کنت جائعا　　وتعلم منه أنه لیس یمنع

(الدر المختار، باب ما یفسد الصلاة و ما یکرہ فیھا، مطلب: المواضع التی یکرہ فیھا السلام زکریا ۲/۳۷۳-۳۷۵، کراچی ۱/۶۱۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/محرم الحرام ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۹۶۳/۳۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/۱/۱۴۲۷ھ

ذکر وتلاوت میں مشغول شخص کو سلام کرنا

سوال [۱۰۴۹۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مسجد میں کوئی ذکر میں ہے کوئی نماز میں ہے، ایسی حالت میں بعض لوگ مسجد میں

آتے اور جاتے وقت میں سلام کرتے ہیں، کیا سلام کرنا جائز ہے اور اس کے سلام کا جواب ذکر کرنے والے پر ذکر کو روک کر دینا ضروری ہے؟

(۲) کوئی شخص علاوہ مسجد کے ذکر یا تلاوت یا مطالعہ کتاب دینی میں مصروف ہے ایسے شخص کو سلام کرنا درست ہے؟ سلام کا جواب دینا اس پر ضروری ہے کہ نہیں؟

المستفتی: عبدالعزیز دوکاندار مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱-۲) ان تمام صورتوں میں سلام کرنا بالاتفاق مکروہ ہے، البتہ اس کے جواب دینے میں فقہاء کا اختلاف ہے، بعض عدم وجوب اور بعض وجوب کے قائل ہیں، لیکن زیادہ پسندیدہ یہی ہے کہ ذکر و تلاوت اور مطالعہ سے رک کر جواب دیدیا کریں۔

إذا سلم رجل على القارئ لاينبغي له أن يسلم على القارئ كي لا يشغله ذٰلک عن القراءة فإن سلم عليه، قال بعضهم: لا يجب رد السلام على القارئ، وقال بعضهم يجب وهو اختيار الفقيه أبي الليث وإن سلم فى حال التلاوة، فالمختار أنه يجب الرد. (قاضيخان، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى التسبيح والتسليم، زكريا جديد ٣/٣٠٦، وعلى هامش الهندية ٣/٤٣٢)

وإن سلم فى حال التلاوة فالمختار أنه يجب الرد. (بزازيه، كتاب الكراهة، نوع فى السلام زكريا جديد ٣/٢٠٠، وعلى هامش الهندية ٦/٣٥٥)

إن سلم فى حالة التلاوة المختار أنه يجب الرد ...... وهو اختيار الصدر الشهيد، وهكذا اختيار الفقيه أبي الليث رحمه الله تعالىٰ. (هنديه، الباب السابع فى السلام و تشميت العاطش زكريا قديم ٥/٣٢٥، جديد ٥/٣٧٧، المحيط البرهاني، المجلس العلمى ٨/٢٠، رقم: ٩٥٠٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ر محرم الحرام ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۷۶۲)

جنبی، وضوکرنے والے کوسلام

سوال [۱۰۴۹۴]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: جنبی کوسلام کرنا یا جنبی کا دوسرے کوسلام کرنا درست ہے یانہیں؟ اسی طرح وضوکرنے والوں کوسلام کرنایاوضوکنندہ کا دوسروں کوسلام کرنا درست ہے یانہیں؟

المستفتی: محمد یامین بیگوسرائے بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جنبی کوسلام کرنااور جنبی کاسلام کرنے والے کوجواب دینا، اسی طرح جنبی کادوسرے کوسلام کرنا، دونوں جائز ہیں، صرف تلاوت قرآن جنبی کے لیےنا جائز ہے۔

ورخصوا للجنب والحائض فی التسبیح والتهلیل. (ترمذی مع عرف الشذی ۱/۳۵)

اورسلام بھی دعا ہی ہے، نیز اگر وضوکرنے والا دعا نہ پڑھ رہا ہوتو سلام کرنا درست ہے ورنہ مکروہ ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۵/۲۳۰، جدید ڈابھیل ۱۹/ ۷۶)

فیکره السلام علی مشتغل بذکر الله تعالیٰ بأی وجه کان. (شامی، مطلب: المواضع التي يكره فيها السلام زكريا ۲/۳۷۳، كراچی ۱/٦١٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ رمحرم الحرام ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۴۸۱)

کھانے کے دوران سلام کرنا

سوال [۱۰۴۹۵]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص کی ملاقات ایک آدمی سے ایسے وقت میں ہورہی ہے کہ وہ کھانا کھارہا ہے تو کیا ایسی صورت میں آنے والا کھانے والے کوسلام کرسکتا ہے اور وہ جواب بھی دے سکتا ہے؟

المستفتی: کمال احمد منڈی چوک مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مذکورہ میں آنے والے شخص کے لیے کھانے والے کوسلام کرنا مکروہ ہے، ایسی حالت میں سلام نہیں کرنا چاہیے، اور کھانا کھانے والے کوسلام کا جواب دینے میں اختیار ہے، اگر چاہے تو سلام کا جواب دیدے، اس پر سلام کا جواب دیناواجب نہیں ہے۔

یکره السلام علی العاجز عن الجواب حقیقة کالمشغول بالأکل أو الاستفراغ . (شامی، مطلب: المواضع التی یکره فیها السلام زکریا ۲/۳۷۵، کراچی ۱/۶۱۷)

مر علی قوم یأکلون إن محتاجا و عرف أنهم یدعوه إلیه سلم و إلا لا. (بزازیه، کتاب الکراهیة، نوع فی السلام جدید ۳/ ۲۰۰، وعلی هامش الهندیة ۶/ ۳۵۵)

وقال الرافعی: ویردون فی الباقی أی علی سبیل التخییر لا الوجوب. (تقریرات رافعی زکریا ۲/ ۸۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۲۷؍صفر المظفر ۱۴۱۸ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۱۹۵)	۱۴۱۸/۲/۲۷ھ

غیر مسلم کو نمستے اور نمشکار کہنا

سوال [۱۰۴۹۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اگر کوئی مسلم کسی غیر مسلم کو رام رام صاحب، سلامت، بندگی، نمستے یا نمشکار کرے تو کیسا ہے؟ یہ جائز ہے یا نا جائز یا مکروہ یا حرام؟ اور اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کوسلام کرے تو اس کا کیا طریقہ ہے؟

المستفتی: ظریف احمد میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسلمان کے لیے غیر مسلم کو مذکورہ الفاظ سے

سلام کرنا جائز نہیں ہے، نیز ان کو ابتدا بالسلام کرنا بھی ممنوع ہے، بلکہ وہ سلام کرے تو مسلمان صرف وعلیک کہہ دے۔

عن أبی هریرةؓ أن رسول الله ﷺ قال: لا تبدأوا الیهود والنصاریٰ بالسلام، فإذا لقیتم أحدهم فی طریق فاضطروه إلی أضیقه. (سنن الترمذی، باب ما جاء فی التسلیم علی أهل الذمة، النسخة الهندیة ۲/۹۹، دار السلام رقم: ۲۷۰۰، مسند أحمد بن حنبل ۲/۲٦٦ رقم: ۷٦۰٦، مسند البزار مکتبه العلوم والحکم ۲۲/۱٦، رقم: ۹۰۵۲، سنن أبي داؤد، النسخة الهندیة ۲/۷۰۷، دار السلام رقم: ۵۲۰۵)

عن عائشةؓ قالت: إن رهطا من الیهود دخلوا علی النبی ﷺ فقالوا: السام علیک، فقال النبی ﷺ: علیکم. (سنن الترمذی، باب ما جاء فی التسلیم علی أهل الذمة، النسخة الهندیة ۲/۹۹، دار السلام رقم: ۲۷۰۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۹۰۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۳/۱۱ھ

غیر مسلموں کے سوال کا جواب کس طرح دیا جائے؟

سوال [۱۰۴۹۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اگر غیر مسلم ہمیں آکر اپنے مذہب کے مطابق سلام عرض کرے جیسے (نمشکار، جے رام جی کی) تو اس وقت ہمیں کیا جواب دینا ہوگا؟

المستفتی: منہاج الدین صدیقی دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسلمان ان کے سلام کے جواب میں صرف وعلیک کہے، اس سے زیادہ اور کچھ نہ کہے۔

عن أنس أن أصحاب النبی ﷺ قالوا للنبی ﷺ: إن أهل الکتاب

يسلمون علينا، فكيف نرد عليهم؟ قال قولوا: وعليكم. (صحيح مسلم، باب النهى عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام و كيف يرد عليهم، النسخة الهندية ٢/ ٢١٣، بيت الأفكار رقم: ٢١٦٣، سنن أبى داؤد، باب فى السلام على أهل الذمة، النسخة الهندية ٢/ ٧٠٧، دار السلام رقم: ٥٢٠٧، مسند البزار، مكتبه العلوم و الحكم ١٣/ ٤١٠، رقم: ٧١٢٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۳۶۱ ۲۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/ ۴/ ۱۴۱۴ھ

غیر مسلم سے سلام ومصافحہ کا حکم

سوال [۱۰۴۹۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غیر مسلم سے سلام ومصافحہ کرنا کیسا ہے؟ جبکہ وہ مسلمان کا پڑوسی ہو یا کاروباری تعلق ہو؟

المستفتی: عبید اللہ بھاگلپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر مسلم کو ابتدا بالسلام کرنا اسی طرح ابتدا بالمصافحہ کرنا ممنوع ہے، بلکہ بعض فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، اور یہ کراہت کراہت تنزیہی ہوگی، لیکن اگر کوئی مصلحت پیش نظر ہے تو ابتدا بالسلام اور ابتدا بالمصافحہ میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے، مثلاً غیر مسلم پڑوسی کہیں سفر سے آیا ہوا ہے یا کسی تقریب میں شامل ہوا ہے یا دنیوی مصلحت کے پیش نظر دوستانہ اور کاروباری تعلق ہے، تو ایسی صورت میں ابتدا بالسلام اور ابتدا بالمصافحہ میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے، کیونکہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دعا، سلام نہ ہونے کی وجہ سے غیر مسلم کو تکلیف ہوتی ہے، جو بعد میں چل کر فتنہ کا باعث بن سکتا ہے، اس لیے سدباب کے طور پر ابتدا بالسلام اور ابتدا بالمصافحہ میں کوئی حرج نہیں، لیکن غیر مسلم کو لفظ سلام کے ساتھ السلام علیکم نہیں کہنا چاہیے بلکہ آداب وغیرہ کے الفاظ کے ساتھ ان سے سلام ومصافحہ کرنا چاہیے۔

ولو يسلم المسلم على أهل الذمة لو له حاجة إليه وإلا كره هو

الصحيح كما كره للمسلم مصافحة الذمي، وتحته في الشامية: أي بلا حاجة لما في القنية لا بأس بمصافحة المسلم جاره النصراني إذا رجع بعد الغيبة ويتأذى يترك المصافحة. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره كراچی ٦/٤١٢، زكريا ٩/٥٩٠)

عن أبي عبد الله العسقلاني قال أخبرني من رأى ابن محيريز يصافح نصرانيا في مسجد دمشق. (مصنف ابن أبي شيبة، في مصافحة المشرك، مؤسسة علوم القرآن ١٣/١٨٦، رقم: ٢٦٢٣٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ ذیقعدہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۷۲۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۱۱/۱۸ھ

ریڈیو اور موبائل میں قرأت کرنے والے قاری کے سلام کا جواب

سوال [۱۰۴۹۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ریڈیو اور موبائل وغیرہ میں نعت اور تلاوت وغیرہ سے پہلے نعت خواں اور قاری سلام کرتے ہیں تو اس سلام کے جواب کا کیا حکم ہے؟ واجب ہے، مستحب ہے، یا کچھ نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ریڈیو اور موبائل وغیرہ میں نعت خواں اور قاری جو سلام کرتے ہیں اس کا جواب دینا نہ واجب ہے، نہ مستحب، ہاں البتہ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ پروگرام براہ راست ٹیلی کاسٹ کیا جارہا ہے تو تقاضۂ احتیاط ہے کہ سلام کا جواب دیا جائے۔ (مستفاد: محمودیہ ڈابھیل ۷/۴۷۲)

إذا سمعها من طير لا تجب هو المختار ...... و إن سمعها من الصدا لا تجب. (فتح القدير، باب سجود التلاوة دار الفكر ٢/١٦، زكريا ٢/١٦، كوئٹه ١/٤٦٨)

لاتجب إذا سمعها من طير هو المختار. (خلاصة الفتاویٰ اشرفی دیوبند ١/١٨٤)

إذا سمعها من الصداء...... لا تجب عليه السجدة. (تاتارخانية زكريا

۲/ ٤٦٢ رقم: ۳۰۰۳)

لاتجب بسماعه من الصدى (تحته فى الشامية) هو ما يجيبك مثل صوتك فى الجبال والصحارى ونحوهما كما فى الصحاح. (شامى، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة زكريا ۲/ ۵۸۳، كراچى ۲/ ۱۰۸، حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح دار الكتاب ديوبند ۱/ ٤٨٦) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ
(الف خاص فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۵۷۱)

سلام کا جواب دل دل میں دینا

سوال [۱۰۵۰۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہم نے سنا ہے کہ سلام کا جواب دینا واجب ہے، اب سوال یہ ہے کہ سلام کا جواب سلام کرنے والے کو سنانے کا شرعی حکم کیا ہے؟ اپنے بعض بزرگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ صرف ہونٹ ہلاتے ہیں، کیا سلام کا جواب دل دل میں بھی ہوسکتا ہے؟

المستفتی: محمد مشتاق نور پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سلام کا جواب دینے والے پر جواب کا سنانا واجب ہے، البتہ اگر سلام کرنے والا بہرہ ہو تو جواب دینے والے کا ہونٹ ہلا کر جواب دینا کافی ہے، دل دل میں جواب دینے سے واجب کی ادائیگی نہیں ہوگی، اور حضرت تھانویؒ کی رائے یہ ہے کہ جواب دینا واجب ہے اور جواب کا سنانا مستحب ہے۔

وجوابه أى رده فرض كفاية وإسماع رده واجب، بحيث لو لم يسمعه لا يسقط هذا الفرض عن السامع حتى قيل، لو كان المسلم أصم يجب على الراد أن يحرك شفتيه و يريه بحيث لو لم يكن أصم لسمعه.

(شامی، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغیره زکریا ۹/۵۹۳، کراچی ۶/۴۱۳، الموسوعة الفقهیة الکویتیة ۲۲/۱۷۷)

لایسقط فرض جواب السلام إلا بالإسماع کما لایجب إلا بالإسماع ولو کان المسلم أصم ینبغی أن یریه تحریک شفتیه. (هندیه، الباب السابع فی السلام و تشمیت العاطس زکریا جدید ۵/۳۷۸، قدیم ۵/۳۲۶)

قال العبد الضعیف: وقد رأیت فی بعض کتب شیخ مشائخنا الإمام محمد أشرف علی التهانویؒ: أن رد السلام واجب و إسماعه مستحب، فیه سعة لمن یشکل علیه الإسماع، ولکنی لم أجده فی کتب الفقهاء القدامی.

(تکملة فتح الملهم، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام اشرفیه ۴/۲۴۵ تحت رقم الحدیث: ۵۶۰۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍صفر المظفر ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۸۷۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۲/۲ھ

سوال بر جواب

سوال [۱۰۵۰۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اس سے قبل بھی ایک سوال سلام کا جواب سنا کر دینے سے متعلق بندہ نے کیا تھا، اس کے جواب میں حضرت والا نے شامی زکریا ۹/۵۹۳ اور ہندیہ ۵/۳۲۶ کے حوالے سے سلام کا جواب سنا کر دینا واجب لکھا ہے، جبکہ تکملہ فتح الملہم ۴/ ۲۴۵ کی عبارت جو اس جواب کے پرچے میں ہے اس سے استحباب کی صراحت ثابت ہوتی ہے۔

تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ سلام کا جواب سنا کر دینے کا شرعی حکم کیسا ہے؟ دوٹوک فیصلہ فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: محمد مشتاق احمد متعلم دار العلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سلام کا جواب دینا واجب ہے، اور راجح اور مفتی بہ قول کے مطابق قریب سے سلام کرنے والے کو سنا کر جواب دینا بھی واجب ہے، اور یہی بات زیادہ راجح ہے، حضرت تھانویؒ کی جو رائے پہلے سوال کے جواب میں پیش کی گئی تھی، وہ حضرت تھانویؒ کی اپنی رائے ہے، ممکن ہے کہ دور سے سلام کرنے والے کے جواب کے سلسلے میں ہو، اس لیے دور سے سلام کرنے والے کو جواب کی آواز سنانا لازم نہیں ہے، بلکہ جواب کے ساتھ ایسا عمل کافی ہے جس سے سلام کرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ جواب دیا ہے، مثلاً زبان سے جواب دینے کے ساتھ ساتھ ہاتھ سے اشارہ کر دیا جائے جس سے سامنے والے کو سمجھ میں آجائے کہ سلام کا جواب دیا ہے، اس لیے کہ کسی کی آواز اونچی ہوتی ہے کسی کی پست، بعض دفعہ پست آواز والے کی آواز معمولی فاصلے کے لوگوں کو سنائی نہیں دیتی۔

عن ابن عمر قال: إذا سلمت فأسمع وإذا رددت فأسمع. (کنز العمال، مکتبہ مکة المکرمة ۹/۹٤، رقم: ۲٥۷۲٥)

عن ثابت بن عبيد قال: انتهيت إلى ابن عمر وهو جالس ينتظر الصلاة، فسلمت عليه فاستيقظ فقال: أبا ثابت! قال: قلت: نعم، قال: أسلمت؟ قال: قلت: نعم، قال: إذا سلمت فأسمع وإذا ردوا عليک فليسمعوک، ثم قام فصلى، وكان محتبيا قد نام. (مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمی، باب الوضوء من النوم، المجلس العلمی ۱/۱۳۰، رقم: ٤۸٦)

وجوابه أی رده فرض كفاية وإسماع رده واجب، بحيث لو لم يسمعه لا يسقط هذا الفرض عن السامع حتى قيل، لو كان المسلم أصم يجب على الراد أن يحرک شفتيه ويريه بحيث لو لم يكن أصم لسمعه.

(شامی، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغیره زکریا ۹/۵۹۳، کراچی ٦/٤۱۳، الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۲/۱۷۷)

لايسقط فرض جواب السلام إلا بالإسماع كما لايجب إلا بالإسماع ولو كان المسلم أصم ينبغي أن يريه تحريک شفتيه. (هندیه،

الباب السابع فی السلام و تشمیت العاطس زکریا جدید ۳۷۸/۵، قدیم ۳۲۶/۵)

وینبغی للمجیب إذا رد السلام أن یسمع المسلم حتی لو لم یسمعه لایکون جوابا، ولا یخرج عن العهدة. (المحیط البرهانی، المجلس العلمی ۱۸/۸، رقم: ۹۴۹۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۹۴۸/۳۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۰/۳/۱۴۳۱ھ

بغیر واؤ کے سلام کا جواب

سوال [۱۰۵۰۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اگر کوئی شخص سلام کا جواب بغیر واؤ یعنی علیکم السلام کہے تو یہ صحیح ہے یا نہیں؟ یا بغیر واؤ کے السلام علیکم ہی کہے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: خورشید انور صاحب مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بلا واؤ کے علیک السلام یا السلام علیکم کہنے سے بھی سلام کا جواب ادا ہوجاتا ہے، البتہ واؤ کے ساتھ افضل ہے۔

والأفضل أن یاتی بالواؤ بأن یقول و علیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاته. (البحر الرائق، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع کوئٹه ۲۰۷/۸، زکریا ۳۸۰/۸)

ویأتی بواو العطف فی قوله و علیکم السلام وإن حذف واو العطف أجزأه وإن قال المبتدی سلام علیکم أو قال: السلام علیکم فللمجیب أن یقول فی الصورتین سلام علیکم وله أن یقول السلام علیکم. (فتاویٰ عالمگیری، الباب السابع فی السلام و تشمیت العاطس زکریا جدید ۳۷۶/۵، قدیم ۳۲۵/۵، الفتاویٰ التاتارخانیة زکریا ۷۷/۱۸، رقم: ۲۸۰۸۶-۲۸۰۸۷، شامی زکریا

۵۹۳/۹، کراچی ۵۱۵/۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/محرم ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/۱۶۱۴)

سلام کا جواب دینا

سوال [۱۰۵۰۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے اپنے ساتھی کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر سلام کیا، لیکن ساتھی عدم توجہی یا اور کسی وجہ سے بالکل جواب ہی نہیں دیتا ہے، اب زید کو کیا کرنا ہے؟ ایک عالم دین نے اس حالت کو دیکھتے ہوئے فوراً اس سے کہا تھا کہ جب تمہارے ساتھی نے جواب نہیں دیا تو دل دل میں تم کو ہی جواب دینا چاہیے تھا ان کی بات اگر صحیح ہو تو برائے کرم دلیل سے آگاہ کریں؟

المستفتی: علی حسن بن عبد القدوس دیوبند سہارنپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سلام کرنے والے کے جواب میں اگر سامنے والا اپنی بے توجہی اور غفلت کی وجہ سے جواب نہ دے تو اس کا گناہ اس مخاطب پر ہوگا اور سلام کرنے والا اپنی ذمہ داری سے بری الذمہ ہو جائے گا، اور اس کو سلام اور ابتدا بالسلام دونوں کا پورا پورا ثواب ملے گا، اور بعض روایت میں آیا ہے کہ جب سلام کرنے والے کو مخاطب سامنے والا جواب نہیں دیتا ہے تو سلام کرنے والے کو سلام کا جواب فرشتے دیتے ہیں اور جس نے سلام کا جواب نہیں دیا ہے اس پر لعنت کرتے ہیں۔

وروى الأعمش عن عمرو بن مرة عن عبد الله بن الحارث قال إذا سلم الرجل على القوم كان له فضل درجة فإن لم يردوا عليه ردت عليه الملائكة ولعنتهم. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، دار الكتب العلمية بيروت ۱۹۵/۵، تحت رقم الآية ۸۶ من سورة النساء، دار الكتب العلمية المصرية قاهرة ۳۰۳/۵)

عن عبد الله قال: قال رسول الله ﷺ: إن السلام إسم من أسماء الله

وضعه فی الأرض فأفشوه فیکم، فإن الرجل إذا سلم علی القوم فردوا علیه، کان له علیهم فضل درجة؛ لأنه ذکرهم، فإن لم یردوا علیه رد علیه من هو خیر منهم و أطیب. (المعجم الکبیر للطبرانی دار إحیاء التراث العربی ۱۸۲/۱۰، رقم: ۱۰۳۹۱، شعب الإیمان، باب فی مقاربة و موادة أه الدین، دار الکتب العلمیة بیروت ۴۳۲/۶، رقم: ۸۷۷۹)

عن أبی أمامة قال: قال رسول الله ﷺ: إن أولی الناس بالله تعالیٰ من بدأهم بالسلام. (سنن أبی داؤد، باب فضل من بدأ السلام، النسخة الهندیة ۷۰۶/۲، دار السلام رقم ۵۱۹۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۰۲۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۴/۱۳ھ

کیا مصافحہ سلام کا تکملہ وتتمہ ہے؟

سوال [۱۰۵۰۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بعض علماء فرماتے ہیں کہ مصافحہ سلام کا تکملہ وتتمہ ہے، اس لیے جب جب سلام کرے تو مصافحہ کے ذریعہ اس کی تکمیل کرنی چاہیے، اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ نہیں مصافحہ اور معانقہ تو سفر کی سنت ہے یا کم از کم ملاقات قدرے تاخیر سے ہو تب مصافحہ کرے، غرضیکہ ہر سلام کے کے بعد مصافحہ مسنون نہیں ہے، اس سلسلے میں مفتی بہ قول کیا ہے؟ برائے کرم واضح فرمائیں۔

المستفتی: محمد وسیم مظاہر علوم سہارنپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب دو مسلمان باہم ملاقات کریں تو بعد سلام مصافحہ کرنا مسنون ہے اور حضور ﷺ سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۵۳/۵، جدید ۱۲۴/۱۰-۱۲۵/۲، ۳۲۱، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۲/۱۱، جدید ڈابھیل ۱۱۴/۱۹، کفایت المفتی ۴۹۴/۹، جدید زکریا مطول ۲۳۴/۱۲)

لیکن یہ کہنا کہ جب جب سلام کیا جائے تو مصافحہ کے ذریعہ اس کی تکمیل کرنی چاہیے

تو احادیث کثیرہ میں جہاں سلام کی تاکید اور فضیلت بیان کی گئی ہے وہاں مصافحہ کا تذکرہ نہیں ہے اور نہ ہی مصافحہ کا تکملۂ سلام ہونا معلوم ہوتا ہے، اور خود حضور ﷺ کے عمل سے بھی ہر مرتبہ سلام پر مصافحہ کرنے کا ثبوت نہیں ملتا ہے، ہاں البتہ نو وارد شخص کے حق میں مصافحہ تکملۂ سلام ہوسکتا ہے، اور جہاں مصافحہ کو تکملۂ سلام کہا گیا ہے وہاں یہی مراد ہوگا۔

عن أبی هریرة عن النبی ﷺ إذا لقی أحدکم أخاه فلیسلم علیه فإن حالت بینهما شجرة أو جدار أو حجر ثم لقیه فلیسلم علیه أیضا. (سنن أبی داؤد، باب فی الرجل یفارق الرجل ثم یلقاه أیسلم علیه، النسخة الهندیة ۲/۷۰۷، دار السلام رقم: ۵۲۰۰)

عن أبی هریرة أن رسول الله ﷺ: قال: حق المسلم علی المسلم ست قیل: ماهن یا رسول الله ﷺ ؟ قال: إذا لقیته فسلم علیه. (مسلم شریف، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام، النسخة الهندیة ۲/۲۱۳، بیت الأفکار رقم: ۲۱۶۲)

عن أبی هریرة أن رجلا دخل المسجد ورسول الله ﷺ جالس فی ناحیة المسجد فصلی ثم جاء فسلم علیه فقال له رسول الله وعلیک السلام. (صحیح البخاری، باب من رد فقال علیك السلام، النسخة الهندیة ۲/۹۲۴، رقم: ۶۰۱۰، ف: ۶۲۵۱)

عن جابر بن سلیم قال: أتیت النبی ﷺ فقلت: علیک السلام، فقال: لا تقل: علیک السلام؛ ولکن قل: السلام علیک. (سنن الترمذی، باب ما جاء فی کراهیة أن یقول علیك السلام مبتدئا، النسخة الهندیة ۲/۱۰۱، دار السلام رقم: ۲۷۲۲)

جاء رجل إلی النبی ﷺ -إلی- فقال: السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته فرد علیه فجلس فقال ثلاثون. (سنن أبی داؤد، باب کیف السلام، النسخة الهندیة ۲/۷۰۶، دار السلام رقم: ۵۱۹۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۹۸۱/۳۲)

سلام، مصافحہ ومعانقہ کا مسنون طریقہ

سوال [۱۰۵۰۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: معانقہ کرتے وقت پہلے معانقہ کریں، پھر سلام اور مصافحہ کریں یا پہلے سلام پھر مصافحہ پھر معانقہ یا صرف معانقہ پر اکتفا بھی درست ہے، شریعت محمدی کی روشنی میں جو بہتر و افضل ہو تحریر فرمادیں۔

المستفتی: عبدالرشید سیڈھا بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ملتے وقت سلام کرے پھر مصافحہ کرے اور اگر کسی سے دیرینہ ملاقات ہو یا دور دراز کے سفر سے آئے ہوئے ہو تو معانقہ بھی مشروع ہے اور مصافحہ کے وقت میں بھی سلام کرنا مسنون ہے، اور ساتھ میں مغفرت کے دعائیہ الفاظ کہنا بھی مسنون ہے، اور معانقہ کے وقت بھی سلام کرنا مسنون ہے، لہٰذا سلام کا معانقہ یا مصافحہ کے ساتھ کوئی تقابل نہیں ہے بلکہ معیت ہے۔

عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله ﷺ: السلام قبل الكلام.

(ترمذی، باب ما جاء فی السلام قبل الكلام، النسخة الهندية ۲/۹۹، دار السلام رقم: ۲۶۹۹، مسند أبی يعلى الموصلی، دا الكتب العلمية مصريه ۲/۲۹۱، رقم: ۲۰۵۵)

عن البراء بن عازبؓ قال: قال رسول الله ﷺ: إذا التقى المسلمان فتصافحا و حمدا لله و استغفراه غفر لهما. (أبو داؤد، باب فی المصافحة، النسخة الهندية ۲/۷۰۸، دار السلام رقم: ۵۲۱۱، مسند أبی يعلى الموصلی، دار الكتب العلمية بيروت ۲/۱۴۶، رقم: ۱۶۶۹، عمل اليوم والليلة لابن السنی مؤسسة علوم القرآن ۱/۱۵۹ رقم: ۱۹۳، مسند أحمد بن حنبل ۴/۲۹۳، رقم: ۱۸۷۹۵)

عن عون بن أبی جحيفة عن أبيه قال: لما قدم جعفر من هجرة الحبشة، تلقاه النبی ﷺ فعانقه، وقبل ما بين عينيه، وقال: ما أدری بأيهما

أنا أسر بفتح خيبر، أو بقدوم جعفر. (المعجم الكبير للطبراني دار إحياء التراث العربي ۲/ ۱۰۸، رقم: ۱٤۷۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۱۰۰۱۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۴/۲ھ

مصافحہ کا صحیح طریقہ

سوال [۱۰۵۰۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مصافحہ کرنے کا صحیح طریقہ واضح فرمائیں، کیا دونوں ہاتھ سے کرنا چاہیے یا ایک ہاتھ سے نیز مصافحہ کرتے وقت ہاتھ کی ہتھیلی کہاں ہونی چاہیے؟

المستفتی: محمد یونس مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مصافحہ ایک ہاتھ سے بھی کرنا جائز ہے لیکن دونوں ہاتھوں سے کرنا زیادہ افضل اور باعث فضیلت ہے، اس لیے کہ حدیث میں ہے کہ مصافحہ کرنے سے گناہ جھڑتے ہیں تو جب دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کریں گے تو دونوں ہاتھوں سے گناہ جھڑیں گے۔

عن حذيفة رضـ قال: قال النبي صلی اللہ علیہ وسلم: إذا لقي المؤمن المؤمن فقبض أحدهما على يد صاحبه تناثرت الخطايا منهما كما تناثر أوراق الشجر. (شعب الإيمان فصل في المصافحة، والمعانقة وغيرهما، دار الكتب العلمية بيروت ٦/ ٤٧٤ رقم: ٨٩٥٣)

عن أمامة أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: إذا تصافح المسلمان لم تفرق أكفهما حتى يغفر لهما. (المعجم الكبير للطبراني، دار إحياء التراث العلمي ٨/ ٢٨٠، رقم: ٨٠٧٦، مجمع الزوائد، دار الكتب العلمية بيروت ٨/ ٣٧، رقم: ١٢٧٦٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۵۱۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۷/۲۹ھ

مصافحہ کا سنت طریقہ

سوال [۱۰۵۰۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مصافحہ دونوں ہاتھ سے کرنا سنت ہے، یا ایک ہاتھ سے بھی مصافحہ کرلیا جائے تو کافی ہے، چونکہ دونوں طرح کی روایتیں احادیث کی کتابوں میں مذکور ہیں، الأخذ بالید کی روایت:

عن ابن مسعودؓ عن النبی ﷺ قال: من تمام التحیة الأخذ بالید.

(ترمذی ۲/ ۱۰۲، انوار نبوت ۳۰۵)

دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے والی روایت حضرت امام بخاری نے باب باندھا ہے **"باب الأخذ بالیدین"** اس کے بعد یہ روایت نقل کی ہے:

عن بن مسعود یقول: علمنی النبی ﷺ التشهد و کفی بین کفیه.

(بخاری شریف ۲/ ۹۲٦)

المستفتی: مبارک حسین قاسمی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا سنت ہے، اگر کوئی ایک ہاتھ سے مصافحہ کرے تو سنت ادا نہ ہوگی، جیسا کہ سائل کی پیش کردہ حدیث بخاری میں بھی ہے کہ دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا چاہیے، اور جن بعض روایتوں سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے سے بھی سنت ادا ہوجائے گی اس کا جواب یہ ہے کہ ید بمعنی ہاتھ کے ہے یہ ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ میں نے ہاتھ سے مصافحہ ملایا تو اس سے ایک ہاتھ متعین نہیں ہوتا ہے بلکہ لفظ ید سے ایک ہاتھ بھی اور دونوں ہاتھ بھی مراد لے سکتے ہیں اور مصافحہ چونکہ دونوں ہاتھ سے مسنون ہے اس لیے جب بھی مصافحہ بولا جائے گا تو اس سے مراد دونوں ہاتھ سے مصافحہ ہوگا۔ مزید تفصیل کے لیے غیر مقلدین کے ٥٦/ اعتراضات کے جواب ص: ۴۸ تا ۵۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال: خرج علینا رسول الله ﷺ

وفی یده کتابان، فقال: أتدرون ما هذان الکتابان؟ فقلنا لا یا رسول الله! إلا أن تخبرنا، فقال للذی فی یده الیمنی: هذا کتاب من رب العالمین فیه أسماء أهل الجنة و أسماء آبائهم وقبائلهم، ثم أجمل علی آخرهم فلایزاد فیهم ولاینقص منهم أبدا، ثم قال للذی فی شماله: هذا کتاب من رب العالمین فیه أسماء أهل النار و أسماء آبائهم و قبائلهم ثم أجمل علی آخرهم فلا یزاد فیهم ولاینقص منه أبدا. (ترمذی شریف، باب ما جاء أن الله کتب کتابا لأهل الجنة و أهل النار، النسخة الهندیة ۲/۳٦، دار السلام رقم: ۲۱٤۱، المعجم الکبیر للطبرانی دار إحیاء التراث العربی ۱۳/٤۱، رقم: ۱۷، مسند أحمد بن حنبل ۲/۱٦۷، رقم: ٦۵٦۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍محرم الحرام ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۶۵۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۱/۲۰ھ

دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی حدیث

سوال [۱۰۵۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا کون سی حدیث سے ثابت ہے؟ مجھے ہر حدیث دلیل کے ساتھ چاہیے کہ کون سی حدیث، حدیث کی کس کتاب کس جلد اور کس صفحہ پر ہے؟ برائے مہربانی حسن درجہ کی حدیث نہ دیں، مجھے ساری حدیث صحیح حدیث دیں۔

المستفتی: محمد الیاس کلکتہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی روایات حدیث کی کتابوں میں متعدد موجود ہیں، چونکہ غیر مقلدین بخاری کا حوالہ مانگتے ہیں، امام بخاریؒ نے باب المصافحۃ اور باب الأخذ بالیدین کا عنوان قائم کر کے اسی کے ذیل میں دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی روایت نقل

فرمائی ہے، اسی طرح ترمذی شریف، مسند احمد بن حنبل، المعجم الکبیر للطبرانی میں صحیح حدیث شریف موجود ہے، جس میں لفظ ید دونوں ہاتھوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیے:

(ترمذی شریف، باب ما جاء أن الله كتب كتابا لأهل الجنة و أهل النار، النسخة الهندية ۲/۳۶، دار السلام رقم: ۲۱۴۱، المعجم الكبير للطبراني دار إحياء التراث العربي ۱۳/۱٤، رقم: ۱۷، مسند أحمد بن حنبل ۲/۱٦۷، رقم: ٦٥٦۳)

عن بن مسعود يقول: علمني النبي ﷺ التشهد و كفي بين كفيه.

(بخاري شريف، باب الأخذ باليدين، النسخة الهندية ۲/۹۲٦، رقم: ٦۰۲٤، ف: ٦۲٦٥)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۷۸۲)

مصافحہ کے بعد سینہ پر ہاتھ رکھنا

سوال [۱۰۵۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مصافحہ کے بعد ہاتھ کو سینے پر رکھنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مصافحہ کے بعد ہاتھوں کو سینے پر پھیرنا نہ تو احادیث سے ثابت ہے اور نہ ہی فقہاء میں سے کسی نے اس کو ذکر کیا ہے بلکہ یہ ایک رواج اور بدعت ہے، لہٰذا اس سے اجتناب لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۱۷/۲۱۷)

عن عائشة –رضي الله عنها– قال رسول الله ﷺ: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد. (بخاري شريف، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود)

إياكم و محدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة.

(مسند أحمد بن حنبل ٤/۱۲٦-۱۲۷ رقم: ۱۷۲۷٥)

عن جابر بن عبد الله قال: كان رسول الله ﷺ يقول في خطبته: -إلى- و شر الأمور محدثاتها، و كل محدثة بدعة، و كل بدعة ضلالة و كل ضلالة في النار. (صحيح ابن خزيمة، المكتب الإسلامي ٢/٨٦٥ رقم: ١٧٨٥)

البدعة ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله ﷺ من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة و استحسان و جعل دينا قويما و صراطا مستقيما. (شامی، باب الإمامة، مطلب: البدعة خمسة أقسام زكريا ٢/٢٩٩، كراچی ١/٥٦٠-٥٦١، النهر الفائق، دار الكتب العلمية بيروت ١/٢٤٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٥/ ربیع الاول ١٤٣٥ھ
(الف خاص فتویٰ نمبر: ١١٤٧٢/٤٠)

مصافحہ کر کے سینہ پر ہاتھ رکھنا

سوال [١٠٥١٠]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مصافحہ کر کے سینہ پر ہاتھ رکھنا کیسا ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں بندہ کو جواب سے سرفراز فرمائیں۔

المستفتی: محمد سرور عالم پورنوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مصافحہ بغیر رسم ورواج کے عام حالات میں مستحب ومسنون ہے لیکن ہر شخص سے جب بھی ملاقات کرے، سینہ پر ہاتھ رکھنا حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

عن عائشة -رضی الله عنها- قال رسول الله ﷺ: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد. (بخاری شريف، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود)

إياكم و محدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة.

(مسند أحمد بن حنبل ٤/١٢٦-١٢٧ رقم: ١٧٢٧٥)

عن جابر بن عبد الله قال: كان رسول الله ﷺ يقول في خطبته: -إلى- و شر الأمور محدثاتها، و كل محدثة بدعة، و كل بدعة ضلالة و كل ضلالة في النار. (صحيح ابن خزيمة، المكتب الإسلامی ۲/۸٦٥ رقم: ۱۷۸٥)

البدعة ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله ﷺ من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة و استحسان و جعل دينا قويما و صراطا مستقيما. (شامی، باب الإمامة، مطلب: البدعة خمسة أقسام زكريا ۲/۲۹۹، کراچی ۱/٥٦۰-٥٦۱، النهر الفائق، دار الكتب العلمية بيروت ۱/۲٤۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍شوال المکرّم ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۸۴۳)

رخصتی مصافحہ کا ثبوت

سوال [۱۰۵۱۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: رخصتی مصافحہ کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو باحوالہ جواب تحریر فرمائیے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: رخصتی مصافحہ مسنون اور مشروع ہے، حدیث پاک میں حضور ﷺ سے اس کا ثبوت ہے، مندرجہ ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیے:

عن ابن عمرؓ قال: كان رسول الله ﷺ إذا ودع رجلا أخذ بيده فلا يدعها حتى يكون الرجل هو يدع يد النبي ﷺ ويقول: استودع الله دينك و أمانتك و آخر عملك. (ترمذی شريف، باب ما يقول إذا ودع إنسانا، النسخة الهندية ۲/۱۸۲، دار السلام رقم: ۳٤٤۲)

عن ابن مسعود عن النبي ﷺ قال: من تمام التحية الأخذ باليد.

(ترمذی، باب ما جاء في المصافحة، النسخة الهندية ۲/۱۰۲، دار السلام رقم: ۲۷۳۰)

عن أبی أمامة قال: قال رسول الله ﷺ: تمام تحیتکم المصافحة. (مصنف ابن أبی شیبة مؤسسة علوم القرآن ۱۸۶/۱۳، رقم: ۲۶۲۳۸، سنن الترمذی، باب ماجاء فی المصافحة، النسخة الهندیة ۱۰۲/۲، دار السلام رقم: ۲۷۳۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵/ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

(الف خاص فتویٰ نمبر: ۱۱۴۷۳/۴۰)

عورت مرد کا آپس میں مصافحہ کرنا

سوال [۱۰۵۱۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مرد اور عورتیں خواہ ذی رحم محرم ہوں یا نہ ہوں، آپس میں مصافحہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اسی طرح آپس میں معانقہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز ایک چار پائی پر بیٹھ سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: محمد ریاض الدین گانوڑی بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مرد وعورت اگر ذو رحم محرم ہیں، ماں بیٹا ہے یا باپ بیٹی ہیں، دادی اور پوتا ہیں، دادا اور پوتی اور نواسی ہیں، حقیقی بھائی بہن ہیں تو ایسے ذو رحم محرم کا آپس میں مصافحہ کرنا بلا تردد جائز اور درست ہے اسی طرح فرط محبت اور دیرینہ ملاقات میں معانقہ اور پیشانی اور ماتھے پر بوسہ دینا بھی اسی طرح جائز ہے جس طرح دو مردوں کے درمیان جائز ہوتا ہے، لیکن غیر محرم مرد کا غیر محرم عورت سے مصافحہ کرنا ناجائز ہے، اور معانقہ کرنا حرام ہے، ہاں البتہ اگر ۶۵/۷۰ رسال کی بالکل بوڑھی عورت ہے تو اس سے مصافحہ کرنا اور سر پر ہاتھ پھیروانا جائز اور درست ہے، مگر معانقہ اس سے بھی جائز نہیں ہے، اسی طرح بلا ضرورت ایک چار پائی پر بیٹھنا بھی ممنوع ہے، ہاں البتہ خاص ضرورت ہے تو ایک دوسرے کی طرف توجہ کیے بغیر ایک چار پائی پر بیٹھنے کی گنجائش ہے اور ذو رحم محرم کا ایک چار پائی پر بیٹھنا بلا تردد جائز ہے۔

وما حل نظره مما مر من ذکر أو أنثی حل لمسه إذا أمن الشهوة علی

نفسه وعليها لأنه عليه السلام كان يقبل رأس فاطمة وقال عليه الصلاة والسلام من قبل رجل أمه فكأنما قبل عتبة الجنة وإن لم يأمن ذلك أو شك فلا يحل له النظر والمس إلا من أجنبية فلا يحل مس وجهها وكفها و إن أمن الشهوة لأنه أغلظ ولذا تثبت به حرمة المصاهرة وهذا فى الشابة، أما العجوز التى لا تشتهى فلا بأس بمصافحتها و مس يدها إذا أمن. (الدر المختار مع الشامی، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره كراچی ۳٦٧/٦، زكريا ٥٢٩/٩، المبسوط للسرخسی دار الكتب العلمية بيروت ١٤٩/١٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۴۸۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/ ۷/ ۱۴۲۵ھ

عیدین اور دیگر نمازوں کے بعد مصافحہ یا معانقہ

سوال [۱۰۵۱۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عید کے دن نماز وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد معانقہ کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد ہارون متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز عید یا دیگر نمازوں کے بعد مصافحہ اور معانقہ کے بارے میں غور طلب بات یہ ہے کہ روافض اور شیعوں میں یہ دستور ہے کہ نماز کے سلام پھیرتے ہی فوراً دائیں بائیں کے لوگوں سے مصافحہ کرنے لگتے ہیں اور بعض شیعہ تو اپنی جگہ سے اٹھ کر دائیں بائیں کے کئی کئی لوگوں سے مصافحہ کرتے ہیں، جیسا کہ حرمین شریفین میں آنے والے روافض سے دیکھنے والوں نے دیکھا ہوگا، حضرات فقہاء نے نمازوں کے بعد اسی مصافحہ کو روافض کا شعار اور ان کا طریقہ بتلایا ہے، اور اسی کا التزام روافض کا شعار اور طریقہ ہے، حضرات صحابہ سے اس کا ثبوت نہیں ہے، اس لیے یہ مکروہ تحریمی اور بدعت ہے، اس کا

ترک لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/ ۳۱۱، جدید ڈابھیل ۳/ ۱۴۲، فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۳/ ۷۱، جدید زکریا ۱/ ۱۲۲، فتاویٰ رشیدیہ قدیم ص: ۱۴۸، جدید زکریا ص: ۱۲۳)

وتكره المصافحة بعد أداء الصلاة ...... ولأنها من سنن الروافض ثم نقل عن ابن حجر عن الشافعية أنها بدعة مكروهة لا أصل لها في الشرع، وإنه ينبه فاعلها أولاً و يعذر ثانيا . (شامی، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره زكريا ۹/۵٤۷، كراچی ٦/۳۸۱، كوئٹه ٥/۲۷۰، الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۷/۳٦۳)

اور روافض کے اس طریقے سے ہٹ کر سلام و مصافحہ میں کوئی قباحت نہیں، مگر عید کے دن خاص طور پر معانقہ کا التزام بدعت ہے اس معانقہ کا صحابہ اور سلف سے ثبوت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ رذی الحجہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۵۳۲)

معانقہ کرنے کا سنت طریقہ

سوال [۱۰۵۱۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: معانقہ کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ معانقہ میں دائیں طرف کا سینہ ملانا چاہیے یا بائیں طرف کا؟ سنت طریقہ کیا ہے؟

المستفتی: شمیم اختر کرناٹک

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہر اچھا کام دائیں طرف سے کرنا مسنون ہے، لہٰذا معانقہ میں بھی دائیں کندھے سے دایاں کندھا ملانا چاہیے۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم: يحب التيمن ما استطاع في شأنه كله في طهوره و ترجله و تنعله. (بخاری شريف، باب التيمن في دخول المسجد

وغیره، النسخة الهندية ١/ ٦١، رقم: ٤٢٢، ف: ٤٢٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۳۲۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۶/۵ھ

معانقہ کا سنت طریقہ

سوال [۱۰۵۱۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: معانقہ کا سنت طریقہ کیا ہے؟

المستفتی: محمد عثمان سرسید نگر کرولہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: معانقہ کا طریقہ یہ ہے کہ ایک شخص اپنے ہاتھ کو دوسرے کی گردن پر رکھ کر گردن سے گردن اور سینے سے سینہ ملائے اور دوسری طرف سے بھی اسی طرح ہو۔

المعانقة مفاعلة من عانق الرجل إذا جعل يديه على عنقه وضمه إلى نفسه. (عمدة القاري، باب المعانقة وقول الرجل كيف أصبحت زكريا ١٥/ ٣٧٩، دار إحياء التراث العربي ٢٢/ ٢٥٤، إرشاد الساري، دار الفكر ٩/ ١٥٥، رقم الحديث: ٦٢٦٦)

اور معانقہ حضور ﷺ اور صحابہ کی سنت ہے، جب حضرات صحابہ آپس میں ملاقات کرتے تو ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے اور جب کسی سفر سے واپس آتے تو آنے والے اور مقامی لوگ آپس میں ایک دوسرے سے معانقہ کرتے تھے۔

وروينا عن الشعبي أنه قال: كان أصحاب محمد ﷺ إذا التقوا صافحوا فإذا قدموا من سفر عانق بعضهم بعضا. (شعب الإيمان للبيهقي، فصل في المصافحة والمعانقة وغيرهما، دار الكتب العلمية بيروت ٦/ ٤٧٥، رقم: ٨٩٥٨)

عن أنس رضي الله عنه قال: كان أصحاب النبي ﷺ إذا تلاقوا تصافحوا وإذا قدموا عن سفر تعانقوا. (المعجم الأوسط للطبراني، دار الفكر

۱/ ٤١، رقم: ۹۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ر محرم الحرام ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۶۶۴)

معانقہ کب مسنون ہے؟ اور معانقہ کا سنت طریقہ؟

سوال [۱۰۵۱۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: معانقہ کا شرعی حکم کیا ہے؟ اس سلسلے میں چند سوالات کے جوابات مطلوب ہیں، امید ہے کہ بطیب خاطر ان سوالات کے جوابات احادیث شریف کی روشنی میں مرحمت فرمائیں گے:

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلف صالحین رحمہم اللہ کے دور میں معانقہ کس وقت اور کب کیا جاتا تھا؟

(۲) معانقہ کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ دائیں کندھے سے معانقہ کی ابتدا مسنون ہے یا بائیں کندھے سے؟ بہت سے علماء کو دیکھنے میں آیا ہے کہ بائیں کندھے سے معانقہ کرتے ہیں اس طرح کی کوئی بات ملتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبید اللہ بھاگلپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) شریعت میں معانقہ کا ثبوت عام حالات میں نہیں ملتا، البتہ اگر مقامی آدمی ہے اور وہ کہیں سفر سے آرہا ہے اسی طرح کوئی شخص دوسرے علاقے کا رہنے والا ہے جس کے پاس آپ خود تشریف لے جائیں یا وہ آپ کے یہاں تشریف لائیں تو ایسے مواقع پر مصافحہ کا ثبوت ملتا ہے اور یہ معانقہ دیرینہ ملاقات کی وجہ سے فرط محبت اور شوق ملاقات میں ہوتا ہے، یا دو آدمیوں کے درمیان ذاتی رنجش ہے، اس رنجش کو دور کرنے کے لیے دلوں کی صفائی کے واسطے معانقہ کیا جائے تو یہ بھی شرعاً نہ صرف جائز و مشروع بلکہ افضل و بہتر ہے، اس کے علاوہ باقی کسی اور موقعہ پر معانقہ کا ثبوت نہیں، چنانچہ

حدیث پاک کے اندر اس بات کی صراحت ہے کہ جب حضرت جعفر بن أبی طالب رضی اللہ عنہ حبشہ سے تشریف لائے تو حضور ﷺ نے کھڑے ہوکر آپ سے معانقہ فرمایا اور آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا، حدیث شریف ملاحظہ ہو:

عن عون بن أبی جحیفة عن أبیه قال: لما قدم جعفر من هجرة الحبشة، تلقاه النبی ﷺ فعانقه، وقبل ما بین عینیه. (المعجم الکبیر للطبرانی دار إحیاء التراث العربی ۲/۱۰۸، رقم: ۱۴۷۰)

عن جابر رضی اللہ عنہ قال: لما قدم جعفر من أرض الحبشة عانقه النبی ﷺ. (مسند أبی یعلی الموصلی، دار الکتب العلمیة ۲/۲۲۷، رقم: ۱۸۷۱)

عن الشعبی أن النبی ﷺ تلقی جعفر بن أبی طالب فالتزمه وقبل ما بین عینیه. (المصنف لابن أبی شیبة مؤسسة علوم القرآن ۱۳/۱۸۸، رقم: ۲۶۲۳-۳۲۸۷۰ - ۳۴۳۷۰- ۳۷۷۹۸)

وفی حدیث طویل: قال جعفر: فخرجنا حتی أتینا المدینة فتلقانی النبی ﷺ فاعتنقنی. (مسند البزار، مکتبة العلوم والحکم ۴/۱۵۹، رقم: ۱۳۲۸)

اسی طرح جب حضرت زید بن حارثہ مدینہ تشریف لائے اور حضور صلی اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے تو حضور ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ سے معانقہ کیا اور بوسہ دیا، حدیث شریف ملاحظہ ہو:

عن عائشة رضی الله عنها قالت: قدم زید بن حارثة المدینة ورسول الله ﷺ؛ فی بیتی فأتاه فقرع الباب، فقام إلیه رسول الله ﷺ عریانا یجر ثوبه، والله ما رأیته عریانا قبله ولا بعده، فاعتنقه وقبله. (سنن الترمذی، کتاب الآداب، باب ما جاء فی المانقة والقبلة، النسخة الهندیة ۲/۱۰۲، دار السلام رقم: ۲۷۳۲)

اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ معمول تھا کہ جب آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے تو مصافحہ کرتے تھے، اور اگر سفر سے واپسی پر ملاقات کرتے تھے تو معانقہ بھی کرتے تھے، حدیث شریف ملاحظہ ہو:

عن أنسؓ قال: کان أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم إذا تلاقوا تصافحوا، وإذا قدموا من سفر تعانقوا. (المعجم الأوسط للطبرانی، دار الفکر ۱/۴۱، رقم: ۹۷، اسناده صحیح، مجمع الزوائد، دار الکتب العلمیة بیروت ۸/۳۹)

عن الشعبی أن أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانوا إذا التقوا تصافحوا وإذا قدموا من سفر تعانقوا. (شرح معانی الآثار، کتاب الکراهة، باب المعانقة، دار الکتب العلمیة بیروت ۴/۹۲، رقم: ۶۷۶۶، ومثله فی شعب الإیمان باب فی مقاربة و موادة أهل الدین، فصل فی المصافحة و المعانقة عند الالتقاء ۶/۴۷۵ رقم: ۸۹۵۸، المصنف لابن أبی شیبة، کتاب الآداب، باب فی المصافحة عند السلام من رخص فیها ۱۳/۱۸۵، رقم: ۲۶۲۳۴، السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب النکاح، باب ما جاء فی معانقة الرجل الرجل إذا لم تکن موذیة إلی تحریك شهوة، دار الفکر ۱۰/۲۸۲ رقم: ۱۳۸۷۱)

المعانقة: وضع کل من الرجلین ذقنه علی کتف الآخر و عنقه علی عنقه، و ضمه إلیه بیدیه. (معجم لغة الفقهاء کراچی ۴۳۸)

وقال أبو یوسف: لا بأس بالتقبیل والمعانقة لما روی أنه علیه الصلاة والسلام عانق جعفرا حین قدم من الحبشة و قبله بین عینیه. (شمی، کتاب الحظر والإباحة کراچی ۶/۳۸۰، زکریا ۹/۵۴۶)

(۲) معانقہ ایک اچھا اور کارِثواب عمل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر اچھے کام کی ابتدا دائیں جانب سے فرماتے تھے اس لیے معانقہ کی ابتدا بھی دائیں کندھے سے کرنا مسنون اور مستحب ہوگا اور بائیں کندھے سے معانقہ کی ابتدا ہم کو کسی کتاب میں نہیں ملی ہے، حدیث پاک کی روشنی میں بائیں کندھے سے معانقہ کی ابتدا کرنا افضلیت اور اولویت کے خلاف معلوم ہوتا ہے اور جن لوگوں نے بائیں کندھے سے معانقہ کرنے کی صورت میں دل سے دل ملنے کی بات کہی ہے اور اسی کو معمول اور راجح قرار دینے کی کوشش کی ہے وہ بلا دلیل ہے اور جو چیز سنت سے ثابت ہو چکی ہو پھر اس کے خلاف دل سے دل کے ملنے کی دلیل پیش کر کے سنت کے خلاف عمل کو معمول بنا کر راجح قرار دینا ہمارے حلق سے نیچے نہیں اترتا، حدیث شریف

ملاحظہ فرمایئے:

عن عائشةؓ قالت : كان النبی ﷺ : يحب التيامن فی كل شيئ.
(صحيح ابن حبان، ذكر استحباب التيامن ...... ٥/٢٩٨ رقم: ٥٤٦٥)

عن عائشةؓ ......أن رسول الله كان يحب التيامن ما استطاع. (سنن النسائی، كتاب الزينة، باب التيامن فی الترجل ٢/٢٣٥ رقم: ٥٢٤٢)

عن عائشةؓ قالت: كان النبی ﷺ : يحب التيمن ما استطاع فی شأنه كله فی طهوره و ترجله و تنعله. (بخاری شريف، باب التيمن فی دخول المسجد وغيره، النسخة الهندية ١/٦١، رقم: ٤٢٢، ف: ٤٢٦، صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب التيمن فی الطهور وغيره، النسخة الهندية ١/١٣٢، بيت الأفكار رقم: ٢٦٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۱۷/ ذیقعدہ ۱۴۳۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۷۲۵)	۱۴۳۵/۱۱/۱۷ھ

تین مرتبہ معانقہ کی شرعی حیثیت

سوال [۱۰۵۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ معانقہ کس طرح کیا جائے اور اس کی اجازت کب ہوتی ہے اور اس کا طریقہ کیا ہے؟ ہمارے یہاں ۳/ مرتبہ معانقہ کرتے ہیں تو کیا یہ درست ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

المستفتی: مولانا مہدی حسن ۲۴/ پرگنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: معانقہ دیرینہ ملاقات پر دور دراز سے آنے والے شخص کے ساتھ کرنا مسنون ہے، حضور ﷺ نے زید بن حارثہ اور حضرت جعفر سے دیرینہ ملاقات پر معانقہ فرمایا ہے، اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا ہے، معانقہ صرف ایک مرتبہ کرنا حدیث سے ثابت ہے، دو بار یا تین بار کرنا کسی حدیث میں ہماری نظر سے نہیں گذرا، معانقہ

سے متعلق روایت ملاحظہ فرمائیے:

عن عائشة رضی الله عنها قالت: قدم زيد بن حارثة المدينة ورسول الله ؛ في بيتي فأتاه فقرع الباب، فقام إليه رسول الله ﷺ عريانا يجر ثوبه، والله ما رأيته عريانا قبله ولا بعده، فاعتنقه وقبله. (سنن الترمذی، کتاب الآداب، باب ما جاء فی المانقة و القبلة، النسخة الهندية ۲ /۱۰۲، دار السلام رقم: ۲۷۳۲)

عن جعفر بن أبي طالبؓ في قصة رجوعه من أرض الحبشة: قال: فخرجنا حتى أتينا المدينة فتلقاني النبي ﷺ فاعتنقني ثم قال: ما أدري أنا بفتح خيبر، أفرح أم بقدوم جفعر ووافق ذٰلک فتح خيبر رواه في شرح السنة. (مشکوٰة المصابيح، كتاب الأدب، باب المصافحة والمعانقة ۲ /۴۰۲، شرح السنة، دار الكتب العلمية بيروت ۱۲ /۲۹۱، مسند البزار، مکتبه العلوم والحكم ۴ /۱۵۹، رقم: ۱۳۲۸، المعجم الكبير للطبراني دار إحياء التراث العربي ۲ /۱۰۸، ۱۱۰، رقم: ۱۴۶۹- ۱۴۷۰- ۱۴۷۸) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۹۸۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۴/۱۱ھ

خط میں سلام مسنون لکھنا

سوال [۱۰۵۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ خط وغیرہ میں سلام مسنون لکھنا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: جمیل اختر عثمانی، مظفر نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لفظ سلام مسنون کے متعلق کوئی جزئیہ نظر سے نہیں گذرا البتہ یہ الفاظ مسنونہ ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“ کا مخفف ہے جو حکم میں مخفف

عنہ کے ہم معنی ہے، اس لیے اس سے سلام کی سنیت ادا ہو جائے گی، جیسا کہ باب طلاق میں اگر بیوی سے ''انت طالق ثلاثا للسنة'' کہہ دیا جائے تو تینوں فی الحال واقع نہیں ہوتی ہیں بلکہ تین طہر میں تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں۔ (ہدایہ جیسور۲/ ۳۵)

اسی وجہ سے حضرات اکابر کا عمل سلام مسنون لکھنے میں کثرت سے پایا جاتا ہے جو مکاتب رشیدیہ، مکتوبات شیخ، حکایت تصوف وغیرہ میں کثرت سے موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۱۹۱۰)

فون پر سلام وجواب کے سلسلے میں تفصیلی مسائل

سوال [۱۰۵۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: فون پر عورت کو نامحرم لوگ سلام کرتے ہیں، کیا ان کے سلام کا جواب دے سکتی ہے یا نہیں؟ اس کا کیا مسئلہ ہے؟

المستفتی: مشتاق احمد لالباغ لکھنؤ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اسلام میں آپس میں سلام کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جانبین سے سلام کے ساتھ ملاقات اور گفتگو کی ابتدا ہو اور ٹیلی فون پر گفتگو بھی ملاقات اور آمنے سامنے گفتگو کے درجہ میں ہے، اس لیے ٹیلی فون اٹھاتے وقت سب سے پہلے سلام ہونا چاہیے، جانبین سے سلام کے بعد آگے کی گفتگو شروع کرنا مسنون ہے، لہٰذا ٹیلیفون اٹھاتے وقت بجائے ہیلو کہنے کے السلام علیکم کہنا مسنون ہوگا اور ہیلو کہنا خلاف سنت ہوگا۔

عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ: قال: حق المسلم على المسلم ست قيل: ماهن؟ يا رسول الله ﷺ! قال: إذا لقيته فسلم عليه وإذا دعاك فأجبه الخ. (مسلم شريف، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام، النسخة الهندية ۲/ ۲۱۳، بيت الأفكار رقم: ۲۱۶۲)

اب سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر ٹیلی فون میں عورت سے گفتگو ہو رہی ہے تو اس کی آٹھ شکلیں ہیں:

(۱) جس عورت سے گفتگو ہو رہی ہے وہ عمر رسیدہ ہے اور اس کا عمر رسیدہ ہونا معلوم ہے تو باقاعدہ سلام اور دعا کے ساتھ اس سے گفتگو کرنے کی اجازت ہے چاہے عورت کی طرف سے ٹیلیفون آئے یا آپ نے عورت کو فون کیا ہو، دونوں طرح سے گنجائش ہے، اور گفتگو ختم ہونے پر ٹیلیفون رکھتے وقت بھی جانبین کا سلام کرنا مسنون ہوگا۔

(۲) عورت جوان اور مشتہاۃ ہے اور عورت نے ٹیلی فون کیا ہے، ظاہر بات ہے کہ جب ٹیلی فون میں گھنٹی آتی ہے کس کا ٹیلیفون ہے معلوم نہیں، تو آپ کا فریضہ السلام علیکم کہنا ہے پس اگر آپ نے بجائے ہیلو کے السلام علیکم کہا ہے تو اس سلام پر آپ کو ثواب ملے گا اس لیے کہ اجنبی جوان عورت کا ٹیلیفون ہے آپ کو اس کا علم نہیں ہے، اگر چہ اس کے ساتھ گفتگو کرنا ضروری نہیں ہے، پھر بھی سلام کی وجہ سے آپ کے اوپر کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ سلام کا ثواب ملے گا، لیکن جب تعارف کے بعد معلوم ہو جائے کہ اجنبی جوان مشتہاۃ عورت کا ٹیلی فون ہے تو جلدی سے ٹیلیفون رکھ دینے کی کوشش کی جائے، اور فون رکھتے وقت نفرت کے انداز سے سلام کر کے فون رکھ دیا جائے، یا بغیر سلام فوراً رکھ دیا جائے۔

(۳) اجنبی جوان عورت کا ٹیلی فون ہے، کسی شرعی مسئلہ سے متعلق یہ ٹیلیفون ہے یا نہایت ضروری اور اہم گفتگو کا انتظار پہلے سے ہے تو یہاں بھی سلام دعاء کے ساتھ گفتگو جائز ہے اور سلام کا انداز تعلق والا نہ ہونا چاہیے، یہ ایسا ہے جیسا کہ قاضی کی عدالت میں ضرورت کی وجہ سے جوان عورت کا شہادت دینا، اور اس سے گفتگو کرنا جائز ہے۔

(۴) عورت خاندان اور کنبہ سے متعلق ہے اور جان پہچان ہے مگر محرم نہیں ہے، غیر محرم ہے اور ٹیلیفون پر نفرت کا انداز اختیار کرنے میں خاندان میں اختلاف کا اندیشہ ہے تو یہاں بھی سلام کے ساتھ ٹیلیفون میں بقدر ضرورت گفتگو کی اجازت ہے، زیادہ گفتگو جائز نہیں ہے، اور جلدی سے سلام کے ساتھ ٹیلیفون رکھ دے۔

(۵) وہ عورت ذورحم محرم ہے اور بہت قریبی رشتہ دار ہے یہاں بھی بلاتکلف ٹیلیفون میں دعا سلام، خیر خیریت معلوم کرنا جائز اور درست ہے۔

(۶) عورت جوان اور مشتہاۃ ہے اور کوئی ضروری گفتگو بھی نہیں ہے اور نہ دینی، شرعی مسئلہ درپیش ہے، محض تعلقات بڑھانے کے لیے ٹیلیفون میں گفتگو کا سلسلہ ہے تو ایسی صورت میں اگر عورت کی طرف سے ٹیلیفون آئے اور آپ بے خبری میں ٹیلیفون اٹھالیں تو السلام علیکم کہنا جائز ہے، لیکن فوراً بغیر سلام کے ٹیلیفون رکھ دینا ضروری ہے، مزید اس سے گفتگو کرنا جائز نہیں ہے۔

(۷) مرد خود کرتا ہے تو اگر مشتہاۃ عورت سے بات کرنے کے لیے کرتا ہے تو دعا و سلام گفتگو سب ناجائز ہے۔

(۸) اگر سخت ضرورت میں ٹیلیفون کرتا ہے تو دعا سلام جائز ہے۔

ان آٹھ شکلوں میں احتیاط لازم ہے، (۶) میں بے خبری میں سلام ہوا تو بعد میں معلوم ہونے پر گفتگو کرنا ہرگز جائز نہیں اور (۷) میں بالقصد گفتگو کرنے کے لیے ٹیلیفون کریں تو سلام کرنا، گفتگو کرنا قطعاً جائز نہیں ہے، بقیہ چھ شکلوں میں ٹیلی فون پر سلام کرنے کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍صفر المظفر ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۹۳۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۲/۱۹ھ

ٹیلیفون پر ہیلو کے بجائے السلام علیکم کہنے سے متعلق مفصل فتویٰ

سوال [۱۰۵۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: سوال کے جواب میں یہ جملہ ”ٹیلیفون اٹھاتے وقت بجائے ہیلو کہنے کے السلام علیکم کہنا مسنون ہوگا اور ہیلو کہنا خلاف سنت ہوگا“، محل نظر ہے جس کی دو وجہیں درج کی جاتی ہیں:

(۱) ٹیلیفون اٹھانے والے کو معلوم نہیں کہ کس نے فون ملایا ہے بہت ممکن ہے کہ

فون ملانے والا کوئی غیر مسلم یا نامحرم ہو جس سے سلام کرنا احتیاط کے خلاف ہے اسے سنت کیسے کہا جا سکتا ہے؟

(حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری کی رائے یہی ہے)

(۲) احادیث طیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اور حضرات صحابہؓ دروازہ پر دستک دینے والے کو سلام نہیں کرتے تھے بلکہ پہلے اس کا تعارف حاصل کرتے تھے پھر سلام و جواب اور گفتگو کا سلسلہ شروع فرماتے تھے، اس سلسلے کی احادیث بخاری و مسلم اور مسند احمد بن حنبل وغیرہ میں موجود ہیں، نمونہ کے طور پر ایک حدیث پیش خدمت ہے:

عن جابر رضی الله عنه أنه ذهب إلى النبی ﷺ فی دین أبیه فدققت الباب فقال من هذا؟ فقلت أنا، قال: أنا أنا كأنه كرهه. (أبو داؤد، باب الرجل يستأذن بالدق، النسخة الهندية ۲/۷۰۵، دار السلام رقم: ۵۱۸۷)

ظاہر ہے کہ فون ملانے والا دستک دینے والے کے درجہ میں ہے اور فون اٹھانے والا اس شخص کے درجہ میں ہے جس کے یہاں دستک دی گئی ہے، لہٰذا حدیث پاک کے بموجب فون اٹھانے والے کے لیے سنت یہ ہونا چاہیے کہ پہلے تعارف حاصل کر لے نہ کہ سلام؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹیلیفون اٹھاتے وقت ''ہیلو'' کے بجائے ''السلام علیکم'' کہنا مسنون ہے، سائل نے اس مسئلہ کو محل نظر کہا ہے اور عدم مسنونیت پر دو وجہیں بیان کی ہیں:

وجہ (۱): یہ بیان فرمائی کہ معلوم نہیں کس نے فون ملایا ہے؟ ممکن ہے کہ فون ملانے والا غیر مسلم یا نامحرم ہو اسے سنت کیسے کہا جا سکتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سلام شعائر اسلام میں سے ایک اہم ترین شعار ہے اس کو عام کرنے اور اس کو رواج دینے کے بارے میں اس قدر کثرت کے ساتھ حضرت سید الکونین علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد وارد ہوا ہے، کہ دوسرے اور کسی حکم کے بارے میں اس کثرت کے ساتھ ارشاد رسول بہت کم وارد ہوا ہے، اسی وجہ سے آقائے نامدار علیہ السلام نے یہ حکم فرمایا ہے کہ جس کو تم پہنچانتے ہو اسے بھی سلام کرو

اور جس کو تم نہیں پہچانتے ہوا سے بھی سلام کرو، لہٰذا اگر بے خبری میں غیر مسلم یا نامحرم عورت کو نا آشنائی اور انجانے میں سلام کیا جائے تو کوئی گناہ نہیں اور نہ ہی کوئی مضائقہ اور حرج ہے، اور بے خبری میں سلام کرنے والے کو بہر حال اپنے سلام کا ثواب ملے گا، اس لیے کہ ہمارے رسول ﷺ کی اہم ترین سنت بھی ہے اور آپ کا حکم بھی ہے، اس نے سلام کے ذریعہ سے آقا کی سنت کو عام کیا ہے، حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن عبد الله بن عمرو أن رجلا سأل النبی ﷺ أی الإسلام خیر قال: تطعم الطعام و تقرأ السلام علی من عرفت ومن لم تعرف. (بخاری شریف، باب إطعام الطعام من الاسلام، النسخة الهندية ۶/۱، رقم: ۱۲، ۲/۱/۹۲۱ رقم: ۵۹۹۵، ف: ۶۲۳۶)

اس حدیث شریف سے مسلمان سمجھ کر ہر کسی انسان کو سلام کرنے کا جواز ثابت ہے، اور کسی غیر مسلم انسان کو بے خبری اور لاعلمی میں مسلمان سمجھ کر سلام کرنا احتیاط کے خلاف نہیں ہے، اور سلام کرنے والے کو اپنے سلام کا ثواب بھی مل جائے گا، اور سنت سمجھ کر سلام کرنے کی وجہ سے سنت کا حق بھی ادا ہو جائے گا اور آقا نے فرمایا کہ ایسا آدمی مسلمانوں میں سب سے بہتر اور افضل ترین مسلمان ہے جو ہر شخص کو سلام کرتا ہے اور بعد میں جب غیر مسلم ہونا معلوم ہو جائے تو ٹیلیفون رکھتے وقت رخصتی سلام نہ کیا جائے بلکہ بغیر سلام کے ٹیلیفون رکھ دیا جائے، نیز بے خبری اور لاعلمی میں نامحرم عورت کو سلام کرنے میں مضائقہ نہیں اور نہ ہی احتیاط کے خلاف ہے، بلکہ ٹیلیفون اٹھاتے وقت ابتدا بالسلام کرنے والے کو ادائے سنت کا ثواب بہر حال مل جائے گا، نیز اگر فتنہ اور ہیجان کا خطرہ نہ ہو تو غیر محرم عورتوں کو بالقصد سلام کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اور بے خبری اور لاعلمی میں نامحرم کو سلام کرنے میں کوئی ہیجان اور فتنہ نہیں ہے، چنانچہ حضرت سید الکونین علیہ السلام نے بالقصد غیر محرم عورتوں کو سلام فرمایا ہے، اس لیے کہ وہاں ہیجان اور فتنہ کا شبہ نہیں تھا، حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن أسماء بنت یزید مر علینا النبی ﷺ فی نسوة فسلم علینا. (سنن أبی داؤد، باب السلام علی النساء، النسخة الهندية ۲/۷۰۷، دار السلام رقم: ۵۲۰۴)

ان روایات سے یہ بات صاف واضح ہوجاتی ہے کہ ٹیلیفون اٹھاتے وقت سلام کرنا مسنون ہوگا اور جس نے ٹیلیفون ملایا ہے اس کا غیر مسلم یا نامحرم ہونا سنت طریقہ سے گفتگو شروع کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا، اس لیے کہ غیر مسلم اور نامحرم کو جوسلام کیا گیا ہے وہ غیر مسلم کے غیر مسلم ہونے کی وجہ سے اور نامحرم کے نامحرم ہونے کی وجہ سے نہیں کیا گیا ہے بلکہ ناآشنائی اور بے خبری میں کیا گیا ہے، اور ناآشنا آدمی کوسلام کرنا بھی مسنون ہے، چاہے بعد میں اس کا غیر مسلم ہونا ثابت ہوجائے، اسی طرح نامحرم ہونا ثابت ہوجائے جیسا کہ بخاری کی مذکورہ حدیث شریف سے صاف واضح ہے، شاید اس تفصیل سے سائل کا شبہ دور ہوجائے۔

اور حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہ کی جو رائے پیش کی گئی ہے اس میں یہ ممکن ہے کہ حضرت والا کا ذہن اس طرف نہ گیا ہو۔

دوسری وجہ: سائل نے یہ پیش کی ہے کہ حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ دروازہ پر دستک دینے والے کوسلام نہیں کرتے تھے، بلکہ پہلے اس کا تعارف حاصل کرتے تھے، پھر سلام و جواب اور گفتگو کا سلسلہ شروع فرماتے تھے اور مزید سائل نے یہ تحریر فرمایا کہ بخاری و مسلم اور مسند امام احمد بن حنبل میں احادیث شریفہ موجود ہیں، سائل کی اس تحریر کو اہمیت دے کر ذخیرۂ احادیث کی حتی الوسعت چھان بین کی گئی مگر تلاش بسیار کے باوجود ایسی کوئی حدیث شریف دستیاب نہیں ہوسکی جس میں اس کی صراحت موجود ہو کہ حضور ﷺ اور صحابہ کرام کا یہ معمول رہا ہو کہ پہلے تعارف حاصل کرتے تھے پھر سلام و جواب، پھر گفتگو کا سلسلہ شروع فرماتے تھے، بخاری و مسلم اور مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ کی چھان بین کے ساتھ صحاح اور غیر صحاح دوسری کتابوں کی بھی چھان بین کی جاچکی ہے، مگر کہیں بھی ایسی کوئی روایت نہیں مل سکی جس میں سائل کی تحریر کے مطابق پہلے تعارف حاصل کیا جائے پھر سلام و جواب اور گفتگو کا سلسلہ شروع ہو، بلکہ ذخیرہ حدیث میں اس کے خلاف پہلے سلام و جواب اس کے بعد گفتگو اور تعارف اور موانست سے متعلق بے شمار احادیث شریفہ موجود ہیں، اگر اس موضوع پر حدیثیں جمع کی جائیں تو مستقل ایک کتاب بن جائے گی، سائل نے حضرت جابرؓ کی جو حدیث پیش کی

ہے اس کے بارے میں بعد میں عرض کریں گے، اس سے پہلے نمونہ کے طور پر بارہ احادیث شریفہ اس بات کے ثبوت میں پیش کی جارہی ہیں جن میں سے ہر ایک سے یہ بات صراحت اور وضاحت کے ساتھ ثابت ہو جاتی ہے کہ گفتگو اور تعارف سے پہلے سلام کا حکم ہے اس کے بعد گفتگو کا سلسلہ شروع کرنا مسنون ہے۔

حدیث نمبر۱:

عن عمرو بن عبد الله بن صفوان، أخبره أن كلدة بن حنبل، أخبره أن صفوان بن أمية بعثه بلبن ولبأ و ضغابيس إلى النبى ﷺ، والنبى ﷺ بأعلى الوادى، قال: فدخلت عليه ولم أسلم ولم استأذن، فقال النبى ﷺ ارجع فقل: السلام عليكم أأدخل؟ وذٰلك بعد ما أسلم صفوان. (سنن الترمذی، باب ما جاء فی التسليم قبل الاستئذان، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۰، دار السلام رقم: ۲۷۱۰)

حضرت کلدۃ بن حنبل فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد حضرت صفوان بن امیہ نے اسلام قبول فرمایا اور ابھی آقائے نامدار علیہ السلام کا قیام وادی مکہ کے عوالی میں تھا، حضرت صفوان بن امیہ نے کلدہ بن حنبل کے ہاتھ آقائے نامدار علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت بارگاہ میں دودھ اور کھیس اور چھوٹے چھوٹے کھیرے وغیرہ بطور تحفہ روانہ فرمائے، حضرت فرماتے ہیں کہ میں بغیر اجازت اور بغیر سلام کے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچ گیا، آپ نے مجھ سے فرمایا واپس لوٹ جاؤ پہلے یہ کہو "**السلام عليكم أأدخل**" اس حدیث شریف میں صاف واضح ہے کہ اجازتِ دخول سے پہلے سلام کا حکم کیا گیا ہے، اس کے بعد داخل ہونے کی اجازت حاصل کرنے کا حکم ہے، اور بغیر سلام کے آنے کی وجہ سے آقا نے ان کو واپس فرمادیا۔

حدیث۲: حضرت جابرؓ سے حضرت سید الکونین علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد صراحت کے ساتھ مروی ہے کہ سلام سے پہلے کسی قسم کا کلام اور گفتگو نہ کی جائے بلکہ پہلے سلام اس کے بعد کلام کی اجازت ہے، حدیث شریف ملاحظہ ہو:

عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله ﷺ: السلام قبل الكلام.

(ترمذی، باب ما جاء فی السلام قبل الكلام، النسخة الهندية ۲/ ۹۹، دار السلام رقم:

۲۶۹۹، مسند أبی یعلی المو صلی، دا الکتب العلمیة مصریه ۲/۲۹۱، رقم: ۲۰۵۵)

حدیث نمبر۳: حضرابوامامہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ جب دوآدمی آپس میں ملاقات کریں تو اللہ کے نزدیک دونوں میں سب سے افضل اور بہتر کون ہوگا تو آقائے نامدار نے فرمایا وہی بہتر ہوگا جوسلام میں ابتدا کرے گا۔

عن أبی أمامة قال: قیل: یا رسول الله! الرجلان یلتقیان أیهما یبدأ بالسلام فقال أولاهما بالله. (ترمذی، باب ما جاء فی فضل الذی یبدأ بالسلام، النسخة الهندیة ۲/۹۹، دار السلام رقم: ۲۶۹٤)

حدیث نمبر۴: حضرابوامامہ کی روایت ابوداؤدشریف میں الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ موجود ہے کہ لوگوں میں اللہ کے نزدیک سب سے بہتر وہ شخص ہے جوسلام سے ابتداء کرتا ہے حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے:

عن أبی أمامة قال: قال رسول الله ﷺ: إن أولیٰ الناس بالله تعالیٰ من بدأهم بالسلام. (ابو داؤد، باب فضل من بدأ السلام، النسخة الهندیة ۲/۷۰٦، دار السلام رقم: ۵۱۹۷)

حدیث نمبر۵: حضرت ابوہریرہؓ سے اسی طرح کی حدیث شریف ابوداؤد میں موجود ہے کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے ملاقات کرے تو پہلے اس کو سلام کرے پھر سلام کے بعد اگر تھوڑی دیر کے لیے ایک دوسرے سے جدا ہوجائے چاہے کسی درخت یا دیوار یا پتھر کی آڑ میں کیوں نہ ہو پھر ملاقات ہوجائے تو دوبارہ سلام کرے، لہٰذا ٹیلیفون میں ایک دفعہ گفتگو ہوجانے کے بعد دو چار منٹ دوبارہ ٹیلیفون میں گفتگو ہوتو پھر سلام سے ابتدا کرنا مسنون ہوگا، غرضیکہ جب بھی ٹیلیفون میں گفتگو شروع ہوتو ہر مرتبہ اولا سلام کرنا مسنون ہوگا، جیسا کہ آمنے سامنے ملاقات کے وقت ہر مرتبہ سلام سے ابتداء کرنا مسنون ہے، حدیث شریف کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے:

عن أبی هریرة عن النبی ﷺ إذا لقی أحدکم أخاه فلیسلم علیه فإن حالت بینهما شجرة أو جدار أو حجر ثم لقیه فلیسلم علیه أیضا. (سنن أبی داؤد، باب فی الرجل یفارق الرجل ثم یلقاه أیسلم علیه، النسخة الهندیة ۲/۷۰۷، دار السلام رقم: ۵۲۰۰)

حدیث نمبر۶: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے

ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص تمہارے پاس کچھ مانگنے کے لیے آئے اور وہ پہلے سلام کرنے کے بجائے سوال کا سلسلہ شروع کردے تو اس کے سوال اور اس کی مانگ کا جواب بھی نہ دو، اس حدیث شریف میں بھی گفتگو اور تعارف سے پہلے سلام کا تاکیدی حکم ہے، حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے:

عن ابن عمر قال: قال رسول الله من بدأ بالسؤال قبل السلام فلا تجيبوه. (المعجم الاوسط، دار الفكر ١/١٣٥، رقم: ٤٢٩، عمل اليوم والليلة لابن السني، مؤسسة علوم القرآن ١/١٧٦، رقم: ٢١٤)

حدیث نمبر ۷: حضرت جبرئیل امین جب آقائے نامدار علیہ الصلاۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو اولاً سلام کرتے تھے، اور آقائے نامدار علیہ السلام اس کا جواب دیتے تھے پھر اس کے بعد گفتگو کا سلسلہ شروع ہوتا تھا، حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے:

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: نزل جبرئيل عليه السلام إلى النبي ﷺ في أحسن صورة لم ينزل في مثلها قط ضاحكا مستبشرا فقال: السلام عليكم يا محمد! قال و عليك السلام يا جبرئيل قال: إن الله بعثني إليك بهدية. (مستدرك، كتاب الدعاء والتكبير قديم ١/٧٢٩، مكتبه نزار مصطفى الباز جديد ٢/٧٦٠، رقم: ١٩٩٨)

یہ سات روایتیں ایسی ہیں جن میں سے ہر ایک میں ملاقات کے وقت گفتگو شروع کرنے سے پہلے سلام کا حکم ہے، اسی طرح جس طرح بالمشافہہ ملاقات کے وقت گفتگو سے پہلے سلام کرنا مسنون ہیں، اسی طرح ٹیلیفون میں بھی گفتگو سے پہلے سلام کرنا مسنون ہوگا، اور آج کل کے زمانہ میں ٹیلیفون انسان کے لیے اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت کی ایک مستقل زبان بن گئی ہے اور آمنے سامنے کی گفتگو اور ملاقات کا بدل بن گیا ہے، لہٰذا آمنے سامنے ملاقات اور دعا وسلام کا جو مسنون طریقہ ہے وہ ٹیلیفون میں بھی مسنون ہوگا۔

حدیث نمبر ۸: حضرت ابوموسیٰ اشعری حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضری کے لیے تشریف لے گئے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کے طریقہ کے مطابق اولاً سلام فرمایا اس کے بعد اپنا تعارف کرایا چنانچہ فرمایا ''السلام علیکم ہذا عبد اللہ بن قیس''، کسی کے گھر میں داخل ہونے

کے لیے اجازت کا یہی مسنون طریقہ ہے کہ سلام کے ساتھ آواز دی جائے، اور پھر اپنے نام وغیرہ کے ذریعہ تعارف کرایا جائے جیسا کہ مسلم شریف میں اس کی صراحت موجود ہے، حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن أبی موسی الأشعریؓ قال: جاء أبو موسیٰ إلی عمر بن الخطاب فقال: السلام علیکم هذا عبد الله بن قیس فلم یأذن له فقال: السلام علیکم هذا أبو موسیٰ، السلام علیکم، هذا الأشعری ثم انصرف فقال ردوا عليَّ ردوا عليَّ فجاء فقال یا أبا موسیٰ ما ردک؟ کنا فی شغل قال سمعت رسول الله ﷺ یقول: الاستئذان ثلاث فإن أذن لک وإلا فارجع قال لتأتینی علی هذا ببینة وإلا فعلت وفعلت فذهب أبو موسیٰ قال عمر إن وجد بینة تجدوه عند المنبر عشیة و إن لم یجد بینة فلم تجدوه فلما أن جاء بالعشی وجدوه قال یا أبا موسیٰ ما تقول أقد وجدت؟ قال نعم أبی بن کعب قال: عدل، قال یا أبا الطفیل ما یقول هذا؟ قال سمعت رسول الله ﷺ یقول: ذٰلک یا ابن الخطاب فلا تکونن عذابا علی أصحاب رسول الله ﷺ قال: سبحان الله، إنما سمعت شیئا فأحببت أن أتثبت. (مسلم شریف، باب الاستیذان، النسخة الهندیة ۲/ ۲۱۱، بیت الأفکار رقم: ۲۱۵٤)

حدیث نمبر ۹: حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ ابوموسیٰ اشعری، حضرت عمر کے پاس حاضری کے لیے تشریف لے گئے، اس میں اجازت کے الفاظ یہ ہیں: "**السلام علیکم أأدخل**" پہلے سلام کیا گیا پھر اجازت مانگی گئی، یہ حدیث شریف ترمذی ۲/ ۹۸ پر موجود ہے، ان روایات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ کسی کے گھر میں داخل ہونے کے لیے اجازت طلب کرنے سے پہلے سلام کرنے کا حکم ہے، اور ایسا کہیں نہیں ہے کہ پہلے تعارف کرایا جائے اس کے بعد سلام و جواب کا نمبر آئے، ان تمام روایات کو سمجھ لینے کے بعد دوسری طرف دیکھئے کہ جب کسی کے گھر سے اجازت طلب کی جاتی ہے تو اندر سے جواب دینے والا کون ہوتا ہے؟ مرد ہوگا یا اس کے گھر کی عورت ہوگی، اور تجربہ سے سب کو یہ معلوم ہے کہ اکثر و بیشتر اندر سے

جواب دینے والی عورت ہوتی ہے اور وہ عورت اجازت طلب کرنے والے کی نامحرم ہوتی ہے جبکہ حضرت سید الکونین علیہ الصلاۃ والسلام نے گھر والوں سے اجازت لینے سے پہلے سلام کا حکم فرمایا اور اس میں محرم یا غیر محرم مرد یا عورت کا کوئی امتیاز نہیں ہے، بلکہ اجازت لینے والے کو یہی حکم ہے کہ پہلے سلام کرے پھر اجازت مانگے ،تو ٹیلیفون میں جس طرح نامحرم عورت کے ٹیلیفون کرنے کا شبہ ہوتا ہے اسی طرح گھر کے اندر سے جواب دینے والے کے لیے بھی نامحرم عورت ہونے کا شبہ ہے، لیکن نامحرم عورت کے شبہ ہونے کی وجہ سے سلام کی سنت ادا کرنے میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہے، حدیث شریف کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے:

عن أبی سعید قال: استأذن أبو موسیٰ علی عمر فقال السلام علیکم أأدخل، فقال عمر: واحدة ثم سکت ساعة ثم قال: السلام علیکم أأدخل، فقال عمر ثنتان ثم سکت ساعة فقال: السلام علکم أأدخل، فقال عمر ثلاث ثم رجع فقال عمر للبواب ما صنع قال رجع قال علي به فلما جاءه قال ما هذا الذی صنعت قال السنة، قال: السنة والله لتأتینی علی هذا ببرهان و بینة أو لأفعلن بک قال فأتانا و نحن رفقة من الأنصار فقال: یا معشر الأنصار ألستم أعلم الناس بحدیث رسول الله ﷺ، ألم یقل رسول الله ﷺ الاستئذان ثلاث فإن أذن لک وإلا فارجع فجعل القوم یمازحونه قال أبو سعید ثم رفعت رأسی إلیه فقلت ما أصابک فی هذا من العقوبة فأنا شریکک قال: فأتی عمر فأخبره بذلک فقال عمر ما کنت علمت بهذا.

(ترمذی، باب ما جاء فی الاستیذان ثلاثة، النسخة الهندیة ۲/۹۸، دار السلام رقم: ۲۶۹۰)

حدیث نمبر ۱۰: المعجم الأوسط میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اجازت طلب کرنے والے کو اس وقت تک اجازت نہ دی جائے جب تک سلام سے ابتدا نہ کرے، حدیث شریف ملاحظہ ہو:

عن أبی هریرة قال: لایؤذن للمستأذن حتی یبدأ بالسلام. (المعجم الأوسط، دار الفکر ۶/۲۲۹، رقم: ۸۶۰۳)

حدیث نمبر۱۱: حضرت اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ عمرۃ القضاء کے موقع پر حضور ﷺ نے حضرت حمزہ کی بیٹی قبیصہ کو اپنی کفالت میں لینے کے لیے ان کے دروازہ پر تشریف لے جا کر فرمایا ''السلام علیکم أ ثم أبو عمارة؟'' پہلے سلام فرمایا اس کے بعد حضرت حمزہ کی کنیت کے ساتھ فرمایا کہ یہاں ابوعمارہ ہیں؟ مقصد حضرت حمزہ کی بیٹی کو حاصل کرنا تھا، توریہ کے طور پر حضرت حمزہ کا نام لیا تھا، اس لیے کہ حضرت حمزہ احد میں شہید ہو چکے تھے، اس حدیث شریف میں بھی دروازہ پر پہلے سلام کرنا ثابت ہے نہ کہ تعارف کرانا، حدیث شریف ملاحظہ ہو:

عن أسامة بن زيد قال: خرج رسول الله ﷺ يريد بنت حمزة قبيصة حتى وقف على الباب فقال: السلام عليكم أ ثم أبو عمارة قال: فقالت لا.

(المستدرك، كتاب معرفة الصحابة، قديم ٢١٦، مكتبه نزار مطصفى الباز جديد ٥/ ١٨٣٠، ١٨٣١، رقم: ٤٨٨٦)

حدیث نمبر۱۲: المعجم الکبیر اور مسند امام احمد بن حنبل میں ایک روایت متعدد مقامات میں مفصل اور مختلف الفاظ کے ساتھ حضور ﷺ کے حضرت سعد بن عبادہؓ کے یہاں تشریف لے جانے سے متعلق ہے، آپ نے تعارف اور موانست سے پہلے مسلسل تین مرتبہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ فرمایا ہے، اندر کا جواب سنائی نہ دینے کی وجہ سے واپس تشریف لے جانے لگے، تو حضرت سعدؓ نے دوڑ کر جا کر آپ کو روک لیا اور فرمایا کہ یارسول اللہ! میں نے آپ کے سلام کا جواب دے دیا ہے لیکن اس مقصد سے آہستہ جواب دیا تاکہ آپ کی زبان مبارک سے سلام ہمارے گھر پر بار بار ہوتا رہے حدیث شریف ملاحظہ ہو:

عن سعد بن عبادة قال: زارنا رسول الله ﷺ فى منزلنا فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته قال فرد سعد ردا خفيا ثم قال: السلام عليكم ورحمة الله فرد سعد ردا خفيا ثم قال السلام عليكم ورحمة الله فرد سعد ردا خفيا فرجع رسول الله ﷺ فأتبعه سعد فقال يا رسول الله! إنى كنت أسمع تسليمك و أرد عليك ردا خفيا لتكثر علينا من السلام. (المعجم الكبير للطبرانى، دار إحياء التراث العربى ١/ ٣٥٣، رقم: ٩٠٢، مسند أحمد بن حنبل ٣/ ٤٢١، رقم: ١٥٥٥٥)

ان تمام روایات میں کسی کے گھر اور کسی کی رہائش گاہ پر جا کر گفتگو اور تعارف حاصل کرنے سے پہلے سلام کے ساتھ دستک دینے کا حکم ہے، اس کے بعد گفتگو اور تعارف کا نمبر آتا ہے، یہی طریقۂ مسنونہ ہے کہ پہلے سلام کیا جائے، اس کے بعد تعارف اور موانست اور دیگر گفتگو کی جائے اس لیے ٹیلیفون میں بھی ریسیور اٹھانے کے ساتھ ساتھ ''ہیلو'' کے بجائے السلام علیکم کہنا مسنون ہوگا۔

اب سنئے کہ قرآن کریم میں سورۂ نور آیت :۲۷ میں ''حَتّٰی تَسْتَانِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰی اَهْلِهَا'' جو فرمایا گیا ہے اس سے مراد موانست اور تعارف کے بعد سلام نہیں ہے بلکہ سلام کے بعد موانست اور تعارف ہے، اس آیت کریمہ میں سلام اور موانست میں ترتیب کا لحاظ نہیں کیا گیا ہے اور ایسا قرآن کریم میں بکثرت واقع ہے جیسا کہ سورۂ نساء آیت: ۱۲ میں ''من بعد وصیۃ یوصین بہا اُو دین'' میں وصیت مقدم اور دین مؤخر ہے مگر حکم شرعی اس کے برعکس ہے کہ نفاذ وصیت سے پہلے قرضہ ادا کرنا واجب ہے، اور تفسیر عثمانی میں سورۂ نور آیت :۲۷ کے تحت اس قسم کی تفسیر موجود ہے کہ کسی غیر کے گھر میں سلام کے ساتھ آواز دے کر اجازت حاصل کرنی چاہیے، اور حضرت تھانویؒ نے بیان القرآن میں ''تستانسوا'' سے اجازت مراد لی ہے، اور سلام سے سلام مراد لیا ہے، لیکن ترتیب اس کے برعکس مراد لی ہے، اس لیے کہ احادیث شریفہ کا پورا ذخیرہ اول سلام اور بعدہ اجازت کی ہدایت کرتا ہے، بیان القرآن کی عبارت ملاحظہ فرمائیے: ''دوسروں کے گھروں میں جن میں دوسرے لوگ رہتے ہیں خواہ وہ ان کی ملک ہوں یا کسی سے عاریتاً رہنے کو لے لیے ہوں یا کرایہ پر لیے ہوں، داخل مت ہو جب تک اجازت حاصل نہ کرلو اور اجازت لینے سے پہلے ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو، یعنی اول باہر سے سلام کر کے پھر ان سے پوچھو کہ کیا ہمیں اندر آنے کی اجازت ہے، اور بغیر اجازت لیے ویسے ہی مت گھس جاؤ'' (معارف القرآن ۶/ ۳۸۵) اور تفسیر عثمانی کی عبارت ہے کہ ''اور تقیید فرمایا سلام کا آپس کی ملاقات میں کیونکہ اس سے بہتر دعا نہیں جو لوگ اس کو چھوڑ کر اور الفاظ گھڑ لیتے ہیں اللہ کی تجویز سے ان کی تجویز بہتر نہیں ہوسکتی'' (فوائد عثمانی تحت سورۂ نور آیت: ۶۱ ص: ۴۷۹)

اب سنئے حضرت جابرؓ کی روایت کے بارے میں، حضرت جابر کی روایت ملاحظہ ہو:

عن جابر رضي الله عنه أنه ذهب إلى النبي ﷺ في دين أبيه فدققت الباب فقال من هذا؟ فقلت أنا، قال: أنا أنا كأنه كرهه. (أبو داؤد، باب الرجل يستأذن بالدق، النسخة الهندية ۲/ ۷۰۵، دار السلام رقم: ۵۱۸۷)

اس روایت میں شروع سے اخیر تک غور فرمائیے کہ کہیں بھی ایسی بات ثابت ہے کہ حضور ﷺ اور صحابہؓ پہلے تعارف حاصل کرتے تھے، اس کے بعد سلام وجواب اور گفتگو کا سلسلہ شروع فرماتے تھے؟ بلکہ اگر غور کر کے دیکھا جائے تو یہ بات ثابت ہوگی کہ شروع سے اخیر تک حضرت سید الکونین علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف سے حضرت جابرؓ کے عمل پر تردید ہے، اور رسول اللہ اکرم ﷺ کی طرف سے جس عمل پر تردید کی جاچکی ہو وہ طریقۂ مسنونہ کیسے ہوسکتا ہے؟ سائل نے حضرت جابرؓ کی اس روایت کو ابوداؤد سے نقل فرمایا ہے اور جہاں ابوداؤد میں یہ روایت مذکور ہے وہیں خود ابوداؤد کے حاشیہ میں اور بذل المجہود میں حضرت جابرؓ پر تردید کی دو وجہ بیان فرمائی ہے، ایک وجہ بیان فرمائی ہے کہ لفظ انا کے ساتھ نام یا کنیت یا لقب کا استعمال کرنا ضروری تھا، اس کے بغیر صرف ''انا، انا'' کہنے پر آقا ﷺ نے تردید فرمائی ہے، پھر اس گفتگو کے بعد آپس میں سلام اور اس کے جواب کا کہیں بھی حدیث شریف میں ثبوت نہیں ہے، اور دوسری وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ حضرت جابرؓ نے دستک دینے کے ساتھ ساتھ اجازت بالسلام پر عمل نہیں کیا تھا، اس لیے تردید فرمائی ہے، ملاحظہ فرمائیے۔ (حاشیۂ ابوداؤد ۲/ ۷۰۵، بذل المجہود ہندی ۵/ ۳۲۰، مصری ۲۰/ ۱۲۵، دار البشائر الاسلامیہ ۱۳/ ۳۵۷، تحت رقم الحدیث ۵۱۸۷)

دوسری وجہ کو قیل سے بیان کر کے کمزور کر دیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت جابرؓ نے بغیر سلام کے دستک نہیں دی تھی، ورنہ خود حضرت جابرؓ کی ماقبل میں روایت نقل ہوچکی ہے، **''السلام قبل الکلام''** حضرت جابرؓ کو معلوم ہے کہ کلام سے پہلے سلام لازم ہے، تو بغیر سلام کے حضرت جابرؓ دستک نہیں دے سکتے تھے، اور اس کی دلیل واضح ہے کہ حضرت جابرؓ کے والد حضرت عبداللہ بن حرامؓ غزوۂ احد میں شہید ہوگئے تھے، ان پر جو قرض تھا اس کی ادائیگی سے متعلق حضور کی خدمت میں تشریف لے گئے اور یہ قصہ ۳ھ کا ہے اور ابتدا بالسلام کی آیت سورہ نور میں ہے، اور سورہ نور بلا اختلاف قصۂ افک کے موقع پر نازل ہوئی، اور قصہ افک کا

واقعہ بہر حال غزوۂ احد کے بعد کا ہے، ظاہر بات ہے کہ حضرت جابر قرض سے متعلق جنگ احد کے بعد قصہ افک سے قبل آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تشریف لے گئے تھے، جس میں ابتدا بالسلام نہیں فرمایا تھا، چنانچہ محدثین نے بھی واضح الفاظ میں یہ لکھا ہے کہ حضرت جابرؓ کا یہ واقعہ استئذان بالسلام کی آیت کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

قال الداؤدی هذا کان قبل نزول آیة الاستئذان. (فتح الباری، باب إذا قال: من ذا؟ فقال: أنا، دار الفكر ۱۱/۳۵، اشرفیه دیوبند ۱۱/۴۲، تحت رقم الحدیث ۶۲۵۰، عمدة القاری زکریا ۱۵/۳۶۶، دار احیاء التراث العربی ۲۲/۲۴۵)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ حضرت جابرؓ کی روایت سائل کے مدعا سے متعلق نہیں ہے، اور مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ٹیلیفون اٹھاتے وقت ''ہیلو'' کے بجائے السلام علیکم'' کہنا مسنون ہوگا، اور ٹیلیفون ملانے والا کون ہے، مسلمان ہے یا غیر مسلم ہے، عورت ہے، محرم ہے یا غیر محرم ہے، اس کا معلوم ہونا سلام کی سنیت کے ثبوت کے لیے لازم نہیں ہے۔

ایک شبہ

پھر کوئی یہ سوال کرسکتا ہے کہ ٹیلیفون میں جس کی طرف سے گھنٹی آتی ہے یہ گھنٹی دستک دے کر اجازت طلب کرنے کے درجہ میں ہے تو جس طرح دستک دینے والے پر ابتدا بالسلام کا حکم ہے اسی طرح ٹیلیفون ملانے والے پر بھی ابتداء بالسلام کا حکم ہونا چاہیے؟

شبہ کا ازالہ

تو اس شبہ کا ازالہ یہ ہے کہ جس کی طرف سے ٹیلیفون کی گھنٹی آتی ہے وہ اس وقت تک نفس کلام پر قادر نہیں ہوتا ہے جب تک دوسری جانب سے ٹیلیفون نہ اٹھایا جائے، یا موبائل کا بٹن نہ دبایا جائے، لہٰذا ٹیلیفون میں ابتدا بالکلام کا اختیار درحقیقت ٹیلیفون اٹھانے اور موبائل کا بٹن دبانے والے کو حاصل ہے، اس لیے عام طور پر کلام کی ابتدا ٹیلیفون اٹھانے والے کی طرف سے ہوتی ہے، اسی لیے سلام کی ابتدا بھی ٹیلیفون اٹھانے والے کو کرنی چاہیے، لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے

کہ ٹیلیفون اٹھانے والا دیر میں گفتگو شروع کرتا ہے اور گفتگو میں ٹیلیفون کرنے والے کی طرف سے پہل ہوجاتی ہے تو ایسی صورت میں ابتدا بالسلام کا حکم بھی پہل کرنے والے پر ہوگا۔

حاصل یہ نکلا کہ کلام کی ابتدا جس کی طرف سے ہوگی پہلے سلام کا ذمہ دار بھی وہی ہوگا، چاہے ٹیلیفون ملانے والا ہو یا ٹیلیفون اٹھانے والا، دونوں صورتوں میں سلام کی ابتدائی ذمہ داری اسی شخص پر ہے جس کی طرف سے کلام کرنے میں پہل ہوگی، اور ابتدا بالسلام کا ثواب بھی اسی کو حاصل ہوگا۔

ایک دوسرا شبہ

ایک شبہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر کہیں پہلے گفتگو اور تعارف ہوجائے اور اس کے بعد سلام وجواب ہو تو کیا یہ خلاف سنت ہے؟

شبہ کا ازالہ

تو اس شبہ کا ازالہ یوں ہے کہ سلام میں دو سنت الگ الگ ہیں:

(۱) ''**السلام قبل الکلام**'' کہ کلام کرنے سے پہلے سلام کرنے کی سنت۔

(۲) نفس سلام کی سنت، تو جو لوگ پہلے گفتگو اور تعارف کے بعد سلام کرتے ہیں ان کو نفس سلام کا ثواب تو مل جائے گا لیکن سنت طریقہ سے کلام سے پہلے سلام کرنے کا ثواب اور ''**أولی الناس باللہ من یبدأ بالسلام**'' کی رو سے ابتدا بالسلام کا ثواب نہیں ملے گا۔

پہلے والے فتویٰ میں یہ عبارت بھی تھی کہ فون اٹھاتے وقت بجائے ہیلو کہنے کے السلام علیکم کہنا مسنون ہوگا، یہاں تک بات بنص حدیث صحیح اور درست ہے، اور اس کے بعد ایک جملہ یہ بھی لکھا گیا تھا (ہیلو کہنا خلاف سنت ہوگا) یہ جملہ زائد ہے، اس کی وجہ سے مسئلہ میں شدت آگئی ہے، اس لیے اس جملہ سے رجوع کرتا ہوں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۰۷۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۸؍ ۶؍ ۱۴۲۴ھ

(۲) باب الصلة والمقاطعة

قاتل کے اہل خانہ کا مقتول کے ورثاء کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کی شکل

سوال [۱۰۵۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اور بکر دونوں ایک ہی خانوادہ کے افراد ہیں، آج سے بیس سال قبل خاندانی روایات کے تحت ہر ایک کا دوسرے کے یہاں آنا جانا رہتا تھا، اسی دوران زید کے بکر کی اہلیہ سے ناجائز تعلقات کافی بڑھ گئے، جو بکر کے کئی بچوں کی ماں تھی، بکر کو ان کا علم ہونے پر کوئی سخت ردعمل سامنے آئے اور معاشرہ میں رسوائی ہو، اس اندیشہ سے زید جس کے تعلقات بکر سے کافی اچھے تھے، بکر کو کسی نامعلوم مقام پر لے گیا، پہلے اس سے اپنی اہلیہ کے نام کچھ خطوط اور طلاق نامہ لکھوایا اور وہیں پر اسے قتل کردیا، ذی وجاہت اور سرمایا دار ہونے کی وجہ سے قانونی کارروائی رکوا کر نعش ضائع کرادی، مقتول کے اہل خانہ فکرمند ہوئے، اس سے پہلے بذریعہ ڈاک بکر سے لکھوائے ہوئے خطوط آنے لگے اور آخر میں طلاق نامہ آگیا، جس کی وجہ سے ایک مدت تک وہ اسے حیات سمجھتے رہے؛ لیکن ایک مدت کے بعد موت کا یقین کرلیا گیا، قاتل کے اہل خانہ سب اس کرتوت بد سے واقف تھے؛ لیکن معاملہ دبادیا اور زید پر کوئی سماجی یا اخلاقی دباؤ نہیں ڈالا، کچھ وقت کے بعد جب قاتل کے لواحقین میں آپس میں اختلافات ہوئے، تو انہوں نے اس پورے معاملے سے پردہ اٹھادیا، تب سے قاتل ومقتول کے لواحقین میں کبیدگی ہوگئی، سارے مراسم ٹوٹ گئے، بعد میں چل کر کاروبار متحد ہونے کی وجہ سے مقتول کے بعض لواحقین نے زید کی سرمایا داری اور وجاہت سے مرعوب ہوکر سمجھوتہ کرلیا؛ لیکن قریبی رشتہ داروں میں آج بھی رنجش اور غم وغصہ باقی ہے،

زید قاتل اپنے کئے پر نہ تائب ہے، نہ نادم اگرچہ حج کر چکا ہے، ایسی صورت حال میں زید کے والدین اور برادران صلہ رحمی کے جذبہ سے بکر مقتول کے لواحقین سے تعلقات استوار کرنا چاہتے ہیں؛ جبکہ وہ زید پر کوئی دباؤ ڈالنے کے لئے تیار نہیں ہیں، ایسی صورت میں زید اوراس کے معاونین کے لئے دنیوی واخروی عواقب شریعت کی روشنی میں کیا ہوں گے، اسلامی ہدایات کیا ہوں گی؟ اوراس کے اہل خانہ کو صلہ رحمی کے جذبہ کے تحت کیا کرنا چاہئے، زید کے والدین زید کی ذات کو چھوڑ کر مابقیہ افراد خاندان سے مراسم استوار کرانا چاہتے ہیں، کیا یہ درست ہوگا، جو بھی شرعی حل ہو جس سے خاندان متحد ہو سکے،اس سے مطلع فرمائیں زید کے بعض بزرگ چراغ سحری ہیں؛اس لئے جواب جلد مطلوب ہے۔

المستفتی: محمد نعیم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر قاتل کے ورثاء یہ چاہتے ہیں کہ مقتول کے ورثاء کے ساتھ رشتہ داری اور قرابت داری کا جو پرانا تعلق تھا، اس کو زندہ کریں، تو ان کے لئے ضروری ہے، کہ قاتل کو مقتول کے ورثاء کے سامنے عاجزی وانکساری کے ساتھ اپنی غلطی پر ندامت کا اظہار کرائیں، جس سے مقتول کے ورثاء کے دل نرم ہوجائیں، پھر جانبین میں تعلق کا سلسلہ شروع ہوجائے اور تعلق جوڑنے کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ قاتل اپنی غلطی پر نادم نہ ہو اوراپنی جگہ ڈٹا رہے اور بقیہ خاندان کے لوگ تعلق جوڑنے کی کوشش کریں؛ اس لئے پہلے قاتل کو نرم کیا جائے اور پھر تعلقات کا سلسلہ شروع کیا جائے۔

عن عبد اللّٰہ بن مسعودؓ، قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: التائب من الذنب کمن لا ذنب له. (سنن ابن ماجه، باب ذکر التوبة،النسخة الهندية۲/۳۱۳، دار السلام رقم: ۴۲۵۰، المعجم الکبیر للطبراني، دار أحیاء التراث العربی ۱۰/۱۵۰، رقم: ۱۰۲۸۱)

عن أبي هریرةؓ، عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: ما نقصت

صدقة من مال، و مازاد الله عبداً بعفوٍ إلا عزا، و ما تواضع أحد لله إلا رفعه الله.

(مسلم شريف، باب استحباب العفو والتواضع،النسخة الهندية ٢/٣٢١، بيت الأفكار رقم:٢٥٨٨، سنن الدارمي، دار المغني ٢/١٠٤٢، رقم:١٧١٨، مسند أحمد بن حنبل٢/٣٨٦، رقم: ٨٩٩٦، صحيح ابن خزيمة المكتب الإسلامي٢/١١٦٨، رقم:٢٤٣٦)

إتفق الفقهاء على أن حكم القصاص الوجوب على ولي الأمر إذا رفع إليه من مستحقه، ومباح طلبه من قبل مستحقه إذا استو في شروطه، فله أن يطالب به، وله أن يصالح عليه، وله أن يعفو عنه والعفو أفضل ثم الصلح.

(الموسوعة الفقهية٣٣/ ٢٦٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ رصفر المظفر ۱۴۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/ ۷۵۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۲/۲۹ھ

معافی طلب کرنے والے کو معاف کردینا چاہئے

سوال [۱۰۵۲۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کسی سے جانے یا انجانے میں کوئی غلطی ہوجائے اور وہ پھر اس غلطی پر شرمندہ ہو، تو اسے معاف کردینا چاہئے یا نہیں؟ یا اسے پھر بھی گنہگار کی نظر سے دیکھا جائے؟

المستفتی: محمد ناصرالدین، کرولہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر غلطی کرنے والا اپنی غلطی پر شرمندگی وندامت کے ساتھ صاحب معاملہ سے معافی طلب کرتا ہے، تو انسانی اخلاق اور ہمدردی کے پیش نظر اسے معاف کردینا چاہئے، اور اگر وہ اسے معاف نہیں کرتا ہے، تو اسے گنہگار کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہئے، یہ انسانی شرافت کے خلاف ہے اور معافی طلب کرنے کے باوجود معاف نہ کرنے والا شریعت کی نظر میں مجرم ثابت ہوتا ہے۔

عن عبد الله بن الزبیرؓ، قال: أمر الله نبیه صلی الله علیه وسلم أن یأخذ العفو من أخلاق الناس. (صحیح البخاري، باب خذ العفو وأمر بالعرف، النسخة الهندیة۲/۶۶۹، رقم: ۴۴۵۷، ف:۴۶۴۳)

عن عبد الله بن زبیرؓ في قوله تعالیٰ: خذ العفو قال أمر النبي صلی الله علیه وسلم: أن یأخذ العفو من أخلاق الناس. (أبوداؤ شریف، باب في التجاوز في الأمر، النسخة الهندیة ۲/ ۶۶۰، دارالسلام رقم:۴۷۸۷، مسند أحمد البزار، مکتبه العلوم والحکم ۶/ ۱۴۰، رقم:۲۱۸۱، المعجم الکبیر للطبراني، دار أحیاء التراث العربي۱۳/ ۱۰۷، رقم: ۲۵۷، المعجم الأوسط، دار الفکر ۱/ ۳۳۵، رقم:۱۲۱۶)

عن عقبة بن عامر قال: لقیت رسول الله صلی الله علیه وسلم، فقال لي: یا عقبة بن عامر! صل من قطعک، وأعط من حرمک واعف عمن ظلمک. (مسند إمام بن حنبل ۴/ ۱۵۸، رقم: ۱۷۸۹، شعب الإیمان للبیهقي، فصل في التجاوز والعفو وترک المکافاة، دار الکتب العلمیة بیروت ۶/ ۲۶۱، رقم: ۸۰۸۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۱۴؍ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ
۱۴۲۳/۴/۱۴ھ	(فتویٰ نمبر: الف ۷۶۰۱/۳۶)

غلطی پر نادم ہوکر معافی مانگنے والے سے قطع تعلق کرنا

سوال [۱۰۵۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بدر الدین عرف ببلو ساکن جسپور، جمعہ کی نماز پڑھنے مسجد گیا، اپنے ساتھ اپنے چھ سال کے بھتیجے کو بھی لے گیا، بدرالدین سعودیہ میں کام کرتا ہے، وہاں لوگ اپنے بچوں کو اپنے ساتھ ہی کھڑا کر لیتے ہیں اور نماز پڑھ لیتے ہیں، اسی طرح بدرالدین نے یہاں بھی اپنے بھتیجے کو اپنے ہمراہ بڑوں کی صف میں کھڑا کرلیا، تو ایک صاحب نے کہا آپ

اس بچے کو پیچھے کردیں، اس پر بدرالدین نے کہا کہ ایسا تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ بہر حال پھر نماز میں مشغول ہوگئے، اور نماز کے بعد امام صاحب سے معاملہ بیان کیا، تو امام صاحب نے ایک کتاب دکھائی، جس میں لکھا تھا کہ اگر بچہ پاگل یا گندہ ہو، تو اسے پیچھے کردیں۔ بہر حال بدرالدین نے کہا کہ ہم یہ مسئلہ نہیں مانتے ہم یہ مسئلہ لکھ کر سعودیہ سے منگوائیں گے اور اگر اس طرح مسئلہ نہ ہوا، تو آپ کا جینا حرام کردیں گے، بدرالدین کے اس طرح بات کرنے پر امام صاحب سے بات چیت میں مار پیٹ کی نوبت آگئی، بیچ بچاؤ کردیا گیا، اور بالآخر معاملہ تھانہ پہونچ گیا، وہاں امام شہر اور دیگر معززین کی موجودگی میں معافی تلافی ہوگئی اور امام صاحب نے معاف کردیا؛ لیکن اہل محلّہ کے درمیان نزاع ختم نہ ہوا، اور دو فریق ہوگئے، ایک فریق نے بدرالدین اور اس کے متعلقین کا حقہ پانی بھی بند کردیا ہے، تو معافی تلافی کے بعد ایسا کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے، کیا بدرالدین امام صاحب سے دوبارہ معافی مانگ لے شریعت کا کیا حکم ہے، بدرالدین کو امام صاحب کی گستاخی کا احساس ہے اور نادم ہوکر ہاتھ جوڑ کر معافی تھانہ میں مانگ چکا ہے؛ لیکن امام صاحب کی طرف کے لوگ مزید انتشار پیدا کررہے ہیں۔ شریعت کی تعلیم ایسے موقع پر کیا ہے؟

المستفتی: اہل محلّہ بھوب سنگھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب شخص مذکور نے اپنی غلطی پر نادم ہوکر معافی مانگ لی ہے، تو ضرور معاف کردینا چاہئے اور معافی کے بعد اس کو سماج میں پہلے کی طرح رکھنا چاہئے۔

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا. [النساء:۱۷]

حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص گناہ اور غلطی کر کے معافی مانگتا ہے، اور توبہ کرتا ہے، تو اس کا حال اللہ کے نزدیک ایسا ہو جاتا ہے جیسے کہ اس نے گناہ اور غلطی کی ہی نہیں۔

عن عبد الله بن مسعودؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: التائب من الذنب كمن لا ذنب له. (سنن ابن ماجه، باب ذكر التوبة، النسخة الهندية۲/۳۱۳، دار السلام رقم: ۴۲۵۰، المعجم الكبير للطبراني، دار أحياء التراث العربى ۱۰/۱۵۰، رقم: ۱۰۲۸۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ذی قعدہ ۱۴۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/۷۸۴۵)

والد کی مرضی کے مطابق بیٹے کا رشتہ نہ کرنے کی وجہ سے والد کی اس سے ناراضگی

سوال [۱۰۵۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ایک عالم شخص ہے، اس کے نکاح کے لئے ایک پیغام آیا، اس کے والد صاحب نے قبول کرنے کا ارادہ کرلیا، مگر زید نے صراحتاً منع کر دیا کہ آپ شادی طے نہ کریں میں وہاں نکاح نہیں کروں گا، والد صاحب نے کہا کہ میں شادی وہیں طے کروں گا چاہے تم نکاح کرنا یا نہ کرنا گویا کہ زبردستی طے کرلیا اور اس رشتہ پر والدا ور ایک بھائی کے علاوہ گھر کا کوئی فرد اور کوئی رشتہ دار راضی نہ تھے، خیر والد صاحب نے بات پکی کر لی، زید نے بادل ناخواستہ چند دنوں کے بعد کہا، اگر آپ لوگ زبردستی نکاح کرنا ہی چاہتے ہیں، تو میں کرلوں گا؛ لیکن چار مہینے کے بعد زید نے بالمشاہدہ خفیہ طور پر لڑکی اور لڑکی کے گھر اور اس کے گھر والوں کا جائزہ لیا، تو معلوم ہوا کہ اس گھر میں دینداری اور نماز وغیرہ کا کوئی بھی خیال نہیں ہے۔

اب زید نے اپنی عالمانہ اور دینی غیرت کی بناء پر اس نکاح سے دوبارہ انکار کر دیا حتی کہ طے شدہ رشتہ اب بالکلیہ ختم ہو چکا ہے، اس میں دراصل انکار کی وجہ دینداری کا لڑکی والوں میں فقدان اور لڑکی کے حالات کا علم ہے، اس انکار کے نتیجہ میں اب تک زید کے والد

زید سے ناراض ہیں، بات چیت بھی نہیں کرتے زید باہر رہتا ہے، برابر تقریباً چار ماہ سے اپنی اس انکار کی غلطی پر معافی نامہ لکھ کر بھیجتا رہا، مگر والد صاحب کوئی جواب نہیں دیتے۔

اب دریافت طلب امور یہ ہیں۔

الف: مذکورہ نوعیت کے رشتہ سے زید کا انکار کرنا درست ہے یا نہیں؟

ب: اس انکار سے والد کی نافرمانی تو نہیں لازم آرہی ہے کہ جس کی بناء پر زید گنہگار ہو۔

ج: اس انکار پر والد کا ناراض ہونا اور بات چیت نہ کرنا شرعاً کیسا ہے؟

د: زید کا ایک نظریہ ہے کہ جہاں بھی رشتہ طے کیا جائے، پہلے لڑکی کے بارے میں تفتیش کر لی جائے کہ پڑھی لکھی ہے یا نہیں اور اس کے حالات کیسے ہیں اور اس کے گھر میں دینی ماحول کیسا ہے، اس کے بعد بات پکی کی جائے، تاکہ بعد میں چھوڑ چھڑاؤ کا کوئی معاملہ پیدا نہ ہو، جس پر دوسرے لوگوں کو ہنسنے کا موقع ملے، زید کا یہ نظریہ عین شریعت کے مطابق ہے یا نہیں؟ باحوالہ تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں عین کرام ہوگا۔

المستفتی: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: الف: سوال میں درج شدہ باتیں صحیح ہوں، تو زید کا مذکورہ نوعیت کے رشتہ سے انکار کرنا شرعاً درست ہے، والد کو زبردستی نہیں کرنی چاہئے۔

ولا تجبر البالغة البکر علی النکاح لانقطاع الولایة (در مختار)

وفي الشامیة: ولا الحر البالغ. (شامي، کتاب النکاح، باب الولي، زکریا ٤/١٥٩، کراچي ٣/٥٨، فتاوی رحیمیه قدیم ٨/٣٣٤، جدید زکریے ٨١/٢٢٥ - ٢٢٦، أحسن الفتاوی ٥/٩٣)

ب: چونکہ زید کے والد ایسے گھر میں نکاح کرانا چاہتے ہیں، جہاں دینداری اور نماز وغیرہ کا اہتمام نہیں ہے؛ لہٰذا ایسے نکاح سے زید کا انکار کرنا والد کی نافرمانی نہیں ہے کہ جس کی بناء پر زید گنہگار ہو۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ١١/١٥٧، جدید میرٹھ ١٧/١٣٣)

لا طاعة في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف. (مسلم شريف، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية، وتحريمها في المعصية،النسخة الهندية ٢/ ١٢٥، بيت الأفكار رقم: ١٨٤٠، صحيح البخاري، باب ماجاء في إجازة خبر الواحد الصدوق،النسخة الهندية ٢/ ١٠٧٧، رقم: ٦٩٦٧، ف:٧٢٥٧)

ج: جب زید متعدد مرتبہ اس انکار کی غلطی پر معافی نامہ لکھ رہا ہے، تو والد کو چاہئے کہ زید کو معاف کر کے ناراضگی ختم کرلیں محض اس انکار کی بنا پر ناراض رہنا اور بات چیت نہ کرنا شرعًا مناسب نہیں ہے۔

د: رشتہ کی تحقیق کے سلسلہ میں زید کا نظریہ درست ہے۔حدیث شریف میں ہے۔

عن أبي هريرةؓ، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: تنكح المراة لأربع: لمالها، ولحسبها، ولجمالها، ولدينها، فاظفر بذات الدين تربت يداك. (صحيح البخاري، باب الأكفاء في الدين، النسخة الهندية٢/ ٧٦٢، رقم:٤٨٩٩، ف: ٥٠٩٠، صحيح مسلم، باب استحباب نكاح ذات الدين، النسخة الهندية ١/ ٤٧٣، بيت الأفكار رقم:١٤٦٦)

وفي حاشية المشكوة: قوله أن لا تفعلوا أي إن لم تزوّجوا من هذه صفته ورغبتم في مجرد الحسب والمال تكن فتنة في الأرض وفساد؛ لأن المال والحسب يوجبان الطغيان والفساد. (مشكوة ٢٦٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵/ ۶۵۷۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۴/۸ھ

قطع تعلق کرنا

سوال [۱۰۵۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے اپنے داماد کی شرکت میں کام شروع کیا تھا، کام میں نقصان ہو گیا

مار پیٹ کی نوبت آگئی اس وقت سے اب تک کئی سال ہوگئے، سسر اپنے داماد اور بیٹی سے رشتہ منقطع کئے ہوئے ہے، سسر اور داماد کا گھر تقریباً دس قدم کے فاصلہ پر ہے، اور سسر قطع تعلق کئے ہوئے ہے، ویسے تو سسر پانچ وقت کا نمازی ہے اور حدیث بھی سنتا ہیے، ایسے شخص کے بارے میں اللہ اور رسول ﷺ کے کیا احکامات ہیں؟

المستفتی: ببن خاں، پیتل نگری، مکان نمبر ۳۸/مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: معمولی سی بات پر رشتہ داری کو منقطع کرنا اور برابر ناراض رہنا شرعاً جائز نہیں ہے، ایک عام مسلمان سے بھی تین دن سے زیادہ بول چال بند کرنے سے منع کیا گیا ہے، تو قریبی رشتہ دار سے بول چال بند کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؛ لہٰذا سوال میں مذکور شخص پر لازم ہے کہ جلد از جلد اپنی ناراضگی ختم کرے اور داماد اور بیٹی سے رشتہ بحال کرے۔ نیز داماد اور بیٹی پر بھی لازم ہے کہ سسر صاحب کی بڑائی کا خیال رکھتے ہوئے، ان سے معافی کی درخواست کریں اور اپنے عمل سے ان کو راضی کرنے کی کوشش کریں، ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔

عن أبي هريرة رضـ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يحل لمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلاث، فمن هجر فوق ثلاث فمات دخل النار.

(سنن أبي داؤد، باب في هجرة الرجل أخاه، النسخة الهندية ٢/٦٧٣، دار السلام رقم: ٤٩١٤، مشكوة المصابيح ٢/٤٢٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

كتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/۷۸۱۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۸/۱۷ھ

قطع تعلق کی شکل اختیار کرنا

سوال [۱۰۵۲۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نسیم اور ببلو دونوں میں دوستی ہے، ببلو نے نسیم کو راستے میں کسی بات پر ناراض

ہوکر سلام کرنے سے منع کیا تھا، کچھ دنوں کے بعد نسیم کی ملاقات ببلو سے ہوئی، تو نسیم نے ببلو سے سلام نہیں کیا، تو ببلو نے نسیم کو سلام کیا اور کہا تم سلام نہیں کرتے ہو، تم مسلمان نہیں ہو اور تم باشرع آدمی ہو، پھر بھی سلام نہیں کرتے ہو اور ببلو اپنے باپ کی شان میں برا بھلا بھی کہتا ہے اور ماں کے ساتھ بدگوئی کرتا ہے، تو بتائیں یہ شخص کیسا ہے؟

المستفتی: نسیم احمد، پیرغیب، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس طرح سے بات طے کرنا کہ کوئی کسی سے سلام نہیں کرے گا اور پھر عمل کرتے ہوئے ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو سلام نہ کرنا حضور ﷺ کے فرمان ''أفشوا السلام'' کے منافی ہونے کی وجہ سے شرعاً مذموم ہے، ایسا شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، اسی طرح والدین کو بھی برا بھلا کہنا بھی گناہ کبیرہ ہے، ایسے شخص کو فوراً اپنے عمل سے باز آکر توبہ واستغفار کرنا چاہئے۔

عن أبي هريرةؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لاتدخلون الجنة حتى تؤمنوا، ولاتؤمنوا حتى تحابوا أولا أدلكم على شيئ إذا فعلتموه تحاببتم؟ أفشوا السلام بينكم. (مسلم شريف، باب بيان أنه لا يدخل الجنة إلا المؤمنون......النسخة الهندية ١/٥٤، بيت الأفكار رقم: ٥٤، سنن الترمذي، باب ماجاء في إفشاء السلام، النسخة الهندية ٢/٥٨، دارالسلام رقم: ٢٦٨٨، مشكوة المصابيح ٢/٣٩٧)

عن عبد الله بن عمرؓ، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الكبائر: الإشراک بالله، وعقوق الوالدين، وقتل النفس، واليمين الغموس. (صحيح البخاري، باب اليمين الغموس، النسخة الهندية ٢/٩٨٧، رقم: ٦٤١٩، ف: ٦٦٧٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱؍ربیع الاولیٰ ۱۴۲۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵؍۷۰۸۴)

مقاطعہ ختم کرنے کے لئے شرطیں لگانا

سوال [۱۰۵۲۷]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زیداور بکر میں چند سالوں سے آپسی معاملات کی وجہ سے بول چال یہاں تک کہ کھانا پینا اور زید بکر کے گھر جانے سے اور بکر زید کے گھر جانے سے اپنے اپنے دلوں میں کدورت رکھتے ہیں۔ اب زید چاہتا ہے کہ خوف الٰہی کی بنا پر میل ملاپ ہو جائے اور تمام گذشتہ غلطیوں پر ندامت کرتے ہوئے، بکر کو خبر بھیجی کہ خوف الٰہی کی بنا پر میل ملاپ کرنا چاہتا ہوں، بکر نے اس کا جواب دیا کہ میل ملاپ چند بار ہو چکا ہے؛ لہٰذا اب ملنا جلنا ہے، تو بغیر قرآن شریف پکڑ کر ملاپ نہیں کروں گا، تب معاملات درست ہو سکتے ہیں، ورنہ نہیں اور یہ بھی شرط لگائی کہ جب تک تمام بھائی اور بہن اور بہنوئی شرکت نہیں فرمائیں گے، تب تک میں نہیں مل سکتا؛ کیونکہ یہاں کا رواج ہے اور دونوں بہنوئی میں نااتفاقی چند مہینوں سے چل رہی ہے اور تمام کا شریک ہونا ناممکن ہے؛ لہٰذا اس صورت میں زید کیا کرے گا اور بکر کے لئے کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں ممنون ومشکور ہوں گا۔

المستفتی: محمد معصوم، متعلم جامع الہدیٰ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی صورت میں بکر کو بھی بول چال اور میل ملاپ کے لئے تیار ہو جانا چاہئے اور اگر بکر تیار نہ ہو، تو زید بکر کو سلام کیا کرے اور اپنا دل صاف رکھے انشاء اللہ تعالیٰ عذاب الٰہی سے محفوظ رہے گا، ورنہ گنہگار ہوگا اور جو بول چال کے لئے تیار نہ ہوگا وہی گنہگار رہے گا۔

عن أبي أيوب الأنصاري رضـ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يحل لمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال، يلتقيان فيعرض هذا ويعرض

هذا، وخيرهما، الذي يبدأ بالسلام. (صحيح مسلم، باب تحريم الهجر فوق ثلاث ليالٍ بلا عذر شرعي، النسخة الهندية ٢/٣١٦، بيت الأفكار رقم: ٢٥٦٠، صحيح البخاري، باب الهجرة، النسخة الهندية ٢/٨٩٧، رقم: ٥٨٤٠، ف: ٦٠٧٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۲۹/ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ
۲۹/۴/۱۴۱۳ھ	(فتویٰ نمبر: الف ۲۸/ ۳۱۶۸)

گناہ کی بنا پر والدہ سے قطع تعلق کرنا

سوال [۱۰۵۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اپنی والدہ سے گفتگو نہیں کرتا زید کی والدہ رانڈ بیوہ ہے ہر وقت جدید فیشن میں منہمک رہتی ہے اور پردہ کا اہتمام نہیں کرتی ہے، زید شرع کا پابند ہے، یہ بات زید پر بہت ناگوار اور شاق گذرتی ہے کہ اپنی اس والدہ سے گفتگو کرے، اس صورت حال میں زید کو شریعت کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: رئیس احمد، شیر کوٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کسی بھی صورت میں والدہ سے گفتگو بند کرنا ہرگز جائز نہیں؛ بلکہ ہر حال میں والدہ کا احترام اور ان کی خدمت اور ان کو خوش رکھنا لازم اور ضروری ہے، والدہ اگر کوئی گناہ کا کام کریں تو ادب واحترام کے ساتھ نرمی سے سمجھاتے رہنا چاہئے اور قبر وآخرت کے عذاب کی باتیں وقتاً فوقتاً سناتے رہنا چاہئے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور فائدہ ہوگا۔

ادْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ. [النحل: ١٢٥]

فقد ختم الله جل ثنائه ألآية الكريمة بوجوب صحبتهما بالمعروف والإحسان إليهما في الدنيا حتى لو كانا مشركين؛ لأن حقهما على ولدهما عظيم. (روائع البيان ۲/۲۳۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍رجب المرجب ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۲/۴۹۴۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹؍۷؍۱۴۱۷ھ

اسلام کا مذاق اڑانے اور ماڈرن طریقہ کو پسند کرنے والے سے قطع تعلق کرنا

سوال [۱۰۵۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) زید کی خالہ شوہر کی نافرمان رکشہ والے کے دوا لگاتے پاؤں دباتے گھر والوں نے دیکھا جوان کا نوکر تھا، ہر اولاد کے بارے میں محلّہ خاندان میں یہی بات مشہور ہے کہ یہ فلاں شخص کی ہے، اپنے بڑے بھائی کو گھر سے کئی دفعہ نکال چکی ہیں کہ نکل نہیں تو تیری پول کھول دوں گی لڑکیوں سے بیوی جیسے برتاؤ کرتا ہے۔

(۲) زید کا بڑا اماموں پچیس پاروں کا حافظ تھا، مگر بری صحبتوں میں پڑ کر بھول گیا، شراب کے نسے میں بیوی اور بیٹیوں کے فرق کو مٹا بیٹھا سوائے چھوٹی بیٹی کے کہ جب اس نے شکایت کی گھر والوں سے تو اس کو ممبئی بھیج دیا گیا۔ اب تو ان کی نواسیاں جوان ہورہی ہیں، مگر اسلام کی طرف رجحان نہیں، بیسوں برس سے گھر والے جانتے ہیں ان باتوں کو مگر ماڈرن طریقہ پسند کیا جارہا ہے۔

تفصیل طلب مسئلہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے رشتہ توڑنا اسلام کے خلاف تو نہیں ہے اور اگر یہ لوگ سچے دل سے توبہ کر کے علماء کرام سے وابستہ ہوں، توان کی توبہ قبول ہوسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد عمر، پوسٹ بکس ۶۶۶۶، دوبئ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر اصلاح کا طریقہ اختیار کیا جائے، تو زیادہ

بہتر ہے؛ اس لئے اگر توبہ کرکے راہ راست پر آنے کی امید ہے، تو ان سے قطع تعلق اختیار نہ کریں اور اللہ تعالیٰ شرک کے علاوہ باقی تمام گناہوں کو توبہ کرنے سے معاف کردیتا ہے؛ اس لئے یہ لوگ اگر سچی توبہ کرکے باز آجائیں گے، تو انشاء اللہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمادیگا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ . [النساء:١١٦]

عن عبد الله بن مسعودؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: التائب من الذنب كمن لا ذنب له. (سنن ابن ماجه، باب ذكر التوبة، النسخة الهندية۲/۳۱۳، دار السلام رقم: ٤٢٥٠، المعجم الكبير للطبراني، دار أحياء التراث العربى ١٠/١٥٠، رقم: ١٠٢٨١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ر جمادی الثانیہ ۱۴۱۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۹/۳۲۲۱)

بیٹے کی زبان درازی پر اس سے اور بیوی سے قطع تعلق کرنا

سوال [۱۰۵۳۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرا نام محمد عاقل ہے، میں ایک سرکاری نوکری کرتا ہوں، ایک دن غصہ میں میں نے اپنے بڑے لڑکے کو ''لوفر'' کہہ دیا جس پر اس نے مجھ سے زبان درازی کی جس پر اس کی والدہ نے اس سے کچھ نہیں کہا؛ حالانکہ شوہر کے حق واحترام کو ملحوظ رکھنے کی وجہ سے اسے بیٹے کو سرزنش کرنی چاہئے تھی؛ لہٰذا میں نے ماں بیٹے دونوں سے تقریباً ۳ ر مہینہ سے قطع تعلق کر رکھا ہے، بیٹے سے زبان درازی کے سبب اور بیوی سے اس کے بیٹے کو سرزنش نہ کرنے کے سبب۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ میرا یہ عمل اور قطع تعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں کیسا ہے؟ آیا بیٹے یا بیوی کی غلطی واقعی اس لائق ہے کہ ان سے ترک کلام اور قطع تعلق

کیا جائے، بعض احباب کے کہنے پر مجھے یہ خیال پیدا ہوا؛ حالانکہ میں اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہوں، اگر میرا عمل شریعت کے خلاف ہو، تو مطلع فرمائیں؟

المستفتی: محمد عاقل احمد، علی گڑھ (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیٹے کے اوپر باپ کی فرماں برداری اور باپ کے سامنے عاجزی اور انکساری اختیار کرنا لازم اور واجب ہے، اس نے باپ کے ساتھ تیز کلامی اور زبان درازی کر کے گناہ عظیم کا ارتکاب کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی عبادت کے ساتھ ماں باپ کے ساتھ فرماں برداری اور روا داری کا اسی درجہ کا حکم دیا ہے، جس درجہ میں اپنی عبادت کا حکم دیا ہے، اور ماں باپ کے سامنے اُف کہنے سے بھی منع فرمایا ہے اور انتہائی عاجزی وانکساری اور مسکنت سے پیش آنے کا حکم فرمایا ہے۔

سوال نامہ میں ذکر کردہ واقعہ میں بیٹے نے باپ کے ساتھ دو عظیم غلطی کی ہیں۔

(۱) باپ کے ساتھ زبان درازی۔

(۲) ماں اور باپ کے درمیان اختلاف اور دوری پیدا کر دی؛ اس لئے بیٹے کے اوپر لازم ہے کہ باپ کے پیر پکڑ کر معافی مانگے اور باپ کو خوش کر کے اپنے گھر لائے اور ماں باپ دونوں کے درمیان جوڑ پیدا کرے۔

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْ کِلَاھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا ○ وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیَانِیْ صَغِیْرًا. [بني اسرائیل: ۲۳- ۲٤]

عن عبد الله بن عمرو رضی الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: رضا الرب في رضا الوالد، وسخط الرب في سخط الوالد. (ترمذي شريف، باب ماجاء من

الفضل في رضا الوالدين، النسخة الهندية ۲/ ۱۲، دارالسلام رقم: ۱۸۹۹، مسند البزار، مكتبه العلوم والحكم ۶/ ۳۷۶، رقم: ۳۳۹۴، مستدرك كتاب البر والصلة قديم ۴/ ۱۶۸، مكتبة نزار مصطفىٰ الباز ۷/ ۲۵۸۹، رقم: ۷۲۴۹)

سائل نے جو اپنی بیوی سے قطع تعلق کرلیا ہے، یہ مناسب نہیں ہے؛ اس لئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ عورتوں کی کمزوری کو برداشت کرلیا جائے اور یہ عورت کی طرف سے ایک زنانہ کمزوری ہے؛ اس لئے اسے درگذر کرنا چاہئے۔

عن أبي هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر، فلا يؤذي جاره، واستوصوا بالنساء خيرًا، فإنهن خلقن من ضلع، وإن أعوج شيئ في الضلع أعلاه فإن ذهبت تقيمه، كسرته. (بخاري شريف، باب الوصاة، بالنساء، النسخة الهندية ۲/ ۷۷۹، رقم: ۴۹۹۱، ف: ۵۱۸۵، صحيح مسلم، باب الوصية بالنساء، النسخة الهندية ۱/ ۴۷۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹/ ۱۰۰۲۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/ ۴/ ۱۴۳۱ھ

بالغ نامحرم کو متبنیٰ بنا کر رکھنے والی عورت سے قطع تعلق کرنا

سوال [۱۰۵۳۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک صاحب بسلسلہ ملازمت سعودیہ گئے ہوئے تھے، ان کے پیچھے ان کی بیوی نے تقریباً ۲۲/ ۲۳/ سال کے نوجوان لڑکے کو جو غیر قوم سے ہے، اپنا بیٹا بنالیا اور رات ودن دونوں کا ایک ساتھ رہنا ہوگیا، اس کی وجہ سے خاندان کے کچھ لوگوں نے اس تعلق سے عورت کو روکا، جس کی وجہ سے خاندان میں اختلاف ہوگیا، آٹھ دس سال کے بعد اس لڑکے کی شادی بھی ہوگئی، رات دن کا رہنا تو ختم ہوگیا؛ لیکن گاہ بگاہ آتا ہے، عورت بھی کسی صورت میں اس لڑکے سے تعلق ختم کرنے کے لئے تیار نہیں، ان وجوہات کی بنا پر خاندان کے کچھ

لوگوں نے اس عورت سے تعلق ختم کرلیا ہے، اور جس تقریب میں وہ عورت شرکت کرتی ہے وہ شریک نہیں ہوتے ،تو ایسی عورت سے تعلق ختم کر لینے میں اور جس تقریب میں وہ عورت شرکت کرتی ہے،اس تقریب میں شرکت کرنے میں کیا کوئی حرج ہے یا نہیں؟ جبکہ شرکت نہ کرنے میں خاندان میں نا اتفاقی بڑھ رہی ہے۔

المستفتی: محمد ابراہیم،رامپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیرمحرم مرد کو ساتھ رکھنا حرام اور عذاب الٰہی کا سخت خطرہ ہے، علاقہ کے با اثر لوگوں پر ضروری ہے کہ ان پر سخت پابندی لگائیں، اگر اس عورت سے بائیکاٹ کرنے میں ہدایت کی امید ہے،تو بائیکاٹ کرلیا جائے؛لیکن اگر بائیکاٹ کرنے میں فواحش اور برائیاں زیادہ ہونے کا خطرہ ہے،تو بائیکاٹ نہ کیا جائے، بلکہ ایسی حکمت عملی اختیار کرلی جائے،جس سے برائیوں سے حفاظت ہو۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ. [النحل: ۱۲۵]

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷رمحرم الحرام ۱۴۱۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۵۱۲۰/۳۳)

دوستی ودشمنی میں مبالغہ کرنا

سوال[۱۰۵۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ احقر کے ایک دوست اور احقر کے درمیان کچھ غلط فہمیاں ہوگئیں، جس سے تعلقات کشیدہ ہوگئے، دوریاں بڑھ گئیں کچھ بڑے صلح کرانے آئے، ہم دونوں بیٹھے دوران گفتگو انہوں نے فرمایا: آپ کی قسم کا کوئی اعتبار نہیں آپ جھوٹے ہیں۔نیز یہ کہ آپ

کی طبیعت میں فساد ہے اور عادت بدلتی نہیں ہے وغیرہ، اس طرح کے جملہ بہت چھپے بعد میں صلح صفائی کرادی گئی۔ اب بول چال ہے، مگر پہلے جیسے تعلقات نہیں ہیں، پہلے میں اپنی نجی وذاتی ہر بات بتادیا کرتا تھا، اب نہیں بتاتا ہوں۔ نیز بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں، مگر یہ سمجھ کر کہ ان کو میری بات اور قسم کا یقین نہیں ہوگا نہیں کہتا ہوں، نیز ضرورت سے زیادہ گفتگو بھی نہیں کرتا ہوں، وہ صاحب بھی بلاضرورت احقر سے گفتگو نہیں کرتے، اس بناء پر وہ صاحب مجھے بغضیلا اور بغض والا کہتے ہے، اور واقعی ان کی مذکورہ باتوں کا میرے دل پر آج بھی اثر ہے، میرے دل سے اس کا اثر ختم نہیں ہوا ہے، میں بات کرتے ہوئے ڈرتا ہوں کہ وہ میری بات کا نہ جانے کیا مطلب نکالیں کیا واقعی یہ غلط حرکت ہے؟ یہ بغض ہے مجھے لگتا ہے کہ یہ غلط نہیں ہے؛ کیونکہ حضرت تھانویؒ کا ایک ملفوظ ہے جب آپ سے کسی نے معافی مانگی، تو فرمایا آخرت کے لئے معاف کردیا، دنیا میں معاف نہیں کیا؛ بلکہ ہمیشہ تم سے ہوشیار رہوں گا۔

المستفتی: محمد ابراہیم، سیوہورہ، ٹانڈا، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حدیث میں آیا ہے کہ دوستی میں بھی مبالغہ مت کرو اور دشمنی میں بھی مبالغہ مت کرو؛ اس لئے درمیانی درجہ اختیار کرنا چاہئے، نہ اپنا راز بتانا چاہئے اور نہ دوسرے کا راز دار بننا چاہئے؛ اس لئے آپ دونوں کے درمیان دعا سلام رہے، اور بہت زیادہ تعلقات مضر ہیں، نہ اس کی ضرورت ہے کہ وہ آپ کی باتوں کو غلط مان رہا ہو اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے کہ آپ پچھلی باتوں کو یاد کر کے اپنے اندر وہ بات پیدا کریں۔ بس دعا سلام اور ضرورت کے بقدر گفتگو کی جائے، اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں۔

عن أبي هريرةؓ، قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: أحبب حبيبک هونا ما، عسى أن يكون بغيضک يوما ما، وأبغض بغيضک هونا ما عسى أن يكون حبيبک يوما ما. (ترمذي شريف، باب ماجاء في الإقتصار في الحب والبغض، النسخة الهندية ۲/ ۲۰، دار السلام رقم: ۱۹۹۷، مسندالبزار مكتبه العلوم والحكم ۱۷/ ۲۲۰، رقم: ۹۸۸۲، المعجم الكبير للطبراني، دار أحياء التراث العربي

۱۳/ ۷۰، رقم:۱۷۲، الأدب المفرد، باب أحبب حبيبك هونا ما، دار الكتب العلمية بيروت ۳۸۲، رقم: ۱۳۲۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ جمادی الثانی ۱۴۲۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۸۰۹۴/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/۶/۱۴۲۴ھ

بغض وکینہ کے بغیر قطع تعلق کا حکم

سوال [۱۰۵۳۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عابد اور ثاقب دو طالب علم ہیں، یہ باہم کلام نہیں کرتے؛ لیکن دل میں دونوں کے حسد وکینہ وغیرہ نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد ناظر بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دو مسلمانوں کا آپس میں باہم کلام نہ کرنا غصہ اور ذاتی عناد پر مبنی نہ ہو اور اس سے کسی کی حق تلفی نہ ہوتی ہو اور ایک کے سلام کرنے پر دوسرا جواب بھی دے دیتا ہو، تو اس صورت میں ہجران ممنوع میں داخل نہ ہوں گے۔

والشارع إنما حرم المهاجرة المقيدة لا المطلقة مع أن في إطلاقها حرجا عظيما حيث يلزم منه، أن مطلق الغضب المؤدي إلى مطلق الهجر أن يكون حراما –إلى– فيفيد أنه إذا لم يحصل التلاقي والإعراض فلا بأس بالهجران المطلق –إلى– قال الأكمل وفيه حث على إزالة الهجران، وأنه يزول بمجرد السلام. (مرقاة، باب ماينهي عنه من التهاجر والتقاطع وإتباع العورات، الفصل الأول، امدادية ملتان ۹/ ۲٦۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۱۱۰۸/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۵/۱۴۳۴ھ

لڑکی کے جرم کی وجہ سے والد کا بائیکاٹ کرنا

سوال [۱۰۵۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک شخص سے کردیا تھا، اس کا شوہر ایک سال بیوی کے ساتھ رہا، اس کے بعد پاکستان چلا گیا، پھر وہاں سے واپس نہیں آیا، اس کے بعد لڑکی دوسرے مرد کے ساتھ چلی گئی اور اب تک دوسرے مرد کے ساتھ ہی رہ رہی ہے، تو اب گاؤں اور پنچایت کے لوگ کہتے ہیں کہ تم بھی اسی کے ساتھ چلے جاؤ، یعنی بائیکاٹ کررہے ہیں؛ جبکہ میں نے لڑکی کے جانے کے بعد ہی سے لڑکی سے تعلقات ختم کرلیئے اور جانے کے بعد سے اب تک میں نے اس سے کوئی ملاقات بھی نہیں کی اور آئندہ بھی ایسی لڑکی سے ملنا نہیں چاہتا، تو کیا شرعاً ہم بائیکاٹ کئے جانے کے مستحق ہیں؟ جبکہ ہم نے لڑکی کی شادی بھی کردی تھی، شرعی حکم تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر لڑکی آپ کے قابو سے باہر ہوگئی ہے اور لڑکی کو وہاں سے چھڑانے پر بھی قدرت نہیں رکھتے ہیں اور لڑکی کے اس فعل شنیع سے راضی بھی نہیں ہیں، تو ایسی صورت میں برادری والوں کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ سے بائیکاٹ کرلیں اور برادری کے بااثر لوگوں پر لازم ہے کہ لڑکی کو فوراً اس فعل شنیع سے الگ کرلیں اور توبہ کرالیں ورنہ لڑکی مستقل زناکاری میں مبتلا رہے گی۔

عن ابن عباسؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا ضرر ولا ضرار.

(سنن ابن ماجه، باب من بني في حقه ما يضر بجاره، النسخة الهندية ۲/ ۱٦۹، دار السلام رقم: ۲۳٤۱، مسند أحمد بن حنبل ۱/ ۳۱۳، رقم: ۲۸٦۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ ذی قعدہ ۱۴۱۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱/ ۳٦۹۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/ ۱۱/ ۱۴۱۴ھ

ناراضگی میں فون پر بات نہ کرنا

سوال [۱۰۵۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حدیث میں مسلمان بھائی کے ساتھ تین دن سے زائد قطع تعلق سے منع کیا گیا ہے، تو کیا اگر کسی سے روزانہ فون پر بات ہوتی ہو، پھر کسی وجہ سے ناراض ہوکر فون میں بات کرنا بند کردیا، تو ایسا آدمی بھی اس حدیث کا مصداق ہوگا؟

المستفتی: مشتاق احمد، متعلم دار العلوم دیو بند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ضرورت کی گفتگو ہوتی ہے، تو جائز اور درست ہے، پھر کسی بات پر ناراض ہوکر ضرورت کے باوجود گفتگو نہ کرنا اور دوسری طرف سے فون آنے کے باوجود نمبر دیکھ کر فون کاٹ دینا بند کردینا تاکہ اس سے گفتگو نہ کرنی پڑے؛ حالانکہ گفتگو کرنے میں کوئی دینی یا دنیوی نقصان نہیں ہے، صرف ناراضگی کی بنا پر فون کاٹ دیا جاتا ہے، تو اس طرح مسلسل تین دن سے زائد کرنے سے اس حدیث شریف کے دائرہ میں شامل ہوجائے گا، جس میں قطع تعلق سے منع کیا گیا، اور اگر دینی یا دنیوی یا ذاتی کسی قسم کے نقصان یا فتنہ کا خطرہ ہے، تو ایسی صورت میں گفتگو نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ اس لئے کہ جس طرح قطع تعلق سے منع کیا گیا ہے، اسی طرح اپنے آپ کو فتنہ سے دور رکھنے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔

عن أبي سعید الخدريؓ، أنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: یوشک أن یکون خیر مال المسلم غنم یتبع بها شعف الجبال، ومواقع القطر یفر بدینه من الفتن. (بخاري شریف، باب من الدین الفرار من الفتن، النسخة الهندیة ۱/۷، رقم: ۱۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ رمحرم الحرام ۱۴۳۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۹۸۷۱/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۱/۲۷ھ

محض میٹنگ میں شرکت کرنے کی وجہ سے مقاطعہ

سوال [۱۰۵۳۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک برادری شیخ منصوری نے اپنی برادری کے قوانین مرتب کرنے اور فلاح و بہبود کے لئے ایک میٹنگ منعقد کی تھی، اس میں برادری کے چند آدمیوں نے شرکت نہیں کی میٹنگ کی تاریخ اور مقام دوسرے پرچہ پر مندرج ہے، اب مذکورہ برادری نے ان شرکت نہ کرنے والوں کا مقاطعہ از برادری جس کو اپنی اصطلاح میں حقہ پانی بند کردیا ہے، وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ان میں شرکت نہ کرنے والوں نے چار برادروں کی بات نہیں مانی؛ اس لئے یہ برادری کی توہین ہے، اس توہین کے پیش نظر شرکت نہ کرنے والوں کا حقہ پانی بند کردیا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ میٹنگ میں شرکت نہ کرنے سے ان کا حقہ پانی بند کردینا جائز ہوگا یانہیں؟ برادری نے یہ کام اچھا کیا ہے یا برا کیا ہے؟ ضرورت استفتاء اس لئے درپیش ہوئی کہ یہ کام اچھا کیا ہے، تو اپنی جگہ اٹل ورنہ پھر دوسرا رخ اختیار کیا جائے، حقہ پانی بند کرنے کی تفصیل کی ضرورت نہیں، برادری کی طرف سے جو نوٹس حقہ پانی بند کرنے کا شرکت نہ کرنے والوں کو دیا گیا ہے وہ بھی ہمرشتہ سوال ہے۔

المستفتی: برادری منصوری، شیرکوٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محض میٹنگ میں شرکت نہ کرنے کی وجہ سے مقاطعہ (حقہ پانی بند) کردینا شرعی طور پر اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے؛ بلکہ ان کے ساتھ ہمدردی اور حسن سلوک اور تعلقات باقی رکھنے چاہئے۔

عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تقاطعوا، ولاتدابروا، ولاتباغضوا، ولاتحاسدوا، وكونو عباد الله إخوانا ولا يحل للمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلاث. (سنن الترمذي، باب ما جاء في الحسد، النسخة الهندية ۲/۱۵، دار السلام رقم:۱۹۳۵، صحيح البخاري، باب الهجرة، النسخة الهندية ۲/۸۹۷، رقم:۵۸۳۹، ف:۶۰۷۶، صحيح مسلم، باب النهي عن التحاسد والتباغض والتدابر، النسخة الهندية ۲/۳۱۶، بيت الأفكار رقم:۲۵۵۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍رجب المرجب ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۹۶۰/۳۲)

آپسی رنجش کی وجہ سے ترک کلام

سوال [۱۰۵۳۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم دونوں بھائیوں میں کسی وجہ سے آپس میں رنجش ہوگئی حتی کہ دونوں نے ایک دوسرے سے بولنا چھوڑ دیا، کچھ عرصہ بعد میں نے صلح کرنی چاہی اور لوگوں کو اس سلسلہ میں متوجہ کیا کہ آپ ہمارے درمیان بات کرادیں؛ جب ان لوگوں نے میرے چھوٹے بھائی سے بات کی تو انہوں نے ان کو جواب دیا کہ ہمارے درمیان کوئی لڑائی نہیں، پھر صلح کس بات کی سوء اتفاق کچھ دنوں بعد چھوٹے بھائی کے دشمنوں نے ان کو قتل کر ڈالا، مجھے ہر وقت یہی فکر رہتی ہے کہ بخشش کی کیا شکل ہے، جبکہ حدیث شریف میں فرمایا گیا، کہ تین دن سے زیادہ ترک کلام کرنا حرام ہے اور اگر اس حالت میں کوئی مرجائے، تو وہ جہنمی ہے، تو آپ سے معلوم یہ کرنا ہے کہ اس گناہ کی تلافی کس طرح ممکن ہے کہ جس سے میرا گناہ اور میرے مرحوم بھائی کے گناہ دور ہوجائیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں

میری پریشانی کوحل فرمائیں۔

المستفتی: محمد حنیف بھاگووالا ،بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ذاتی اور دنیوی امور کی وجہ سے آپس میں کلام ترک کردیا جائے،جس میں کوئی دینی فائدہ مقصود نہ ہو، بلکہ محض غیظ نفسانی ہو،تو یہ واقعۃً شرعاً مذموم ہےاور حدیث شریف میں اسی سے منع کیا گیاہےاور یہ گناہ کبیرہ ہے۔

سوال نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تعلقات کواستوار کرنے کی کوشش تو کی ہے؛ لیکن اقدام نہیں کیااس لئے جرم تو بہرحال برابر رہا،اب اس کے تدارک کی صورت یہ ہے کہ آپ انتہائی ندامت کےساتھ بارگاہ الٰہی میں توبہ واستغفار کریں۔

نیز ان کے بیوی بچوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرنے کے ساتھ ساتھ خودان کے لئے بھی ایصال ثواب کریں،اس طریقہ پرامید ہے کہ انشاء اللہ آپ اورآپ کے بھائی اس جرم سے بری ہوجائیں گے۔

وَهُوَ الَّذِىْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوْ عَنِ السَّيِّئَاتِ. [الشوریٰ: ۲۵]

عن عبد الله بن مسعودؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: التائب من الذنب كمن لا ذنب له. (سنن ابن ماجه، باب ذكر التوبة،النسخة الهندية ۲/ ۳۱۳، دار السلام رقم: ۴۲۵۰، المعجم الكبير للطبراني، دار أحياء التراث العربى ۱۰/ ۱۵۰، رقم: ۱۰۲۸۱)

وفي المرقات: تحته إعلم أن التوبة إذ وجدت بشروطها المعتبرة فلا شک في قبولها وترتب المغفرة عليها، لقوله تعالىٰ: وهو الذي يقبل التوبة عن عباده. (مرقاة المفاتيح، قبيل باب رحمة الله، مكتبه امدادية ملتان ۵/ ۱۵۱)

يغفر مادون ذلک لمن يشاء من الصغائر والكبائر مع التوبة. (شرح عقائد ۱۱۲)

وأيضا المسئلة مستفاد من هذا الحديث عن أنس بن مالكؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن العبد ليموت والداه أو أحدهما، وإنه لهما لعاق فلا يزال يدعولهما، ويستغفر لهما حتى يكتبه الله بارًّا.

(شعب الإيمان، فصل في حفظ حق الوالدين بعد موتهما، دار الكتب العلمية بيروت ٢٠٢/٦، رقم: ٧٩٠٢، مشكوة شريف ٤٢١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍رجب المرجب ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۶۸۵۸/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۷/۲۲ھ

تین دن سے زائد قطع تعلق کر لینا جائز ہے؟

سوال [۱۰۵۳۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک آدمی بہت شریر ہے، لوگوں پر تہمت لگانا جھوٹ بولنا اور جھگڑا کرنا اورلوگوں کے اندر تفریق ڈالنا اس کی عادت ہے، تو آپ ہی سمجھئے وہ کیسا آدمی ہے؟ اس لئے ایک آدمی نے بہت دنوں سے اس سے بات کرنی چھوڑ دی ہے، اس آدمی پر بھی کئی مرتبہ مذکورہ شخص نے تہمت لگائی ہے، تو اس سے بات کرنا چھوڑ دینا جائز ہوگا یا نہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی کسی مسلمان سے تین دن تک بات کرنا چھوڑ دے اور مر جائے، تو وہ جنت میں نہیں جائے گا؟ اس حدیث کی وعید میں یہ شخص آئے گا یا نہیں؟

المستفتی: محمد حیدر علی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: حدیث میں جو مروی ہے کہ تین دن سے زیادہ قطع تعلق نہ کرے، یہ مطلق نہیں اگر فساق سے بوجہ فسق احتراز کرے تو کوئی حرج نہیں۔

كـلـمة الـحق ۱۲۷/۸ ، بحواله فتاوی رحيميه قديم ۶۳۷/۹ ، جديد زكريا ۲۴۱/۳)

رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقتله ولايجوز فوقها إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالىٰ، فيجوز فوق ذالك— إلى —فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق. (مرقاة المفاتيح، باب ما ينهى عنه من التهاجر و التقاطع وإتباع العورات الفصل الأول، امدادية ملتان ۲۶۲/۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ شوال المکرم ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۶۱۰۵/۳۴)

بے نمازی سے ترک تعلق کرنا

سوال [۱۰۵۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بے نمازی کس کو کہا جاتا ہے، اس کے ساتھ کھانا پینا اور اس سے میل جول رکھنے کے متعلق احکامات بیان کریں؟

المستفتی: محمد ظہیر الحق، افضل گڑھ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بے نمازی وہ شخص ہے، جو جان بوجھ کر نماز ترک کردیتا ہو ایسا آدمی عام طور پر جاہل ہوتا ہے، اس کے ساتھ ترک تعلق کا اگر معاملہ کیا جائے گا، تو اور بھی گمراہ ہوجائے گا؛ بلکہ محبت سے اس کو قریب کرنے کی کوشش ہونی چاہئے انشاء اللہ کسی وقت توبہ کرلے گا اور فوت شدہ نمازوں کو بھی قضاء عمری کے طور پر پڑھتا رہے گا؛ لہٰذا قطع تعلق نہ کیا جائے، نرمی اور محبت کا معاملہ کیا جائے۔

ادْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ. [النحل:۱۲۵]

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍شوال المکرّم ۱۴۱۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳؍۵۴۷۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۱۰/۲۳ھ

مسلمانوں کی آبروریزی کرنے والے سے قطع تعلق کرنا

سوال [۱۰۵۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے موضع میں ایک پرانا دینی مدرسہ ہے، جو سرکار سے منظور ہے، درجہ پانچ تک دینیات، ہندی، اردو، ناظرۂ قرآن پاک اور تجوید کے ساتھ قرآن پاک حفظ کی تعلیم باقاعدہ ہوتی ہے، مدرسہ کی کمیٹی ہے، مدرسہ رجسٹرڈ ہے، مدرسہ کمیٹی کے صدر بابو سلیم صاحب ہیں، جن سے گاؤں ہی کے ایک شخص زید کا اپنے بھی معاملات میں جھگڑا ہوگیا، زید نہ مدرسہ کا ممبر ہے، نہ دین سے کوئی تعلق ہے، بابو سلیم اور زید کا جھگڑا بہت بڑھا زید بابو سلیم کو ہر طرح زیر کرنے کی کوشش کرنے لگا یہاں تک زید کا کوئی بس نہیں چلا تو بابو سلیم کو مدرسہ کی صدرات سے الگ کرنے کی کوشش کرنے لگا مدرسہ پر بابو سلیم کے احسانات ہیں، مدرسہ کی بقا وترقی اور مدسہ کی مفاد کے لئے کوشش کرتے رہتے ہیں، بابو سلیم دیندار ذی علم ہیں اور ان کی سرکاری اچھی سروس ہے، زید بابو سلیم کو صدارت سے ہٹانے میں کامیاب نہیں ہوا، تو مدرسہ کو ہر طرح نقصان پہچانے کی دھمکی دینے لگا۔

۲۹؍جنوری آئی تو ایک درخواست لکھا کر چندلوگوں سے دستخط کرا کے تھانہ انچارج کو دیدی کہ ۲۶؍جنوری کو آزادی والا جھنڈا مدرسہ میں نہیں لہرایا گیا، مدرسہ کے صدر ممبران کمیٹی واساتذہ ملک کے غدار ہیں، تھانہ والوں کو کوئی وجہ چاہئے۔ بہر حال مدرسہ میں پولیس آئی

اور مدرسہ کے صدر مدرس کو جو عالم حافظ ہیں، تھانہ لے گئی، مدرسہ کے ذمہ دار بہت پریشان ہوئے، کافی دوڑ دھوپ کرنی پڑی مدرسہ کے بجٹ میں روپیہ بھی نہیں تھے، قرض لے کر کسی طرح معاملہ کو رفع دفع کرایا گیا، معاملہ رفع دفع ہو جانے کے بعد زید نے دو مرتبہ اخبار میں بھی یہ معاملہ لکھوایا کہ تھانہ والوں نے لین دین کر کے معاملہ کو رفع دفع کر دیا، زید کا کوئی شریف آدمی ساتھی نہیں ہے، بس دو ایک بے نمازی، بے دین، راز دارانہ مشورہ کار ہیں، معلوم یہ کرنا ہے کہ زید نے جو یہ حرکت کی جس میں مدرسہ کے ذمہ دار انتہائی پریشان کئے گئے، مدرسہ کے صدر مدرس مولانا صاحب چھ گھنٹہ تھانہ میں بندر ہے، مدرسہ میں پیسہ نہیں تھے، مدرسہ کی حفاظت کے لئے قرض لے کر کسی طرح معاملہ دفع کیا گیا؟ زید کی اس نازیبا حرکت پر بستی کے مسلمانوں کو زید کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے؟ کہ دوسروں کو عبرت ہو اور ایسی نازیبا حرکت پھر دوبارہ مدرسہ کے ساتھ کوئی نہ کر سکے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسلمان کی آبروریزی اور اس کی ہتک حرمت نیز دینی ادارہ کو نقصان پہونچانا یہ تمام باتیں شرعاً گناہ کبیرہ ہیں، جن کی وجہ سے عبرت اور جرم کا احساس دلانے کی خاطر گو کہ شرعاً تعلقات کا انقطاع کی گنجائش ہے؛ لیکن اس دور میں تعلقات کا انقطاع مفید نہیں ہے؛ بلکہ اس طرح اور کشیدگی بڑھ جاتی ہے؛ اس لئے ایسے شخص سے کسی طرح درمیان میں با اثر لوگوں کو ڈال کر میل جول کر کے معاملات کی صلح وصفائی کر لینی چاہئے تا کہ اس طرح آپس کے نجی معاملات کی وجہ سے دینی ادارے زد میں نہ آئیں۔

وَالصُّلْحُ خَيْرٌ. [النساء:۱۲۸]

عن أبي الدرداءؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ألا أخبركم بأفضل من درجة الصيام، والصلاة، والصدقة" قالوا: بلى! يارسول الله! قال: إصلاح ذات البين، وفساد ذات البين الحالقة

(أي المزيلة للخيرات) (سنن أبي داؤد، باب في اصلاح ذات البين، النسخة الهندية ٦٧٣/٢، دار السلام رقم: ٤٩١٩، الأدب المفرد، دار الكتب العلمية بيروت ١٢٣، رقم:٣٩١، مسند أحمد بن حنبل٦/٤٤-٤٤٥، رقم:٢٨٠٥٨، مسند البزار، مكتبه العلوم والحكم ٤٦/١٠، رقم:٤١٠٩)

ثم إن الهجران الممنوع إنما هو كان لسبب دنيوي، أما إذا كان بسبب فسق المرأ وعصيانه، فأكثر العلماء على جوازه. (تكملة فتح الملهم، باب تحريم الهجر فوق ثلاث بلاعذر شرعي، اشرفية ديوبند ٣٥٥/٥-٣٥٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱ر صفر المظفر ۱۴۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۷۰۶۱/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/۲/۱۴۲۳ھ

راستہ تنگ کرنے کی وجہ سے ترک کلام

سوال [۱۰۵۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے اپنے چھوٹے بھائی کا راستہ تنگ کر دیا ہے اور آگے چل کر عام راستہ تھا، اس کو بھی تنگ کر دیا ہے، جس کی وجہ سے دونوں بھائیوں میں گفتگو بند ہے، تو ایسی صورت میں گفتگو کا بند رہنا جائز ہوگا یا نہیں؟ مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد صدیق انصاری، قصبہ کوری روانہ، مرادآباد (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تین روز سے زیادہ گفتگو اور میل جول بند رہنا ناجائز ہے، ضرور گفتگو اور میل جول شروع کر دینا چاہئے، ابتدا سلام سے کریں، جو ابتداءً سلام کرے گا، اس کو زیادہ ثواب ملے گا، دوسرا سلام کا جواب دیگا تو وہ بھی ثواب میں شریک ہوگا اور اگر جواب نہ دے گا تو گنہگار ہوگا، آئندہ سلام کرنے والا گنہگار نہیں کہلائیگا۔

عن أبي هريرةؓ، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا يحل لمؤمن أن يهجر مؤمنا فوق ثلاث، فإن مرت به ثلاث، فليلقه فليسلم عليه، فإن رد عليه السلام فقد اشتركا في الأجر، وإن لم يرد عليه فقد باء بالإثم، زاد أحمد، وخرج المسلم من الهجرة. (سنن أبي داؤد، باب في هجرة الرجل أخاه المسلم، النسخة الهندية ۲/ ٦٧٣، دار السلام رقم: ٤٩١٢، الأدب المفرد، باب إن السلام يجزي من الصوم، دار الكتب العلمية بيروت١٢٩، رقم: ٤١٤، مشكوة المصابيح ٤٢٨/٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍رجب المرجب ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۸۴۹/۲۴)

سود پر قرض دینے والوں سے قطع تعلق کرنا

سوال [۱۰۵۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے متعلقین میں سے کچھ لوگ روپیہ سود پر قرض دیتے ہیں، تو ان سے معاملات کرنا، ان کے گھر کھانا پینا، ان کو اپنے یہاں کھلانا کیسا ہے؟ ان سے قطع تعلق کرنے سے شریعت کی نظر میں کوئی خرابی تو نہیں ہے؟

المستفتی: محمد معراج، بہرائچ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال نامہ میں جن کے بارے میں لکھا گیا ہے، اگر ان کے یہاں صرف یہی سودی کاروبار ہے، تو ان کے یہاں کھانا نہ کھایا جائے، مگر وہ آپ کے یہاں کھانا کھا سکتے ہیں؛ اس لئے کہ آپ کے یہاں حلال کمائی ہے اور ان کے ساتھ قطع تعلق نہ کیا جائے؛ بلکہ تعلق برقرار رکھ کر ان کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی جائے۔

عـن جـابـرؓ، قـال: لـعـن رسـول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، آكل الربا، ومؤكله، وكاتبه، وشاهديه، وقال: وهـم سواء. (مسلم شريف، باب لعن أكل الربا ومؤكله، النسخة الهندية۲/۲۷، بيت الأفكار رقم:۱۵۹۸)

أكـل الربوا و كاسب الحرام أهدىٰ إليه، أو أضافه وغالب ماله حرام لا يـقبـل ولايـأكـل مالم يخبره أن ذلک المال أصله حلال ورثه، أو استقرضه.

(هـنـدية، البـاب الثـانـى عشـر فـي الهدايا والضيافات، زكريا قديم ۵/۳۴۳، جديد ۵/۳۹۷، الـمـحيـط البـرهـاني، المجلس العلمي بيروت ۸/۷۳، رقم:۹۶۱۷، البناية اشرفيه ۱۲/۲۰۹، مجمع الأنهر، مصري قديم ۲/۵۲۹، دار الكتب العلمية بيروت ۴/۱۸۶-۱۸۷)

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّکَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ. [النحل:۱۲۵] فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ
۹؍ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ
(فتویٰ نمبر:الف ۳۶/۷۹۶۸)

منکرات والی شادی میں عدم شرکت اور داعی کا بائیکاٹ

سوال [۱۰۵۴۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے اپنے بہنوئی عمرو کو اپنی لڑکی کی تقریب میں مدعو کیا، بدعوتِ زید عمرو ان کے گھر گئے، دیکھا کہ ان کے مکان پر لاؤڈ اسپیکر سے گانے ہورہے تھے، جب لاؤڈ اسپیکر سے گانے سنے، تو وہاں سے عمر چلدیئے، عمر کے جانے پر زید نے اور بھی برا بھلا کہا۔ خیر عمر وہاں سے چلے گئے اور اب زید کے گھر آنا جانا اور بات چیت سب بند کررکھی ہے، تو عمر کا معمول یہ ہے کہ جہاں جس تقریب میں باجا یا ناچ وغیرہ ہوتا ہے، اس میں شریک نہیں

ہوتے اور نہ اس تقریب کی دعوت کھاتے ہیں، زید اس بات کو جانتا تھا؛ لیکن باوجود اس کے اس نے ایسی حرکت کی، تو پوچھنا یہ ہے کہ عمر کا بات چیت بند کرنا از راہ شرع کیسا ہے؟ اور کب تک ترک تکلم اور ترک آمد ورفت جائز ہے؟ جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: محمد رفیق، لکھیم پورکھیری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر عمر کی حیثیت علاقہ میں مقتدی کی سی ہے اور ان کا اثر لوگوں کے قلوب میں بیٹھ گیا ہے، تو اس طرح منکرات سے خود روکا کریں، اگر نہ مانے تو وہاں سے واپس لوٹ آنا چاہئے۔ اور اگر عمر کی حیثیت علاقہ میں مقتدی کی سی نہیں ہے، تو دل سے ان باتوں کا انکار کریں اور صبر کر کے کھانا کھا کر، واپس آجائیں اور آئندہ ایسی دعوت میں حاضر ہی نہ ہوا کریں۔

عن عمران بن حصين قال: نهي رسول الله صلى الله عليه وسلم: عن إجابة طعام الفاسقين. (المعجم الكبير للطبراني، دار أحياء التراث العربي ۱۸/ ۱٦۸، رقم: ۳۷٦)

من دعىٰ إلى وليمة فوجد ثمة لعباً، أو غناءً، فلابأس أن يقعد و يأكل، فإن قدر على المنع يمنعهم، وإن لم يقدر يصبر وهذا إذا لم يكن مقتدي به أما إذا كان ولم يقدر على منعهم، فإنه يخرج ولايقعد. (عالمگيري، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، زكريا قديم ٥/ ٣٤٣، جديد ٥/ ٣٩٧، هداية اشرفي ٤/ ٤٥٥، الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٨/ ٢١٦)

عمرو کا بات چیت بند رکھنے کے بجائے نرمی سے سمجھاتے رہنا بہتر ہے، اس سے ہدایت کی امید ہے۔

قوله تعالىٰ: اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ

وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَن. [النحل:۱۲۵] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍شوال المکرّم ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۶/۲۴ ۹۰)

لاعلمی میں خنزیر کا گوشت کھانے والے سے قطع تعلق

سوال [۱۰۵۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عبدالسلام پہلی مرتبہ دہلی کام کرنے کے لئے گئے، وہاں انہوں نے ایک بھنگی کی دوکان پر خنزیر کا گوشت خرید کر کھالیا، ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ بھنگی کی دوکان ہے، یا خنزیر کا گوشت ہے، پھر دوبارہ انہوں نے گوشت خرید کرلیا اور ساتھیوں سے معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ یہ گوشت خنزیر کا ہے، تو عبدالسلام نے اس گوشت کو پھینک دیا اور ساتھیوں کو بتایا کہ اس سے قبل ایک مرتبہ اوراس گوشت کو کھاچکا ہوں؛ لہٰذا اس کے ساتھ رہنے والے ساتھیوں نے اسے اپنے ساتھ کھانے پینے سے الگ کردیا اور ساتھیوں نے یہ بات اس کے گاؤں میں پھیلادی اور لوگ اسے برا بھلا کہتے ہیں، اب اس کی کیا صورت نکلے گی؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: عبدالسلام، لکھیم پور، متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں عبدالسلام کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ واستغفار کرے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَحِيْمًا. [النساء:۶۴]

اور یہ واقعہ چونکہ عدم علم کی وجہ سے پیش آیا ہے، اس لئے اس کے ساتھ مقاطعت نہ کی

جائے؛ بلکہ پہلے کی طرح میل ملاپ باقی رکھا جائے توبہ کرنے کے بعد شرعاً اس کا حکم خنزیر کا گوشت نہ کھانے والے کے حکم میں ہو جائے گا، اس کے بعد اس کو برا بھلا کہنے والے گنہگار ہوں گے، اور توبہ کرنے والے کے گناہ کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا۔

عن ابن عمرؓ، قال: صعد رسول الله صلى الله عليه وسلم: المنبر...... لاتؤذوا المسلمين ولاتعيروهم، ولاتتبعوا عوراتهم، فإنه من تتبع عورة أخيه المسلم تتبع الله عورته ومن تتبع الله عورته يفضحه ولو في جوف رحله. الحديث (الترمذي شريف، باب ماجاء في تعظيم المؤمن، النسخة الهندية ۲/۲۳، دار السلام رقم: ۲۰۳۲)

عن عبد الله بن مسعودؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: التائب من الذنب كمن لا ذنب له. (سنن ابن ماجه، باب ذكر التوبة، النسخة الهندية ۲/۳۱۳، دار السلام رقم: ۴۰۲۵، المعجم الكبير للطبراني، دار إحياء التراث العربي ۱۰/۱۵۰، رقم: ۱۰۲۸۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳/۵۳۲۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۶/۶ھ

خنزیر کے بالوں کا برش بنانیوالے سے قطع تعلق کرنا

سوال [۱۰۵۴۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ یہاں پر سور کے بالوں کا برش بنتا ہے، لہٰذا مجھے ان کے یہاں پر آنے جانے یعنی تعلقات کیسے رکھنا چاہیے؟ اگر ان کے یہاں پر نہ جائیں تو ان سے تعلقات ختم ہوتے ہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں میرے لئے کیا حکم ہے؟ تعلقات میں میرا کھانا پینا بھی شامل ہے۔

المستفتی: محمد رئیس احمد، محلہ اسلام نگر سیوہارہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خنزیر کے بال نجس العین ہیں، جب اس کے علاوہ دوسری اشیاء سے برش بنانے کا کام چل سکتا ہے، تو کسی مسلمان کے لئے خنزیر کے بالوں کا برش وغیرہ بنانا اوراس کا کاروبار ہرگز جائز نہ ہوگا۔

ولا يجوز بيع شعر الخنزير؛ لأنه نجس العين فلا يجوز بيعه إهانة له.

(هداية، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد اشرفي ۳/ ۵۵)

لہٰذا جب تک اپنے فعل سے توبہ کرکے باز نہ آجاوے اعزاء واقرباء کے لئے بائیکاٹ کرنے کی گنجائش ہے۔

وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ. [هود: ۱۱۳] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ر شوال المکرم ۱۴۰۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۳/ ۳۱۲)

بدکار بہن سے قطع تعلق اور وراثت سے محروم کرنا

سوال [۱۰۵۴۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کی بہن اور بہنوئی میں جھگڑا ہوا اور بہنوئی نے ایک ہی مجلس میں تقریباً دس لوگوں کے سامنے تین طلاقیں دیدیں زید کی بہن میکہ میں تھی، سب نے کہا طلاق ہوگئی؛ چنانچہ اس سے عدت گذارنے کے لئے کہا گیا؛ لیکن وہ عدت میں نہ بیٹھی اور باہر نکلتی رہی اور تقریباً دو مہینے کے بعد اپنے گھر خود چلی گئی اور دونوں میاں بیوی میں بول چال ہوگئی یعنی روٹی وغیرہ پکا کر دینے لگی اور اب بھی دے رہی ہے، زید نے خود بھی سمجھایا اور دوسروں سے بھی سمجھوایا؛ لیکن وہ نہ مانی زید ایک دین دار شخص ہے۔

(۱) سوال یہ ہے کہ زید کا اپنی بہن سے بول چال تعلق رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جب سے یہ واقعہ ہوا ہے، زید نے بہن سے تعلق ختم کر دیا ہے۔

(۲) جب وراثت تقسیم ہوتو ایسی بہن کو حصہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: انوارعلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں زید کی بہن پر طلاق مغلظہ واقع ہوچکی ہے اور طلاق مغلظہ کے وقوع کے بعد عورت کا شوہر کے ساتھ میاں بیوی کی طرح رہنا حرام کاری اور بدکاری ہے اور زید پر لازم ہے کہ بہن کو فوری طور پر بہنوئی سے الگ کرائے عدم تعمیل کی صورت میں اسے ایسی بدکار بہن سے تعلقات منقطع کرنے کی اجازت ہے۔

إن قال لزوجته: أنت طالق طالق طالق، طلقت ثلاثاً. (الأشباه والنظائر قديم۹ ۲۱، جديد زكريا ۳۷٦)

إن الهجران إذا كان بسبب فسق المرأ وعصيانه، فأكثر العلماء على جوازه. (تكملة فتح الملهم، باب تحريم الهجر فوق ثلاث بلا عذر شرعي، اشرفيه ديوبند ۵/۳۵۵-۳۵٦)

(۲) البتہ اس گناہ کے سبب بہن وراثت سے محروم نہ ہوگی۔

الإرث جبري لا يسقط بالإسقاط. (تكملة شامي، مطلب في حادثة الفتوى، زكريا ۱۱/٦۷۸، كراچي ۷/۵۰۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ ذی قعدہ ۱۴۳۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹/ ۱۰۲۱۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۱۱/۱۴۳۱ھ

بھانجی سے ناجائز تعلق قائم کرنے والے سے قطع تعلق

سوال [۱۰۵۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: کہ زید کا لڑکا عاقل وبالغ شادی شدہ ہے، دو بچے ہیں بیوی گھر پر ہے، بکر کی حقیقی بھانجی بکر کے گھر پر مہمانداری کے لئے آئی، بھانجی عاقل وبالغ بغیر شادی شدہ ہے، بھانجی رات کو بکر کے لحاف میں جاتی تھی، زید کو اور زید کی بیوی کو اس بات کا علم تھا، زید اور زید کی بیوی نے کسی شخص سے بھی ظاہر نہیں کیا، کچھ عرصہ کے بعد وہ لڑکی اپنے باپ کے یہاں چلی گئی، اس لڑکی کا ماحول وہاں بھی گندہ تھا، کچھ دنوں کے بعد بکر اپنی بھانجی کے گھر گیا اور وہاں سے دونوں غائب ہوگئے، کچھ دنوں کے بعد گھر واپس آئے بھانجی کے باپ اور چچا نے بکر اور بھانجی کو مار کر اور ۵۰/ روپیہ دے کر واپس کر دیا، پھر وہ دونوں وہاں سے چلے گئے، کچھ عرصہ کے بعد بھانجی کا باپ تلاش میں نکلا، بکر کو گرفتار کرا دیا اور اپنی لڑکی لے کر چلا آیا آکر اس نے لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر دیا، بکر کے خاندان والوں کو ان سب باتوں کا علم ہوا بکر اپنے گھر آیا آکر اپنے کام میں لگ گیا، بکر کے خاندان والوں نے زید اور بکر سے قطع تعلق کیا، زید اپنے ایک خاندان سے تعلق رکھتا ہے، جس خاندان سے تعلق رکھتا ہے، وہاں بکر کے چھوٹے بھائی کی شادی ہوئی ہے، تو اب جس خاندان سے بکر کا تعلق ہے بقیہ خاندانی اس سے تعلق رکھیں یا نہ رکھیں؟

(۲) زید کے خاندان والوں کے جو رشتہ دار ہیں، زید تعلق رکھتا ہے، خاندانی اپنے رشتہ داروں سے تعلق رکھیں یا نہیں؟

(۳) زید اور بکر کی پٹائی کرنے میں خاندان اور بستی کے معزز حضرات تھے، زید اور بکر اپنی غلطی کی معافی چاہتے ہیں، اپنے خاندان والوں سے تعلق رکھنا چاہتے ہیں، خاندان والے تعلق رکھیں یا نہیں؟ ان مسائل کا قانون شریعت کی روشنی میں جواب مفصل ومدلل عنایت فرمائیں۔

المستفتی: جمشید احمد، دوکاندار، شریف نگر، ٹھاکردوارہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سائل اگر اپنے بیان میں سچا ہے، تو مذکورہ حالات

میں زید وبکر جب تک خالص توبہ نہ کریں، اس وقت تک ان سے برادرانہ تعلق رکھنا جائز نہیں ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ. [ھود: ۱۱۳]

البتہ اگر زید وبکر نے واقعی اپنے افعال سے توبہ کرلی ہے، تو قطع تعلق جاری رکھنا جائز نہ ہوگا؛ بلکہ ان کے ساتھ برادرانہ تعلق شروع کردینا چاہئے۔ (مستفاد: فتاوی احیاء العلوم ۱/۱۳۱، کفایت المفتی قدیم ۱/۲۷۲، جدید زکریا مطول ۱۲/۵۸۸، ۱۳/۱۱۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۴/ ۷۳۳)

مطلقہ بیوی کو ساتھ رکھنے والے سے قطع تعلق کرنا

سوال [۱۰۵۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم ایک اہم شبہ میں مبتلا ہیں ہمارے علاقہ میں ایک آدمی اپنی بیوی کو تین طلاق دینے کے بعد اسی کے ساتھ زندگی بسر کررہا ہے، اور تین طلاق دینے پر گواہ بھی موجود ہیں، ہم نے اس کو بارہا سمجھایا کہ حلالہ کے بغیر تمہارے لئے حلال نہیں ہے؛ لیکن وہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہے، تو اب ہم اس کے ساتھ معاملہ اور لین دین کے بارے میں کیا کریں۔

المستفتی: محمد ریاض الدین، گاؤں مریگاؤں (آسام)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تین طلاق سے طلاق مغلظہ ہوجاتی ہے، جس سے بیوی قطعاً حرام ہوجاتی ہے، اس کے بعد بغیر حلالہ کے نکاح کرنا بھی جائز نہیں ہوتا ہے، پھر ایسی عورت کو اس حالت میں رکھ کر کے ساتھ زندگی گذارنا حرام کاری اور زنا کاری کی زندگی ہے، ایسے گھر سے خیر وبرکت سب اٹھ جاتی ہے، خدا کا عذاب آنے کا خطرہ ہے

اوراس کے گھر میں نحوست اورنیستی پیدا ہوتی ہے؛ اس لئے علاقہ کے لوگوں پر ضروری ہے کہ دونوں کے درمیان علاحدگی پیدا کردیں اور حلالہ شرعی کے ساتھ رکھنے کا طریقہ بتلادیں، اگرنہ مانے تو پورے علاقہ کے لوگ اس کا بائیکاٹ کرکے حقہ پانی بندکردیں شاید باز آجائے۔

فإن طلقها بعد الثنتين، فلا تحل له من بعد أي من بعد ذالك التطليق حتى تنكح زوجًا غيره أي تتزوج زوجًا غيره ويجامعها. (روح المعاني، زكريا ٢/ ٢١٢، تحت تفسير رقم الآية ٢٣٠، من سورة البقرة)

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَان. [مائده: ٢] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/ ۷۹۸۹)

مطلقہ ثلثہ کو ساتھ رکھنے والے سے قطع تعلق کرنا

سوال [۱۰۵۵۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کی دس لڑکیاں ہیں، جن میں سے چھ لڑکیوں کی شادی ہوگئی، ان کی ایک سب سے بڑی لڑکی کو دو مرتبہ طلاق مل چکی ہے بالکل صاف طریقے سے وہ پھر دوبارہ بغیر کسی حلالہ کے اور بغیر کسی نکاح اور بغیر عدت گذارے اپنے شوہر کے ساتھ رہنے لگی، اس بات کو تقریباً چھ سال گذر گئے، لڑکی کے والدین بھی اس بات کے بارے میں کسی طرح کی کوئی روک ٹوک نہیں کرتے اور خوب آنا جانا، کھانا پینا ہے اور کسی طرح کی کوئی ناراضگی بھی نہیں ہے، ایسی جگہ اپنی لڑکی کا رشتہ طے کرنے میں کوئی کراہت تو نہیں ہے؟

المستفتی: حفیظ الرحمٰن، محلّہ بندوقچیاں، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر دو مرتبہ طلاق سے مراد تین تین طلاقیں، دو مرتبہ دی گئی ہیں، تو دونوں کا بلا حلالہ ساتھ رہنا حرام کاری اور زنا کاری ہے، وہاں کے با اثر لوگوں پر لازم ہے کہ فوراً دونوں کے درمیان علیحدگی کرا دیں اور باقاعدہ شرعی حلالہ کے بعد دونوں کے درمیان دوبارہ نکاح کروا دیں۔

وإن کان الطلاق ثلثاً في الحرة وثنتین في الأمة لم تحل له حتی تنکح زوجًا غیره نکاحًا صحیحًا ویدخل بها، ثم یطلقها أو یموت عنها .

(هندیة، کتاب الطلاق، الباب السادس، زکریاجدید ۱/ ۵۳۵، قدیم ۱/ ۴۷۳)

اگر ماں باپ کی کمزوری ولا پرواہی سے طلاق شدہ لڑکی شوہر کے پاس رہ رہی ہے، تو ان کے ساتھ شادی بیاہ حقہ پانی کا سلسلہ بند کر دیا جائے تو باز آجانے کی امید ہے، اور وہاں رشتہ نہ کرنا بہتر ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ .

[الهود: ۱۱۳] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۹/ ۳۳۷۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۳/۲۶ھ

طلاق ثلاثہ کے بعد حلالہ کے بغیر ساتھ رہنے والے سے قطع تعلق کرنا

سوال [۱۰۵۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے لڑکے کی شادی ایسی لڑکی سے ہوئی ہے، جس کی بڑی بہن کو دو مرتبہ تین تین طلاق تھوڑے تھوڑے دنوں کے وقفے کے بعد ہوئیں؛ لیکن وہ لڑکی بغیر عدت گذارے اپنے شوہر کے گھر چلی جاتی ہے نہ کوئی نکاح ہوتا ہے اور نہ کوئی حلالہ ہوتا ہے

اوراس کے ماں باپ بھی اس بات پرکوئی روک ٹوک نہیں کرتے اورخوب آپس میں آنا جانا رہتا ہےاور ہم بھی اپنی بہوکومنع کرتے ہیں کہ اپنی بہن کے گھر مت جایا کر؛لیکن وہ نہیں مانتی، ایسی صورت میں بتایئے کہ ہمیں بھی اس لڑکی اوراس کے گھر والوں سے رشتہ توڑ دینا چاہئے یا نہیں اور ہم اپنی بہوکو کیسے سمجھائیں اور اگر ہماری بہو نہ مانے ،تواس کوکیا کرنا چاہئے ،اس کو چھوڑ دیا جائے یا نہیں؟

المستفتی: انیس الرحمٰن، مطیع الرحمٰن، مسجد منہاروں والی، چاہ شری، بجنور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کے بیٹے کوشرعی طور پر پوراحق ہے کہ اس کو وہاں جانے سے قطعاً منع کردے اوراگر شوہر کی بات نہ مان کر چلی جاتی ہے،تواس کواولاً طلاق وغیرہ کی دھمکی دی جائے، پھرنہ مانے تو صرف ایک طلاق دے،تین طلاق نہ دے۔ نیز اس کو مار پیٹ کربھی سمجھانے کاحق ہے۔

وَاللّٰاتِیُ تَخَافُوۡنَ نُشُوۡزَهُنَّ فَعِظُوۡهُنَّ وَاهۡجُرُوۡهُنَّ فِیُ الۡمَضَاجِعِ وَاضۡرِبُوۡهُنَّ فَاِنۡ اَطَعۡنَکُمۡ فَلَا تَبۡغُوۡا عَلَيۡهِنَّ سَبِيۡلًا . [النساء: ٣٤]

وطلاق البدعة أن يطلقها ثلاثاً بكلمة واحدة أو ثلثاً في طهر واحد.

(هداية، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة اشرفي ٢/ ٣٥٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ جمادی الاول ۱۴۱۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۹/ ۳۴۵۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۵/۳ھ

(۳) باب اللباس

اسلام میں ٹوپی پہننا کیسا ہے

سوال [۱۰۵۵۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اسلام میں ٹوپی پہننا کیسا ہے؟ نیز کیا کھانا کھاتے وقت بھی ٹوپی پہننا ضروری ہے؟

المستفتی: محمد طاہر، جامعہ شاہ ولی اللہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹوپی پہننا مسنون ہے، حضرات صحابہ کرام کے سروں پر چپٹی ہوئی ٹوپیاں ہوتی تھیں۔

عن أبي سعيد وهو عبد الله بن بسرؓ، قال: سمعت أبا كبشة الأنماري، يقول: كانت كمام أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم بطحا. (سنن الترمذي، باب بلاترجمة، النسخة الهندية ١/٣٠٨، دار السلام رقم:١٧٨٢، مشكوة المصابيح ٢/٣٧٤)

اور کھانا کھاتے وقت ٹوپی پہننا ضروری اور لازم نہیں، بغیر ٹوپی کھانے میں کوئی حرج نہیں۔

ولا بأس بالأكل متكئًا، أومكشف الرأس في المختار. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، زكريا ٩/٤٩٠، كراچي٦/٣٠٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ر محرم الحرام ۱۴۲۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۸۲۰۷/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/۱/۱۴۲۵ھ

ٹوپی پہننے کا ثبوت حدیث شریف سے

سوال [۱۰۵۵۴۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ٹوپی اوڑھنا سنت ہے یا مستحب یا واجب؟ اگر سنت ہے تو کونسی؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

المستفتی: حافظ ایوب مسجد ہاتھی خانہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سر پر ٹوپی اوڑھنا سنت ہے اور معتبر حدیث سے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ٹوپی اوڑھنا ثابت ہے۔ حدیث کے الفاظ میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ یا حضرت عمرؓ نے آسمان کی طرف اس طرح سر اٹھایا کہ ٹوپی سر سے نیچے گر گئی اور اس حدیث شریف کو محدثین نے حسن کہا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن أبي يزيد الخولاني، قال: سمعت فضالة بن عبيد يقول: سمعت عمر بن الخطاب يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: الشهداء أربعة: رجل مؤمن جيد الإيمان لقي العدو فصدق الله فقتل، فذلك الذي ينظر الناس إليه هكذا ورفع رأسه حتى سقطت قلنسوة رسول الله صلى الله عليه وسلم أو قلنسوة عمر. والثاني: رجل مؤمن لقي العدو فكأنما يضرب ظهره بشوك الطلح، جاءه سهم غرب فقتله، فذلك في الدرجة الثانية. والثالث: رجل مؤمن خلط عملاً صالحاً وآخر سيئًا لقي العدو فصدق الله عزوجل حتى قتل فذلك في الدرجة الثالثة. الحديث. وقال المحشي اسناده حسن. (مسند أحمد بن حنبل، دار الحديث قاهرة ۱/ ۳۳۰-۳۳۱، رقم: ۱۵۰)

ورواه الترمذي وقال حديث حسن غريب. (ترمذي شريف، باب ما جاء في فضل الشهداء عند الله، النسخة الهندية ۱/ ۲۹٤، دار السلام رقم: ۱٦٤٤، مسند أبي داؤد الطيالسي، دار الكتب العلمية بيروت ۱/ ٤۰، رقم: ٤٥، مسند أبي يعلیٰ

الموصلي، دارالکتب العلمية بيروت ۱/ ۱۲۷-۱۲۸، رقم: ۲٤۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/ ۷۵۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۳/۴ھ

کیا حضور ﷺ کی ٹوپی گول تھی؟

سوال [۱۰۵۵۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے سوال کیا کہ کلاہ مدور یعنی گول ٹوپی رسول اللہ ﷺ نے استعمال نہیں کی، تو پھر حضور ﷺ نے کون سی ٹوپی استعمال کی؟

المستفتی: محمد عمیر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سنن الترمذی میں ایک حدیث شریف ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ گول ٹوپی استعمال فرمایا کرتے تھے۔

عن أبي سعيد وهو عبد الله بن بسرؓ، قال: سمعت أبا كبشة الأنماري، يقول: كانت كمام أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم بطحا. (سنن لترمذي، باب بلاترجمة، النسخة الهندية ۱/ ۳۰۸، دار السلام رقم: ۱۷۸۲، مشكوة المصابيح ۲/ ۳۷٤)

اس جگہ کمام بمعنی ٹوپی کے ہے، بطحاء بمعنی چپکی ہوئی ہونے کے ہیں، جب صحابہ کرامؓ کی ٹوپی کی صراحت اس طرح ہے، تو لامحالہ حضور ﷺ کے اس طرح ٹوپی استعمال کرنے کی وجہ سے صحابہ بھی استعمال کرتے رہے ہوں گے، اور سر سے چپکی ہوئی جب ہی ہوسکتی ہے کہ جب گول ہو۔ نیز حضور ﷺ کے پاس ایک ٹوپی سفر کی الگ بھی تھی، جس کو سترہ بنا کر نماز بھی پڑھ لیتے تھے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۴/ ۱۴۷، جدید ڈابھیل ۱۸/ ۲۹۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ ذی قعدہ ۱۴۱۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱/ ۳۶۸۸)

اسلامی ٹوپی کیسی ہو اور حضور ﷺ کی ٹوپی کیسی تھی؟

سوال [۱۰۵۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اسلامی ٹوپی کونسی ٹوپی کو کہا جائے گا، حضرت نبی کریم ﷺ کی ٹوپی کس نمونہ کی تھی سر سے اوپر اٹھی ہوئی یا سر سے لگی ہوئی گول یا لمبی؟

المستفتی: مہربان علی، بڑوتوی، مدرسہ عربیہ امداد الاسلام، ہرسولی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضور اقدس ﷺ کی ٹوپی سر سے چپٹی ہوئی تھی اوپر کو اٹھی ہوئی نہیں تھی؛ البتہ حضور ﷺ کی سفر کی ٹوپی بال دار تھی اور حضرات صحابہ کرام کی ٹوپیاں سر سے چپٹی ہوئی تھیں، اوپر کو اٹھی ہوئی نہیں تھیں۔ (مستفاد: نبوی لیل ونہار معہ خصائل نبوی ۳۴۰، فتاوی محمودیہ قدیم ۵/ ۱۰۹، جدید ڈابھیل ۱۹/ ۲۹۶)

بطحا جمع بطحاء أي مبسوطة على رؤسهم ولازقة على رؤسهم غير مرتفعة عنها. (حاشية مشكوة ۲/ ۳۷٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۴/ ۱۲۸۹)

اکابر دار العلوم دیوبند کی ٹوپیاں کیسی تھیں؟

سوال [۱۰۵۵۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ، حکیم الأمت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ، مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن

صاحب دیوبندی اور دیگرا کابرین کی ٹوپی کس نمونہ کی ہوتی تھیں؟

المستفتی: مہربان علی، بڑوتوی، مدرسہ عربیہ امدادالاسلام، ہرسولی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی ٹوپی کے بارے میں تحقیق نہ ہوسکی، حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ کی ٹوپی معلوم کرنے کے لئے احقر نے بذات خود حضرت مولانا اسلم صاحب سے ملاقات کی ہے، ان کے یہاں حضرت نانوتویؒ کی ایک ٹوپی تھی، جو گول تھی البتہ بالکل بیچ میں ذراسی نوک نما تھی، جو فی الحال مولانا حامد الانصاری غازی کی اہلیہ کے پاس موجود ہے، حضرت تھانویؒ کی ٹوپی گول تھی، جو اس وقت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب مدظلہ کے متعلقین خاص طریقے سے استعمال کرتے ہیں، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی ٹوپی کے متعلق معلومات زیادہ محقق طریقے سے حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند سے ہوسکتی ہے؛ لیکن فی الحال وہ افریقہ تشریف لے گئے ہیں، تاہم دوسرے اکابر سے معلوم ہوا کہ وہی ٹوپی استعمال کرتے تھے، جو حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب قدس سرہ استعمال کیا کرتے تھے اور حضرت شیخ الحدیث صاحب کی ٹوپی احقر نے اپنی آنکھ سے دیکھی ہے کہ گول ٹوپی پہنتے تھے، کسی زمانے میں جالی دار ٹوپی بھی استعمال کرتے تھے؛ کیونکہ سر میں زیادہ گرمی رہتی تھی، حضرت مولانا الیاس صاحب کی ٹوپی کے بارے میں ان کے صحبت یافتہ جناب فریدی صاحب مرادآبادی مدظلہ سے معلوم کیا گیا، انہوں نے بتلایا کہ کبھی گول ٹوپی استعمال کرتے تھے اور کبھی کبھی دو پلی ٹوپی استعمال کرتے تھے، جو اس وقت عام اکابر علماء استعمال کرتے ہیں، حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ کی ٹوپی کھدّر کی معتدل انداز میں دو پلی تھی، شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی کی ٹوپی کے سلسلہ میں ان کے خاندان و دیگر اکابر علماء سے معلوم کیا گیا ہے کہ حضرت کی ٹوپی گول تھی؛ لیکن بیچ میں چندیا ہوتی تھی

اور دیگر اکابر علماء کی ٹوپی جو احقر نے دیکھی ہے گول یا دوپلی ہوتی تھی اس کے علاوہ کوئی دوسری ڈیزائن کی ٹوپی اکابر نہیں استعمال کرتے تھے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۲۸۹/۲۴)

دیوبندی ٹوپی سے متعلق چند سوال وجواب

سوال [۱۰۵۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جس چنٹ والی اور چونچ دار ٹوپی کو آج کل دیوبندی ٹوپی کہا جاتا ہے، اس کی اصل کیا ہے اور اس کا موجد کون ہے؟ اس کے متعلق زیادہ روشنی کی ضرورت ہے۔

الف: کیا یہ ٹوپی سنت کے مطابق ہے؟

ب: کیا ہمارے اسلاف اور موجود اکابر نے اس کو اختیار اور پسند فرمایا ہے؟

ج: اگر اکابر نے اس کو اختیار نہیں فرمایا، تو آخر کیوں؟ اس کی وجہ کیا ہے؟

د: کیا اس ٹوپی کو قاسمی ٹوپی کہنا صحیح ہے؟

ہ: بعض لوگ اس کو فیشنی ٹوپی کہتے ہیں، ایسے لوگوں کا یہ خیال کیسا ہے؟

امید ہے کہ آنجناب سوال کے ہر ہر جزء کو منقح فرما کر ہدایت اور رہنمائی فرمائیں گے۔

المستفتی: مہربان علی، بڑوتوی، مدرسہ عربیہ امداد الاسلام، ہرسولی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: چونچ دار ٹوپی جو اس زمانے میں دیوبندی ٹوپی سے موسوم ہے، اس کا استعمال کرنا اگرچہ حرام یا مکروہ نہیں ہے؛ لیکن یہ اکابر علماء دیوبند کی ٹوپی نہیں ہے، اس کے اصل موجد اور بانی کے بارے میں احقر کو علم نہیں ہے؛ البتہ دیوبند کی طرف منسوب ہونے کی علت احقر کو پوری طرح معلوم ہے کہ ہندوستان کے مختلف خطوں

سے طلبہ داخلہ لینے کے لئے دیوبند آتے تھے، جیسا کہ اب بھی آتے ہیں، ان میں بعض طلبہ اپنے علاقے سے چونچ دار ٹوپی پہن کر آتے تھے، دیکھا دیکھی دوسرے طلبہ نے بھی شوقیہ استعمال کرنا شروع کردی تھی، اور اپنے ساتھیوں کے ذریعہ سے منگوایا کرتے تھے، آخر میں طلبہ کے درمیان اس کا رواج چل پڑا، پھر راقم الحروف کے طالب علمی کے زمانہ میں ایک صاحب بنام ہدایت اللہ صاحب نے کہیں سے یہ ٹوپی دارالعلوم دیوبند کے صدر گیٹ کے سامنے فروخت کرنا شروع کردی، رفتہ رفتہ انہوں نے اپنے گھر بھی بنانا شروع کردی اور ضلع سہارنپور، میرٹھ، مظفرنگر، وغیرہ قرب وجوار کے علاقہ میں کہیں بھی یہ ٹوپی دستیاب نہیں ہوتی تھی اور قرب و جوار کے طلبہ جناب ہدایت اللہ صاحب سے چونچ دار ٹوپی لے کر گھر جاتے تھے، دیکھا دیکھی اطراف کے لوگوں نے بھی اپنے لئے دیوبند سے یہ ٹوپی منگوانا شروع کردی، رفتہ رفتہ عام لوگ اس ٹوپی کو دیوبند سے دیوبندی ٹوپی کے نام سے منگوانے لگے، جب یہ ٹوپی اس طرح چالو ہوگئی تو دوکاندار قاری عبدالرحیم صاحب وغیرہ نے بھی اس کا سلسلہ جاری کردیا، اس طرح دیوبند میں ملنے کی وجہ سے دیوبندی ٹوپی سے موسوم ہوگئی ہے، ورنہ اکابر واساتذہ دارالعلوم سے اس ٹوپی کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

الف: اگرچہ یہ حضور ﷺ وصحابہؓ کی ٹوپی نہیں ہے؛ لیکن کفار کے شعار نہ ہونے کی وجہ سے ناجائز بھی نہیں ہے۔

ب/ج: اکابر نے اسلئے اختیار نہیں فرمایا کہ یہ ٹوپی حضرت گنگوہیؒ، وحضرت نانوتویؒ کے زمانہ میں نہیں تھی اور بعد کے اکابر انہیں کے پیروکار تھے، نیز اخیر کے اکابر اپنے متعلقین و طلبہ کو اس ٹوپی کے استعمال کرنے سے اس لئے منع کرتے ہیں کہ یہ اکابر اسلاف کی ٹوپی نہیں ہے اور یہ ممانعت ناجائز ہونے کی وجہ سے نہیں ہے؛ بلکہ از قبیلِ تربیت واکابر کے لباس کے عادی بنانے کے لئے ہے۔

ج: اس کو قاسمی ٹوپی کہنا غلط ہے، حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ کی ٹوپی اب بھی

حامد الانصاری غازی کے یہاں موجود ہے، جس کو تحقیق کرنا ہو از خود جا کر دیکھ لے۔

۵: اس کو فیشنی ٹوپی اس لئے کہتے ہیں کہ اکابر نے اس کو اپنایا نہیں ہے۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۴؍ ۱۲۸۹)

گول ٹوپی اور لمبی ٹوپی کا ثبوت

سوال [۱۰۵۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گول ٹوپی اور لمبی ٹوپی کے بارے میں ہمارے یہاں شدید تنازع ہے، بعض کہتے ہے کہ نبی علیہ السلام سے صرف گول ٹوپی پہننا ثابت ہے، لمبی ٹوپی یہ دیوبندی ایجاد شدہ ہے شرعًا اس کا ثبوت نہیں ہے، مخالفین حضرات کہتے ہے کہ اس کا ثبوت اگر چہ صراحۃً حضور علیہ السلام سے نہیں ہے، مگر دلالۃً ثابت ہے۔

نیز تعامل اسلاف دونوں ہے؛ اس لئے اس کی گنجائش ہے؛ لیکن گول ٹوپی پہننا افضل ہے، تو کیا یہ فریقین کا نظریہ درست ہے؟

نیز لمبی ٹوپی کے بارے میں کوئی روایت موجود ہو تو حوالہ دے کر ہم دیوبندیوں کو مطمئن کریں؟

المستفتی: محمد عبد الرحمٰن، ۲۴؍ پرگنوی، متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: چپکی ہوئی گول ٹوپی پہننا حضور ﷺ اور بعض صحابہ کرام سے ثابت ہے، نیز اکابر صلحاء واسلاف کا بھی معمول یہی رہا ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۷؍۳۰۳، جدید ڈابھیل ۱۹؍۲۹۸، لیل ونہار خصائل نبوی ۳۴۰)

عن أبي سعيد وهو عبد الله بن بسرؓ، قال: سمعت أبا كبشة الأنماري،

يقول: كانت كمام أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم بطحا. (سنن الترمذي، باب بلاترجمة، النسخة الهندية ۱/۳۰۸، دار السلام رقم:۱۷۸۲، مشكوة المصابيح ۲/۳۷٤)

كمام أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، هي جمع كمة القلنسوة المدورة سميت بها؛ لأنها تغطي الرأس، وبطحاء، معناه أنها كانت مبسوطة لازقة برؤوسهم غير مرتفعة عنها. (شرح الطيبي، كتاب اللباس، الفصل الثاني، كراچي ۸/۲۱۵، تحت رقم الحديث:٤٣٣٣)

بطحا جمع بطحاء وهي القلنسوة المدورة؛ أي كانت مبسوطه على رؤسهم لازقة غير مرتفعة عنها. (مرقات، كتاب اللباس، الفصل الثاني، امدادية ملتان ۸/۲٤٦)

لمبی دو پلی ٹوپی بھی بعض اکابر اسلاف سے ثابت ہے؛ لیکن حضور ﷺ یا صحابہ کرامؓ سے اس کا ثبوت نہیں ملتا اور لمبی نوک والی ٹوپیاں جو دیو بندی اور گاندھی کی ٹوپی سے مشہور ہے، یہ نہ تو حضور ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی اسلاف اکابر دیوبند کی ٹوپی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵/۶۵۵۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۳/۲۰ھ

کن کن اوقات میں ٹوپی پہننا مسنون ہے؟

سوال [۱۰۵۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کھانا کھاتے وقت ٹوپی پہننا سنت ہے یا نہیں؟ یا پھر ہر وقت ٹوپی پہننا سنت ہے یا بعض اوقات میں نہ پہننے کی گنجائش ہے، جیسے پیشاب پاخانہ وغیرہ کے وقت۔

المستفتی: محمد اطہر جاوید

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عام حالات میں سر پر ٹوپی رکھنا مستحب ہے اور عمومیت میں کھانا بھی شامل ہے، اور بلا ٹوپی کھانا کھانا بلا کراہت جائز ہے، لہٰذا سر پر ٹوپی

رکھنا صرف آداب طعام میں سے ہوسکتا ہے، اور ٹوپی سر پر نہ رکھ کر کھانا خلاف سنت یا مکروہ نہ ہوگا، البتہ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت سر پر ٹوپی رکھنا فقہاء نے مستحب لکھا ہے۔

وإذا أراد دخول الخلاء يستحب له أن يدخل بثوب (إلى قوله) **ويدخل مستور الرأس.** (هنديه، كتاب الطهارة، الباب السابع، الاستنجاء علىٰ خمسة أوجه، زكريا قديم، ۱/ ۵۰، جديد، ۱/ ۱۰۶، حاشيه الطحطاوی علی مراقی الفلاح، دارالكتاب ديوبند ۱/ ۵۱)

ولا بأس بالأكل مكشوف الرأس وهو المختار. (عالمگيرى: كتاب الكراهيه الباب الحادى عشر فى الكراهة فى الاكل وما يتصل به، زكريا قديم، ۵/ ۳۳۷، جديد: ۵/ ۳۹۱، شامى زكريا: ۹/ ۴۹۰، كراچى: ۶/ ۳۴۰)

اور کبھی ضرورت کی وجہ سے ٹوپی سر پر نہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں، مگر مجمع یا بازاروں اور سڑکوں پر ننگے سر پھرنا خلاف سنت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ر صفر المظفر ۱۴۱۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۳۵۸/۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۲/۲۹ھ

عام حالات ومجالس میں ٹوپی پہننے کا حکم

سوال [۱۰۵۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عام مجلس اور عام حالات میں ٹوپی پہننا کیا حکم رکھتا ہے، کیا بغیر ٹوپی کے بازاروں میں گھومنا شرعاً منع اور گناہ ہے؟ یا ننگے سر رہنے میں کوئی مضائقہ نہیں؟

المستفتی: مہربان علی، بڑوتوں، مدرسہ عربیہ امداد الاسلام ہرسولی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عام حالات اور عام مجلس میں ٹوپی پہنے رہنا مسنون ہے، ننگے سر بازار میں گھومنا فساق کا طریقہ ہونے کی وجہ سے علماء نے مکروہ لکھا ہے:

البتہ کسی عذر یا بے خیالی کی وجہ سے سر پر ٹوپی نہ رہے، تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۴۲/۵، جدید ڈابھیل ۳۰۶/۱۹)

ویکره کشف الرأس بین الناس. (غنیة الطالبین مترجم ۴۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۲۸۹/۲۴)

بلا عذر عام حالات میں ننگے سر رہنا

سوال [۱۰۵۶۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک فاضل دارالعلوم جو مانگ نکال کر بغیر ٹوپی پہنے ہوئے گھومتا پھرتا ہے، ان سے یہ کہنے پر کہ سنت نبوی سے کیوں بھاگتے ہو؟ جواب دیتے ہیں کہ ابھی جوان ہوں، شرعاً یہ عالم کس امر کے مرتکب ہوئے؟ مفصل تحریر فرمائیں۔ ننگے سر پھرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالرحمٰن، دربھنگہ، متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفیق: عام حالات میں بلا عذر ننگے سر گھومنا فساق کا طریقہ ہے؛ اس لئے علماء نے ننگے سر گھومنے کو مکروہ لکھا ہے اور خاص طور پر فاضل دارالعلوم کے لئے تو یہ حرکت ہرگز درست نہیں ہوسکتی، جوانوں کو اللہ تعالی نے مرفوع القلم قرار نہیں دیا ہے؛ ہاں جو جوان مجنون اور پاگل ہے، وہ مستثنیٰ ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۴۲/۵ جدید ڈابھیل ۳۰۶/۱۹، فتاوی رحیمیہ قدیم ۲۵۱/۶، جدید زکریا ۱۵۵/۱۱-۱۵۶)

ویکره کشف الرأس بین الناس. (غنیة الطالبین مترجم ۴۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۵۷۸/۲۵)

گنبد خضریٰ یا غلاف کعبہ کے رنگ کی ٹوپی پہننا

سوال [۱۰۵۶۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گنبد خضریٰ کی نسبت سے یا غلاف کعبہ کی نسبت سے اپنی ٹوپی کو اس کے رنگ کے مطابق پسند کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالحفیظ، کرولہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گنبد خضریٰ کی نسبت سے یا غلاف کعبہ کی نسبت سے اپنی ٹوپی کو اس کے رنگ کے مشابہ کوئی شخص پسند کرتا ہے، وہ اس شخص کی اپنی ذاتی عقیدت کی بات ہے، اس کو اختیار ہے کہ اس رنگ کی ٹوپی استعمال کرے، مگر یہ ایسی شرعی بات نہیں، جو عامۃ المسلمین کے لئے لائحہ عمل ہو، عامۃ المسلمین کے لئے قابل عمل وہی ہے، جس کو حضرت سید الکونین علیہ السلام نے پسند فرما کر ترغیب دی اور وہ سفید لباس ہے، آپ ﷺ نے سفید لباس کو پسند فرمایا اور اس کی ترغیب دی ہے؛ اس لئے لباس کے اعتبار سے اس شخص کا عمل زیادہ بہتر ہے، جس نے حضرت سید الکونین علیہ السلام کے پسند کے مطابق سفید لباس اختیار کر رکھا ہو کرتا بھی سفید ہو پائجامہ بھی سفید ہو اور ٹوپی بھی سفید ہو۔ حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

عن ابن عباسؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: بالبياض من الثياب ليلبسها أحياكم و كفنوا فيهاموتاكم، فإنها من خيار ثيابكم، وعن سمرة جندبؓ، قال: قال رسول الله صلى الله علية وسلم: البسوا البياض، فإنها أطهر وأطيب، و كفنوا فيهاموتاكم. (شمائل ترمذي٥)

عن ابن عمرؓ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم: كان يلبس قلنسوة

بیضاء. (شعب الإیمان للبیهقي، فصل في العمائم، دار الکتب العلمیة بیروت ٥/ ١٧٥، رقم: ٦٢٥٩، مجمع الزوائد، دار الکتب العلمیة بیروت ٥/ ١٢١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍ ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹/ ۱۰۸۱۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۵/ ۱۱/ ۱۴۳۳ھ

کسی قوم سے مشابہت کا مطلب

سوال [۱۰۵۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حدیث **من تشبہ بقوم فھو منھم** کا کیا مطلب ہے؟ نیز اسلامی معاشرہ کی حقیقت اور اہمیت کیا ہے؟ اس کے تحفظ کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: عبد الحق، نورتھ، ۲۴؍ پرگھنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شرفاء کی خصوصیات اور طور وطریق اور حلیہ لباس وغیرہ کو اختیار کر کے شرفاء کے مشابہ بنتا ہے، تو وہ عند اللہ شرفاء کے زمرہ میں شامل ہوگا اور اگر کوئی فساق یا کفار کی خصوصیات اور طور وطریق حلیہ لباس وغیرہ اختیار کرتا ہے اور انہیں سے مشابہت اختیار کرتا ہے، تو عند اللہ وہ فساق یا کفار کے زمرہ میں شامل ہوگا۔

عن ابن عمرؓ، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبي داؤد، کتاب اللباس، باب في لبس الشهرة ٢/ ٥٥٩، دارالسلام رقم: ٤٠٣١، منسد البزار، مکتبه العلوم و الحکم ٧/ ٣٦٨، رقم: ٢٩٦٦)

من شبه نفسه بالکفار، مثلاً في اللباس وغیره، أو بالفساق، أو الفجار، أو بأهل التصوف، والصلحاء الأبرار فهو منهم أي في الإثم والخیر. (مرقاة

المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، مكتبه امداديا ملتان ٨ /٢٥٥، شرح الطيبي، كراجي ٨/ ٢١٩، تحت رقم الحديث ٤٣٤٧، عون المعبود، دار الكتاب العربي بيروت ٤ /٧٨)

اسلامی معاشرہ کی اہمیت اور اس کا تحفظ حکماً فرض کفایہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/شوال المکرّم ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۵/۱۴۵۴)

مسنون لباس

سوال [۱۰۵۶۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اسلام میں لباس کی کوئی تعیین ہے یانہیں؟ شرعی لباس کونسا ہے؟ اور مسنون لباس کونسا ہے۔ نیز لباس شریعت اور لباس سنت ایک ہیں یا ان میں کچھ فرق ہے،؟ نیز پینٹ شرٹ پہننا کیسا ہے؟ کیا اس میں غیروں کے ساتھ تشبہ لازم آتا ہے یانہیں؟ جبکہ اس میں ابتلائے عام ہے؟ کیا ابتلائے عام کی وجہ سے تشبہ ختم ہو جاتا ہے؟ اگر ہو جاتا ہے تو پھر دوسری چیزوں میں بھی تشبہ نہ رہنا چاہئے، جیسے کی ڈاڑھی کٹوانا وغیرہ۔ نیز یہ بھی بتلائیں کہ تشبہ کس وقت لازم آتا ہے، اور کس وقت نہیں یعنی تشبہ کی مقدار اور اس کی حد کیا ہے، ان تمام سوالات کے جوابات عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

المستفتی: ڈاکٹر محمد زبیر، بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جولباس مسنون لباس ہے، یعنی حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا لباس وہ یقینی طور پر شرعی لباس ہے، اسے مسنون لباس بھی کہا جاسکتا ہے۔ اور شرعی لباس بھی کہا جاسکتا ہے، اور ہر ملک کے جو صلحاء کا لباس ہے اور وہ فساق وفجار اور غیروں کے لباس کے مشابہ نہیں ہے، اسے اگرچہ مسنون لباس نہ کہا جائے، مگر وہ بھی شرعی

لباس کے دائرے میں داخل ہے؛ لہٰذا ہندوستان کے علماء وصلحاء کے لباس شرعی لباس کے دائرے میں داخل ہیں، پینٹ شرٹ صلحاء کا لباس نہیں ہے، اگر چہ غیروں کی مشابہت نہ کہا جائے، تب بھی یہ شرعی لباس کے دائرے میں داخل نہیں ہے، نیز آج کل کے زمانے میں پینٹ، شرٹ کی شکل میں ''جینس'' کے نام سے جو زیادہ چل رہی ہے، وہ قطعی طور پر فساق کا لباس ہے، جو مسلمانون کے گھر گھر عام ہو چکا ہے، مردوں کے لئے اس لباس کا پہننا مکروہ تحریمی ہے، اور عورتوں کے لئے اس کا پہننا حرام ہے؛ اسلئے کہ اس سے ان کے بدن کی بناوٹ مکمل نظر آتی ہے، یہ لباس انگریزوں سے شروع ہوکر پوری دنیا میں عام ہو چکا ہے، اگر چہ آج کے زمانے میں اس کو کسی قوم کا لباس نہ کہا جائے، پھر بھی جب عورتیں اور لڑکیاں پہنتی ہیں، وہ مردوں کے مشابہ بن جاتی ہیں، اور عورتوں کے لئے ایسا لباس پہننا جس میں مردوں کی مشابہت آتی ہو حرام ہے۔ (مستفاد: محمود یہ ڈابھیل ۱۹/ ۲۵۵، فتاوی رحیمیہ زکریا ۱۰/ ۱۵۶)

عن أبي بردةؓ، قال: أخرجت إلينا عائشةؓ، كساءً ملبدًا، وإزارا غليظاً، فقالت: قبض روح رسول الله صلى الله عليه وسلم: في هذين. (شمائل ترمذي ۸)

عن أم سلمة قالت: كان أحب الثياب إلي رسول الله صلى الله عليه وسلم يلبسه القميص. (شمائل ترمذر ۵)

قال القاري أي من شبه نفسه بالكفار مثلا في اللباس وغيره، أوبالفساق، أو الفجار، أوبأهل التصوف، والصلحاء الأبرار، فهو منهم أي في الإثم، والخير عند الله تعالى. (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، امدادية ملتان ۸/ ۲۵۵)

عن أبي هريرةؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صنفان من أهل النار لم أرهما، قوم معهم سياط كأذناب البقر يضربون بها الناس، ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات رؤسهن كأسنمة البخت المائلة لا يدخلن الجنة، ولا يجدن ريحها، وإن ريحها ليوجد من مسيرة

کـذا و کذا. (مسلم شریف، باب النساء الکأسیات العاریات المائلات المميلات،النسخة الهندية ۲/۲۰۵، بيت الأفكار رقم:۲۱۲۸)

نیز داڑھی کٹوانے کو ابتلاء عام کہہ کر جواز کے دائرہ میں لانے کی فکر کرنا غلط ہے، ڈاڑھی اسلام کا اہم ترین شعار ہے؛ اس لئے اس کا منڈوانا اور ایک مشت سے کم کرکے کٹوانا دونوں حرام ہیں، اس کا تشبہ سے کوئی تعلق نہیں ہے؛ کیونکہ اگر سکھ ڈاڑھی رکھتے ہیں، تو مسلمانوں کے ڈاڑھی رکھنے کو سکھوں کے ساتھ مشابہ قرار نہیں دیا جائے گا؛ بلکہ ڈاڑھی رکھنا اسلام کا ایک مستقل شعار ہے۔

عن ابن عمرؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خالفوا المشركين أحفوا الشوارب وأوفوا اللحي. (مسلم شريف، باب خصال الفطرة، النسخة الهندية ۱/۱۲۹، بيت الأفكار رقم:۲۵۹)

عن عائشةؓ، قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: عشر من الفطرة قص الشارب، وإعفاء اللحية. (مسلم شريف، باب خصال الفطرة،النسخةالهندية ۱/۱۲۹، بيت الأفكار رقم: ۲۶۱)

ويحرم على الرجل قطع لحيته. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ۹/۵۸۳، كراچي ۶/۴۰۷)

وأما الأخذ منها أي من اللحية وهي دون ذلک كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال، فلم يبحه أحد وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم. (الدر المختار مع الشامي، مطلب في الأخذ من اللحية زكريا ۳/۳۹۸، كراچي ۲/۴۱۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۱؍ صفر المظفر ۱۴۳۶ھ
۱۴۳۶/۲/۴ھ	(فتویٰ نمبر: الف ۱۱۸۷۰/۴۱)

ٹائی باندھنا

سوال[۱۰۵۶۵]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل عام طور پر مسلمانوں کو گلے میں ٹائی باندھے ہوئے دیکھا جاتا ہے، خاص طور پر شادی کے موقعہ پر دولہا کے بھی کوٹ پینٹ کے ساتھ گلے میں ٹائی باندھی جاتی ہے، چاہے دولہا ان پڑھ ہی کیوں نہ ہو، کچھ دن پہلے مجھ کوایک مولوی صاحب نے بتایا تھا کہ ٹائی نہ باندھا کروں؛ کیونکہ مسلمانوں کوٹائی باندھنا حرام ہے؛ لہٰذا آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیاایک مسلمان کوٹائی باندھنا حرام ہے؟ ٹائی کے سلسلہ میں شرعی حکم کیا ہےاور یہ بھی بتائیں کہ ٹائی باندھ کر دولہا کا نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟

ہم لوگ اس کا کاروبار کرتے ہیں، تو کیا ایسی حالت میں کاروبار سے ہوئی آمدنی حرام نہیں ہوگی؟

المستفتی: سیدنوشادعلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹائی باندھنا اغیار کا شعار ہونے کی وجہ سے ناجائز اورممنوع ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۳/ ۴۲۹ ،فتاوی محمودیہ قدیم ۱۲/ ۴۰۸، جدیدڈابھیل ۱۹/ ۲۸۹)

اورٹائی کے استعمال کی قباحت الگ چیز ہے، اورنکاح کا حکم اس سے الگ دوسری چیز ہے؛ اس لئے ٹائی باندھنے کی وجہ سے عقد نکاح کی صحت پر کوئی اثرنہیں پڑے گا۔

نیز کاروبار سے ہونے والی آمدنی بالکل پاک صاف اور حلال ہے، اس میں خرابی کی کوئی علت موجودنہیں ہے، بشرطیکہ کاروبار میں سودی لین دین نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ / شعبان المعظم ۱۴۱۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱/ ۳۵۷۶)

ٹائی باندھنا

سوال [۱۰۵۶۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل اسکولوں میں جو پہناوا چل رہا ہے، اور گلے میں جو ٹائی لگائی جاتی ہے، تو کیا یہ صحیح ہے؟ اس کے بغیر بچہ کو اسکول میں داخل نہیں کرتے ہیں، میری ایک بچی آدم جو اسکول میں پڑھتی ہے اور اس اسکول میں عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی ہے، ہم نے اپنی بچی کے گلے میں ٹائی نہ لگا کر اسکول بھیجا تو انہوں نے پڑھانے سے انکار کر دیا، تو کیا ایسی صورت میں ٹائی لگا کر بھیج سکتے ہیں؟ دلائل اور وضاحت کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: عتیق الرحمٰن، اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ٹائی یہ نصاریٰ اور غیروں کا طریقہ اور شعار ہے؛ لیکن چونکہ آج کل اسکولوں میں ٹائی باندھنے کو لازمی قرار دیا گیا ہے؛ اس لئے صرف ضرورت کی بنیاد پر ٹائی باندھنے کی اجازت ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۲/۴۰۸، جدید ڈابھیل ۱۹/۲۸۹)

الأمور بمقاصدها يعني أن الحكم الذي يترتب على أمر يكون على مقتضى ماهو المقصود من ذلک الأمر. (قواعد الفقه، اشرفي ٦٢، رقم القاعدة ٥١)

الضرورات تتقدر بقدرها. (قواعد الفقه، اشرفي ٨٩، رقم: القاعدة ١٧١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ ذی قعدہ ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵/ ۶۹۴۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۱۱/۱۲ھ

کلی دار کرتا

سوال [۱۰۵۶۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کلی دار کرتا اور بغیر کلی دار کرتے کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ طلباء اور علماء کو کس طرح کا کرتا پہننا چاہئے؟

المستفتی: محمد ریاض الدین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کلی دار کرتا اور غیر کلی دار دونوں طرح کا کرتا پہننا شرعاً جائز ہے؛ لیکن ہمارے اکابر نے کلی دار کرتے کو اپنایا ہے اور بغیر کلی دار کرتا اکابر نہیں پہنتے تھے۔ نیز پنجابی سوٹ اکابر کا لباس نہیں ہے؛ اس لئے طلباء علماء کے لئے کلی دار کرتا پہننا بہتر اور مستحسن ہے اور بغیر کلی دار کرتا مشائخ علماء کے علاوہ عام لوگ استعمال کرتے ہیں؛ اس لئے وہ عوام کا لباس شمار ہوتا ہے اور کلی دار کرتا علماء اور صلحاء کا لباس سمجھا جاتا ہے۔

الناس يعرف باللباس. (مفید الطالبین ٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ رمحرم الحرام ۱۴۲۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۷/۸۶۷۱)

نصف ساق یا ٹخنوں تک کرتا پہننے کا حکم

سوال[۱۰۵۶۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نصف ساق تک کرتا پہننا سنت ہے یا افضل ہے؟

ب: پائجامہ نصف ساق تک سنت ہے یا ٹخنوں تک سنت ہے؟ اگر ٹخنوں تک سنت ہے، تو نصف ساق تک کو کیا کہا جائے گا؟

المستفتی: حاجی سردار خاں سنگمیر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نصف ساق تک کرتا پہننا سنن عادیہ میں داخل ہے اور مستحب وافضل ہے بنیت اتباع اختیار کرنے میں ثواب ملے گا، ترک کرنے میں ثواب سے محرومی ہوگی اور ٹخنوں تک کرتا پہننا بھی بلا کراہت جائز ہے۔

عن العلاء بن عبدالرحمن عن أبيه أنه قال: سألت: أبا سعيد الخدري، عن الإزار؟ فقال: أنا أخبرك بعلم من رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إزارة المؤمن إلى أنصاف ساقيه، لا جناح عليه فيما بينه، وبين الكعبين، وما أسفل من ذلك ففي النار، لا ينظر الله يوم القيامة إلي من جر إزاره بطراً. (مؤطا امام مالك، ماجاء في اسبال الرجل٣٦٧، اعظمي رقم: ٣٣٩٠، سنن ابن ماجه، باب موضع الإزار أين هو،النسخة الهندية ٢/٢٥٥، دار السلام رقم: ٣٥٧٣، مسند أحمد بن حنبل ٣/٥/ رقم: ١١٠٢٣،مسندأبي يعلي الموصلي، دار الكتب اللعلمية بيروت ١/٤٢٤-٤٢٥، رقم:٩٧٦)

قال صاحب البذل: المستحب إلي نصف الساقين والجائز بلاكراهة إلي الكعبين (إلى قوله) ما قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى نصف الساق، أو الكعبين في الإزار من الرخصة، وما قال في أسفل منهما من النهي فهو في القميص وغيره من الثياب. (بذل المجهود، كتاب اللباس، باب في قدر موضع الإزار، دار البشائر الإسلامية ١٢/١٢٥تا١٢٧، سهارن پور قديم ٥/٥٧، تحت رقم الحديث ٤٠٩٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/۷۹۶۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۳/۹ھ

ٹخنوں سے نیچے کپڑا پہننے کا حکم

سوال [۱۰۵۶۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی شخص ٹخنہ کے نیچے تک کپڑا پہنتا ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ کیا میں کوئی فیشن میں پہنتا ہوں؟ فیشن سے ہو یا ایسے ہی ہو کیا یہ صحیح ہے؟

المستفتی: محمد بدرالدین، مسجد میدان والی، محلّہ رفعت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: دونوں صورت میں ناجائز ہے، صورت اولیٰ میں حرام صورت ثانیہ میں مکروہ تحریمی ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۴/۱۲۲)

عن أبي هريرةؓ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا ينظر الله يوم القيام إلى من جر إزاره بطراً. (صحيح البخاري، باب جر ثوبه من الخيلاء، النسخة الهندية ۲/ ۸۶۱، رقم: ۵۵۶۰ ف:۵۷۸۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۳/ ۶۴۵)

ٹخنے کے نیچے لنگی یا پائے جامہ پہننا

سوال [۱۰۵۷۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسجد میں چارٹ نظر سے گذرا جس میں نماز کے علاوہ بھی ٹخنے (پیروں) ڈھکنا منع لکھا تھا، اگر یہ ممانعت درجہ کراہت تک ہے، تو بھی مستقل مکروہ فعل باعث قباحت ہے اور اگر خلاف سنت ہے، تو اور بھی زیادہ قابل ترک ہے، اور اگر خلاف واجب وفرض ہے تو عین حرام ہوگا؛ کیونکہ بندہ ناکارہ پتلون وغیرہ پہنتا ہے اور تقریباً

۱۴ سے ۱۶ر گھنٹے اسی حال میں گذرتے ہیں؛ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں مسئلہ شرعی معلوم کر کے ضروری اقدام کیا جاوے؛ کیونکہ حرام لباس حرام کمائی غرض ہر حرام عبادات کو غیر مقبول اور دعا کو بھی غیر مقبول بنا دیتے ہیں؛ جبکہ دعا مؤمن کا ہتھیار اور عبادت کا مغز ہے اور عبادت دعا کو مقبول بنانے کے واسطے ہی کی جاتی ہے، تو جناب والا سے بصد احترام درخواست ہے کہ اس سلسلے میں ٹخنوں کو ڈھکنے کے درجہ وحکم کی وضاحت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں عین عنایت ہوگی حکم الٰہی کی تلاش میں ہے ایک بندہ۔

المستفتی: اقتدار انیس صدیقی، محلّہ سرائے جگر روڈ، لال باغ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹخنے کے نیچے لنگی یا پائے جامہ، پتلون وغیرہ پہننا گناہ کبیرہ اور حرام ہے، چارٹ میں ممانعت سے مراد حرام ہے، صحیح حدیث شریف میں اس کی سخت وعید وارد ہوئی ہے۔

عن أبي ذرؓ، عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم، قال: ثلاثة لا یکلمھم اللہ یوم القیامة:؛ ولا ینظر إلیھم، ولا یزکیھم ولھم عذاب ألیم، قال فقرأھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ثلاث مراراً، قال أبو ذر: خابوا وخسروا، من ھم یا رسول اللہ! قال: المسبل والمنان، والمنفق سلعته بالحلف الکاذب. (مسلم شریف، باب بیان غلظ تحریم اسبال الإزار......النسخة الھندیة ۱/ ۷۱، بیت الأفکار رقم:۱۰۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷ر ربیع الاول ۱۴۱۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۶/ ۲۱۵۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۱/۳/۶ھ

کیا موزے ٹخنوں کے نیچے کپڑے پہننے کی وعید میں شامل نہیں؟

سوال [۱۰۵۷۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ ٹخنوں کے نیچے کپڑا پہننا مرد کے لئے مکروہ تحریمی ہے، مگر موزے پہننے سے ٹخنے چھپ جاتے ہیں اور بعض آدمی جبہ ٹخنوں سے نیچے پہنتے ہیں، اس میں سے کون سی صورت جائز ہے؟

المستفتی: عبدالصمد، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عربی زبان میں اسبال کے معنی لٹکانے کے ہیں اور موزے پہننے میں لٹکانے کا کوئی مفہوم ثابت نہیں ہوتا ہے۔

نیز حدیث شریف میں حضور ﷺ کا موزے پہن کر مسح کرنا ثابت ہے؛ اس لئے موزے کے ذریعہ سے ٹخنوں کا چھپانا جائز اور درست ہے اور پاجامہ، لنگی کرتا، جبہ وغیرہ کے ذریعہ سے ٹخنوں کو چھپایا جائے، تو اسبال کا معنی پورے طریقہ سے پایا جاتا ہے؛ اس لئے ناجائز اور حرام اور گناہ کبیرہ ہوگا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین قسم کے افراد کی طرف رحمت کی نگاہ نہیں اٹھائیں گے اور نہ ہی ان کو گناہ سے پاک کریں گے اور ان کو سخت ترین عذاب میں مبتلا کریں گے، ان میں سے ایک ٹخنوں سے نیچے کپڑے لٹکانے والا بھی ہے۔

عن أبي ذرؓ، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة: ولاينظر إليهم، ولايزكيهم ولهم عذاب أليم...... المسبل والمنان، والمنفق سلعته بالحلف الكاذب. (مسلم شريف، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار......النسخة الهندية ١/٧١، بيت الأفكار رقم:١٠٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵۷۶/۳۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۹/۲ھ

نیچے چاک والا کرتا پہننا کیا خلاف سنت ہے؟

سوال [۱۰۵۷۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: کہ ہماری ایک مشکل کا مناسب حل فرمایئے: وہ یہ ہے کہ ہمارے مدرسہ میں کچھ اختلاف ہورہا ہے، کہ مسنون کرتا کیا ہے؟

فریق اول: کا نظریہ یہ ہے کہ کرتا نیچے چاک والا ہونا چاہئے، جس طرح اکثر ہندوستانی اور پاکستانی کرتا پہنتے ہیں، ان کی دلیل یہ ہیکہ ہمارے اکابر اور بزرگوں کے کرتے اکثر چاک والے رہتے تھے، اور یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ ایسا کرتا تجویز فرمائیں، جوسو فیصد سنت کے مطابق نہ ہو۔

فریق ثانی: ان کو یہ جواب دیتا ہے کہ یہ بات تولازم نہیں کہ ہمارے اکابر اور صلحاء نے اس کرتے کو اس وجہ سے تجویز کیا کہ وہ اقرب الی السنۃ ہے؛ بلکہ اس وجہ سے کہ وہ زیادہ آسانی پیدا کرتا ہے، چلنے پھرنے کے لئے، جیسا کہ مولانا عبدالحیؒ نے عمدۃ الریاعایہ میں چاک کرتے کی تعریف اس طرح کی ہے۔

الشق الذي يفعل في قميص الحئ يتسع فيه للمشي. (۱/۲۵۲)

اور فریق ثانی کے دوسرے دلائل یہ ہیں کہ یہ بات تو ضرور ہے کہ آپ ﷺ کا کرتا مبارک چاک والانہیں تھا، مصنف عبدالرزاق اور البیہقی وغیرہ کی روایت ہے، حضرت جابرؓ سے کہ میں نے آپ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا؛ اس حال میں کہ آپ ﷺ پر صرف ایک کرتا تھا، کیا یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ اپنا ستر ظاہر فرماتے ہوں خصوصاً نماز کے وقت؛ کیونکہ آج کے چاک والے کرتے میں یہ ممکن نہیں ہے کہ نماز پڑھی جائے انکشاف ستر کے بغیر اگر پائجامہ یا لنگی پہنے ہوئے نہیں ہے، اسی طرح کتب حدیث میں متعدد روایات ہیں صحابہ سے کہ انہوں نے نماز پڑھ لی بقمیص واحد بخاری شریف کی مشہور روایت میں ہے کہ جب عبد اللہ ابن ابی مرگیا، تو اس کا کفن آپ کا کرتۂ مبارک تھا، اگر یہ چاک والا کرتا ہوتا، تو انکشاف ستر ہوتا، اس طرح کتب لغۃ میں قمیص (کرتا) کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایسا کپڑا ہے، جو بدن اور ستر کو چھپاتا ہے، اور یہ عبارت آتی ہے۔ **القميص ما يتقمن البدن** اور خصائل نبوی

میں حضرت شیخ زکریا نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کرتا پسند فرماتے تھے؛ کیونکہ وہ بدن کو چھپاتا ہے اور ستر کا چھپانا چاک والے کرتے میں نہیں ہو پاتا ہے؛ لہٰذا آپ سے درخواست ہے اس سلسلہ میں تحقیقی جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد توحید

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہر وہ لباس جو فساق کے ماحول کا نہیں ہوتا؛ بلکہ صلحاء کے ماحول کا ہوتا ہے، تو شرعًا وہ پسندیدہ لباس ہوتا ہے، اور ہر ملک کا رہن سہن اور لباس کچھ الگ الگ بھی ہوتا ہے؛ اس لئے کسی بھی ملک کے صلحاء وعلماء جس لباس کو اپنے ماحول میں پسند کرتے ہیں، وہ لباس اپنی جگہ مستحب و پسندیدہ لباس ہے، ہندوستان میں ہمارے اکابر وعلماء کے کرتے اکثر وہ ہوتے ہیں، جس میں چاک ہوتا ہے؛ اس لئے یہ لباس خلاف سنت نہیں بلکہ یہ بھی شرعًا پسندیدہ اور اپنی جگہ درست لباس ہے۔

اور آج بھی عربوں کے کرتے اسی طرح بے چاک کے ہوتے ہیں، جس طرح پہلے ہوتے تھے؛ لہٰذا عین مسنون کرتا تو وہی ہے، جو حضور ﷺ اور صحابہؓ استعمال کرتے تھے، مگر کوئی وہی کرتا پہننا چاہے جو حضور ﷺ اور صحابہؓ استعمال فرماتے تھے، تو وہ بغیر شگاف اور بے چاک کا کرتا ہے، جیسے ہمارے ہندوستان میں بعض علماء واکابر استعمال کرتے ہیں، اس اعتبار سے فریق ثانی کا یہ کہنا کہ عین مسنون کرتا وہ ہے، جو بے شگاف و بے چاک کے ہوتا ہے درست ہے؛ لیکن چونکہ حضور ﷺ اور صحابہ کا یہ کرتا از قبیل سنن ہدیٰ نہیں تھا؛ بلکہ سنن عادیہ اور عرب کے لباس کے اعتبار سے تھا، اس لئے ہر مسلمان پر اس کی پابندی لازم اور ضروری نہیں اور چاک والا کرتا، اگرچہ وہ کرتا نہیں ہے، جو حضور ﷺ اور صحابہؓ استعمال فرمایا کرتے تھے؛ لیکن اس ملک کے صلحاء وعلماء کا پسندیدہ کرتا ہے؛ اس لئے اس کو خلاف سنت ہرگز نہیں کہا جاسکتا ہے؛ بلکہ یہ بھی شرعًا پسندیدہ لباس ہے۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۲/۳۱۲، ڈابھیل ۱۹/۲۵۵، احسن الفتاوی ۸/۶۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ ر محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵/۲۰/۷۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۱/۱۴۲۲ھ

گریبان کے بٹن کھلے رکھنا

سوال [۱۰۵۷۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہماری بستی میں ایک بزرگ وارد ہوتے ہیں، وہ گریبان کے سب بٹن اوپر سے نیچے تک ہر وقت نماز اور غیر نماز میں کھول کر رکھتے ہیں، ان کے پیروکار بھی ایسے ہی سارا گریبان کھول کر ہر وقت رہتے ہیں اور وہ اس کو اسلاف اور بزرگوں کا شعار بتاتے ہیں، تو کیا سارا گریبان ہر وقت کھول کر رکھنا سنت مستحب یا عادت بزرگاں ہے؟ یا یہ بزرگ جھوٹ کہتے ہیں کسی بزرگ کو ہم نے مستقل طور پر گریبان کھولے ہوئے نہیں دیکھا اس کی تشریح مطلوب ہے۔

المستفتی: حافظ شرافت اللہ صاحب، محلّہ نائک سرائے، شیرکوٹ، بجنور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گریبان کی گھنڈیوں کو کھلا رکھنا سنت، مستحب یا بزرگوں کا شعار نہیں ہے، حضور ﷺ سے صرف ایک مرتبہ گریبان کی گھنڈیوں کو کھلا رکھنا ثابت ہے؛ لیکن یہ آپ ﷺ کی دائمی عادت نہیں تھی؛ بلکہ ایک مرتبہ جو آپ کے گریبان کی گھنڈیاں کھلی ہوئی تھیں، وہ بھی کسی عارض کی وجہ سے کھلی ہوئی تھیں۔

نیز جملہ صحابہ کرامؓ میں سے بھی صرف حضرت معاویہؓ اور ان کے بیٹے سے اپنے گریبان کی گھنڈیوں کو کھلا رکھنا ثابت ہے، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ کا گریبان جس دن کھلا رہ گیا تھا، معاویہ بن قرہ نے اتفاق سے اسی دن اسلام قبول کیا تھا؛ اس لئے ان کو وہ پسند

آیا جس کی بنا پر وہ اپنا گریبان کھلا رکھتے تھے، آپ ﷺ کا یہ دائمی عمل نہیں ہے؛ اس لئے پوری زندگی میں آپ ﷺ سے صرف ایک مرتبہ گھنڈیوں کو کھلا رکھنے کے ثبوت سے اور صحابہ کے جم غفیر میں سے صرف دو صحابہ کے عمل کی وجہ سے گھنڈیوں کے کھلا رکھنے کو سنت یا مستحب کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ نیز مذکورہ صاحب کے اس فعل کو بزرگوں کا شعار کہنا بھی درست نہیں ہے؛ اس لئے کہ کسی بھی بزرگ کو ہمہ وقت اپنے گریبان کو کھلا رکھے ہوئے نہیں دیکھا گیا، یہ بات تو عام احوال کی ہے اور نماز میں اس طرح تمام گھنڈیوں کو کھلی رکھ کر نماز پڑھنا خلاف اولیٰ ہے، معاویہ بن قرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔

قال: أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في رهط من مزينة فبايعناه وإن قميصه لمطلق الأزرار أي مفتوحها يعني كان جيب قميصه غير مشدود ...... قال عروة: فما رأيت معاوية ولا إبنه إلا مطلقي أزرارهما قط في شتاء ولا حر ولا يزرر ان أزرارهما أبدًا كتب مولانا محمد يحي المرحوم من تقرير شيخه قوله (فما رأيت معاوية) وهذا وإن كان اختياراً لما هو خلاف الأولىٰ خصوصاً في الصلوة؛ لكنهما أحبا أن يكونا على ما رأيا النبي صلى الله عليه وسلم، وإن كان إطلاقه أزراره إذ ذاک لمعارض ولم يكن هذا من عامة أحواله صلى الله عليه وسلم، وذلک لما فيه من قلة المبالاة بأمر الصلوة، إلا ان الكراهة لعلها لا تبقي في حق معاوية ؓ، وإبنه لكون الباعث لهما حب النبي صلى الله عليه وسلم وإتباعه فيما رأياه من الكيفية.

(بذل المجهود، كتاب اللباس، باب في حل الأزرار، دار البشائر الإسلامية ۱۲/۱۰۸-۱۰۹، تحت رقم الحديث ۴۰۸۲، سهارنپور قديم ۵/۵۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍صفر المظفر ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴/۶۰۱۹)

مردوں کے لئے پھول بوٹے والے کپڑے استعمال کرنے کا حکم

سوال [۱۰۵۷۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چند دنوں سے کچھ مسلمان جن میں امام اور حافظ لوگ پیش پیش ہیں، ان لوگوں نے چکن کے کپڑے اور پھول پنکھڑی والے سفید سے لے کر تمام رنگوں کے کپڑے کرتے وغیرہ پہننے شروع کردیئے ہیں، یہ وہ کپڑے ہیں جن کو ہمیشہ سے عورتیں پہنتی ہیں اور آج بھی پہن رہی ہیں، اگر یہ کپڑے مرد کے لئے جائز ہیں، تو کیا پورا سوٹ مع رومال اور ٹوپی کے استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: ماسٹر راحت علی، این پی آر سی، بلاک سیدنگر، رام پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سوال نامہ کے مطابق عورتوں سے مشابہت کی وجہ سے مردوں کے لئے اس طرح کے کپڑے پہننا ممنوع ہے، جو عورتوں کے ساتھ خاص ہیں؛ لہٰذا بیل بوٹے والے کپڑے جو عورتوں کے ساتھ خاص ہیں، مردوں کے لئے پہننا ممنوع ہیں اور رنگوں میں گہرے سرخ رنگ اور گہرے پیلے رنگ کے کپڑے پہننا بھی مردوں کے لئے ممنوع ہیں۔

عن ابن عباسؓ قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم: المتشبهات بالرجال من النساء، والمتشبهين بالنساء من الرجال. (ترمذي شريف، باب ماجاء في المتشبهات بالرجال من النساء، النسخة الهندية ۱۰٦/۲، دار السلام رقم: ۲۷۸٤، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۷/٤۰، رقم: ۹۵۵۷، سنن أبي داؤد، باب في لباس النساء، النسخة الهندية۲/٥٦٦، دار السلام، رقم: ٤۰۹۷، سنن ابن ماجه، باب في المخنثين، النسخة الهندية ۱/۱۳۷، دار السلام رقم:۱۹۰٤)

عن البراء بن عازب قال: نهانا رسول الله صلى الله عليه وسلم

عـن سبـع عـن خـاتـم الذهب أو حلقة الذهب، وآنية الفضة، ولبس الحرير والديباج والإستبرق والقسي. (ترمذي شريف، باب ماجاء في كراهية لبس المعصفر للرجال والقسي، النسخة الهندية ۲/۱۰۸، دار السلام رقم:۲۸۰۹، صحيح البخاري، باب خواتيم الذهب، النسخة الهندية ۲/۸۷۱، رقم: ٥٦٣٤، ف:٥٨٦٣)

ويكـره للـرجـل أن يـلبـس الثوب المصبوغ بالعصفر، والزعفران، والورس. (فتـاوى عـالمگيري، كتاب الكراهية، الباب التاسع في اللبس ما يكره من ذلك وما لا يكره، زكريا قديم ۵/۳۳۲، جديد ۵/۳۸۵، قاضيخان، زكرياجديد ۳/۲۹۹، وعلى هامش الهندية ۳/٤۱۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱ر صفر المظفر ۱۴۳۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۹۸۷۵/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۲/۱ھ

پینٹ پتلون پہننا کیسا ہے؟، اسکو چھڑانے کا طریقہ اور شرعی لباس

سوال [۱۰۵۷۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) پینٹ اور پتلوں پہننا کیسا ہے جائز ہے یا ناجائز؟ اور یہ کس کا شعار ہے اہل ہنود کا یا مسلمانوں کا اور جہاں پر کسی خاص فرقہ کا شعار نہیں سمجھا جاتا؛ بلکہ مسلم غیر مسلم دونوں ہی پہنتے ہیں، تو وہاں پر مسلمان مرد کا پتلون پہننا کیسا ہے؟ خاص کر عالموں کے لئے کیا حکم ہے؟

(۲) اگر کوئی شخص پہلے سے پتلون پہنتا تھا، تو اب چھوڑنے کا کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟ اگر وہ چھوڑ دے، تو ان متروکہ پتلون کو کیا کرے؟ کسی غریب کو دیدے یا جلا کر ضائع کردے؟

(۳) شرعی لباس کس طرح کا ہونا چاہئے؟ اگر کوئی شخص بغیر کلی والی قمیص اور پتلون

نما ازار پہنے تو اس کا کیا حکم ہے؟ کیا ایسا شخص قابل ملامت ہے یا نہیں؟ اور مرد کے لئے کلی دار لباس ضروری ہے یا غیر ضروری؟

المستفتی: عبدالکریم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) پینٹ اور پتلون کا اس زمانہ میں اتنا عام رواج ہوگیا ہے، کہ کسی خاص فرقہ یا قوم کا شعار نہیں رہا ہے، اس وجہ سے تشبہ بالکفار تو نہیں؛ لیکن تشبہ بالفساق میں کوئی شبہ نہیں ہے؛ لہٰذا مسلمان مرد کے لئے پتلون پہننے سے احتراز لازم ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۸/۶۴)

اور پینٹ پتلون چونکہ صلحاء کا لباس نہیں ہے؛ اس لئے علماء کے لئے لباس پہننا مکروہ تحریمی ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ جدید ڈابھیل ۱۹/۲۸۰، قدیم ۱۷/۳۴۸)

حسنات الأبرار سيئات المقربين. (روح المعاني، زكريا ۱/۳۷٤، تحت تفسير رقم الآية: ۳۵، من سورة البقرة)

(۲) ان کو خود نہ پہنے بلکہ چھوٹے بچوں کے کپڑے بنوادے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو ایک ریشمی جوڑا دیا، حضرت علیؓ اسے پہن کر مجلس میں تشریف لائے، تو حضور ﷺ نے ناگواری کا اظہار فرمایا تو حضرت علیؓ نے اسے لے جا کر عورتوں میں تقسیم کردیا، تو یہاں بھی یہی کیا جاسکتا ہے، کہ پتلون پینٹ کو کھول کر چھوٹے بچوں کے کپڑے بنوادیئے جائیں۔

عن علي قال: اهديت لرسول الله صلى الله عليه وسلم خلة سيراء، فبعث بها إلي فلبستها، فعرفت الغضب في وجهه، فقال إني لم أبعث بها إليک لتلبسها، إنما بعثت بها إليک لتشققها خمرًا بين النساء.

(صحيح مسلم، باب تحريم استعمال إناء الذهب......النسخة الهندية ۲/۱۹۲، بيت الأفكار رقم: ۲۰۷۱، مشكوة شريف ۲/۳۷٤)

(۳) جولباس سنت سے ثابت ہو، وہ یقیناً شرعی لباس ہے اسی طرح اگر کسی لباس کا سنت رسول میں ذکر نہ ہو، اوراس کو اکابر صلحاء نے اختیار کیا ہواور کفار وفساق کا شعار بھی نہ ہو،تو وہ بھی شرعی لباس ہے، جیسے ہمارے ہندوستان میں اکابر علماء کے لباس جوکلی دار کرتے اورمغلیہ پاجامے ہوتے ہیں، عین سنت کے مطابق حضور ﷺ اورصحابہ کرام کا کرتا جوکہ بے شگاف نصف ساق تک پہونچتاہےاورقرآن کریم اوراحادیث شریفہ میں اسی کوقمیص کےلفظ سےذکرکیا گیاہےاوراہل عرب آج کل اس کوتوپ بھی کہتے ہیں۔

عن أم سلمة قالت: كان أحب الثياب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم القميص. (أبوداؤد، باب ماجاء في القميص، النسخة الهندية ٢/٥٥٨، دارالسلام رقم: ٤٠٢٥، سنن الترمذي، باب ما جاء في القميص،النسخة الهندية ١/٣٠٦، دار السلام رقم: ١٧٦٢)

اگر یہ نہ ہوسکےتواپنےاکابروصلحاءکاپسندیدہ کلی دارکرتاپہننا چاہئےاوراگرکرتابغیرکلی کاہے، تو وہ بھی جائز ہے،مگراکابروصلحاءکالباس نہیں ہےاور پتلون نما پاجامہ نہ ہی سنت رسول سے ثابت ہے، نہ اکابرصلحاء نےاختیارکیاہے؛ بلکہ یہ تشبہ بالفساق ہے جوکہ حضور ﷺ کےارشاد:

من تشبه بقوم فهو منهم کےتحت داخل ہوکرقابل ملامت ہے۔

(مستفاد: احسن الفتاوی ۸/۶۴)

عن ابن عمرؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، النسخة الهندية ٢/٥٥٩، دار السلام رقم: ٤٠٣٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۴؍ جمادی الثانی ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۶۷۳۳/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۶/۵ھ

مردوں کے لئے چست لباس پہننے سے متعلق چند سوالات کے جوابات

سوال [۱۰۵۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل مردوں میں چست لباس یعنی پینٹ پتلون پہننے کا عام رواج ہوگیا ہے، مرد کے لئے گھٹنوں سے ناف تک کا حصہ ستر ہے، کیا ستر کے صرف یہ معنی ہیں کہ بدن کا رنگ نظر نہ آئے، یا اس کے ساتھ بدن کی ساخت کا نظر نہ آنا یہ بھی مطلوب شرعی ہے؟ کیا اس طرح کے کپڑوں کو پہن کر ایک مسلمان گھر سے باہر جاسکتا ہے؟ رانیں اور کولہے اور اگلا حصہ، بسا اوقات اس کا عضو مخفی کا حجم بھی نظر بچانے کے باوجود نظر آجاتا ہے؟ اگرچہ کپڑے کے اوپر سے ہی صحیح ایسے پتلون کے استعمال کا کیا حکم ہے؟ ان کو پہن کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ ان کی رانوں کو دیکھنا اور ان کو دکھانے کا کیا حکم ہے؟ ان کی نماز واجب الاعادہ ہے یا نہیں؟ جواب شافی کافی مدلل عنایت فرمائیں۔ اس سلسلہ میں احسن الفتاوی میں ایک فتوی لکھا ہوا ہے اس کو بعینہ نقل کیا جاتا ہے۔

جواب: ایسا چست لباس پہننا جس سے اعضاء مخفیہ کی شکل نظر آئے حرام ہے، اس طور پر اعضاء مخفیہ دکھانا بھی حرام اور دیکھنا بھی حرام، اگرچہ بلاشہوت ہو، ایسا لباس اگر اتنا موٹا ہو کہ اس میں سے بدن کا رنگ نظر نہ آتا ہو، تو اس میں اگرچہ نماز کا فرض ادا ہوجائے گا، مگر حرام لباس میں نماز مکروہ اور واجب الاعادہ ہوگی، عورتوں کے لباس کی بنسبت مردوں کے چست پتلون زیادہ خطرناک ہے؛ اس لئے کہ عورت نے چست کرتے کو چادر یا دوپٹہ سے چھپا کر نماز پڑھی تو اس میں کراہت نہیں۔

قال ابن عابدینؒ: ولا يضر التصاقه أي بالألية مثلاً وقول وتشكله من عطف المسبب على السبب، وعبارة شرح المنية: أما لو كان غليظا لا يرىٰ منه لون البشرة، إلا أنه التصق بالعضو، وتشكل بشكاله فصار شكل العضو

مرئيا، فينبغي أن لا يمنع جواز الصلاة لحصول الستر، قال: وانظر هل يحرم النظر إلى ذلك المتشكل مطلقاً، أو حيث وجدت الشهوة، قلت: سنتكلم على ذلك في كتاب الحظر، والذي يظهر من كلامهم هناك هو الأول.

(رد المحتار، كراچي ١/ ٤١٠، أحسن الفتاوى ٣/ ٤٠٣)

المستفتی: ابوالکلام، مدرسہ مظاہر العلوم سیلم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت میں لباس کے لئے کوئی خاص شکل متعین نہیں ہے؛ بلکہ اس کے لئے کچھ شرائط وضوابط مقرر ہیں، ان کوملحوظ رکھتے ہوئے ہر طرح کا لباس پہننا شریعت میں جائز ہے اور وہ شرائط درج ذیل ہیں اول یہ کہ لباس ساتر ہو۔ دوم یہ کہ فساق وفجار کا شعار نہ ہو، سوم یہ کہ وہ عورتوں کے لباس کے مشابہ نہ ہو، اسی طرح اس قدر چست نہ ہو کہ اس سے اعضاء مخفیہ کی ساخت ظاہر ہوتی ہو؛ لہٰذا ایسا لباس پہننا جس سے بدن کی ساخت ظاہر ہو جائز نہ ہوگا اور ایسا کپڑا پہن کر نماز پڑھنے میں ستر عورت پائے جانے کی وجہ سے نماز تو ادا ہو جائے گی، البتہ خلاف شریعت لباس پہننے کی وجہ نماز مکروہ ہوگی ایسے اور چست لباس پہنے شخص کے اعضاء مستورہ کی طرف قصداً دیکھنا بھی شرعاً جائز نہیں ہے۔

فإن الإسلام لم يقصره على نوع دون نوع، ولم يقرر للإنسان نوعًا خاصًا، أوهيئة خاصة من اللباس......وإنما وضع مجموعة من المبادي والقواعد الأساسية يجب على المسلم أن يحتفظ بهذه المبادي......فمن مقدمة هذه المبادي، أن اللباس يجب أن يكون ساترًا لعورة الإنسان ......وكذالك اللباس الرقيق، أو اللاصق بالجسم الذي يحكي للناظر شكل حصة من الجسم الذي يجب ستره فهو في حكم ماسبق في الحرمة وعدم الجواز......والمبدأ الثالث: أن اللباس الذي يتشبه به الإنسان بأقوام

كفرة، لايجوز لبسه لمسلم. (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم استعمال أواني الذهب، اشرفية ديوبند ٤/٨٨٠٨٧)

عن أبي هريرة رضـ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم: لعن الرجل يلبس لبسة المرأة. (مسند أحمد ٢/٣٢٥، رقم: ٨٢٩٢، سنن أبي داؤد، باب في لباس النساء، النسخة الهندية ٢/٥٦٦، دارالسلام رقم: ٤٠٩٨، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم٦/٤٩، رقم: ٩٠٨٨)

لو كان غليظاً لا يرىٰ منه لون البشرة إلا أنه التصق بالعضو وتشكل بشكله فصار شكل العضو مرئيًا، فينبغي أن لا يمنع جواز الصلاة لحصول الستر. (شامي، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، زكريا ٢/٨٤، كراچي ١/٤١٠)

أن رؤية الثوب بحيث يصف حجم العضو ممنوعة ولو كثيفًا لا ترى البشرة منه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، زكريا ٩/٥٢٦)

لايحل النظر إلى عورة غيره فوق ثوب ملتزق بها يصفه حجمها. (شامي، زكريا٩/٥٢٦، كراچي ٦/٣٦٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
٦ ربیع الاول ١٤٣٢ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ٣٩/١٠٣٤١)	١٤٣٢/٤/٦ھ

مردوں کے لئے کالا لباس پہننا

سوال [١٠٥٧٨]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کالا لباس مرد کے لئے پہننا جائز ہے یا نہیں؟ کیا یہ کالا لباس دوزخی لباس ہے؟

المستفتی: حافظ محمد طیب اندرا چوک، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: کالا لباس پہننا مرد کے لئے جائز اور مباح ہے؛

چنانچہ امہات المؤمنین حضرت عائشہؓ نے نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی چادر کو کالے رنگ میں رنگا، تو آپ ﷺ نے اسے زیب تن فرمایا؛ لہٰذا کالا لباس پہننا جائز ہے، ہاں البتہ آج کل کے دور میں کالا لباس شیعوں کا شعار ہو چکا ہے؛ اس لئے سنیوں کے لئے بہتر ہے کہ کالے لباس سے جہاں تک ہو سکے احتیاط رکھیں تاکہ شیعوں کی مشابہت سے بچ جائیں۔

عن عائشةؓ، قالت: صبغت للنبي صلى الله عليه وسلم بردة سوداء فلبسها. (أبو داؤد شريف، باب في السواد، النسخة الهندية ٢/٥٩٣، دار السلام رقم: ٤٠٧٤، مسند أحمد بن حنبل ٦/١٣٢، رقم: ٢٥٥١٧-٢٤٤٦١، رقم: ٢٥٦٣٠، ٦/٢١٩، رقم: ٢٦٣٦٤، ٦/٢٤٩، رقم: ٢٦٦٤٦، مسند أبي داؤد الطيالسي، دار الكتب العلمية بيروت ٣/١٤٠، رقم: ١٦٦٣)

وفي الحديث جواز لبس السواد وهو متفق عليه. (بذل المجهود، باب في السواد، دار البشائر الإسلامية ١٢/١٠١، تحت رقم الحديث ٤٠٧٤، سهارنپور قديم ٥/٥١)

اور کسی معتبر کتاب میں سند صحیح کے ساتھ کالے لباس کو دوزخیوں کا لباس کہا گیا ہو ہماری نظر سے نہیں گذرا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۱۳۸۹/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۱/۱۸ھ

سرخ کپڑا پہننے اور حدیث کو نہ ماننے کا حکم

سوال [۱۰۵۷۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سرخ کپڑا مرد کے لئے پہننا جائز نہیں؛ لیکن زید کہتا ہے کہ یہ غلط ہے، نہ میں حدیث کو مانتا ہو نہ مسئلہ کو، اس بارے میں کیا حکم شرعی ہے؟ جواب دے کر مستفیض فرمائیں۔

المستفتی: محمد زکی اللہ، متعلم مدرسہ حیات العلوم، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسم اورزعفران سے رنگا ہوا کپڑا مردوں کے لئے حرام ہے اور مطلقًا سرخ رنگ کے کپڑے کے بارے میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک حرام ہے، بعض کے نزدیک مباح، بعض کے نزدیک مستحب اور بعض کے نزدیک مکروہ تنزیہی اور مکروہ تنزیہی والا قول مفتی بہ قول ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی، زکریا ۴/۱۲۰، فتاوی رشیدیہ قدیم ۵۸۳-۵۸۲، جدید زکریا ۵۷۴تا۵۷۶، فتاوی عبدالحیٔ ۲/۱۰۱، فتاوی عزیزی ۱/۱۲۲)

وكره لبس المعصفر، والمزعفرالأحمر، والأصفر للرجال مفاده أنه لا يكره للنساء ولابأس بسائر الألوان وفي المجتبى والقهستاني،وشرح النقاية لأبي المكارم: لا بأس بلبس الثوب الأحمر، ومفاده أن الكراهة تنزيهية؛ لكن صرح في التحفة بالحرمة، فأفاد أنها تحريمية، وهي المحمل عند الإطلاق، قال المصنف قلت: ولشرنبلالي فيه رسالة نقل فيها ثمانية أقوال منها: أنه مستحب (تحته في الشامية) ولكن جل الكتب على الكراهة كالسراج، والمحيط والاختيار والمنتقي، والذخيرة وغيرها وبه أفتى العلامة قاسم. (الدر مع الرد، كتاب الحظر و الإباحة، فصل في اللبس، زكريا ٩/٥١٥-٥١٦، كراچي ٦/٣٥٨، هندية، زكريا جديد ٥/٣٨٥، قديم ٥/٣٣٢)

اورزید کا یہ کہنا کہ نہ میں حدیث کو مانتا ہوں اور نہ مسئلہ کو یہ کفریہ جملہ ہے، اس پر ضروری ہے کہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح کر کے توبہ واستغفار کے ذریعہ اپنے اس قول سے رجوع کرلے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۵/ ۳۹۱)

مايكون كفرًا إتفاقاً يبطل العمل والنكاح وما فيه خلاف يؤمر بالإستغفار، والتوبة وتجديد النكاح. (شامي، باب المرتد، قبيل مطلب في حكم من شتم دين مسلم، زكريا ٦/٣٦٧، كراچي ٤/٢٣٠)

رجل عرض عليه خصمه فتوى الأئمة فردها، وقال: (جه بار نامه

فتوی أورد)ہ قیل یکفر؛ لأنه رد حکم الشرع. (هندية، الباب التاسع في أحكام المرتدين، زكريا قديم ۲/۲۷۲، جديد ۲/۲۸۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍محرم الحرام ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۴؍۱۰۸۳)

پنجابی سوٹ پہننے کا حکم

سوال [۱۰۵۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پنجابی سوٹ جس کو پٹھانی سوٹ کہتے ہیں، اس کو پہننا جائز ہے یا نہیں؟ یا کسی قسم کی کراہت ہے، جس میں ڈبل کالر ہوتا ہے، اور کف ہوتے ہیں، آستین اور دامن کے کنارے گول ہوتے ہیں؟

المستفتی: ابوالخیر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: پنجابی سوٹ جسے کہتے ہیں، وہ سوٹ اسم بامسمیٰ ہے، ہمارے ہندوستان کے پنجابی سکھوں کا یہ خاص لباس ہے؛ اس لئے اس کا نام پنجابی سوٹ ہے، اور پنجاب سے آگے کشمیر اور اس سے آگے پاکستان میں بھی یہ لباس ہے، ہمارے ہندوستان میں غور طلب بات یہ ہے کہ پنجابی سوٹ غیر مسلم سکھوں کا خصوصی لباس ہے، کوئی عام مسلمان اس لباس کو پہنتا ہے، تو اس کو ہم بالکل ناجائز بھی نہیں کہتے: اس لئے کہ مسلمانوں کا بھی ایک بڑا طبقہ یہ لباس پہننے لگا ہے، جیسا کہ کوٹ پتلون درحقیقت انگریزوں کا خاص لباس ہے، پھر مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ بھی پہننے لگا؛ اس لئے اگر کوئی کوٹ پتلون پہنتا ہے تو اس کو بھی بالکل ناجائز نہیں کہتے؛ لیکن یہ دونوں لباس علماء وصلحاء اور حدیث وفقہ کے طلبہ کے لباس نہیں ہیں، اگر علماء صلحاء اور حدیث وفقہ کے تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ یہ لباس پہنتے ہیں، تو حسنات

الابرار سیئات المقربین کے اصول سے کراہت کے دائرہ میں ہوگا؛ اس لئے کہ اگر حدیث پڑھانے والا کوئی استاد کوٹ پتلون یا پنجابی سوٹ پہن کر مسند حدیث پر بیٹھ کر حدیث پڑھانے لگے یا مفتی صاحب مسند افتاء پر بیٹھ کر فتوی لکھنے لگیں، تو حاضرین قطعاً اچھی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے، اور ان کا اچھی نگاہ سے نہ دیکھنا یہ بجا ہے؛ اس لئے کہ مذکورہ اصول کے مطابق ایسے علماء صلحاء اور مقتدا لوگوں کے لئے یہ لباس مکروہ ہے۔

حسنات الأبرار سيئات المقربين. (روح المعاني، ١/٣٧٤، تفسير رقم الآية ٣٥، من سورة البقرة، تفسير خازن ٤/١٤٥، تفسير جمل ٧/٢٠٨، حاشية الصاوي ٤/٩٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۸/ جمادی الاول ۱۴۲۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/ ۷۶۴۳)	۱۴۲۳/۵/۹ھ

عورتوں کے لئے شوہر وباپ، بھائی کا چست لباس لاکر دینا

سوال [۱۰۵۸۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورتوں کے چست وتنگ لباس کے متعلق کیا حکم ہے؟ اوران کے اس لباس پر جو خرچ باپ، بھائی، شوہر اور بیٹا سب کر رہے ہیں، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

المستفتی: مسعود احمد خان، کاسگنج (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایسا چست وتنگ لباس جس میں بدن کی ہیئت اور ساخت ظاہر ہوتی ہے، اس کا پہننا عورتوں کے لئے ناجائز ہے اور ایسے لباس کے بارے میں حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے، اور باپ، بھائی وغیرہ کا عام طور پر مستورات کے لباس بنانے میں کوئی دخل نہیں ہوتا ہے؛ بلکہ ایسا لباس بنانے میں ماں کا دخل ہوتا ہے؛ البتہ

باپ، بھائی وغیرہ ایسے لباس پر خوش ہیں، تو تعاون علی المعصیۃ کی وجہ سے ان پر بھی گناہ ہوگا۔

عن أبي هريرةؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صنفان من أهل النار: لم أرهما: قوم معهم سياط (إلى قوله) ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات رؤسهن كأسنمة البخت المائلة لا يدخلن الجنة، ولا يجدن ريحها، وإن ريحها ليوجد من مسيرة كذا و كذا.

(مسلم شريف، باب النساء الكاسيات العاريات المائلات المميلات،النسخة الهندية ٢/ ٢٠٥، بيت الأفكار رقم:٢١٢٨، مسند أحمد بن حنبل ٢/ ٣٥٥-٣٥٦، رقم: ٨٦٥٠، ٢/ ٤٤٠، رقم: ٩٦٧٨)

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. [المائدة:٢] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ رجمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۱۱۶۹/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۶/۲۶ھ

عورتوں کا کالا برقعہ اور کالا کپڑا پہننا

سوال [۱۰۵۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) ندائے شاہی میں لکھا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علی نے اپنے ساتھیوں کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کالا لباس مت پہنا کرو؛ کیونکہ یہ فرعون کا لباس ہے اور پیغمبر علیہ السلام کو بھی کالا رنگ ناپسند تھا، سوائے تین چیزوں میں، عمامہ، موزہ، چادر۔

من لا يحضره الفقيه ٨١، باب في لباس المصلي مطبع جعفرية نخاس لكهنؤ ١٣٠٧.

امام جعفر صادق سے پوچھا گیا کہ کالی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ تو آپ نے

جواب دیا کہ کالی ٹوپی پہن کر نماز مت پڑھو کیوں کہ یہ جہنمیوں کا لباس ہے۔ (بحوالہ ندائے شاہی، نومبر ۲۰۱۲ء)

تو ہم عورتیں کالا لباس، برقعہ، سویٹر، چوڑی، ٹوپی پہن سکتی ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ نے ندائے شاہی کے جس مضمون کا حوالہ دیا ہے، اس میں شیعہ مذہب کی کتابوں سے کالے لباس پہننے کی کراہت ثابت کی گئی ہے، اس کی عربی عبارت بھی اس مضمون میں درج ہے اور اس حوالہ کو دینے کا مقصد یہ تھا کہ شیعہ لوگ جو محرم میں سوگ کے طور پر کالا لباس پہنتے ہیں یہ بے اصل اور ممنوع ہے اور کالی ٹوپی کے بارے میں جو حضرت جعفر صادقؒ کا قول نقل کیا گیا، اس کی علت یہ ہے کہ یہودیوں کی خاص علامت کالی ٹوپی ہے، آج بھی وہ لوگ ایک خاص انداز کی کالی ٹوپی اوڑھتے ہیں، تو تشبہ کی وجہ سے ایسی کالی ٹوپی پہننا ممنوع ہوگا، اور جہاں کوئی تشبہ نہ ہو یا سوگ کا اظہار مقصود نہ ہو، تو کالا لباس پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن ابن عمرؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة ٢/٥٥٩، دار السلام رقم: ٤٠٣١)

قال القاري: أي من شبه نفسه بالكفار مثلا في اللباس وغيره، أو بالفساق، أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار فهو منهم، أي في الإثم والخير. (مرقاة، كتاب اللباس، الفصل الثاني، مكتبه امدادية ملتان ٨/٢٥٥)

عن عائشةؓ، قالت: خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات غداة وعليه مرط من شعر أسود. (شمائل ترمذي٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶؍رجب المرجب ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۴۱؍)

مزین برقعوں کے استعمال کی شرعی حیثیت

سوال [۱۰۵۸۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ برقعوں میں نگ، بیل بوٹے، لگائے جاسکتے ہیں اور گریبان پر کالر لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا کوٹ ٹائپ برقعہ سلا سکتے ہیں، کیا برقعے کے ساتھ ہاتھ پاؤں کے دستانے پہننے ضروری ہیں؟ برقعے کا رنگ کیسا ہونا چاہئے؟

المستفتی: عرفان اللہ قاسمی، مالیگاؤں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: صحابیہ عورتیں کالے رنگ کے جلباب پہنا کرتی تھیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ برقعہ کا رنگ کالا ہونا زیادہ بہتر ہے اور اس کے اوپر بیل بوٹے وغیرہ نہ ہوں، تو زیادہ مناسب ہے اور ہاتھوں میں دستانہ اور پیروں میں موزہ پہننا اگر فتنے کا خطرہ نہیں ہے تو لازم نہیں ہے؛ اس لئے کہ ہتھیلی اور قدمین ستر میں داخل نہیں؛ لیکن اگر فتنہ کا خطرہ ہے تو دستانہ اور موزہ پہننا بہتر ہے۔

وأخرج جماعة و عبد الرزاق عن أم سلمة قالت: لما نزلت هذه الآية يدنين عليهن من جلابيبهن: خرج نساء الأنصار، كان على روؤسهن الغربان من السكينة وعليهن أكسية سود يلبسنها. (روح المعاني ۲۲/ ۱۲۸)

والمرط من أكسية سود. (مسند أحمد بن حنبل، ۶/ ۱۹۹، رقم: ۲۴۸۸۶، مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمي ۲/ ۳۲، رقم: ۲۳۷۷)

وأما النظر إلى الأجنبيات فنقول يجوز النظر إلى مواضع الزينة الظاهرة منهن وذلك الوجه، والكف في الظاهر الرواية، كذا في الذخيرة، إن غلب على ظنه أن يشتهي فهو حرام. (هندية، الباب الثامن، فيما يحل للرجل

النظر إلیہ……زکریا قدیم ۵/ ۳۲، جدید ۵/ ۳۸۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۱۱۵۹/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/ ۶/ ۱۴۳۴ھ

ڈیزائن والے برقعے پہننے اور ان کی خرید وفروخت کرنے کا حکم

سوال [ ]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ خواتین کا برقعہ جسم کے خدو خال اور زیب وزینت کو چھپانے کے لئے ہوتا تھا، آج کل برقعہ دیدہ زیب اور انتہائی چمکدار پھول کا رواج پا گیا ہے، اس کا پہننا اور ایسے پھول والے برقعہ کا (جس کو برقعہ صرف عرف عام میں کہہ سکتے ہیں اصلاً نہیں) کاروبار جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: راشد علی، پیپل سانہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برقعہ کا مقصد سر سے پیر تک پورے بدن کو ڈھانکنا ہوتا ہے تاکہ بدن کے کسی حصہ پر اجنبی مردوں کی نگاہ نہ پڑے اور وہ مقصد ہر طرح کے برقعہ سے حاصل ہو جاتا ہے؛ لیکن افضل اور بہتر یہ ہے کہ برقعہ زیادہ بھڑک دار نہ ہوتا کہ اجنبی مردوں کی نگاہ بھڑک دار برقعہ پر پڑ کر ہیجانی کیفیت پیدا نہ کرے، اب رہی برقعہ کی تجارت تو برقعہ کی تجارت ہر حال میں جائز ہے اور اس کا پیسہ حلال ہے اور جو عورت برقعہ کو پردہ کے بجائے فیشن کے طور پر استعمال کرے، جس کی وجہ سے اجنبی مردوں کی نگاہ غلط انداز سے اس کے اوپر پڑ سکتی ہے، تو اس کا گناہ اسی عورت پر ہوگا نہ کہ تجارت کرنیوالے پر۔

إن عائشةؓ، قالت: لقد کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلي الفجر، فتشهد معه نساء من المؤمنات متلفعات في مروطهن، ثم یرجعن إلی بیوتهن ما یعرفهن أحد. (بخاري شریف، باب في کم تصلي المرأة

في الثياب، النسخة الهندية ۱/ ٥٤، رقم:۳۷۲)

أن النساء أيضاً مأمورات بغض البصر عن الرجال الأجانب كما أن الرجال مأمورون بغض البصر من النساء الأجنبيات. (أحكام القرآن للتهانوي ۳/ ٤۳، بحواله محموديه ميرٹھ۲۸/ ۹٥)

وإنما تحصل المعصية بفعل فاعل مختار. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ۹/ ٥٦۲، كراچي ٦/ ۳۹۲)

وإن قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً وإلا فتنزيهًا. (الدر المختار، زكريا ۹/ ٥٦۱، كراچي ٦/ ۳۹۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ ذی قعدہ ۱۴۳۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹/ ۱۰۵۴۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۷/ ۱۱/ ۱۴۳۲ھ

بحالت حیض ونفاس مہندی وسنگار کرنا، نیز شادی شدہ کے لئے سفید کپڑے پہننے کا حکم

سوال [۱۰۵۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک عورت حالت حیض و نفاس میں مہندی اور دیگر سنگار کرتی ہے، کیا اس کے لئے یہ سب کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایک دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ شادی شدہ عورت کے لئے سفید کپڑے پہننا کیسا ہے؟ ان دونوں مسئلوں کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد نوشاد، لکھیم پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حالت حیض ونفاس زینت کے منافی نہیں ہے؛ لہٰذا جو عورت حالت حیض ونفاس میں زینت کرتی ہے، اس پر کوئی گناہ نہیں ہے؛ البتہ حالت

عدت میں متوفی عنہا زوجہا جس کے شوہر گذر چکے ہوں اور مطلقہ ثلاثہ کے لئے زینت کرنا جائز نہیں ہے، اور شادی شدہ اور غیر شادی شدہ عورتوں کے لئے ہر قسم کے رنگے ہوئے کپڑے پہننا جائز ہے،اسی طرح سفید رنگ کا کپڑا پہننا بھی جائز ہے۔ (مستفاد: آپ کے مسائل اوران کاحل ۲/۷۰)

وتجتنب المعتدة كل زينة نحو: الكحل،والحناء، والخضاب، والدهن، والتحلي، والتطيب، ولبس المطيب، والمصبوغ بالمعصفر والزعفران. (قاضيخان، باب العدة، فصل فيما يحرم على المعتدة، زكريا جديد ۱/ ۳۵۱، وعلى هامش الهندية ۱/ ۵۵٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳٦/ ۷۸۰٦)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/۸/۱۴۲۳ھ

قیمتی کپڑے کوبطور زینت پا پوش کے لئے استعمال کرنا

سوال [۱۰۵۸٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل بڑے بڑے ہوٹلوں میں انتہائی اعلی اور قیمتی کپڑے بطور پاپوش استعمال کئے جاتے ہیں اور ہاتھ پوچھنے کے واسطے دیئے جاتے ہیں، تو اس کا استعمال شرعًا کیسا ہے؟ کیا نعمت خداوندی کی بے ادبی اور ناقدری تو نہیں؟

المستفتی: محمد سجاد حسین، قاسمی کانپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عمدہ اور قیمتی کپڑوں کوبطور پاپوش اور ہاتھ پوچھنے کے لئے استعمال کرنا متکبرین کا شیوہ ہے؛ اس لئے کہ عموماً قیمتی کپڑوں سے جوتے اور ہاتھ صاف نہیں کئے جاتے ہیں؛ بلکہ ان کے لئے الگ قسم کی دستیاں اور تولیاں آتی ہیں، ان کے

استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ وہ عمدہ قسم ہی کی کیوں نہ ہوں؛ لہٰذا اعلیٰ اور عمدہ کپڑوں کو بطور پاپوش استعمال کرنا مکروہ اور غیر مناسب ہے۔

وتكره الخرقة التي تحمل ويمسح بها العرق إلا إذا كان شيئًا لاقيمة له، وكذا للتكبر. (البحرالرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب، كوئٹه ۸/۱۸۳، زكريا ۸/۳۳۶، المحيط البرهاني، المجلس العلمي ۸/۱۲۷-۱۲۸، رقم: ۹۷۵۲، هداية، اشرفي ۴/۴۵۸، الفتاوى التاتارخانية، زكريا ۱۸/۲۸۳، رقم:۲۸۸۱۵)

سئل مسح اليد على ثيابه، فقال: لايجوز وسئل عن مسح اليد بدستار ورق، فقال: لايجوز. (البحر الرائق، كوئٹه ۸/۱۸۳، زكريا ۸/۳۳۶)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ر ربیع الاول ۱۴۱۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳ر ۵۲۵۷)

درزی کا مختلف نوع کے لباس سینا

سوال [۱۰۵۸۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ٹیلر ہے کرتا پائجامہ، پینٹ، شرٹ، لیڈیز سوٹ وغیرہ سب تیار کرلیتا ہے، کرتا پائجامہ کا کام کم ملنے کی وجہ سے وہ پینٹ، شرٹ، لیڈیز سوٹ وغیرہ کا کام ازروئے شرع کرسکتا ہے؟

المستفتی: رفیع الدین، زاہدنگر سرسیدنگر کرولہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کے لئے کرتا پائجامہ کے علاوہ پینٹ، شرٹ اور لیڈیز سوٹ سل کر پیسہ حاصل کرنا جائز اور درست ہے؛ البتہ فساق اور غیروں کا لباس جیسا

کہ آج کل کے زمانہ میں جوان لڑکے اورلڑکیاں یوروپ، وامریکہ کے طرز پر چست پینٹ اور ماڈرن بنیان پہنتی ہیں، یہ فاسقوں اور کافروں کا لباس ہے؛ اس لئے ایسے لباس کا سلنا مکروہ ہے، اسی طرح بلاؤز جو عورتیں ساڑی کے ساتھ پہنتی ہیں، جس سے صرف پستان اور پیٹ کا کچھ حصہ ڈھکا رہتا ہے، بقیہ پیٹ اور پیٹھ کھلی رہتی ہے، تو اس کا بھی سلنا مکروہ ہے۔

أمره إنسان أن يتخذله خفا على زي المجوس، أو الفسقة، أو خياطا أمره أن يتخذله ثوبًا على زي الفساق، يكره له أن يفعل؛ لأن سبب التشبه بالمجوس، والفسقة. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ٩/٥٦٢، كراچي٦/٣٩٢، فتاوى محموديه قديم ١٢/٣٢٥و ١٤/٣٦٨، جديد ڈابھیل١٩/٢٨٣-٢٨٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۸۷۷۹/۳۷)

مور کی تصویر بنے ہوئے کپڑے کو کیا کریں؟

سوال]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نے ایک سوٹ خرید کر سلوالیا، اور اس کو پہن کر اپنی بہن کے یہاں گئی، تو میری بہن نے دھیان دلایا کہ اس کپڑے پر مور کی تصویر بنی ہوئی ہے، اس کا مجھے بہت افسوس ہے، یہ کپڑا سوتی ہے؛ لیکن قیمتی ہے، مہربانی کرکے آپ جواب تحریر فرمائیں کہ میں اس کپڑے کو کس طرح استعمال کرسکتی ہوں؟

المستفتی: اہلیہ محمد ناصر الدین، بھٹی محلّہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مور کی تصویر اتنی چھوٹی ہے کہ کپڑے کو زمین

بر رکھدیا جائے اور کھڑے ہوکر دیکھا جائے تو تصویر نظر نہ آئے، تو اس کا استعمال جائز ہے اور اگر کھڑے ہوکر نظر آجاتی ہے، تو اس کا استعمال جائز نہیں ہے، ہاں البتہ ایسا کیا جاسکتا ہے کہ اس کپڑے کا فرش اور بستر وغیرہ بنالیا جائے۔

ولايكره لو كانت تحت قدميه (إلى قوله) **أو كانت صغيرة لاتتبين تفاصيل أعضائها للناظر قائمًا، وهي على الأرض.** (در مختار، باب ما يفسد الصلاة، وما يكره فيها، زكريا ٢/٤١٧-٤١٨، كراچي ١/٦٤٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷ر ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱/ ۳۹۵۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۴/۷ھ

(٤) باب الزينة

عطر لگانے کا مسنون طریقہ

سوال [۱۰۵۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عطر لگانے کا سنت طریقہ کیا ہے؟

المستفتی: مفتی عتیق الرحمٰن، مدرسہ اسلامیہ، ناگپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عطر لگانا سنت ہے اور اس کو آنحضرت ﷺ نے بہت پسند فرمایا ہے؛ لیکن اس کے لگانے کا سنت طریقہ کیا ہے،؟ اس کے بارے میں کوئی روایت نظر سے نہیں گذری؛ البتہ روایت ذیل:

عن عائشةؓ، قالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم: يعجبه التيمن في تنعله وترجله وطهوره وفي شانه كله. (رواه البخاري، كتاب الوضوء، باب التيمن في الوضوء، والغسل ١/٢٩، رقم:١٦٨)

کے سیاق وسباق سے جانب یمن سے عطر لگانے کی ابتداء کرنا افضل معلوم ہوتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍ جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱؍۴۰۶۴)

پرفیوم کا استعمال

سوال [۱۰۵۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: کہ مردوں کے لئے پرفیوم (فوارے والاعطر) استعمال کرنا کیسا ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مردوں کے لئے حرام ہے، سوال یہ ہے کہ یہ عطر تو ایک طرح کی خوشبو ہے، پھر حرام کیوں؟

المستفتی: ضیاء الرحمٰن قاسمی، مسجد حکیمان، وارڈ ریڑیاں خانپور، بلندشہر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے حکم یکساں ہے، اگر اس میں کوئی ناپاک مادہ نہیں ہوتا ہے؛ بلکہ خوشبو ہی ہے، تو اس کے استعمال میں مردوں اور عورتوں میں سے کسی کے لئے کوئی قباحت نہیں۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۵/۳۹۹، جدید ڈابھیل ۱۸/۱۹۳)

وبهذا يتبين حكم الكحول المسكرة التي عمت بها البلوىٰ اليوم، فإنها تستعمل في كثير من الأدوية، والعطور، والمركبات الأخرىٰ......وإن اتخذت من غيرهما، فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفة ولايحرم استعمالها للتداوي، أو لأغراض مباحة أخرىٰ......وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية، والعطور وغيرها لاتتخذ من العنب، أو التمر، إنما تتخذ من الحبوب، أو القشور، أو البترول وغيره الخ. (تكملة فتح الملهم، كتاب الأشربة، حكم كحول المسكرة، اشرفية ديوبند ۳/ ۶۰۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰/ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/ ۸۰۲۴)

سینٹ کا استعمال کیسا؟

سوال [۱۰۵۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ سینٹ (پرفیوم) میں الکحل ملا ہوا ہوتا ہے، اور الکحل فسٹ نمبر کی شراب ہے، تو یہ سینٹ پاک ہے یا نہیں؟ نیز اس کو لگا کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور ادویات میں الکحل کا استعمال کر سکتے ہے یا نہیں؟ تشفی بخش جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: محمد جاوید

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو الکحل انگور یا کھجور سے بنا ہوا ہو، وہ تو بالاتفاق حرام اور ناپاک ہے؛ لیکن جو ان دونوں کے علاوہ دیگر اشیاء مثلاً آلو، گاجر وغیرہ سے بنایا گیا ہو، تو وہ حضرات شیخینؒ کے قول کے مطابق پاک ہے، عموماً یہی الکحل عطریات اور ادویہ میں استعمال ہوتا ہے؛ لہٰذا ضرورت شدیدہ اور عموم بلویٰ اور ابتلائے عام کی وجہ سے عطریات اور ادویات کے حق میں حضرات شیخینؒ کے قول کے مطابق جواز کا فتوی ہے، اور پینے کے حق میں حضرت امام محمدؒ کے قول کے مطابق حرام اور ناجائز ہونے پر فتوی ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۱۲۵، احسن الفتاوی ۴۸۸/۸، دینی مسائل ۲۹۳)

وأما غير الأشربة الأربعة فليست نجسة عند الإمام أبي حنيفةؒ، وبهذا يتبين حكم الكحول المسكرة التي عمت بها البلوىٰ اليوم، فإنها تستعمل في كثير من الأدوية، والعطور، والمركبات الأخرى، فإنها إن اتخذت من العنب، أو التمر، فلا سبيل إلى حلتها أوطهارتها، وإن اتخذت من غيرهما فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفةؒ ولايحرم استعمالها للتداوي، أو لأغراض مباحة أخرى، ما لم تبلغ حدالإسكار؛ لأنها إنما تستعمل مركبة مع المواد الأخرىٰ ولا يحكم بنجاستها أخذاً، بقول أبي حنيفةؒ، وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية، والعطور وغيرها لاتتخذ من العنب، أو التمر، إنما تتخذ من الحبوب، أو القشور، أوالبترول وغيره...... وحيئذ هناك فسحة في الأخذ بقول أبي حنيفةؒ عند عموم البلوىٰ. (تكملة فتح الملهم، كتاب الأشربة، اشرفية ديوبند ٣/٦٠٨)

وأما ماسواها فيتخذ النبيذ من كل شيئ من الحبوب والثمار، والألبان وتسمي هذه الأقسام بالأنبذة وحكمها ماذكروا أن القليل أي القدر غير المسكر منها حلال إذا كان بقصد التقوى على العبادة وحرام بقصد التلهي والكثير أي القدر المسكر منها حرام وهذا مذهب الشيخين.

(العرف الشذي على هامش الترمذي، أبواب الأشربة، باب ماجاء فيشارب الخمر٢/٨)

أما الأشربة المتخذة من الشعير، أو الذرة، أو التفاح، أو العسل إذا اشتد وهو مطبوخ،أو غير مطبوخ، فإنه يجوز شربه مادون السكر عند أبي حنيفةؒ، وأبي يوسفؒ، وعند محمدؒ حرام شربه قال: الفقيه وبه نأخذ. (هندية، كتاب الأشربة، الباب الثاني في المتفرقات، زكريا قديم ٥/٤١٤، جديد ٥/٤٧١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍ جمادی الاول ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰؍ ۱۱۵۲۴)

مرد کا ہاتھوں اور بالوں میں مہندی لگانا

سوال [۱۰۵۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مرد کا مہندی لگانا کیسا ہے؟ بالوں اور ہاتھوں دونوں کے بارے میں بتائیں؟

المستفتی: محمد ناصر انصاری، محلّہ ملکیان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مرد کا بالوں میں مہندی لگانا شرعاً درست ہے؛ البتہ ہاتھ پیر میں مرد کو مہندی لگانا شرعاً درست نہیں ہے اور اگر گرمی دور کرنے کیلئے ایسا کرے، تو صرف تلووں میں لگانے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۴/ ۳۸۶، جدید ڈابھیل ۱۹/ ۴۵۶)

عن أبي ذر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أحسن ماغيرتم به الشيب الحناء، والكتم. (سنن النسائي، الزينة، النسخة الهندية ٢/٢٣٦، دار السلام رقم:٥٠٨٨)

وعن الإمام أن الخضاب حسن؛ لكن بالحناء. (هندية، كتاب الكراهية، الباب العشرون في الزينة، زكريا قديم ٥/٣٥٩، جديد ٥/٤١٤)

يستحب للرجل خضاب شعره، ولحيته لا يديه، ورجليه، فإنه مكروه للتشبه بالنساء. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، كراچي٦/٤٢٢،زكريا ٩/٦٠٤)

وأما خضب اليدين، والرجلين، فيستحب في حق النساء، ويحرم في حق الرجال إلا للتداوي. (مرقاة، شرح المشكوة، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الثاني، امدادية ملتان ٨/٣٠٤، تحت رقم الحديث٤٤٥٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۶/ذی قعدہ ۱۴۲۱ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر:الف ۶۹۳۲/۳۵)	۱۴۲۱/۱۱/۸ھ

سر، داڑھی، ہاتھ، پیر میں مہندی لگانے کا حکم

سوال [۱۰۵۹۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مہندی لگانا سر یا داڑھی کے بالوں میں اور ہاتھ پیر میں جائز ہے یا نہیں؟

(۲) یہ کہ عورت کو بالوں میں مہندی لگانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالعزیز، بزازی، شاہی مسجد مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) مردوں کو سر یا داڑھی کے بالوں میں مہندی لگانا جائز ہے۔

عن ابن سيرين قال: سئل أنس هل خضب رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قال: إنه لم يكن رأي من الشيب إلا قال ابن إدريس كا ن يقلله وقد خضب أبوبكر، وعمر بالحناء، والكتم. (صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب شيبة صلى الله عليه وسلم، النسخة الهندية ٢/ ٢٥٨، بيت الأفكار رقم: ٢٣٤١)

وورد أن أبا بكرؓ خضب بالحناء، والكتم. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، كوئٹه ٥/٢٩٩، كراچي ٦/٤٢٢، زكريا ٩/٦٠٥، كفايت المفتى ٩/١٧٢، جديد زكريا مطول ١٢/٣٤٤)

مردوں کو ہاتھ اور پیر میں مہندی لگانا مکروہ ہے؛ کیونکہ اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔

لايديه ورجليه، فإنه مكروه للتشبه بالنساء. (شامي، مطبوعة، كوئٹه ٥/٢٢٩، كراچي ٦/٢٢٤، زكريا ٩/٦٠٤، أوجز المسالك، باب ماجاء في صبغ الشعر، قديم ٦/٣٣٤، فتاوى احياء العلوم ١/ ٢٧٠، فتاوى محمودية ١/ ١٥٥، جديد ڈابهيل ١١/ ٢١٤، فتاوى رشيدية قديم ٥٨٨، جديد زكريا ٥٧٩)

(۲) اگر شوہر کو یہی پسند ہے تو جائز ہے۔

استحباب خضاب الشيب للرجل، والمرأة بصفرة، أوحمرة.
(أوجز المسالك قديم ٦/ ٣٣٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ / ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۳/ ۵۹۹)

ٹیٹو کا شرعی حکم

سوال [۱۰۵۹۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ٹائے ٹوس (جو ایک طرح کا جسم پر نقش و نگار ہوتا ہے، اس میں

گدوانا نہیں ہوتا صرف ایک کاغذ کو جس پر نقش ونگار ہوتا ہے جسم پر چسپاں کرتے ہیں، پھر کچھ دیر بعد اس کاغذ کو جسم سے الگ کر دیتے ہیں، جس کی وجہ سے اس کاغذ کا نقش جسم پر ظاہر ہوجاتا ہے) تو کیا اس طرح جسم کے کسی بھی حصہ پر نقش ونگار کی اجازت ہے؟ کیا یہ تغییر خلق میں داخل ہے؟ مفصل تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد رضوان، حیدرآباج

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حدیث شریف میں گدوانے کی مذمت آئی ہے اور اس کو شیطان کی کتابت سے تعبیر کیا ہے، اور ٹائے ٹوس کا نقش گدوائے بغیر اگرچہ جسم پر چسپاں ہوجاتا ہے؛ لیکن جسم پر چسپاں ہوجانے کے بعد گدوانے کے مشابہ ہوجاتا ہے، اس لئے یہ بھی جائز نہیں ہوگا۔

عن أبي هريرة رضـ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: العين حق ونهى عن الوشم. (بخاري شريف، كتاب اللباس، باب الواشمة ۸۷۹/۲، رقم: ۵۷۱۱، ف: ۵۹۴۴)

وقد يكون في اليد وغيرها من الجسد وقد يفعل ذلك نقشًا وقد يجعل دوائر، وقد يكتب اسم المحبوب، وتعاطيه حرام بدلالة اللعن. (فتح الباري، كتاب اللباس، باب المتفلجات للحسن، دار الريان للتراث العربي بيروت ۳۸۵/۱۰، اشرفية ديوبند ۴۵۵/۱۰، دار الفكر بيروت ۳۷۲/۱۰، تحت رقم الحديث ۵۹۳۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۰۵۸۱/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۱/۱۲ھ

کیا زندگی میں سوا کلو یا سوا سیر سرمہ لگانا سنت ہے؟

سوال [۱۰۵۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: کہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ سرمہ لگانا سنت ہے؛ لیکن سوا کلو یا سوا سیر اگر کسی نے اپنی زندگی میں استعمال نہ کیا تو مرنے کے بعد اس کو قبر میں فرشتے ٹھوسیں گے یہ بات کہاں تک صحیح ہے؟

المستفتی: محمد مختار، سکٹھونگلہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی آیت کریمہ اور صحیح حدیث سے سوا کیلو یا سوا سیر والی بات ثابت نہیں ہے، بس حدیث میں صرف سرمہ لگانے کی سنیت ثابت ہے، مذکورہ مقدار کا ثبوت نہیں ہے، ہاں البتہ تین تین مرتبہ ایک آنکھ میں لگانا مسنون ہے۔

أن النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم، کانت له مکحلة مکحلة منها عند النوم ثلاثاً في کل عین. (شمائل ترمذي ٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۵/ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ
۱۴۱۳/۴/۵ھ	(فتویٰ نمبر: الف ۲۸/ ۳۱۲۳)

عورتوں کا فیشن کرنا

سوال [۱۰۵۹۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ معلمات وطالبات بلکہ اکثر مسلم عورتیں ہتھیلی پر مہندی لگانے کے ساتھ پشت پر بھی کہنیوں تک پھول، بیل بوٹے بناتی ہیں، لمبے آئرن کانوں میں لٹکاتی ہیں، جو بلاشبہ دور حاضر کی فیشن ایبل لڑکیوں اور غیر مسلم عورتوں کی نقل ہے، تو اس قسم کی زیب وزینت کی معلمات وطالبات اور مسلم عورتوں کو کہاں تک اجازت ہے؟

المستفتی: عرفان اللہ قاسمی، مالیگاؤں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورتوں کے لئے پھول، بوٹے کے ساتھ

مہندی لگانا اور کانوں میں بوندے پہننا حدیث سے ثابت ہے، مگر اس طرح مہندی لگا کر ہاتھوں کو کھول کر کے مردوں کے مجمع میں یا سڑکوں پر پھرنا قطعاً جائز نہیں ؛ ہاں البتہ مہندی لگا کر گھروں میں اور پردہ میں رہتی ہیں اور اجنبیوں کے سامنے نہیں آتی ہیں، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن ابن مسعودؓ، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: المرأة عورة، فإذا خرجت استشرفها الشيطان. (سنن الترمذي، باب بلا ترجمة، النسخة الهندية ۱/۲۲۲، دار السلام رقم:۱۱۷۳، مشكوة المصابيح ۱/۲۶۹)

عن عائشةؓ قالت: أومأت امرأة من وراء ستر بيدها كتاب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقبض رسول الله صلى الله عليه وسلم يده، فقال: ما أدري أيد رجل أم يد امرأة، قالت: بل امرأة؟ قال: لو كنت امرأة لغيرت أظفارك يعني بالحناء. (أبوداؤد، باب في الخضاب للنساء، النسخة الهندية ۲/۵۷۴، دار السلام رقم:۴۱۶۶، مشكوة ۳۸۳)

أن النبي صلى الله عليه وسلم خرج ومعه بلال فظن أنه ليسمع النساء فوعظهن وأمرهن بالصدقة، فجعلت المرأة تلقي القرط والخاتم وبلال يأخذ في طرف ثوبه. (صحيح البخاري، باب عظة الإمام النساء وتعليمهن، النسخة الهندية ۱/۲۰، رقم:۹۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ / جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰ / ۱۱۱۵۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۶/۲۴ھ

عورتوں کی فیشن ایبل جوتیوں کا حکم

سوال [۱۰۵۹۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: کہ موجودہ دور کی لیڈیز جوتیاں مسلم عورتیں پہن سکتی ہیں؟

المستفتی: جامعۃ الطیبات مالیگاؤں (ناسک)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جوتیاں عورتوں ہی کے لئے وضع کی جاتی ہیں؛ اس لئے مسلم عورتوں کے لئے لیڈیز جوتیاں پہننے میں کوئی قباحت نہیں ہے، سائل کے سوال سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ عورتیں لیڈیز جوتیاں نہ پہن کر کے مردانہ پہنیں۔ **لاحول ولاقوۃ إلا باللّٰہ۔**

یباح للنساء......وما یلبسه علی وجوههن وفي أعناقهن، وأیدیهن، وأرجلهن، وأذانهن وغیره. (إعلاء السنن، باب حرمة الذهب علی الرجال وحله للنساء، دار الکتب العلمیة بیروت ۱۷/۳۱۸، کراچي ۱۷/۲۹٤، المغني لابن قدامة، دارالکتب العلمیة بیروت ۲/۳٤۲) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/۱۱۱۵۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۶/۲۴ھ

سینٹ اور چمکدار ہونٹ پالش کا حکم

سوال [۱۰۵۹۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سینٹ اور چمکدار ہونٹ پالش کی تیاری میں خنزیر یا ناپاک اجزاء کی ملاوٹ ہوتی ہے، تو کیا ان کی باتوں پر یقین کرتے ہوئے مذکورہ دونوں چیزوں کا استعمال کرنا ناجائز ہوگا؟ اگر ہونٹ پالش میں چمک نہ ہو صرف لال رنگ ہو، تو عورت اپنے شوہر کے سامنے لگا سکتی ہے کہ نہیں؟

المستفتی: محمد اعجاز، نگینہ بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہندوستان میں جو سینٹ بنتا ہے، اس میں انگوری شراب سے بنا ہوا الکحل استعمال نہیں ہوتا؛ بلکہ دوسری اشیاء سے بنایا ہوا الکحل استعمال ہوتا ہے؛ لہٰذا ایسے سینٹ کا استعمال درست ہے اور عورتوں کے لئے ہونٹ پالش کا استعمال کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی ناپا کی ملی ہوئی نہ ہو۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۱/۱۲۵، محمودیہ قدیم ۱۵/۳۵۸، جدید ڈابھیل ۱۹/۳۳۱)

وبهذا يتبين حكم الكحول المسكرة التي عمت بها البلوىٰ اليوم، فإنها تستعمل في كثير من الأدوية، والعطور، والمركبات الأخرىٰ......وإن اتخذت من غيرهما، فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفةؒ ولايحرم استعمالها للتداوي، أو لأغراض مباحة أخرىٰ......وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية، والعطور وغيرها لاتتخذ من العنب، أو التمر، إنما تتخذ من الحبوب، أو القشور، أو البترول وغيره الخ. (تكملة فتح الملهم، كتاب الأشربة، حكم كحول المسكرة، اشرفية ديوبند ۳/۶۰۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍رجب المرجب ۱۴۱۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴/۵۸۶۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/۷/۱۴۱۹ھ

عورتوں کا لبوں پر سرخی لگانا

سوال [۳۵۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورتیں جو لبوں پر سرخی لگاتی ہیں؛ حالانکہ اس سرخی سے غالباً پپڑی بھی نہیں بنتی ہے، جیسا کہ عورتوں کا کہنا بھی ہے کہ اس کو دھونے سے سب صاف ہو جاتی ہے، علاوہ ازیں کہ ناخن کی جو پالش ہوتی ہے، اس کو بغیر کھرچے صاف نہیں کیا جا سکتا ہے، اس معنی کر اس پر وضو کرنے میں پانی بھی جذب نہیں ہوتا ہے، اس کا استعمال غالباً ٹھیک نہیں ہے، بعض علماء

سے معلوم کیا، تو بتلایا کہ لبوں پر سرخی کا لگانا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ وضوء میں پانی جذب نہیں ہو پاتا، بعض لوگوں نے بتلایا درست ہے، اس سے پپڑی لبوں پر نہیں بنتی ہے نیز بعض علماء نے پیروں کے زیور چٹکی یا بچھیا کو غیر مسلم عورتوں سے مشابہ قرار دے کر منع کر دیا کہ یہ غیر مسلم عورتوں کا شعار ہے، تو ان کا استعمال کیسا ہے؟

المستفتی: جلیس احمد، مدرسہ جامعہ عربیہ شہر سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لبوں پر سرخی نہ لگانا چاہیئے اس لئے کہ لوگوں کے بتانے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس میں خنزیر کی چربی شامل ہوتی ہے اور اگر اس بات کی تحقیق ہو کر یقین ہوجائے، تو پھر سرخی لگانا حرام ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۳۵۹/۱۲، جدید ڈابھیل ۳۳۲/۱۹)

قال اللّٰہ تعالیٰ: اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ. [البقرة:۱۷۳] فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍شعبان المعظم ۱۴۱۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵۵۹/۳۱)

عورتوں کا لپ اسٹک لگا کر باہر نکلنا

سوال [۱۰۶۰۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورتوں کو لپسٹک استعمال کرنا کیسا ہے؟ اگر جائز نہیں ہے، تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

المستفتی: شریف احمد، لکھیم پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شوہر کو خوش کرنے کے لئے گھر کے اندر پردہ میں رہ کر ایسی لپ اسٹک لگانا جائز ہے، جس میں کوئی نجس شئ شامل نہیں ہو؛ لیکن باہر گھومنے کے

لئے یہ بھی جائز نہیں ہے؛ کیونکہ یہ زینت کے لئے استعمال ہوتی ہے، اور زینت کے ساتھ غیر محرموں کے سامنے جانا جائز نہیں ہے۔

وطيب النساء لون لا ريح له كالزعفران، والخلوق. (مرقاة، كتاب اللباس، امداديه ملتان ۸/۲۵۸)

وأما التحمير ونحوه فيجوز بإذن الزوج وفي داخل البيت، ويحرم بغير إذن الزوج وخارج المنزل. (الفقه الإسلامي، وأدلته، كتاب الحظر والإباحة، تاسعا الترجل والتخنث، مكتبه هدىٰ انٹرنيشنل ديوبند ۳/ ۵۸۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ رمحرم الحرام ۱۴۱۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳/ ۵۶۰۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/۱/۱۴۱۹ھ

عورتوں کے لئے لپ اسٹک کے استعمال کا حکم

سوال [۱۰۶۰۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ لپ اسٹک جو عورتیں ہونٹوں میں استعمال کرتی ہیں، بعض اخبارات سے معلوم ہوتا ہے، کہ وہ خنزیر کی چربی سے تیار ہوتی ہے، اس کی کیا تحقیق ہے یہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟

المستفتی: محمد صابر، مدرس مدرسہ تعلیم القرآن، مظفر نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: لپ اسٹک میں خنزیر کی چربی کی موجودگی کا علم یقینی ہو، تو اس کا استعمال ناجائز ہے اور ہونٹوں کی ناپاکی کا بھی حکم ہوگا؛ لیکن اگر خنزیر کی چربی کا یقین نہیں ہے یا اس کی حقیقت بدلنے کے بعد لپ اسٹک میں شامل کی جاتی ہے، تو اس کے استعمال میں گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۲/۳۵۹، جدید ڈابھیل ۱۹/۳۲۲، کفایت المفتی قدیم ۲/۲۸۲، جدید زکریا مطول) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۲/ ۴۹۸۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۷/۸/۱۲ھ

عورتوں کا لبوں پر سرخی لگانا جائز ہے یا ناجائز؟

سوال [۱۰۶۰۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورتیں جو اپنے لبوں پر سرخی لگاتی ہیں، اس کا لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں جائز ہے تو حالات کے اعتبار سے اس دور کے آدمی یا مولوی یا مفتی کا رنگ برنگی دنیا کو دیکھتے ہوئے نفس پر کنٹرول کرنا نہایت مشکل ہے؛ حالانکہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول اپنے گھر سے باہر نکلے اچانک ایک عورت پر نظر پڑی حضور ﷺ فوراً اپنے گھر واپس ہوئے اور کسی بیوی سے حاجت پوری کی پھر فرمایا: تم میں سے کوئی بھی سفر یا حضر میں نکلے اور کوئی عورت اس کو بھا جائے، تو وہ فوراً اپنے گھر واپس ہو، جو اس کے پاس ہے وہی اس کے پاس ہے؛ لیکن اس دور میں تو سرخی کا عام رواج ہو گیا، اگر کوئی شخص کسی کو دیکھے اور گھر واپس آئے، تو ویسی حالت نہ پائے، وہ کیا کرے؟ حالانکہ مفتی صاحب آپ نے اپنی کتاب ایضاح المسائل میں روزہ کے بیان میں لکھا ہے کہ سرخی روزہ کی حالت میں لگائے، تو روزہ میں کوئی فرق نہیں پڑے گا، تو وہ کون سی لالی یا سرخی ہے؟ جس کا لگانا ٹھیک ہے جائز ہے، اس دور کی دیگر عورتوں کو دیکھو تو نفس پر عجیب نقش بن جاتا ہے کہ مٹائے ہی نہیں مٹتا، اگر گھر پر عورت کے لبوں پر سرخی لالی وغیرہ لگوا کر صحبت کی جائے، تو کوئی گناہ کی بات تو نہیں اگر ہے، تو اس کو بھی واضح فرمائیں۔

المستفتی: محمد ذکوان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عورتوں کا لبوں میں سرخی یعنی لپ اسٹک لگانا جائز اور درست ہے؛ البتہ اگر لپ اسٹک تہہ دار ہے اور ہونٹوں تک پانی پہونچنے سے مانع ہے،

تو اس کو صاف کئے بغیر وضوءاور غسل درست نہیں عورتوں کو لپ اسٹک لگا کر اور بن سنور کر گھر سے باہر نکلنا کہ جس سے اجنبی مردوں کے دل مائل ہوتے ہوں درست نہیں ہے؛ لیکن اگر اپنے شوہر کو خوش کرنے کے لئے اور اسی طرح صحبت کے وقت لالی اور سرخی لگائی جائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۳۸۵/۱۵، جدید ڈابھیل ۳۲۲/۱۹، دینی مسائل اور ان کا حل ۳۱۷)

ولايمنع الطهارة ونيم وحناء ودرن......وكذا دهن ودسومة وتراب في ظفر مطلقاً وما على ظفر صباغ، وقيل إن صلبا منع وهو الأصح (در مختار) أي إن كان ممضوغاً مضغاماً كدًا، بحيث تداخلت أجزاؤه وصار لزوجة وعلاكة كالعجين لا متناع نفوذ الماء مع عدم الضرورة والحرج. (شامي، كتاب الطهارة، مطلب في أبحاث الغسل، كراچي ١/١٥٤، زكريا ١/٢٨٨-٢٨٩)

وأما التحمير ونحوه فيجوز بإذن الزوج وفي داخل البيت، ويحرم بغير إذن الزوج وخارج المنزل. (الفقه الإسلامي، وأدلته، كتاب الحظر والإباحة، تاسعا: الترجل والتخنث، مكتبه هدىٰ انٹرنیشنل دیو بند ٣/ ٥٨٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۸۵۵۱/۳۷)

شوہر کو خوش کرنے کے لئے کالا خضاب لگانا

سوال [۱۰۶۰۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مردوں کے لئے کالا خضاب لگانا مکروہ ہے؟ کیا یہ حکم عورتوں کے لئے بھی ہے؟ اگر عورتوں کے لئے بھی یہی حکم ہے، تو کیا شوہر کی خوشنودی کے لئے بالوں کو کالا کرنا اس کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد شفیع

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مردوں کی طرح عورتوں کے لئے بھی سیاہ خضاب استعمال کرنا مکروہ ہے؛ البتہ شوہر کی خوشنودی کے لئے اس کے کہنے پر سیاہ خضاب استعمال کرنے کی گنجائش ہے، یہی حضرت امام ابویوسفؒ کا قول ہے، اور ایسے حالات میں حضرت امام یوسفؒ کی رائے کو ترجیح دینا بہتر ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۹/۴۵۵، میرٹھ ۲۷/۵۱۰)

ومذهبنا استحباب خضاب الشيب للرجل، والمرأة بصفرة، أوحمرة ويحرم خضابه بالسواد على الأصح. (نووي على هامش المسلم، كتاب اللباس والزينة، باب استحاب خضاب الشيب بصفرة أوحمرة ٢/١٩٩)

أما الخضاب بالسواد للغزو ليكون أهيب في عين العدو، فهو محمود بالاتفاق، وإن ليزين نفسه للنساء، فمكروه وعليه عامة المشائخ، وبعضهم جوزه بلا كراهة روي عن أبي يوسفؒ أنه قال: كما يعجبني أن تتزين لي يعجبها أن أتزين لها. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، كراچي ٦/٤٢٢، زكريا ٩/٦٠٥، هندية، زكريا قديم ٥/٣٥٩، جديد ٥/٤١٤، الموسوعة الفقهية الكويتية ١١/٣٥٠، تاتارخانية، زكريا ١٨/٢١٤، رقم: ٢٨٥٥٥)

اختضب لأجل التزين للنساء، والجواري جاز في الأصح، ويكره بالسواد، وقيل: لا، وتحته في الشامي ومذهبنا استحباب خضاب الشيب للرجل والمرأة أو حمرة وتحريم خضابه بالسواد على الأصح......قال الحموي: وهذا في حق غير الغزاة، ولا يحرم في حقهم للإرهاب. (شامي، كراچي ٦/٧٥٦، زكريا ١٠/٤٨٨-٤٨٧) فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ
۸/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۱۵۶۲)

لڑکیوں کے لئے مردانہ جوتے پہننے کا حکم

سوال [۱۰۶۰۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ لڑکیوں کو کپڑے کا جوتا پہنانا اور اس کا پابند کرنا شرعًا کیسا ہے؟ جبکہ جوتا دیکھنے میں مردانہ معلوم ہوتا ہے۔

المستفتی: مشتاق احمد، برولان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لڑکیوں کو مردانہ جوتا پہنانا ناجائز اور حرام ہے، اگر لڑکیاں بالغ ہیں، تو اس کا گناہ خود ان پر ہوگا اور اگر نابالغ ہیں، تو اس کا گناہ والدین پر ہوگا۔

مرد را تشبہ بزنان وزن را تشبہ بمرداں ومسلم را تشبہ بکفار وفساق حرام است۔

(مالابدمنہ، مطبوعہ نامی لکھنؤ ۱۲۶، مستفاد: فتاوی رشیدیہ قدیم ۵۹۴، جدید زکریا ۵۸۶، امداد الفتاوی ۱۲۵/۴)

حدیث شریف میں پیغمبر کا حکم یہی آیا ہے کہ والدین اپنی اولاد کو سات سال کی عمر سے احکام شرعیہ اور آداب شرعیہ کا عادی بنائیں۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: مروا أولادكم بالصلوة وهم أبناء سبع سنين واضربوهم عليها وهم ابناء عشر، وفرقوا بينهم في المضاجع. (أبوداؤد شريف، كتاب الصلوة، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة، النسخة الهندية ۷۱/۱، دارالسلام رقم:٤٩٥)

ولاشک أن المراد بالتأديب هنا تعليم الأداب الشرعية. (مرقاة، شرح مشكوة، باب البر والصلة، الإقتصاد في العلم والعمل، امدادية ملتان ۲۳۱/۹)

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أكرموا أولادكم وأحسنوا آدبهم. الحديث (ابن ماجه شريف، كتاب الأدب، باب بر الوالد والإحسان إلى البنات،

النسخة الهندية ٢/ ٢٦١، دار السلام رقم: ٣٦٧١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍ جمادی الاول ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۴/ ۶۹۴)

بیوی کا شوہر کے لئے زینت کرنے کا حکم

سوال[۱۳۶۶۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر عورتیں صرف اپنے شوہروں کے لئے ایسی زینت اختیار کریں، جو آج کل غیروں کی عورتیں کرتی ہیں، یعنی میک اپ کریں قسم قسم کے لباس وغیرہ پہنیں اور یہ صرف اس لئے کریں کہ ان کے شوہروں کی نگاہ دوسری عورتوں پر نہ پڑے تو کیا یہ زینت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد زبیر بن نور محمد جگنو (گجرات)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہر قسم کی زینت اختیار کرنا جائز ہے، اور لباس بھی پہننا جائز ہے، بشرطیکہ شوہر اس قسم کے لباس کی اجازت دیتا ہو ورنہ نہیں۔

فإن لم يكن لها زوج، ولاسيد فهو حرام أيضًا، وإن كان فثلاثة أوجه...... وأصحها عندهم إن فعلته بإذن الزوج أو السيد جاز. (شرح المسلم، للنووي، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة ٢/ ٢٠٤، عمدة القاري، شرح صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب وما أتاكم الرسول فخذوه، داراحياء التراث العربي بيروت ٩/ ٢٢٦، زكريا ديوبند ١٣/ ٣٩٠، تحت رقم الحديث ٤٨٨٧)

ولعله محمول على ما إذا فعلته لتتزين الأجانب. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، قبيل باب الإستبراء، زكريا ٩/ ٥٣٦، كراچي ٩/ ٣٧٣)

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ. [النور: ٣١]

قال أبو بكر: ظاهره يقتضي إباحة إبداء الزينة للزوج (إلى قوله) إن المراد مواضع الزينة: وهو الوجه، واليد، والذراع؛ لأن فيها السوار والقلب، والعضد وهو موضع الدملج والنحر والصدر موضع القلادة، والساق موضع الخلخال. (أحكام القرآن للجصاص، سورة النور، باب الإستئذان، سهيل اكيڈمي لاهور ۳/۳۱۷، زكريا ديوبند ۳/۴۰۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ رشعبان المعظم ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۵/۱۳۶۵)

مسلمان عورتوں کا سندور لگانا

سوال [۱۰۶۰۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کافرعورت جوکہ سندور لگاتی ہے، کیا مسلم عورت کے لئے یہ جائز ہے؟

المستفتی: محمد بدرالدین، مسجد میدان والی، رفعت پورہ، مرادآبا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسلمانوں عورتوں کے لئے سندور لگانا ناجائزاور حرام ہے؛ کیونکہ اس میں کافروں کے اطوار وشعائر ومشابہت کواپنانا ہوتا ہے، جس کی حدیث میں وعید آئی ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۴/۲۵۲-۴/۲۵۴، فتاوی محمودیہ قدیم ۱/۱۵۵، جدید ڈابھیل ۱۱/۲۱۴، فتاوی رشیدیہ قدیم ۴۶۳)

عن ابن عمرؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة ۲/۵۵۹، دار السلام رقم: ۴۰۳۱، سنن سعيد بن منصور، دار الكتاب العلمية بيروت ۲/۱۴۳، رقم: ۲۳۷۰، مسند أحمد بن حنبل ۲/۵۱، رقم: ۵۱۱۴، المصنف لإبن أبي شيبه، مؤسسه علوم القرآن بيروت ۱۰/۲۷۲، رقم: ۱۹۷۴۷، مشكوة شريف ۲/۳۷۵)

ولو شبه نفسه باليهود، أوالنصارىٰ: أي صورة أوسيرة على طريق المزاح، والهزل، ولو على هذا المنوال كفر الخ. (شرح فقه اكبر، جديد اشرفي ديو بند ۲۲۸، قديم ۲۲۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۳/۶۴۸)

عورتوں کے لئے مہندی لگانا

سوال [۱۰۶۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کالی مہندی کا استعمال کیسا ہے؟ کیا مطلق جائز ہے یا اس میں کوئی کراہت ہے؟ اگر کراہت ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟ (یہاں استعمال سے مراد عورت کا اپنے ہاتھ پر لگانا ہے)

المستفتی: محمد عمر، گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عورت کے لئے کالی یا سرخ مہندی لگانا مطلقاً جائز ہے۔

اتفق الفقهاء على أن تغير الشيب بالحناء، أو نحو مستحب للمرأة للأخبار الصحيحة في ذلك ويجوزلها، بإذن زوجها، وسيدها تحمير الوجنة وتطريف الأصابع بالحناء مع السواد. (الموسوعة الفقهية الكوتية ۲/ ۳۸۱)

ولاينبغي أن يخضب يدى الصبي الذكر ورجله إلا عند الحاجة، ويجوز ذالك للنساء. (هندية، كتاب الكراهية، الباب العشرون، زكريا قديم ۵/۳۵۹، جديد ۵/۴۱۵، تاتارخانية، زكريا ۱۸/۲۱۵، رقم: ۲۸۵۵۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/ ۷۶۱۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۴/۲۷ھ

مرد وعورت کومہندی لگانے کاحکم

سوال [۱۰۶۰۹]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مرد یاعورت کے لئے مہندی لگانا کیسا ہے؟

المستفتی: عبدالمتین، قصبہ بھنگار شراوستی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورتوں کومہندی لگانا درست ہےاور مردوں کو عورتوں کی مشابہت کیوجہ سے درست نہیں چاہے بطور علاج ہی کیوں نہ لگائے؛ البتہ پھوڑے اورپھنسی پر رکھنے کی اجازت ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱/۱۵۵، جدید ڈابھیل ۲۱۴/۱۳، فتاوی رشیدیہ قدیم ۵۸۸، جدید زکریا ۵۷۹)

لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء. (المعجم الكبير للطبراني، داراحياء التراث العربي بيرت ۲۵۲/۱۱، رقم:۱۱۶٤۷، مشكوة ۳۸۰/۲)

عن ابن عباسؓ، قال: لعن النبي صلى الله عليه وسلم: المتشبهين من الرجال بالنساء. الحديث (صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب المتشبهين بالنساء۲/۸۷٤، رقم: ٥٦٥٦، ف:٥٨٨٥)

ويجوز لها بإذن زوجها، وسيدها تحمير الوجنة وتطريف الأصابع بالحناء مع السواد. (الموسوعة الفقهية ۲۸۱/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۶۶۱۸/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۴/۲۷ھ

پیشانی پر بندی لگانا، چوڑی اورلونگ پہننا کیسا ہے؟

سوال [۱۰۶۱۰]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ میں ایک مسلم بندی ایک بات جاننا چاہتی ہوں امید کہ صحیح جواب دینے کی زحمت گوارہ فرمائیں گے، اللہ کا شکر ہے پہلے بھی مختلف فتویٰ منگا چکی ہوں، جس پر عمل کر کے کافی فائدہ ہوا ہے، اللہ آپ حضرات کا سایہ دیر تک قائم رکھے تاکہ امت دین سے متصف ہوکر کامیاب ہو جائے، کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ چوڑی، بندی اور ناک میں لونگ پہننا سنت ہے، کہیں ایسا تو نہیں سماج میں اس کا چلن ہونے کی وجہ سے سنت سمجھ بیٹھے ہوں، اس کی اصل کیا ہے؟ اس کی تہہ تک پہونچا کر علم سے روشناش فرمائیں تاکہ ہماری زندگی صحابیت سے میل کھاجائے، اور ہم ازواج مطہرات کے نقش قدم پر چلیں۔

المستفتی: محمد فیصل، کرولہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پیشانی پر ٹیکہ لگانا جس کو سوال نامہ میں بندی سے تعبیر کیا گیا ہے، یہ اغیار کی عورتوں کا شعار ہے؛ لہٰذا ناجائز ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۷/۲۹۴، جدید ڈابھیل ۱۹/۵۵۷)

عن ابن عمرؓ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة ۲/۵۵۹، دار السلام رقم: ۴۰۳۱، المعجم الأوسط للطبراني، مكتبه نزار مصطفىٰ للباز بيروت ۶/۱۵۱، رقم: ۸۳۲۷، المعجم الكبير للطبراني، دار أحياء التراث العربي بيروت ۱۳/۳۱۷، رقم: ۱۴۱۰۹)

اور اگر بندی سے جھومر مراد ہے، جو چھوٹے سائز کا سونے کا ہوتا ہے، جو باضابطہ زیور کی قبیل سے ہوتا ہے، جو بالوں میں باندھنے کے بعد لٹک کر پیشانی تک پہونچتا ہے، یہ مسلم عورتوں کے لئے بلا کراہت جائز ہے؛ اس لئے کہ یہ زینت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور چوڑی اور ناک میں لونگ پہننا شریعت سے ثابت ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۴/۱۳۵)

ويكره للولي إلباس الخلخال، أو السوار لصبي (در مختار) وفي الشامية: قوله "لصبي" أي الذكر؛ لأنه من زينة النساء. (شامي،

كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع كراچي ٦/ ٤٢٠، زكريا ٩/ ٦٠٢)

قلت: وهل يجوز الخزام في الأنف، لم أره (در مختار) وفي الشامي: قوله "ولم أره" قلت: إن كان مما يتزين النساء به كما هو في بعض البلاد فهو فيها كثقب القرط. (شامي، كراچي ٦/ ٤٢٠، زكريا ٩/ ٦٠٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍ جمادی الاول ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴؍ ۶۱۴۴)

عورت کا کلائیوں اور پنڈلیوں کے بال صاف کرنا

سوال [۱۰۶۱۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورتیں اپنے بدن مثلاً ہاتھ کی کلائیوں یا پنڈلیوں پر سے بال صاف کرسکتی ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر اگر کوئی عورت بال صاف کرلے، تو پھر اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد عمران، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر یہ بال دیکھنے میں برے لگتے ہوں اوران کی وجہ سے شوہر کی ناگواری کا اندیشہ ہو، تو عورت شوہر کی خوشنودی کے لئے یہ بال صاف کراسکتی ہے، محض غیروں کو دکھلانے یا مروجہ فیشن پرستی کے طور پر اس کی اجازت نہیں ہے۔

قال الشامي: تحت قول النامصة لعله محمول على ما إذا فعلته لتزين للأجانب وإلا فلو كان في وجهها شعر ينفر زوجها عنها بسببه ففي تحريم إزالته بعد. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، قبيل باب الاستبراء، زكريا ٩/ ٥٣٦، كراچي ٦/ ٣٧٣، الموسوعة الفقهية الكويتية ١١/ ٢٧٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍ صفر المظفر ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴؍ ۶۰۴۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۲/۱۹ھ

ناپاکی کی حالت میں بال یا ناخن کاٹنے کا حکم

سوال [۱۰۶۱۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ناپاکی کی حالت میں جبکہ غسل فرض ہو بال کٹوانا، ناخن کٹوانا کیسا ہے؟ ناجائز ہے یا جائز؟

المستفتی: محمد نسیم انصاری، محلّہ ملکیان، پوسٹ: گڑھی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حالت جنابت میں غسل سے قبل بال کٹوانا اور ناخن کاٹنا مکروہ ہے۔

حلق الشعر حالة الجنابة مكروه، وكذا قص الأظافير. (هندية، كتاب الكراهية، قبيل الباب العشرين، زكريا قديم ۳۵۸/۵، جديد ۴۱۴/۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ ذی قعدہ ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴/ ۶۳۸۸)

(۵) باب الحجاب

شرعی پردہ اور محرم شرعی کی تفصیل

سوال [۱۰۶۱۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شرعی پردہ اور محرم شرعی کی قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

المستفتی: محمد اعظم اعظمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شرعی پردہ کی تین قسمیں ہیں:

(۱) بالکل اجنبی مردوں سے پورے بدن کا پردہ لازم ہے، جس میں ہتھیلی چہرہ اورقدمین بھی شامل ہیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المرأة عورة. (ترمذي، أبواب الرضاع، باب بلا ترجمة، النسخة الهندية ۱/ ۲۲، دار السلام رقم: ۱۱۷۳)

وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال لا لأنه عورة؛ بل لخوف الفتنة، وتحته في الشامية: والمعنىٰ تمنع من الكشف لخوف أن يرىٰ الرجال وجهها فتقع الفتنة. (شامي، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، كراچي ۱/ ۴۰۶، زكريا ۲/ ۷۹)

(۲) اعزاء واقرباء اور خاندان کے وہ لوگ جن سے نکاح کرنا جائز ہے، ان سے اگر فتنہ کا خطرہ نہ ہو، تو چہرہ ہتھیلی اور قدمین کا پردہ لازم نہیں ہے اور گھریلو ضروریات رہن سہن کے اعتبار سے چہرہ کھول کر ان کے سامنے آنا اور ضرورت کی باتیں کرنا جائز ہے۔

ینظر من الأجنبية–إلى وجهها، وكفيها فقط للضرورة، قيل: والقدم. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، كراچي ٦/٣٦٩، زكريا ٩/٥٣١)

فحل النظر مقيد بعدم الشهوة. (شامي، زكريا ٩/٥٣٢، كراچي ٦/٣٧٠)

يجوز الكلام المباح مع إمرأة أجنبية. (شامي، كراچي ٦/٣٦٩، زكريا ٥٣٠)

ایسے اعزاء جن سے نکاح کرنا کبھی بھی جائز نہ ہوان سے سر بازو، پنڈلی وغیرہ کا پردہ بھی لازم نہیں ہے۔

ینظر من محرمه هي من لا يحل له نكاحها أبدًا إلى الرأس، والوجه، والصدر، والساق، والعضد. (شامي، كراچي ٦/٣٦٧، زكريا ٩/٥٢٨)

شرعی محرم ایسے شخص کو کہا جاتا ہے، جن سے نکاح کرنا کبھی بھی جائز نہ ہو۔

محرمه هي من لا يحل له نكاحها أبداً بنسب أو سبب. (شامي، كراچي ٦/٣٦٧، زكريا٩/٥٢٧)

والمحرم من لا يجوز له مناكحتها على التابيد بقرابة، أورضاع، أوصهرية. (شامي، كتاب الحج، مطلب في قولهم يقوم حق العبد على الشرع، كراچي ٢/٤٦٤، زكريا ٣/٤٦٤)

باپ، دادا، بھائی کی اولادیں اپنے لڑکے پوتے نواسے، اپنا داماد اپنی اولاد کے داماد وغیرہ یہ سب عورت کے لئے شرعی محرم ہیں۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْ اٰبَآئِهِنَّ وَلَا اَبْنَآئِهِنَّ وَلَا اِخْوَانِهِنَّ وَلَا اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَا اَبْنَآءِ اَخَوَاتِهِنَّ. [الاحزاب:٥٥] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹/ ۱۰۳۰۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۳/۵ھ

پردہ کا شرعی حکم اور اس میں سختی برتنا

سوال [۱۰۶۱۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے گھر میں لڑکے لڑکیاں جوان ہیں، جب میرے بھانجے، یا بھتیجے میرے گھر آتے ہیں، تو دروازہ پر دستک دیتے ہیں، میں گھر میں ان کی بہنوں یعنی اپنی لڑکیوں کو پردہ میں کرتا ہوں، پھر ان کو گھر میں لاتا ہوں، ان کے سامنے قطعاً نہیں آنے دیتا؛ جبکہ بچپن میں وہ ایک ساتھ کھیلتے پھرتے تھے، اور اپنی بیوی کا بھی ان سے پردہ کراتا ہوں، یعنی ان کی حقیقی چچی اور ممانی ہوتی ہیں؛ جبکہ بچپن میں وہ ان کی گود میں کھیلتے تھے، جب وہ بالغ ہوئے، تو ان سے پردہ کرایا گیا؛ جبکہ گھر میں ان کی عمر کے میرے لڑکے اور میں خود بھی موجود ہوتا ہوں، کوئی تنہائی کا موقع بھی نہیں ہوتا ہے، میرا یہ طریقہ کیسا ہے؟ رہنمائی چاہتا ہوں۔

(۲) میری ایک لڑکی شادی شدہ ہے، جب میرے داماد میرے گھر آتے ہیں، تو میں گھر میں پردہ کا نظم کر کے ان کو گھر میں داخل کرتا ہوں، اپنی بچیوں کو حکم کرتا ہوں کہ وہ بالکل پردہ سے رہیں، اگر داماد گھر میں اندر ہے، تو دروازہ پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے، تاکہ ان کے کپڑوں تک کی جھلک ان کو نظر نہ آئے، جب داماد کو باہر آنے کی پیشاب یا پاخانہ جانے کی ضرورت ہوتی ہے، تو وہ کسی بچہ کو آواز دے کر کہہ دیتے ہیں، یہاں میں بچیوں کو دوسرے کمرہ میں بھیج دیتا ہوں، جب تک وہ باہر یعنی برآمدہ وغیرہ میں رہیں، تب تک لڑکیاں اندر کمرہ میں رہیں گی، میں یہاں تک کوشش کرتا ہوں کہ جب داماد گھر آتے ہیں، تو سالیاں ان کی خیریت تو درکنار اپنی بہن کی خیریت بھی معلوم نہیں کرسکتیں نہ وہ سالیوں کی خیریت معلوم کرسکتے، نہ وہ ان کی بہن کا سلام بلا واسطہ کہہ سکتے ہیں، کیا یہ میرا رویہ سنت نبوی کے مطابق ہے یا نہیں؟ جواب تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد عبداللہ، رام جی والا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) چچازاد، ماموں زاد بھائی اوراس طرح کے رشتہ دار جن کی گھر میں باربار آمد ورفت ہو اور بظاہر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، تو بلا زیب وزینت صرف چہرہ اور ہتھیلی کھلے رہنے کی حالت میں ان کے سامنے آنے جانے اورضرورت کی باتیں کرنیکی اجازت ہے، ہاں البتہ ان کے ساتھ بالکل تنہائی میں ہونا اورتنہا سفر کرنا، بے تکلفی اور بےحیائی کرنا جو باعث فتنہ ہے جائز نہیں ہے، اسی طرح بھابھی کے ساتھ تنہائی کی حالت میں گھر میں یا باہر رہائش کی گنجائش نہیں، اسی طرح بھابھی کوتنہا کہیں لے جانے لانے کی گنجائش نہیں ، ہاں البتہ کئی مرد یا کئی عورت ساتھ ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے اور حدیث شریف میں الحمو موت جو کہا گیا ہے، اس کا مطلب یہی ہے کہ بھابھی کے ساتھ رہائش اختیار کرنے میں فتنہ میں مبتلا ہونے کا سخت خطرہ ہے، پھر اگر دونوں شادی شدہ ہوں، تو خدانخواستہ منہ کالا ہونے کی صورت میں سنگ ساری کی وجہ سے موت کی باری آسکتی ہے۔

حدیث شریف کا یہی مطلب ہے، ایسا ہرگز نہیں کہ دیور بھابھی کے درمیان اجنبیوں کی طرح پردہ لازم ہے؛ بلکہ گھریلو رشتہ داروں کے درجہ میں ہے، اور جہاں فتنہ کا اندیشہ ہونیکی صورت میں ممانعت آئی ہے، اس کا مصداق یہی تفصیل ہے اورسوال نامہ میں جوسختی اور پابندی کی باتیں لکھی ہیں، اس قدر سختی اور پابندی شریعت کا حکم نہیں ہے۔

نیز سوالنامہ میں بھانجے اور بھتیجے وغیرہ کو چچی اور ممانی سے پردہ کرنے کی جوسختیاں بیان کی گئی ہیں، یہ بھی شریعت کا حکم نہیں ہے، اگر بھانجے یا بھتیجے اورممانی اور چچی کے درمیان فتنہ کا خطرہ نہیں ہے، تواس طرح کے پردہ کی سختی شریعت کا حکم نہیں بلکہ بھانجے اپنی ممانی کے سامنےاور بھتیجے اپنی چچی کے سامنے آجاسکتے ہیں۔

(۲) جب آپ نے بیٹی کی شادی کسی لڑکے کے ساتھ کردی ہے، تو وہ لڑکا آپ کا بیٹا بن گیا ہے، آپ کی بیوی اس کے لئے ایسی محرم بن گئی ہے، جیسا کہ اس کی ماں اورآپ کی

بیٹیاں اس کے لئے اس مدت تک کے واسطہ بہنیں بن گئی ہے، جس مدت تک آپ کی بیٹی اس کے نکاح میں رہے گی؛ لیکن اگر فتنہ کا خطرہ ہو، تو پھر ان میں پابندی عائد کرنی ضروری ہوگی۔

نیز بالغ لڑکی کو داماد کے گھر کئی روز کے لئے بھیجنا بھی مناسب نہیں اور اسی طرح بالغ لڑکی کو داماد کے ساتھ تنہا سفر میں بھیجنا بھی ممنوع ہے، اور بہنوئی اور سالی کا گھر میں تنہا رات گزارنا بھی ممنوع ہے۔ حدیث شریف میں الحمو موت جو کہا گیا ہے، اس کے ذریعہ سے اس طرح کی تنہائی سے ممانعت کی گئی ہے اور جب گھر میں اور دوسرے لوگ بھی موجود ہوں اور فتنہ کا خطرہ بھی نہ ہو، تو سالی کا بہنوئی سے ضرورت کی باتیں کرنے میں اور ضرورت کی چیز بالمشافہہ لینے دینے میں اور ضروت میں آمنے سامنے جانے آنے میں کوئی گناہ اور کوئی مضائقہ نہیں ہے، یہی فقہاء کرام کی اس طرح کی عبارات کا مطلب ہے۔

وأما النظر إلى الأجنبيات فنقول: يجوز النظر إلى مواضع الزينة الظاهرة منهن، وذلک الوجه، والكف. في ظاهر الرواية: كذا في الذخيرة، وإن غلب على ظنه أنه يشتهي فهو حرام إلى قوله أنه يجوز النظر إلى ذراعيها أيضًا عند الغسل والطبخ، قيل وكذلک يباح النظر إلى ثناياها، وذلک كله إذا لم يكن النظر عن شهوة كذا في المحيط. (الهندية، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه وما لا يحل له،زكريا قديم ۵/۳۲۹، جديد ۵/۳۸۱، تاتارخانية، زريا ۱۸/۹۵، رقم: ۲۸۱٤۵، المحيط البرهاني،المجلس العلمي بيروت ۸/۲۹، رقم: ۹۵۱٦، -۹۵۱۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۲/رجب المرجب ۱۴۲۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۸۴۷۴/۳۷)	۱۲/۷/۱۴۲۵ھ

پردہ کے چاروں اقسام کے احکام

سوال [۱۰٦۱۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ بہو کے لئے خسر سے پردہ کرنا کیسا ہے؟ پردہ کرسکتی ہے یانہیں؟ اس طرح جیٹھ سے بھی پردہ کرنا کیسا ہے؟ درست ہے یانہیں؟ اگر ہے تو ان دونوں مردوں سے کتنا پردہ کرسکتی ہے؟ اس کی صحیح حد متعین کردیجئے۔

المستفتی: محمد زبیر، ہاپوڑ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: بہو کا خسر سے پردہ نہیں ہے؛ کیونکہ وہ اس کے باپ کے درجہ میں ہے اور وہ حرمت ابدی کے طور پر باپ کے حق میں محرم ہوچکی ہے۔

ثالثاً آباء الأزواج لقوله تعالیٰ: أو آباء بعولتهن. (روح البيان تفسير آيات الأحكام ۲/ ۱٦۰)

البتہ فتنہ کا خوف ہو، تو احتیاط ضروری ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۸/ ۳٦)

پردے کی چار قسمیں ہیں: جن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) مرد کا اپنی بیوی سے پردہ تو مرد کے لئے اپنی بیوی سے کوئی پردہ نہیں ہے، سر سے پیر تک دیکھ سکتا ہے؛ البتہ ستر عورت کا نہ دیکھنا اولیٰ ہے۔

عن بهز بن حكيم عن أبيه عن جده قال: قلت يانبي الله! عوراتنا مانأتي منها ومانذر؟ قال: إحفظ عورتک إلا من زوجتک، أو ماملكت يمينک. الحديث (سنن الترمذي، كتاب الأدب، باب ماجاء في حفظ العورة، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۷، دار السلام رقم: ۲۷۹٤)

أما النظر إلى زوجته فهو حلال من قرنها إلى أقدامها عن شهوة وغير شهوة، هذا ظاهر إلا أن الأولىٰ ان لا ينظر كل واحد منهما إلى عورة صاحبه. (عالمگيري، كتاب الكراهية، الباب الثامن، زكريا قديم ٥/ ۳۲۷، جديد ٥/ ۳۷۹، تاتارخانية، زكريا ۱۸/ ۹۱، رقم: ۲۸۱۳۳، المحيط البرهاني، المجلس العلمي بيروت ۸/ ۲٦، رقم: ۹۵۰۹)

(۲) عورت کا محارم سے پردہ تو محارم عورت کی زینت کی جگہ کو دیکھ سکتے ہیں، وہ چاہے زینت کی ظاہری جگہیں ہوں یا باطنی جگہیں ہوں اور وہ زینت کی جگہیں سر، بال، گردن، سینہ، کان، بازو، کلائی، ہتھیلی، پیر، پنڈلی اور چہرہ ہیں، ان کی طرف محارم دیکھ سکتے ہیں۔

(۳) تیسری قسم پردے کی یہ ہے کہ اجنبی مرد کسی اجنبیہ سے پردہ کرے، تو چہرہ اور ہتھیلی اور قدمین کے علاوہ اجنبیہ کے سارے بدن کا پردہ ہے، اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو دیکھنے کی گنجائش ہے۔ قرآن کریم میں بھی اسی کا ذکر ہے، اور ایک گھر کے اندر چچی، بھابھی، چچازاد بہن تایازاد بہن یہ سب رہتی ہیں اور اسی گھر میں آپ کو بھی رہنا ہے، جیسا کہ آج کل کے زمانہ میں شہر کے تنگ مکانات میں گذارا ہوتا ہے؛ حالانکہ یہ سب عورتیں آپ کے حق میں شرعی طور پر غیرمحرم ہیں؛ لیکن ان عورتوں کا آپ سے پردہ کرنا نہایت مشکل ہے؛ اس لئے اگر ان عورتوں کو آپ سے کوئی فتنہ اور معصیت کا خطرہ نہ ہو اور کوئی بےشرمی اور بےتکلفی کی بات چیت آپس میں نہ ہوتی ہو، تو یہ عورتیں آپ کے سامنے چہرہ، ہتھیلی اور قدمین کھول کر آسکتی ہیں۔

قرآن کریم میں جو پردہ کا حکم بیان کیا گیا ہے، اس میں یہی شکل مراد ہے۔

وأما نظره إلى ذوات محارمه، فنقول: يباح له أن ينظر منها إلى موضع زينتها الظاهرة، والباطنة وهي الرأس، والشعر، والعنق، والصدر، والأذن، والعضد، والساعد، والكف، والساق، والرجل، والوجه......وأما النظر إلى الاجنبيات، فنقول يجوز النظر إلى مواضع الزينة الظاهرة منهن وذلک الوجه. والكف في ظاهر الرواية. (عالمگيري، زكريا قديم ٥/٣٢٨-٣٢٩، جديد ٥/ ٣٨٠-٣٨١، تاتارخانية، زكريا ١٨/ ٩٢-٩٥، رقم: ٢٨١٣٤-٢٨١٤٥)

وقوله تعالىٰ: وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا. [سورة النور: ٣١]

(۴) اور اگر آپ سے ان عورتوں کو فتنہ اور معصیت کا خطرہ ہو یا آپ کو ان سے فتنہ اور معصیت کا خطرہ ہو یا آپس میں بےحجابی اور بےشرمی کی باتیں بےتکلف کرتے ہوں،

تو پھر چہرہ اور ہتھیلی کا پردہ بھی آپ سے لازم ہوگا، جیسا کہ آج کل چہرہ موضع زینت ہونے کی وجہ سے دوسرے اجنبی مردوں سے چھپانا لازم اور ضروری ہے۔

وإن غلب على ظنه أنه يشتهي فهو حرام. (عالمگيري، زكريا قديم ٣٢٩/٥، جديد ٣٨١/٥، تاتارخانية، زكريا ٩٥١٨، رقم: ٢٨١٤٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۶۴۶۳/۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۶/۱/۱۴۲۱ھ

پردہ کے کتنے درجات ہیں؟

سوال [۱۰۶۱۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پردے کے کتنے درجات ہیں؟ دیور، چچازاد، ماموں زاد بھائی یعنی جو ذورحم تو ہیں، پر محرم نہیں ہیں، اسی طرح دیگر ذورحم غیر محرم سے کس درجہ کا پردہ ہے؟

المستفتی: محمد زید غازی آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پردے کے کل چار درجات ہیں:

(۱) عورت کا اپنے شوہر سے کوئی پردہ نہیں ہے، بدن کے پورے حصہ کا دیکھنا شوہر کے لئے جائز ہے۔

(۲) محارم سے پردہ، محرم رشتہ دار سے پردہ، ہاتھ، بازو، سینہ، پنڈلی، کا پردہ نہیں ہے، جیسا کہ باپ، بھائی، بھتیجے، بھانجے وغیرہ۔

(۳) غیر محرم رشتہ دار سے پردہ، اگر شہوت اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، تو ذورحم غیر محرم کے سامنے چہرہ اور ہتھیلی کھولنے کی گنجائش ہے؛ لہٰذا چچازاد ماموں زاد، بھائیوں کے سامنے چہرہ اور ہتھیلی کھولنے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

(۴) اجانب سے پورے جسم کا پردہ ہے؛ لیکن بوقت ضرورت چہرہ اور ہتھیلی کھولنے کی گنجائش ہے، جیسا کہ ہر وقت گھر میں آنے جانے والے لوگ مثلاً دیور، جیٹھ اور ان کی نرینہ اولاد وغیرہ، اسی طرح کنبہ کے لوگ جبکہ ان سے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ (مستفاد: قاموس الفقہ ۳/ ۱۸۳، رحمۃ اللہ الواسعہ ۵/ ۵۱)

أما النظر إلى زوجته فهو حلال من قرنها إلى أقدامها عن شهوة وغير شهوة، هذا ظاهر إلا أن الأولىٰ أن لا ينظر كل واحد منهما إلى عورة صاحبه. (تاتارخانية، زكريا ١٨/ ٩١، رقم: ٢٨١٣٣)

والحكم بالفرق بين الأجنبي، وذي الرحم، إذا كان النظر لا عن شهوة، فأما بالشهوة فلا يحل لأحد النظر. (بزازيه على الهندية، كتاب الإستحسان، جديد زكريا ٣/ ٢١٣، وعلى هامش الهندية، زكريا ٦/ ٣٧٣)

وأما نظره إلى ذوات محارمه، فنقول: يباح له أن ينظر منها إلى موضع زينتها الظاهرة، والباطنة وهي الرأس، والشعر، والعنق، والصدر، والأذن، والعضد، والساعد، والكف، والساق، والرجل، والوجه. (هندية، زكريا قديم ٥/ ٣٢٨، جديد ٥/ ٣٨٠، تاتارخانية، زكريا ١٨/ ٩٢، رقم: ٢٨١٣٤)

وأما النظر إلى الأجنبيات فنقول: يجوز النظر إلى مواضع الزينة الظاهرة منهن، وذلك الوجه، والكف-وإن غلب على ظنه أنه يشتهي فهو حرام. (هندية، زكريا قديم ٥/ ٣٢٩، جديد ٥/ ٣٨١، تاتارخانية، زكريا ١٨/ ٩٥، رقم: ٢٨١٤٥، بدائع الصنائع، زكريا ٤/ ٢٩٣، حجة البالغة ٢/ ٣٩٢)

عن عائشةؓ، أن أسماء بنت أبي بكرؓ دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم، وعليها ثياب رقاق، فأعرض عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال: ياأسماء! إن المرأة إذا بلغت المحيض لم يصلح لها أن يرىٰ منها إلا هذا وهذا، وأشار إلى وجهه وكفيه. (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، النسخة

الهندية۲/ ۵٦٧، دار السلام رقم:٤١٠٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ جمادی الاول ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۱۵٦۸/۴۰)

عورت کے ستر کی حد اور محارم سے پردہ کا حکم

سوال [۱۰٦۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کس حدتک ستر چھپائیں اور ستر کا عورت کے لئے ازروئے شرع کیا حکم ہے؟ اور اپنا سگا لڑکا بھتیجہ، بھانجہ، بھائی، باپ کے سامنے مکمل طور پر پردہ کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد حامد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عورت کا تمام بدن ہی ستر ہے، مگر حسب ضرورت غیرمحرم کے سامنے صرف چہرہ، ہتھیلی اور پیر کھولنے کی اجازت ہے اور محرم کے سامنے کچھ اور وسعت ہے کہ ان مذکورہ اعضاء کے ساتھ سر، پنڈلی، سینہ، بازو کھل جانے میں بھی کوئی حرج نہیں ۔مطلب یہ ہے کہ یہ اعضاء محرم کے لئے داخل ستر نہیں، یہ مطلب نہیں کہ بلا ضرورت ان کے سامنے پھرے؛ بلکہ بضرورت ان کے سامنے آنا اور باہر نکلنا درست ہے اور بلاضرورت اور خوف فتنہ کے وقت چہرہ چھپانا بھی واجب ہے، چاہے وہ محرم ہی کیوں نہ ہو۔

عن عائشةؓ، أن أسماء بنت أبي بكر، دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليها ثياب رقاق، فأعرض عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال: يا أسماء! إن المرأة إذا بلغت المحيض لم يصلح لها أن يرىٰ منها إلا هذا وهذا، وأشار إلى وجهه وكفيه. (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، النسخة الهندية ۵٦٧/۲، دار السلام رقم:٤١٠٤)

أما النظر إلى الأجنبيات فنقول: يجوز النظر إلى مواضع الزينة الظاهرة منهن، وذلك الوجه، والكف......وإن غلب على ظنه أنه يشتهي فهو حرام. (الهندية، كتاب الكراهية، الباب الثامن، زكريا قديم ٥/٣٢٩، جديد ٥/٣٨١، تاتارخانية، زريا ١٨/٩٥، رقم: ٢٨١٤٥)

أما نظره إلى ذوات محارمه، فنقول: يباح له أن ينظر منها إلى موضع زينتها الظاهرة، والباطنة وهي الرأس، والشعر، والعنق، والصدر، والأذن، والعضد، والساعد، والكف، والساق، والرجل، والوجه. (هندية، زكريا قديم ٥/٣٢٨، جديد ٥/٣٨٠، تاتارخانية، زكريا ١٨/٩٢، رقم: ٢٨١٣٤)

تمنع الشابة من كشف الوجه بين الرجال لا لأنه عورة؛ بل لخوف الفتنة. (شامي، كتاب الصلاة، باب شروط الصلوة زكريا٢/٧٩، كراچي ١/٤٠٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸؍۸۹۶۷)

عورت پر کن کن سے پردہ لازم ہے؟

سوال [۱۰۶۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) عورت کو اپنے حقیقی ماموں زاد، خالہ زاد، پھوپھی زاد بھائی سے پردہ کرنا چاہئے یا نہیں؟ جبکہ وہ بالغ ہیں وہ نامحرم ہیں یا محرم؟

(۲) عورت کو اپنے بھائی کی سسرال والوں یعنی بھابھی کے باپ اور بھائی سے جو کہ بالغ ہیں پردہ کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۳) عورت کو اپنے بہنوئی سے جو کہ بالغ ہے پردہ کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۴) نندوئی سے پردہ کرنا چاہئے یانہیں؟ آج کل عورتیں صرف جو اپنے شوہر کا بڑا بہنوئی ہے، اس سے پردہ کرتی ہیں اور جو نندوئی اپنے شوہر سے چھوٹا ہے؛ حالانکہ وہ بھی بالغ ہے پردہ نہیں کرتیں، کیا یہ طریقہ شرعاً صحیح ہے؟

(۵) دیور جوکہ بالغ ہے پردہ کریں یانہیں؟

(۶) کسی دور کے رشتہ دار سے ماموں، خالو، پھوپھا، چچا، تایا وغیرہ سے پردہ کریں یا نہ کریں؟ شرعی حکم کیا ہے؛ جبکہ وہ بالغ ہیں۔

(۷) اپنی دیورانی، جٹھانی کے گھر والوں سے ان کے باپ اور بھائی سے یا کسی رشتہ دار سے پردہ کرنا چاہئے یانہیں؟ جوکہ بالغ ہیں، کہتی ہیں کہ ان کا بھائی ہمارا بھائی ہے کیا یہ صحیح ہے؟

(۸) عورت کو اپنے میکہ میں مسلم وغیرمسلم سبھی سے پردہ کرنا چاہئے، پورے گاؤں کے لوگ محرم ہیں یانامحرم؟

(۹) جیٹھ اور سسر سے پردہ ہے یانہیں؟

المستفتی: ظریف احمد صدیقی، مخمول پور، کاندھلہ، مظفرنگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) ماموں زاد، خالہ زاد، پھوپھی زاد بھائی نامحرم ہیں، ان سے پردہ لازم ہے، ان کے ساتھ تنہا سفر کرنا بھی مشروع نہیں ہے۔ (مستفاد: معارف القرآن ۶/ ۴۰۳)

(۲) یہ سب غیرمحرم ہیں ان سے پردہ لازم ہے۔

(۳) بہنوئی غیرمحرم ہے اس سے بھی پردہ لازم ہے؛ البتہ بوقت ضرورت جبکہ فتنہ نہ ہو، تو چہرہ کھولنے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: معارف القرآن ۶/ ۴۰۲)

(۴) تمام نندوئی سے پردہ لازم ہے۔

(۵) بالغ دیور سے پردہ کرنا ضروری ہے، مگر جب ایک گھر میں پردہ کرنا دشوار

ہو، تو ضرورت کی وجہ سے چہرہ کا پردہ معاف ہے، بشرطیکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ (مستفاد: معارف القرآن ۶/۴۰۲)

حدیث میں ہے: **الحمو الموت الحديث.** (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب لا يخلون رجل بإمرأة ۲/۷۸۷، رقم: ۵۰۳۶، ف:۵۲۳۲)

(۶) ان سے پردہ شرعاً لازم ہے۔

(۷) یہ سب غیر محرم ہیں، ان سے پردہ لازم ہے۔

(۸) نامحرم مسلم اور تمام غیر مسلموں سے پردہ واجب ہے، اسی کو **وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى** .[الاحزاب: ۳۳] میں فرمایا گیا ہے۔

(۹) سسر حقیقی محرم ہے، باپ کے درجہ میں ہے، اس سے پردہ نہیں ہے؛ البتہ جیٹھ غیر محرم ہے، مگر ایک گھر میں دشواری کی وجہ سے چہرہ کا پردہ معاف ہے، بشرطیکہ فتنہ کا خطرہ نہ ہو۔ (مستفاد: معارف القرآن ۶/۴۰۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/صفر المظفر ۱۴۱۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۲/۴۳۳۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۲/۱۴۱۶ھ

شریعت میں کن کن لوگوں سے پردہ کا حکم ہے؟

سوال [۱۰۶۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل کے ماحول میں جبکہ ہر جگہ بے پردگی عام ہے، کوئی لڑکی اگر پردہ کے حکم پر عمل کرنا چاہے تو لوگ طعنہ دیتے ہیں، اسی طرح کوئی شوہر اگر پردہ کروانا چاہے، تو اس لڑکے کے رشتہ دار وغیرہ طعنہ دیتے ہیں۔ تو دریافت یہ کرنا ہے کہ شریعت اسلامیہ مین کن کن لوگوں سے پردہ کرنے کا حکم ہے؟ تفصیل سے لکھدیں اور اگر رشتہ داروں میں جایا کریں،

تو وہاں ایک فیملی میں محرم غیر محرم ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں، کس طرح پردہ کریں، اپنے بہنوئی، دیور، جیٹھ وغیرہ سے پردہ کا کیا حکم ہے، کیا ان لوگوں کے سامنے آسکتے ہیں؟ شریعت میں ان لوگوں کے بارے میں کچھ نرمی ہے یا نہیں؟

(۲) غیر محرم جس سے نکاح جائز ہے، شریعت میں اس سے پردہ کا حکم ہے تو بہنوئی سے سالی کا نکاح اس وقت تک جائز نہیں؛ جب تک سالی کی بہن نکاح میں ہے، تو بہنوئی سے پردہ بھی نہیں ہو چاہئے؟ شرعی حکم کیا ہے تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد فیصل، کرولہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) اجنبی مرد سے پردہ فرض ہے، اور یہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ حضور ﷺ نے امہات المؤمنین سے پردہ کروایا ہے، پردہ کرنے پر اگر کوئی طعنہ دے، تو وہ شخص گنہگار رہوگا اور اس کی بات ہرگز نہ مانیں۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت جائز نہیں اور شریعت اسلامیہ میں اپنے شوہر، باپ، دادا، ساس، سسر، بیٹا، پوتا، نواسا حقیقی بھائی بھتیجہ اور بھانجہ وغیرہ کے علاوہ سب سے پردہ فرض اور ضروری ہے اور بہنوئی دیور، جیٹھ سے بھی پردہ اسی طرح فرض ہے، جس طرح اجنبی مردوں سے فرض ہے؛ لیکن اگر فتنہ کا خطرہ نہ ہو، تو ان لوگوں سے بقدر ضرورت بات کر لینے کی گنجائش ہے۔

(۲) اور یہ کہنا کہ غیر محرم جس سے نکاح جائز ہے، شریعت میں اس سے پردہ کا حکم ہے، تو بہنوئی سے نکاح اس وقت تک جائز نہیں جب تک سالی کی بہن نکاح میں ہے، تو بہنوئی سے پردہ نہ ہونا چاہئے صحیح نہیں ہے، بہنوئی سے پردہ فرض ہے، جو عورتیں ہمیشہ کے لئے حرام ہوتی ہیں، صرف ان کے لئے پردہ نہیں ہے، سالی ہمیشہ کے لئے حرام نہیں؛ بلکہ اس کی حرمت ایک عارض کی بناء پر ہے، اگر بیوی کا انتقال ہو جائے یا طلاق ہو جائے، تو عدت گذارنے کے بعد بہنوئی سے نکاح درست ہے؛ لہٰذا اس عارضی حرمت کی وجہ سے بہنوئی سے پردہ ساقط نہ ہوگا۔

وقوله تعالیٰ: وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْبَنِیْ اَخَوَاتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التَّابِعِيْنَ غَيْرِ اُوْلِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرَاتِ النِّسَآءِ .

[سورة النور: ٣٠]

وقال الله تعالیٰ: وَقَرْنَ فِیْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰی.

[الأحزاب: ٣٢]

عن عقبة بن عامر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إياكم والدخول على النساء، فقال: رجل يا رسول الله أفرأيت الحمو؟ قال: الحمو الموت. (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب لا يخلون رجل بالمرأة لاذو محرم٢ /٧٨٧، رقم:٥٠٣٦، ف:٥٢٣٢، صحيح مسلم، كتاب السلام، باب تحريم الخلوة بالأجنبية و الدخول عليها، النسخة الهندية ٢/٢١٦، بيت الأفكار رقم:٢١٧٢، مشكوة ٢٦٨) *فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم*

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴/ ۵۹۷۰)

کتنے سال کی عمر سے پردہ کرنا ضروری ہے؟

سوال [۱۰۶۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ لڑکیوں کے لئے غیر محرم سے پردہ کرنا کتنے سال کی عمر سے ضروری ہوجاتا ہے؟

المستفتی: رئیس الدین، محلّہ لوہاران، گڈھی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب لڑکی حد شہوت کو پہونچ جائے، تو اس کے لئے غیر محرم سے پردہ کرنا ضروری ہے، حد شہوت کو پہونچنے کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں، آب وہوا اور صحت وتوانائی پر موقوف ہے، بعض لڑکی ۹/سال ہی کی عمر میں صحت مند اور آب وہوا کے مناسب ہونے کی وجہ سے حد شہوت کو پہونچ جاتی ہے اور بعض ۱۲/۱۳/سال کی عمر کے باوجود قابل شہوت نہیں ہوتی۔

والتي بلغت حد الشهوة فهي كالبالغة (إلى قوله) فإن كانت صغيرة لا يشتهي مثلها، فلابأس بالنظر إليها ومن مسها؛ لأنه ليس ببدنها حكم العورة. (هندية، كتاب الكراهية، الباب الثامن، زكريا قديم ۵/ ۳۲۰، جديد ۵/ ۳۸۱، تاتارخانية، زكريا ۱۸/ ۹۶، رقم: ۲۸۱۵۱، المحيط البرهاني، المجلس العلمي بيروت ۸/ ۳۱، رقم: ۹۵۱۷)

فحل النظر مقيد بعدم الشهوة. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، كراچي ۶/ ۳۷۰، زكريا ۹/ ۵۳۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۷/ جمادی الاول ۱۴۱۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱/ ۴۰۳۴)	۱۴۱۵/۵/۲۷ھ

ستر عورت سے متعلق حدیث

سوال [۱۰۶۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مرد اور عورت کے ستر سے متعلق یہ تفصیل کہ مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے اور عورت کا ستر پورا جسم سوائے چہرے اور ہاتھ کی ہتھیلی اور قدم کے اس کے لئے حدیث شریف کا حوالہ مطلوب ہے۔

المستفتی: شمس الحق قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) مرد وعورت کے ستر سے متعلق حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے:

(۱) **عن أبي أيوبؓ، قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: ما فوق الركبتين من العورة، وما أسفل من السرة من العورة.** (دار قطني، دار الكتب العلمية بيروت ۱/۲۳۷، رقم الحديث: ۸۷۹، السنن الكبرىٰ للبيهقي، دار الفكر بيروت ۳/۸۷، رقم: ۳۳۲۰)

(۲) **عن عائشةؓ، أن أسماء بنت أبي بكرؓ دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم، وعليها ثياب رقاق، فأعرض عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال: ياأسماء! إن المرأة إذا بلغت المحيض لم يصلح لها أن يرىٰ منها إلا هذا وهذا، وأشار إلى وجهه وكفيه.** (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، النسخة الهندية ۲/۵٦۷، دار السلام رقم: ٤١٠٤، السنن الكبرىٰ، دار الفكر بيروت ۳/ ۸۱، رقم: ۳۳۰۲)

(۳) **قال أخبرنا عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مروا صبيانكم بالصلاة لسبع وأضربوهم عليها لعشر وفرقوا بينهم في المضاجع، وإذا زوج أحدكم عبد أمته وأجيره، فلا ينظر إلى مادون السرة، وفوق الركبة، فإن ما تحت السرة إلى الركبة من العورة.**

(دار قطني، دار الكتب العلمية بيروت ۱/۲۳۷، رقم الحديث: ۸۷٦)

(٤) **عن ابن عباسؓ قال: ولايبدين زينتهن إلا ما ظهر منها، قال: ما في الكف، والوجه.** (السنن الكبرىٰ للبيهقي، دار الفكر بيروت ۲/ ۸۰، رقم: ۳۲۹۸)

(۵) **قال حدثني داؤد بن سوار المزني باسناده ومعناه وزاد: وإذا زوج أحدكم خادمه عبده، أوأجيره، فلاينظر إلى مادون السرة، وفوق الركبة.** (أبوداؤد شريف، كتاب الصلاة، باب متى يؤ مر الغلام بالصلاة، النسخة الهندية

۱/ ۷۱، دار السلام رقم: ٤١١٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۷/ ۸۴۵۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/ ۷/ ۱۴۲۵ھ

الحمو الموت کی تشریح

سوال [۱۰۶۲۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دیور بھابھی اسی طرح سالی اور بہنوئی دو گھرانے ایک ہی مکان میں اپنے اپنے کمروں میں رہتے ہیں؛ لیکن مخلوط رہائش کی وجہ سے بھابھی کی نظر دیور پر، دیور کی نظر بھابھی پر پڑتی رہتی ہے، اسی طرح سالی کی نظر بہنوئی پر، بہنوئی کی نظر سالی پر پڑتی رہتی ہے، تو کیا یہ لوگ گنہگار ہوتے رہیں گے، یا اللہ تعالیٰ مجبوری کی وجہ سے معاف فرمادیں گے، کوئی صریح جزئیہ اس سلسلہ میں نظر سے گذرا ہو، تو ضرور تحریر فرمادیں نوازش ہوگی۔ حدیث شریف ''الحمو الموت'' جب سے سنی ہے، بہت ڈر لگتا ہے، کیا اس مسئلہ میں کچھ تخفیف ہوسکتی ہے؟ شرعی حکم تحریر فرمادیں۔

المستفتی: محمد یحییٰ علی گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت کے پردہ کی تین شکلیں ہیں:

(۱) اجنبی نامحرموں سے پردہ کہ جن سے کسی طرح کی رشتہ داری نہیں ہے، ایسے لوگوں سے سر سے لے کر پیر تک حتی کہ قدمین، ہتھیلی اور چہرہ تک کا پردہ لازم ہے۔

وأما النظر إلی الأجنبیات فنقول: یجوز النظر إلی مواضع الزینة الظاهرة ......وإن غلب علی ظنه أنه یشتهي فهو حرام. (الهندیة، زکریا قدیم ٥/ ٣٢٩، جدید ٥/ ٣٨١، بدائع الصنائع، زکریا ٤/ ٢٩٣)

وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال لا لأنه عورة؛ بل لخوف الفتنة (تحته في الشامية) **والمعنىٰ يمنع من الكشف لخوف أن يرىٰ الرجال وجهها فتقع الفتنة.** (شامي، كراچي ٤٠٦/١، زكريا ٧٩/٢)

(۲) ایسے مرد جن سے دور یا قریب کی رشتہ داری ہے، مگر نامحرم ہیں اور کنبہ کے اندر ساتھ میں رہنا ہوتا ہے، یا قریبی رشتہ داری ہے، جیسا کہ چچازاد، ماموں زاد، خالہ زاد، پھوپھی زاد بھائی اسی طرح دیور، جیٹھ وغیرہ جن کا کثرت کے ساتھ گھر میں آنا جانا ہوتا ہے، ان سے پردہ کرنے کی صورت میں سخت دشواری اور تکلیف مالا یطاق لازم آئے گی، ایسے لوگوں سے اگر فتنہ کا خطرہ ہے، تو پردہ لازم ہے اور اگر فتنہ کا خطرہ نہیں ہے، تو ایسے لوگوں سے پردہ لازم نہیں ہے اور پردہ نہ کرنے کا گناہ نہ ہوگا۔

ينظر من الأجنبية...... وجهها، وكفيها فقط للضرورة قيل: والقدم.
(شامي، كراچي ٣٦٩/٦، زكريا ٣١/٩)

الضرورات تتقدر بقدرها. (قواعد الفقة، اشرفي ديوبند ٨٩، رقم:١٧١)

(۳) اپنے شرعی محرم (باپ، بیٹے، بھائی، چچا، ماموں وغیرہ) جن سے نکاح کرنا کبھی بھی جائز نہیں ہوتا ہے، ان کے سامنے بازو، پنڈلی، سر وغیرہ کھل جانا گناہ نہیں ہے۔ اب رہی حدیث شریف ''الحمو الموت'' دیور کو موت کا سبب بتلایا ہے۔ یہ دوسری قسم کے نامحرموں میں شامل ہے، اور ''الحمو الموت'' کا مطلب یہ ہے کہ دیور ہروقت گھر میں آتا رہتا ہے اور اس سے فتنہ اور معصیت میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے، تو ایسی صورت میں اگر گھر میں دیور کے ساتھ بالکل تنہائی اختیار کرلی جائے، تو فتنہ اور حقیقی معصیت میں مبتلا ہوکر شرعی حد یا رجم کا مستحق ہونے کا خطرہ ہے، اس کو الحمو الموت کہا گیا ہے؛ لیکن اگر دیور اور بھابھی کے درمیان فتنہ ومعصیت کا کوئی خطرہ نہیں ہے، تو گھر میں کسی وقت تنہا ہونے کی صورت میں بھی بھابھی پر پردہ لازم نہیں ہے اور گھر کے سب لوگوں کی موجودگی میں بھابھی کے سامنے آنے جانے

میں تو کسی طرح کے فتنہ کا خطرہ ہے ہی نہیں؛ لہٰذا فتنہ ومعصیت میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو، تو ایک دوسرے پر نظر پڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور گھریلو اور ذاتی ضرورت سے متعلق گفتگو کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

ثم لاشک أنه يباح النظر إلى ثيابها، ولا يعتبر خوف الفتنة في ذلک فكذلک إلى وجهها، وكفها. وروي الحسن بن زياد عن أبي حنيفةؒ أنه يباح النظر إلى قدمها أيضًا، وهكذا ذكر الطحاوي؛ لأنها كما تبتلي بإبداء وجهها في المعاملة مع الرجال، وبإبداء كفها في الأخذ والإعطاء تبتلي بإبداء قدميها إذا مشت حافية......وذكر في جامع البرا مكة عن أبي يوسفؒ أنه يباح النظر إلي ذراعيها أيضًا؛ لأنها في الخبز وغسل الثياب تبتلى بإبداء ذراعيها أيضًا. (مبسوط السرخسي، دار الكتب العلمية بيروت ١٠/١٥٣)

وفي عمدة القاري: ''الحمو الموت'' إلى قوله وقال القرطبي: معناه أنه يفضي إلى موت الدين بطلاقها عند غيرة الزوج، أوبرجمها إن زنت معه .

(عمدة القاري، كتاب النكاح، باب لا يخلون رجل المرأة إلا ذو رحم، دار احياء التراث العربي بيروت ٢٠/٢١٣-٢١٤، زكريا ديوبند ١٤/٢٠٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍صفر المظفر ۱۴۳۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/۱۰۹۷۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۲/۱۸ھ

گھر کے اندر پردے سے متعلق تفصیلی مسئلہ

سوال [۱۰۶۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مکان میں دو بھائی رہتے ہیں، دونوں کے اہل وعیال بھی اس مکان میں مقیم ہیں، ایسی صورت میں ایک بھائی کے لئے دوسرے بھائی کی بیوی کا چہرہ، قدمین اور اس کی ہتھیلیوں کا دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟

اسی طرح ایک بھائی کی اولاد (بالغ لڑکے، لڑکیاں) کے لئے دوسرے بھائی کی بالغ اولاد کی صورت، قدمین اور ہتھیلیوں کا دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ مکان چھوٹا ہے اور بار بار کی آمدورفت کی وجہ سے ان اعضاء کا پردہ باعث حرج اور بہت دشوار ہے۔

المستفتی: مولانا خورشید انور، مدرس مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پردہ کی دو قسمیں ہے:

(۱) عورت کا اپنے محارم سے پردہ! اس سلسلہ میں شرعی حکم یہ ہے کہ محارم سے زینت کی جگہوں کا پردہ نہیں ہے، وہ زینت کی جگہوں کو دیکھ سکتے ہیں، خواہ زینت ظاہری ہو یا باطنی، جیسے سر، بال، کان، بازو، کلائی، ہتھیلی، پیر، پنڈلی، چہرہ وغیرہ۔

(۲) اجنبی مرد سے پردہ! اس سلسلہ میں شرعی حکم یہ ہے کہ اجنبی مرد سے عورت کے کل بدن کا پردہ ہے، حتی کہ چہرہ، ہتھیلی اور قدمین کا بھی؛ لیکن اگر چہرہ، ہتھیلی وغیرہ کا پردہ کرنے میں مشکل کا سامنا ہو اور تکلیف مالا یطاق لازم آئے، جیسا کہ آج کل مکانات کے تنگ ہونے کی وجہ سے ایک گھر میں چچا، چچی، بھائی، بھابھی، تائے زاد چچا، بھائی بہن وغیرہ رہتے ہیں، تو ایسی صورت میں اگر کسی معصیت اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو اور آپس میں بے شرمی بے حجابی اور غیر شرعی بے تکلفانہ بات چیت نہ ہوتی ہو، تو ان غیر محرم دیور، جیٹھ، تائے زاد، چچازاد، بھائیوں سے چہرہ ہتھیلی قدمین وغیرہ کا پردہ لازم نہیں ہے، عورت کو چہرہ کھول کر ان کے سامنے آنے جانے کی بھی گنجائش ہے۔ قرآن کریم میں جو پردہ کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

ولا یبدین زینتهن إلا ما ظهر منها میں زینت ظاہری سے یہی مراد ہے۔

(مستفاد: انوار ہدایت ۴۵۵، معارف القرآن، سورۂ نور ۳۱)

أما نظره إلى ذوات محارمه، فنقول: يباح له أن ينظر منها إلى موضع زينتها الظاهرة، والباطنة وهي الرأس، والشعر، والعنق، والصدر، والأذن،

والعضد،والساعد، والكف، والساق، والرجل، والوجه......وأما النظر إلى الأجنبيات، فنقول: يجوز النظر إلى مواضع الزينة الظاهرة منهن وذلك الوجه. والكف وفي ظاهر الرواية، إن غلب على ظنه أنه يشتهي فهو حرام.
(هندية، كتاب الكراهية،الباب الثامن، زكريا قديم ٥/ ٣٢٩، جديد ٥/ ٣٨١، شامي، كراچي ٦/ ٣٦٧، زكريا ٩/ ٥٢٨، تاتارخانية، زكريا ١٨/ ٩٢، رقم: ٢٨١٣٤-٢٨١٤٥، أحكام القرآن، جديد زكريا ٣/ ٤٠٥، سهيل اكيڈمي لاهور ٣/ ٣١٣)

والعلة في ذلك هي الضرورة الداعية المداخلة، والمعاشرة حيث يكثر الدخول عليهن. (روائع البيان ٢/ ١٦٠)

لاتعارض بين جواز كشف الوجه،والنظر ووجوب الإحتجاب؛ لأن جواز كشف الوجوه، والنظر مبنى على الضرورة، ودفع الحرج، وحكم الإحتجاب مبنى على خوف الفتنة، وسدبا بها ولاتعارض بين الحكمين عند أختلاف الجهتين فافهم. (إعلاء السنن، كراچي ١٧/ ٣٧٨، دار الكتب العلمية بيروت١٧/ ٤٠٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍رجب المرجب ۱۴۲۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/ ۷۳۱۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/ ۷/ ۱۴۲۲ھ

محرم وغیر محرم رشتہ دار سے پردہ کا حکم

سوال [۱۰۶۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اسلام کا پردہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ شرعی مجبوری کے علاوہ سماجی مجبوری سے کیا عورتیں غیر محرم مردوں کے ساتھ میل جول، بات چیت کرسکتی ہیں؟ مریم ایک مشترکہ فیملی میں رہتی ہے، اللہ اور رسول کے حکم کے مطابق پردے کے ساتھ زندگی گذارنا چاہتی

ہے، اپنے بہنوئی، سسر، چچا سسر، دیور، جیٹھ، بہنوئی کے بھائیوں سے نند کے شوہر سے چچرے، خالہ زاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد بھائی سے جوان یا بالغ بیٹے کے دوست ملاقاتی سے پردہ کس طرح کریں؟

المستفتی: محمد جنید دوتائی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اسلام میں پردہ واجب ہے، نامحرموں سے مکمل طور پر پردہ کرنا چاہئے اگر نامحرموں کے ساتھ ایک ہی گھر میں مجبوراً رہنا پڑرہا ہو، جس کی وجہ سے گہرا پردہ کرنا مشکل ہو، تو ان نامحرموں کے سامنے ایسے اعضاء ظاہر کرنے کی گنجائش ہے، جو اعضاء کام کاج نقل وحرکت کے وقت عادۃً کھل ہی جاتے ہیں یعنی چہرہ دونوں ہاتھ گٹے تک اور دونوں پیر ٹخنے کے نیچے تک کھولنا جائز ہے۔

سوال میں مذکورہ لوگوں میں سسر کے علاوہ باقی تمام لوگوں سے سارے بدن کا چھپانا ضروری ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وقوله تعالیٰ: وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِن. [سورة النور: ۳۱]

لیکن سسر نامحرم نہیں ہے؛ بلکہ حقیقی باپ کے درجہ میں ہے اور جس طرح باپ سے پردہ نہیں ہے، اسی طرح سسر سے پردہ کرنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے پردہ کے حکم سے محرموں کو مستثنیٰ کرتے ہوئے سسر کا بھی ذکر فرمایا ہے:

اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ . [النور: ۳۱]

یعنی اپنے سسر کے سامنے نامحرموں کی طرح زینت کے اعضاء کو چھپانا ضروری نہیں ہے۔ نیز سسر محرم ہونے کی وجہ سے اس کے سامنے بہو کا پورا چہرہ، سر، سینہ، پنڈلیاں، بازو بھی شرعی پردہ میں داخل نہیں، بقیہ اعضاء داخل ہیں۔

وبدن الحرة عورة إلاوجهها، وكفيها، وقدميها. (فتاوى عالمگيري، كتاب الصلوة، الباب الثالث في شروط الصلوة، زكريا قديم ١/٥٨، جديد ١/١١٥)

وينظر الرجل من ذوات محارمه إلى الوجه، والرأس، والصدر، والساقين، والعضدين، ولا ينظرإلى ظهرها، وبطنها، وفخذها. (هداية، اشرفي ديو بند ٤/٤٦١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍محرم الحرام ۱۴۲۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۸۹۶۶/۳۸)

سوتیلی ماں اور اس کے رشتہ داروں سے پردہ ہے یا نہیں؟

سوال [۱۰۶۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ خالد کی دوسری بیوی طاہرہ موجود ہے، پہلی بیوی کا انتقال ہو چکا ہے، پہلی بیوی سے بچے ہیں، تو پہلی بیوی کے بچے اور بڑی لڑکی کا شوہر یعنی داماد دوسری بیوی طاہرہ کا محرم ہے یا نہیں؟

(۲) اسی طرح دوسری بیوی طاہرہ کے والد بھائی وغیرہ محرم لوگ اگر آئیں تو ان کا پہلی بیوی کی لڑکی سے پردہ ہوگا یا نہیں؟ شرعی حکم سے آگاہ فرمادیں کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد عمیر، محلّہ بھٹی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) خالد کی پہلی بیوی کی اولاد کے لئے دوسری بیوی طاہرہ غیرمحرم نہیں ہے؛ بلکہ محرم ہے، حقیقی ماں کی طرح اس کے ساتھ پردہ لازم نہیں ہے، جیسے حقیقی ماں کے لئے پردہ لازم نہیں ہوتا ہے، اسی طرح سوتیلی ماں کے لئے بھی پردہ لازم نہیں ہے؛ جبکہ فتنہ کا خطرہ نہ ہو، ہاں البتہ پہلی بیوی سے پیدا شدہ لڑکی کا شوہر طاہرہ کے لئے محرم نہیں

ہے؛ کیونکہ اس میں محرم ہونے کی کوئی علت نہیں پائی جارہی ہے، ہاں البتہ گھر اور کنبہ کے لوگوں میں فتنہ کا خطرہ نہ ہو، تو چہرہ اور ہاتھ وغیرہ کا پردہ لازم نہیں ہے اور فتنہ کے خطرہ نہ ہونے کی صورت میں منہ درمنہ گفتگو کرنے کی بھی گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم دیوبند ۱۶/۱۹۳-۱۹۶)

لایجب علیها الاستتار من أولاد زوجها......ولعل وجهه خشیة الفتنة حیث کانوا رجالا معها في بیت واحدٍ، وإن کانوا محارم لها بکونهم أولاد زوجها کما قالوا بکراهیة الخلوة بالصهرة الشابة، وفي البحر عن المعراج، وکذالک حکم السترة إذا مات زوجها وله أولاد کبار أجانب. (شامي، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب: الحق ان علی المفتی ان ینظر في خصوص الوقائع، زکریا ٥/٢٢٦، کراچي ٣/٥٣٧)

(۲) اگر فتنہ کا خطرہ نہیں ہے، تو پردہ لازم نہیں ہے اور اگر فتنہ کا خطرہ ہے، تو پردہ کرنا لازم ہے اور فتنے کا خطرہ نہ ہونے کی صورت میں ایسے قریبی لوگوں کے ساتھ پردہ میں شدت اختیار کرنا مناسب نہیں ہے۔

وکذا تنظر المرأة من الرجل کنظر الرجل للرجل إن أمنت شهوتها، فلو لم تأمن، أوخافت، أوشکت حرم إستحساناً. (الدر المختار مع الشامي، کتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، زکریا ٩/٥٣٣، کراچي ٦/٣١١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۱/ ۱۲۰۱۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/۶/۱۴۳۶ھ

مرد کا مرد کے سامنے ستر عورت کھولنے کا حکم

سوال [۱۰۶۲۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ زید کہتا ہے کہ مرد کا ستر عورت صرف عورت کے سامنے ہے، مرد مرد کے سامنے کھول سکتا ہے، کیا ایسا کرنا حرام نہیں؟ آج کل کسرت کرنے میں پاؤڈر، انجکشن وغیرہ کا استعمال کیا جاتا ہے، جس کو ڈاکٹر حضرات منع کرتے ہیں اور یہ بھی بتاتے ہیں کہ اس پاؤڈر میں یا انجکشن مین ناجائز اشیاء شامل کی جاتی ہیں، جس سے فائدہ کے بجائے نقصان ہوتا ہے، کبھی کبھی ان کو استعمال کرنے سے نامردی بھی ہوجاتی ہے۔ جم وغیرہ میں یہ کسرت ماہانہ اجرت پر ہوتی ہے، اس کسرت میں عریانیت جسم کی نمائش کرنا خاص طور پر جو فلمی ہیرو کرتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟ آج کل معاشرہ میں عام طور پر دیکھا جاسکتا ہے، بعض حضرات اس کو جائز قرار دیتے ہیں، وہ خود بھی کسرت کرتے ہیں، کیا کسرت کرنا جائز ہے؟ کسرت ہال میں فوٹو بھی لگے رہتے ہیں اور گانا خوب بجتا ہے۔ مدلل جواب تحریر فرمادیں۔

المستفتی: مظفر حسین، مغل پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرد کا ستر عورت ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے، اتنے حصہ میں سے کوئی بھی جز کھولنا اور کھول کر کسی مرد یا عورت کے سامنے آنا ناجائز اور حرام ہے اور جس نے یہ کہا ہے کہ مرد اپنا ستر دوسرے مرد کے سامنے کھول سکتا ہے صحیح نہیں ہے۔ بغیر ضرورت شدیدہ کے اس حصہ میں سے کھولنا مرد کے لئے گناہ کبیرہ ہے اور عورت کا ستر اجنبی مردوں کے سامنے سر سے لے کر پیر تک ہے اور گھر کے خاندان کے لوگوں کے سامنے اگر فتنہ کا خطرہ نہ ہو، تو چہرہ، ہاتھ اور پیروں کے کھولنے میں حرج نہیں ہے اور حقیقی محرم جن کے ساتھ کبھی نکاح جائز نہیں ہے، ان کے سامنے چہرہ، سر، بازو، پنڈلی تک ضرورۃ کھل جائے تو گناہ نہیں ہے، اس کے علاوہ بدن کے دیگر اعضاء کا کھولنا حقیقی محرم کے سامنے بھی عورت کے لئے جائز نہیں ہے۔ نیز اجنبی عورت کے سامنے بھی دیگر اعضاء کا کھولنا بغیر ضرورۃ شدیدہ کے جائز نہیں ہے۔

عن أبي أيوبؓ، قال: سمعت النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم يقول: ما فوق

الركبتين من العورة، وما أسفل من السرة من العورة. (سنن دار قطني، دار الكتب العلمية بيروت ١/٢٣٧، رقم الحديث: ٨٧٩)

عن ابن عباسؓ قال: ولايبدين زينتهن إلا ما ظهر منها، قال: ما في الكف، والوجه. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، دار الفكر بيروت ٢/٨٠، رقم:٣٢٩٨)

ينظر الرجل من الرجل سوى ما بين سرته إلى ما تحت ركبتيه، فالركبة عورة لا السرة (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، كراچي ٦/٣٦٤ تا ٣٦٦، زكريا ٩/٥٢٦)

وينظر المرأة من المرأة إلى ما يجوز للرجل أن ينظر إليه من الرجل، وينظر الرجل من ذوات محارمه إلى الوجه، والرأس، والصدر، والساقين، والعضدين، ولاينظر إلى ظهرها، وبطنها وفخذها. (هداية، اشرفي ديوبند ٤/٤٦١)

(۲) کسرت اور ورزش کرنا فی نفسہ جائز ہے، بشرطیکہ عریانیت اور منکرات اس میں نہ ہوں اگر ستر کھولا جاتا ہے، تو جائز نہیں ہے، اسی طرح ستر کھول کر اس کی فلم لینا بھی جائز نہیں ہے۔ اب رہا طاقت کا انجکشن لینا اگر یہ نقصان دہ نہیں ہے، تو کوئی حرج نہیں ہے اور پاؤڈر کے بارے میں جو بات کہی جاتی ہے ہمیں اس کا علم نہیں ہے کہ اس میں ناپاک ناجائز اشیاء ہوتی ہیں یا نہیں؟ اگر واقعی ناجائز اور حرام چیز ہوتی ہے، تو اس سے احتراز کرنا لازم ہے، اور جہاں تک اس سے نقصان کی بات ہے، وہ حکیم اور ڈاکٹر بتائیں گے، وہ ہمارے بتانے کی چیز نہیں ہے۔

عن أبي هريرةؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا سبق إلا في خف أوحافر أو نصل. (سنن أبي داؤد، الجهاد، باب في السبق، النسخة الهندية ١/٣٤٨، دار السلام رقم:٢٥٧٤)

تجوز المسابقة بالسهام، والخيل، والحمير...... لقوله عليه السلام لا سبق إلا في خف، أو نصل، أو حافر. وفي الحديث سابق

رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأبو بكرؓ، وعمرؓ، فسبق رسول الله صلى الله عليه وسلم؛ ولأنه يحتاج إليه في الجهاد، وللكر، والفر وكل ماهو من أسباب الجهاد فتعلمه مندوب إليه سعياً في إقامة هذه الفريضة.

(مجمع الأنهر، شرح ملتقي الأبحر، كتاب الكراهية ٢١٦/٤، مكتبه فقيه الأمة ديوبند، أيضاً دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹/ ۱۰۸۱۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۱۱/۴ھ

کیا برقعہ ہی سے پردہ ہوتا ہے؟

سوال [۱۰۶۲۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شرعًا برقعہ ہی سے پردہ ہوتا ہے، یا چادر سے بھی ہوسکتا ہے؟ زید کہتا ہے کہ برقعہ ہی سے پردہ ہوتا ہے، بغیر برقعہ کے پردہ ہوتا ہی نہیں، اس کے برعکس بکر کہتا ہے کہ شریعت میں برقعہ ضروری نہیں ہے، ہاں پردہ ضروری ہے، خواہ کسی بھی طریقہ سے ہو۔ قرآن کریم میں ہے:

قال الله تبارک وتعالیٰ: يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ. [الأحزاب:٥٩]

اس آیت کریمہ میں بھی برقعہ کا ذکر نہیں آیا، خیر القرون میں برقعہ کا ذکر ملتا ہے یا نہیں؟ پردہ کے لئے برقعہ ضروری ہے یا بغیر برقعہ کے بھی پردہ ہوسکتا ہے؟

المستفتی: ظریف احمد، میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شرعًا برقعہ مقصود نہیں ہے؛ بلکہ پردہ ہی مقصود ہے؛ لہٰذا چادر سے بھی ہوسکتا ہے۔ (معارف القرآن، سورۂ احزاب تفسیر الآیہ ۵۹/ اشرفی دیوبند ۷/ ۲۳۵)

قال اللّٰہ تعالیٰ: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ. [سورۃ الأحزاب: ۵۹] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱/ ۳۹۰۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۳/ ۱۴۱۵ھ

برقعہ میں ہاتھ اور آنکھوں کو کھلا رکھنا

سوال [۱۰۶۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی صاحبہ برقعہ تو نہیں، مگر آنکھیں اور ماتھا کھولے رکھیں؛ جبکہ پردہ نگاہ کا ہوتا ہے، تو یہ پردہ جائز ہے؟ جبکہ اسی حالت میں وہ صاحبہ بازار یا سفر میں رہیں؟

المستفتی: سید اظہر علی رضوی، علی گڈھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک آنکھ کھولنے کی اجازت ہے، ماتھا کھولے رکھنا مردوں کی نگاہ بد کے خطرہ کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: معارف القرآن، اشرفی دیوبند ۷/ ۲۱۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍محرم الحرام ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱/ ۳۸۴۰)

سر پر دوپٹہ اوڑھنا

سوال [۱۰۶۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سر پر دوپٹہ اوڑھنا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد حنیف

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سر پر دوپٹہ اوڑھنا اجنبی کے سامنے واجب ہے؛ اس لئے کہ اجنبی کے سامنے شدت ضرورت میں صرف چہرہ کھولنے کی اجازت ہے، اور بلاضرورت چہرہ کھولنا بھی جائز نہیں ہے، اورگھر کے اندر بھی اپنے محارم کے سامنے سر چھپانا مستحب ہے۔

لایجوز أن ینظر الرجل إلی الأجنبیة إلا إلي وجهها وکفیها. لقوله تعالیٰ ولایبدین زینتهن إلا ما ظهر منها. (هدایة، کتاب الکراهیة، فصل في النظر والمس والوطئ، اشرفي دیوبند ٤/٤٥٨)

وینظر من الأجنبیة......إلی وجهها وکفیها فقط للضرورة. (در مختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، کراچي٦/٣٦٩، زکریا ٩/٥٣١)

اور اگر شہوت اور ہیجان کا خطرہ ہے، تو اجنبی کے سامنے چہرہ کھولنا بھی حرام ہے۔

امتنع نظره إلی وجهها فحل النظر مقید بعدم الشهوة وإلا فحرام. (در مختار، زکریا ٩/٥٣٢، کراچي ٦/٣٧٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۸ ؍ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱/ ۳۹۵۲)	۲۸/ ۳/ ۱۴۱۵ھ

لڑکیوں کا ننگے سر رہنے اور دوپٹہ کندھے پر رکھنے کا حکم

سوال [۱۰۶۳۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ لڑکیوں کا ننگے سر رہنا اور دوپٹہ کندھے پر رکھنا یا انہیں اس کا پابند کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: مشتاق احمد، بروالان مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر لڑکیاں بالغ ہوگئی ہیں، تو ننگے سر رہنا حرام

ہے،اس کا گناہ خودلڑکیوں اور پابند کرنے والے سب پر برابر ہوگا۔

شعر المرأة ما علی رأسها عورة. (هندية، كتاب الصلوة، الباب الثالث في شروط الصلوة، زكريا قديم ١/٥٨، جديد ١/١١٥، هداية، اشرفی ديوبند ١/٩٤، حلبي كبير قديم ٢١٠، جديد اشرفيه ديوبند ٢١٢، مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي قديم ١٣١، جديد دارالكتاب ديوبند ١/٢٤١)

اوراگرلڑکیاں نابالغ باشعور ہیں،توماں باپ پر واجب ہے کہ ان کو سرڈھکنے کا عادی بنائیں،ورنہ عادت بگڑنے کا گناہ ماں باپ پر ہوگا۔

يطلب من المسلم أن يعود لبناته من سن العاشرة على إرتداء الحجاب الشرعي حتى لا يصعب عليهن بعد إرتداءه. (روائع البيان ٢/٣٨١)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر:الف ۲۴؍۶۹۴)

دوران سفرعورتوں کا ہتھیلیوں اور قدمین کوکھلا رکھنا

سوال [۱۰۶۳۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورتیں جب سفر میں جائیں یا قریبی عزیز داری میں چند کیلو میٹر پر جائیں تو کیا موزے اور دستانے پہن کر جائیں؟ اگر نہ پہنیں تو کیا گنہگار ہوں گی؟

المستفتی: عبدالرشید قاسمی ،سیڈھا،بجنور(یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عورتوں کے لئے دونوں ہتھیلیوں اور قدمین کو کھلے رکھنے کی اجازت ہے؛ لیکن شرط یہ ہے کہ اگر ہاتھ پیر کے کھلے رکھنے کی وجہ سے دیکھنے

والے مردوں میں ہیجان پیدا ہو جانے کا خطرہ اور فتنہ کا اندیشہ ہے، تو دونوں ہتھیلی اور قدمین کا چھپانا ضروری ہے اور اگر یہ خطرہ نہیں ہے، تو کھلے رکھنے کی گنجائش ہے۔

وفي روح المعاني: ”إلا ما ظهر“ أي إلا ما جرت العادة، والجبلة على ظهوره، والأصل فيه الظهور كالخاتم والكحل، والخضاب، فلا مواخذة في إبدائه للأجانب، وإنما المؤاخذة في إبداء ما خفي من الزينة. (روح المعاني، سورة النور، تحت تفسير الآية: ۳۱، زكريا ديوبند ۲۰۶/۱۰)

وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال لا لأنه عورة؛ بل لخوف الفتنة. (شامي، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، كراچي ۴۰۶/۱، زكريا ۷۹/۲)

وأما النظر إلى الأجنبيات فنقول: يجوز النظر إلى مواضع الزينة الظاهرة منهن، وذلك الوجه، والكف......وإن غلب على ظنه أنه يشتهي فهو حرام. (هندية، زكريا قديم ۳۲۹/۵، جديد ۳۸۱/۵، تاتارخانية، زكريا ۹۵/۱۸، رقم: ۲۸۱۴۵، بدائع الصنائع، زكريا ۲۹۳/۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۹۳۹۳/۳۸)

ساس کا داماد سے پردہ نہیں

سوال [۱۰۶۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک عورت کے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے، وہ عورت فی الحال عدت میں ہے، تو کیا عورت حالت عدت میں اپنے دامادوں کے سامنے آسکتی ہے یا نہیں؟ برائے کرم جواب لکھ کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں عین کرام ہوگا۔

المستفتی: عبد القدیر، اصالت پورہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: داماد شرعی محرم ہوتا ہے، عورت کو کسی حال میں بھی اپنے داماد سے پردہ کرنا لازم نہیں ہے؛ لہٰذا عدت کی حالت میں داماد کے سامنے آسکتی ہے۔

والمحرم من لا يجوز له مناكحتها على التابيد بقرابة، أورضاع، أو صهرية. (شامي، كتاب الحج، مطلب في قولهم يقوم حق العبد على حق الشرع، كراچي ٢/٤٦٤، زكريا ٣/٤٦٤، هندية، زكريا قديم ١/٢١٩، جديد ١/٢٨٢، المحيط البرهاني، المجلس العلمي بيروت٣/٣٩٤، تاتارخانية، زكريا ٣/٤٧٥، رقم: ٤٨٨٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴ رشوال المکرّم ۱۴۱۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۹۸۶/۲۶)

کیا ساس کو داماد سے پردہ کا حکم ہے؟

سوال [۱۰۶۳۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں شادی شدہ ہوں میری ساس میرے سامنے آجاتی ہے، میرے ساتھ کھلے طور سے بات چیت بھی کرتی ہے، کھانا بھی بیٹھ کر ساتھ کھاتی ہے، ان سب میں میں جاننا چاہتا ہوں کہ ساس اور داماد کے بیچ پردہ ضروری ہے یا نہیں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ داماد بھی بیٹے جیسا ہوتا ہے ہے اس کے ساتھ ساس کا پردہ کیسا ہے؟ شریعت کیا کہتی ہے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: محمد عبد الحنیف

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: داماد شریعت کی رو سے ساس کے حق میں بیٹے کی

طرح محرم ہے اور ساس داماد کے حق میں ماں کی طرح محرم ہے، شریعت میں ساس و داماد کے درمیان کوئی پردہ کا حکم نہیں ہے؛ لہٰذا پردہ ضروری نہیں ہے۔

والمحرم من لا يجوز له مناكحتها على التابيد بقرابة، أو رضاع، أو صهرية. (شامي، كتاب الحج، مطلب في قولهم يقوم حق العبد على حق الشرع، كراچي ٢/٤٦٤، زكريا ٣/٤٦٤، البحر الرائق، كوئٹه ٢/٣١٥، زكريا ٢/٥٥١، تبيين الحقائق، امدادية ملتان ٢/٦، زكريا ٢/٢٤٣، هندية، زكريا قديم ١/٢١٩، جديد ١/٢٨٢، فتاوى قاضي خان، جديد زكريا ١/١٧٣، وعلى هامش الهندية، زكريا ١/٢٨٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۵/ ۱۵۸۷)

چچی سے پردہ ہے یا نہیں؟

سوال [۱۰۶۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کی چچی زید کے لئے زید کے چچا کے نکاح میں رہ کر محرم یا غیر محرم ہے، اگر زید کی چچی زید کے لئے غیر محرم ہے، تو ان سے احتراز لازم آتا ہے یا نہیں؟ حالانکہ ہر شخص بلا تکلف کلام کرتا ہے۔

المستفتی: محمد رضوان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایسی صورت میں بھی چچی غیر محرم اور اجنبیہ ہے؛ لیکن جب خوف فتنہ نہیں ہے، تو چچی کا چہرہ ہتھیلیاں وغیرہ دیکھنا اور کلام کرنا جائز ہے۔
(مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴/ ۱۷۸)

وأما النظر إلى الأجنبيات فنقول: يجوز النظر إلى مواضع الزينة الظاهرة منهن، وذلک الوجه، والکف. في ظاهر الرواية: كذا في الذخيرة، وإن غلب على ظنه أنه يشتهي فهو حرام- إلى قوله- أنه يجوز النظر إلى ذراعيها أيضًا عند الغسل والطبخ، قيل وكذلک يباح النظر إلى ثناياها، وذلک كله إذا لم يكن النظر عن شهوة كذا في المحيط. (هندية، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه ما لا يحل له،زكريا قديم ۳۲۹/۵، جديد ۳۸۱/۵، تاتارخانية، زكريا ۹۵/۱۸، رقم: ۲۸۱٤۵، المحيط البرهاني،المجلس العلمي بيروت ۲۹/۸، رقم: ۹۵۱٦،-۹۵۱۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱/ ۴۲ /۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/ ۱۲/ ۱۴۱۴ھ

بھابھی دیور کا پردہ ہے یا نہیں؟

سوال [۱۰۶۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بھابھی محترمہ دیور کے حق میں کیسی ہے؟ بھابھی بھی غیر محرم ہے، اور غیر محرم کو دیکھنا اور بات کرنا حرام ہے؟ کیا دیور کو بھابھی سے بات چیت کرتے یا دیکھنے میں کچھ قباحت ہے؟

المستفتی: منظور احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس طرح بھابھی دیور کے حق میں غیر محرم ہے، اسی طرح دیور بھی بھابھی کے حق میں غیر محرم ہے؛ لیکن گھر میں ایک ساتھ رہنے کی وجہ سے اختلاط رہتا ہے، اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، تو ایسی صورت میں دیور بھابھی کی ہتھیلی، چہرہ اور قدمین دیکھ سکتا ہے اور افرادِ خانہ کی موجودگی میں بھابھی سے بات کرسکتا ہے؛ لیکن تنہائی میں بات

کرنے کی اجازت نہیں ہے اور نہ مذاق اور بے حیائی کی بات کی اجازت ہے، اس میں سخت فتنہ کا اندیشہ ہے۔حدیث شریف میں ہے۔

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم: إياكم والدخول على النساء، فقال: رجل من الأنصار يا رسول الله افرأيت الحمو؟ قال: الحمو الموت.

الحديث (بخاري شريف، كتاب النكاح، باب لا يخلون رجل بإمرأة إلا ذو محرم ٢/٧٨٧، رقم: ٥٠٣٦، ف: ٥٢٣٢، صحيح مسلم، كتاب السلام، باب تحريم الخلوة بلأجنبية والدخول عليها، النسخة الهندية ٢/٢١٦، بيت الأفكار رقم: ٢١٧٢)

قال النووي في شرح: "الحمو الموت" فمعناه أن الخوف منه أكثر من غيره، والشر يتوقع منه، والفتنة أكثر لتمكنه من الوصول إلى المرأة، والخلوة من غير أن ينكر عليه بخلاف الأجنبي. (حاشية مسلم شريف ٢/٢١٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ربیع الاول ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴/ ٦۵۲۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۳/۳ھ

خسر اور بہو کا نمائشوں و بازاروں میں ایک ساتھ گھومنا

سوال [۱۰٦۳٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید لڑکا ہے باقر حسین کا، باقر حسین نے اپنے لڑکے زید کا عقد مسماۃ خاتون جہاں کے ساتھ کردیا تھا، کچھ دنوں کے بعد خاتون جہاں اپنے خسر باقر حسین کے بارے میں کہتی ہے، کہ انہوں نے میرے ساتھ زنا کیا ہے، اور اسی بات پر خاتون جہاں نے طلاق لے لی، ایک عرصہ دراز کے بعد باقر حسین نے اپنے لڑکے زید کا دوسرا عقد مسماۃ ریحانہ بیگم کے ساتھ کردیا۔ یہ دوسری زید کی بیوی ریحانہ بیگم اپنے خسر کے متعلق کچھ نہیں کہتی ہے، لیکن کچھ ایسے شواہدات ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ باقر حسین کی عادت ٹھیک نہیں ہے۔ یہ غلط رویہ اپنے لڑکے زید کی بیوی کے ساتھ کرتا ہے، شواہدات یہ ہیں۔

(۱) ریحانہ بیگم کی بڑی بہن حفصہ بیگم یہ کہتی ہے کہ میری بہن کی عادت خود خراب ہے، جس کی وجہ سے راز فاش نہیں ہوتا ہے، پہلی بیوی خاتون جہاں کی عادت ٹھیک تھی وہ پاکدامن تھی، جس کی بنا پر اس کو برداشت نہیں ہوا اور سرعام اپنے خسر باقر حسین کا معاملہ اپنے ساتھ ہونے کو ظاہر کردیا۔

(۲) دوسری علامت یہ ہے کہ باقر حسین ریحانہ بیگم کو اپنے ساتھ ایک رکشہ پر بٹھا کر بازاروں اور نمائشوں میں سیر کرتا ہے، کریم پاؤڈر، اور دوسری چیزیں خرید خرید کر باقر حسین ریحانہ بیگم کو دیتا ہے۔

(۳) تیسری علامت یہ ہے کہ گھر کے اندر جب باقر حسین اور زید ہوتے ہیں، تو ریحانہ بیگم اپنے خسر کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے، کھانا پانی کے دینے میں اپنے خسر کی طرف زیادہ توجہ دیتی ہے، اپنے شوہر زید کی طرف نظر گھما کر بھی دیکھنا نہیں چاہتی ہے، یہ سب علامات ہیں، جن سے ہر ایک شخص کا گمان یہ ہے کہ باقر حسین کی عادت اور ریحانہ بیگم کی عادت خراب ہے۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ ریحانہ بیگم اپنے شوہر کے پاس رہنے کے قابل ہے یا نہیں؟ دوسری بات یہ معلوم کرنی ہے کہ باقر حسین پر کونسا حکم لگایا جائے گا؟ تیسری بات یہ معلوم کرنی ہے کہ اگر برادری والے باقر حسین کا حقہ پانی بند کردیں اور اپنی تقریبات میں شریک نہ کریں، تو کوئی حرج تو نہیں ہے؟ ان سب باتوں کو قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل تحریر فرمائیں، جس سے لوگوں کو سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

المستفتی: عبداللہ لکھیم پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محض اس قسم کی علامات کی وجہ سے نہ باقر حسین اور نہ بہو پر غلط کاری کا شرعی حکم لگ سکتا ہے، اور نہ ہی زید پر بیوی حرام ہوسکتی ہے، جب تک شہوت کے ساتھ دواعی جماع دو عادل کی شہادت سے ثابت نہ ہوں۔

وفي المس لا تحرم ما لم تعلم الشهوة. (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، كراچي ٣/٣٦، زكريا ٤/١١٣)

وما سوى ذالك من الحقوق يقبل فيها شهادة رجلين، أورجل، وإمرأتين وسواء كان الحق مالا أو غير مال مثل النكاح، والطلاق، والوكالة، والوصية، ونحو ذالك. (هداية، كتاب الشهادة، اشرفي ديوبند ٣/١٥٤-١٥٥)

اورایک رکشہ میں لے کر نمائشوں میں اور بازاروں میں سیر وتفریح کرانا وغیرہ موجب فسق ہے، باقرحسین کا ایسی حرکات سے توبہ واستغفار کرکے باز رہنا ضروری ہے، اور اگرلوگوں کے سمجھانے کے باوجوداپنے فعل سے باز نہ آوے تو برادری والوں کوتوبہ واستغفار کرکے باز آنے تک باقرحسین سے بائیکاٹ کرلینا چاہئے۔

قال اللہ تعالیٰ: وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارَ. [هود:١١٣]

اورتوبہ کے بعدحقہ پانی پھر جاری رکھنالازم ہے۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمدقاسمی عفااللہ عنہ
۷رذی قعدہ ۱۴۰۷ھ
(فتویٰ نمبر:الف ۲۳ر۷ ۳۳)

نامحرم لڑکیوں کے ساتھ کاروبار کرنے کا حکم

سوال [۱۰۶۳۷]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں ایک ضعیف آدمی میری عمر ۶۷ر سال ہے، اکاؤنٹ (کھاتہ نویس ہوں) آج کل علالت کی وجہ سے زیادہ کام کرنے کے قابل نہیں ہوں، میں نے اپنی مدد کے لئے لڑکوں کو بہت تلاش کیا؛ لیکن کوئی لڑکا کام کرنے پر آمادہ نہیں ہوا، اب میں نے مجبوراً دو لڑکیوں کوکام سکھا کر اپنے ہمراہ لگالیا ہے، اورمعاہدہ کے مطابق ان کومعاوضہ ادا کردیتا ہوں،

غیر لڑکیاں ہیں، میرا ان سے کوئی رشتہ نہیں ہے، تو میرا ان نامحرم لڑکیوں کے سامنے آنا جانا جائز ہے یا نہیں؟ اس طرح کمایا ہوا روپیہ حلال ہوگا یا حرام؟

المستفتی: محمد احمد، فیض گنج، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کا نامحرم لڑکیوں سے کام لینا اور ان نامحرم بالغہ لڑکیوں کے ساتھ اختلاط شرعی طور پر جائز نہیں ہے، اس سے آپ سخت گنہگار ہوں گے، فوراً یہ سلسلہ ختم کرنا آپ پر لازم ہے، محنت کی کمائی کا حکم الگ ہے اور غیر محرم کے ساتھ اختلاط کا گناہ الگ ہے؛ لہٰذا کمائی حرام نہیں، مگر اختلاط حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

واما المجبوب الذي جف ماء ہ (إلی قولہ) اختلاطہ بالنساء والأصح أنہ لا یرخص ویمنع. (ھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الثامن، زکریا قدیم ۵/ ۳۳۰، جدید ۵/ ۳۸۲، البحر الرائق، کوئٹہ ۸/ ۱۹۵، زکریا ۸/ ۳۵۸، تاتارخانیۃ، زکریا ۱۸/ ۱۰۱، رقم: ۲۸۱۷۰) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/ ۷۸۸۳)

دفاتر میں کام کرنے والی عورتوں پر نظر پڑ جانا کیسا؟

سوال [۱۰۶۳۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دفاتر میں عورتیں کام کرتی ہیں، اور بے پردہ رہتی ہیں، بعض دفعہ متقی پرہیزگار مرد علماء دین کو بھی ایسے دفتروں سے کام پڑتا ہے، تو ان سے علماء کا اپنی کام کی غرض سے بات چیت کرنا اور ملاقات کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یہ ان کے تقویٰ کے خلاف تو نہیں؟

المستفتی: محمد عمیر غازی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آج کل عموماً دفاتر وغیرہ میں بے پردہ عورتیں کام کرتی ہے اور ہر شخص کو ان مراحل سے گذرنا پڑتا ہے، اوران سے بات چیت ناگزیر ہے؛ لہٰذا ان سے ضروری بات چیت کرنا جائز ہے اور یہ تقوی کے خلاف نہیں ہے، ایسی عورتوں کو شریعت نے باندی اور حربیہ عورت کے حکم میں قرار دیا ہے۔

الخلوة بالأجنبية حرام إلا لملازمة مديونة هربت ودخلت خربة. وفي الشامية: يجوز الكلام المباح مع إمرأة أجنبية. (شامي، فصل في النظر والمس، زكريا ۹/۵۲۹-۵۳۰، كراچي ٦/۳٦۸-۳٦۹)

عن عبد الكريم قال: حدثني نصر بن عاصم، أن عمر بن الخطاب، سمع نواحه بالمدينة ليلا، فأتىٰ عليها، فدخل ففرق النساء فأدرك النائحة، فجعل يضربها بالدرة، فوقع خمارها، فقالوا: شعرها يا أمير المؤمنين، فقال: أجل فلا حرمة لها. (مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمي بيروت ۳/۵۵۷، رقم:٦٦۸۲)

ان عمرؓ هجم على نائحة فضربها بالدرة حتى سقط خمارها، فقيل له يا أمير المؤمنين قد سقط خمارها، فقال: إنها لا حرمة لها، ومن هنا قال الفقية أبوبكر البلخي حين مربنساء على شط نهر كاشفات الرؤوس، والذراع، فقيل له كيف تمر، فقال: لا حرمة لهن غنما الشك في إيمانهن كأنهن حربيات. (در مختار على الشامي، زكريا كتاب النكاح، باب نكاح الكافر ٤/۳٦۹، كراچي۳/۱۹۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۴٦۰)

عورتوں کا بغیر محرم کے اجتماعات، قرآن خوانی ونشرح کی مجلس میں جانا

سوال [۱۰۶۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شہر میں یا شہر سے باہر مستورات کے وہ اجتماعات جو نہ تو تبلیغی مرکز سے طے ہوتے ہیں، اور نہ کسی معتبر مدرسہ سے ان اجتماعات میں مستورات کا بغیر کسی محرم کے جانا کیسا ہے؟

(۲) کسی کے گھر مستورات میں میلاد پڑھنے جانا ختم قرآن پاک میں جانا کیسا ہے؟ نشرح میں لڑکیوں کا جانا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد ارشد، بارہ دری، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) مستورات کے لئے بلا محرم شہر سے باہر جانا ممنوع ہے؛ کیونکہ یہ فتنہ کا زمانہ ہے؛ اس لئے ان کو گھر سے باہر مسجد میں جا کر باجماعت نماز پڑھنے سے منع کر دیا گیا ہے؛ ہاں البتہ محرم کے ساتھ جائے، تو اس کی گنجائش ہے، چاہے تبلیغی مرکز کی طرف سے طے شدہ پروگرام ہو یا آپس کے مشورہ سے طے ہوا ہو، بس شرط یہ ہے کہ معتبر دینی پروگرام ہو اور محرم کے بغیر جانا جائز نہیں ہے۔ نیز خالص دینی پروگرام کے علاوہ دوسرے پروگرام مثلاً قوالی، عرس، نمائش وغیرہ میں جانا جائز نہیں ہے۔

عن أبي هريرةؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يحل لإمرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر مسيرة يوم وليلة ليس معها حرمة. (صحيح البخاري، كتاب تقصير الصلوة، باب في كم يقصر الصلوة ١/١٤٧، رقم: ١٠٧٧، ف: ١٠٨٨)

وروي عن أبي حنيفةؒ، وأبي يوسف كراهة خروجها وحدها مسيرة واحدة وينبغي أن يكون الفتوىٰ عليه لفساد الزمان. (شامي، كتاب الحج، مطلب في قولهم يقدم حق العبدعلى حق الشرع، كراچي ٢/٤٦٥، زكريا ٣/٤٦٥)

والفتوى اليوم على الكراهة في الصلوة كلها؛ لظهور الفساد ومتى كره حضور المسجد للصلوة فلأن يكره حضور مجالس الوعظ خصوصًا عند هولاء الجهال الذين تحلوا بحلية العلماء أولىٰ. (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة، زكريا ١/٦٢٨، كوئٹه ١/٣٥٨)

میلاد پڑھنے کا موجودہ طریقہ شریعت سے ثابت نہیں، اس کا ترک لازم ہے، نہ اس میں مرد کا جانا جائز ہے اور نہ ہی عورت کا نشرح خوانی کی رسم بھی شریعت سے ثابت نہیں، وہاں بھی نہیں جانا چاہئے، قرآن خوانی کی فضیلت ہے، اگر فتنہ کا خطرہ نہ ہو، تو پردوں کے اہتمام کے ساتھ مردوں کے اختلاط سے دور رہ کر محلّہ کے اندر کسی کے گھر میں قرآن خوانی میں شرکت میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، مگر اس غرض سے عورت کے لئے شہر سے باہر جانے کی اجازت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸ر رجب المرجب ۱۴۱۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳/ ۵۳۸۶)

عورتوں کا بازار جانا

سوال [۱۰۶۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورتوں کے لئے بازار جانا کیسا ہے،

المستفتیه: شبینہ ثمرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورتوں کا ضرورت کی وجہ سے بازار جانا شرعی پردہ کے ساتھ مباح ہے؛ لیکن شرط یہ ہے کہ چہرہ، ہاتھ وغیرہ سب چھپے ہوئے ہوں؛ کیونکہ یہ فتنہ کا زمانہ ہے؛ اس لئے ضرورت شدیدہ کے لئے جانا ہو، تو بدن کا ایک ایک

بال چھپا کر ہی جا سکتی ہے؛ لہٰذا نہ بےضرورت بازار جانا جائز ہے اور نہ ہی چہرہ کھول کر کسی حال میں جانا جائز ہے؟

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المرأة عورة. (سنن الترمذي، أبواب الرضاع، باب بلاترجمة، النسخة الهندية ۱/ ۲۲۲، دار السلام رقم: ۱۱۷۳)

فحل النظر مقيد بعدم الشهوة، وإلا فحرام. (در مختار كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، زكريا۹/ ۵۳۲، كراچي ٦/ ۳۷۰)

وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال لا لأنه عورة؛ بل لخوف الفتنة (وتحته في الشامية) والمعنىٰ يمنع من الكشف لخوف أن يرىٰ الرجال وجهها فتقع الفتنة. (شامي، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، كراچي ۱/ ٤٠٦، زكريا ۲/ ۷۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ ؍ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱ ؍ ۳۹۵۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۳/۲۸ھ

بلا محرم عورت کے لئے جہاز کا سفر

سوال [۱۰٦۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید انگلینڈ میں رہتا ہے، اس کا ارادہ وہاں سکونت اختیار کرنے کا ہے، گرین کارڈ ملنے سے پہلے وہاں کی نیشنلٹی ممکن نہیں، چار سال کے بعد گرین کارڈ ملے گا، اس درمیان میں اگر اپنے وطن سفر کرے گا، تو گرین کارڈ نہیں ملے گا، زید کی بیوی ہندوستان میں رہتی ہے اور بیوی کا اتنی مدت تک تنہا رہنا ممکن نہیں ہے، اس وجہ سے اگر عورت محرم کے ساتھ ایر پورٹ پر آجائے اور وہاں سے جہاز سے انگلینڈ چلی جائے اور شوہر انگلینڈ ایر پورٹ پر آکر اس کو لے لے، تو عورت بلا محرم سفر کرنیکی وجہ سے گنہگار ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: محمد طیب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: صورت مسئولہ میں جب عورت کے پاس محرم کو ساتھ لے جانے کا خرچہ نہ ہو اور محرم عورت کو ایر پورٹ پر چھوڑ جاتا ہے اور جہاں جانا ہے، وہاں بھی شوہر یا محرم آ کر اس کو ساتھ لے لے، تو اس طرح سفر کرنا امام مالکؒ، امام شافعیؒ کے مسلک پر عمل کرتے ہوئے جائز ہے، عورت پر بلا محرم سفر کرنے کا گناہ بھی نہیں ہوگا۔ (مستفاد: انور رحمت ص:۸۴)

وقال حماد لا بأس للمرأة أن تسافر بغير محرم مع الصالحين. (هندية، كتاب الكراهية، الباب السادس والعشرون، زكريا قديم ٥/٣٦٦، جديد ٥/٤٢٣، بنايه اشرفية ديوبند ٤/١٤٩)

قال مالكؒ تخرج مع جماعة النساء، وقال الشافعي: تخرج مع ثقة حرة مسلمة وقال ابن سيرين: تخرج مع رجل من المسلمين، وقال الأوزاعي: تخرج مع قوم عدول. (إعلاء السنن، كراچي ١٠/١٤، دار الكتب العلمية بيروت ١٠/١٧)

إن المحرم ليس بشرط في الحج والواجب، قال: الأثرم سمعت أحمد يسأل؛ هل يكون الرجل محرما لأم إمرأته يخرجها إلى الحج، فقال: أما في حجة الفريضة فأرجو لأنها تخرج إليها مع النساء ومع كل من أمنته وأما في غير فلا. (أوجز المسالك، دار القلم بيروت ٨/٦٤٨)

وأما الأسيرة إذا تخلصت من أيدي الكفار، فإن سفرها سفر ضرورة للناس لا يقاس عليه حالة الاختيار، ولذلك تخرج فيه وحدها؛ ولأنها تدفع ضرراً تيقنًا يتحمل الصدر المتوهم، فلا يلزم تحمل ذلك من غير

ضرر. (المغني، دار الفكر ٣/ ٩٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ رصفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۱۴۵۴/۴۰)

نامحرم کے ساتھ غیر شرعی سفر کرنا

سوال [۱۰۶۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کوئی عورت تنہا یا نامحرم کے ساتھ غیر شرعی سفر (پانچ، دس، بیس کلومیٹر) کرسکتی ہے یا نہیں؟

نــــوٹ: سوال کا تعلق ایسے سفر سے ہے، جو مشترکہ سواری ریل، بس وغیرہ سے ہوتا ہے، جس میں بہت سے لوگوں کے ساتھ سفر ہوتا ہے، خلوت نہیں ہوتی ہے۔

المستفتی: مولانا خورشید انور (صاحب) (استاذ) مدرسہ شاہی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: تنہا یا غیر محرم کے ساتھ دس بیس کلومیٹر کا سفر بھی فسادِ زمانہ کی وجہ سے کراہت سے خالی نہیں؛ اس لئے حتی الامکان احتیاط لازم ہے۔

لايحل لإمرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر مسيرة يوم وليلة ليس معها حرمه. (بخاري شريف، كتاب التقصير الصلوة، باب في كم يقصر الصلوة ١/ ١٤٨، رقم: ١٠٧٧، ف: ١٠٨٨، صحيح مسلم، كتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم، النسخة الهندية ١/ ٤٣٣، بيت الأفكار رقم: ١٣٣٩)

وروي عن أبي حنيفةؒ، وأبي يوسف كراهة خروجها وحدها مسيرة واحدة، وينبغي أن يكون الفتوىٰ عليه لفساد الزمان. (رد المختار، كتاب الحج، مطلب في قولهم يقدم حق العبد على حق الشرع، كراچي ٢/ ٤٦٥، زكريا ٣/ ٤٦٥، تبين

الحقائق، امدادیة ملتان ۲/ ۶، زکریا ۲/ ۲۴۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/ ۷۳۱۶)

بے پردہ پھرنے والی عورتوں کو دیکھنا

سوال [۱۰۶۴۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو مسلم، یا غیر مسلم عورتیں بازار میں پھرتی ہیں، ان کو دیکھنا کیسا ہے؟

نیز مرد دوکاندار کی دوکان پر سامان خریدنے اگر عورت آتی ہے، جو بلا نقاب کے ہے، تو کس طرح معاملہ کرے کہ شریعت کی نگاہ میں گنہگار نہ ہو، کیا عورت کے چہرہ کا پردہ نہیں ہے؟ یعنی اس کو چھپانا ضروری نہیں ہے؟

المستفتی: سرور احمد، ریاض سعودیہ عربیہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بے پردہ پھرنے والی مسلم اور غیر مسلم دونوں قسم کی عورتوں کو نگاہ جما کر دیکھنا ناجائز ہے اور دوکاندار کے سامنے نہ عورتوں کو بے نقاب ہونا جائز ہے اور نہ دوکاندار مرد کو ان کی طرف دیکھنا۔ نیز چہرہ کا پردہ عورتوں پر واجب ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: یدنین علیهن من جلابیبهن. دلالة علی أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبین، واظهار التسر، والعفاف عند الخروج لئلا یطمع فیهن أهل الرب. (روائع البیان ۲/ ۳۸۳- ۲/ ۳۸۰- ۲/ ۱۵۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ شوال المکرّم ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۴/ ۹۴۴)

عورتوں کی ملازمت کا شرعی حکم

ســـــوال [۱۰۶۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورتوں کا سرکاری یا غیر سرکاری اداروں، دفاتر یا کمپنیوں میں نوکری کرنا کیسا ہے؟ اسی طرح وہ از خود ذاتی تجارت کریں، تو اس کا کیا حکم ہے، عورتوں کی کسی بھی طرح کی نوکری کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ کیا کسی مجبوری یا عذر کی بنا پر جائز ہو سکتی ہے؟ اگر ہاں تو کن شرطوں کے ساتھ اور اگر کسی بھی صورت میں جائز نہیں، تو اس کے دلائل بھی تحریر فرما دیں۔

المستفتی: سید زوار احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورتوں کا روزگار کمائی کا راستہ اختیار کرنا فی نفسہ کوئی برا نہیں، مثلاً اپنے گھر میں رہ کر سلائی، کڑھائی کے ذریعہ سے کمائی کرتی ہے، تو کوئی برا نہیں ہے جائز اور درست ہے، ایسا ہی سرکاری اور غیر سرکاری نوکری اور ملازمت کے ذریعہ سے روزی حاصل کرنا بھی فی نفسہ جائز ہے؛ لیکن دو قسم کی برائیوں کی وجہ سے یہ نوکری جائز نہیں۔ (۱) بے پردگی (۲) خوف وفتنہ، اگر یہ دونوں چیزیں نہیں ہے تو جائز ہے، مثلاً ایسا اسکول ہے، جس میں پڑھنے والی سب لڑکیاں اور پڑھانے والی بھی سب عورتیں ہوں، تو آمد ورفت میں پردے کے اہتمام کے ساتھ ایسے اسکولوں میں نوکری کرنا عورتوں کے لئے جائز اور درست ہے چاہے اسکول سرکاری ہو یا غیر سرکاری دونوں صورتوں میں جائز ہے، اسی طرح اگر کوئی سرکاری یا غیر سرکاری ایسا دفتر ہے، جس میں اوپر سے نیچے تک ساری عورتیں ہی ہوں اور مردوں کا وہاں کوئی تعلق نہ ہو تو اس میں نوکری کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن جہاں مردوں کے اختلاط کے ساتھ نوکری اور ملازمت ہوتی ہے، وہاں مردوں کے ساتھ نوکری کرنے میں دو برائیاں ہیں:

(۱) پردے کے حکم کی خلاف ورزی جس کو اللہ نے قرآن میں منع فرمایا ہے۔

(۲) مردوں کے ساتھ خوف فتنہ، ان دونوں برائیوں کی وجہ سے اختلاط کے ساتھ عورتوں کی نوکری جائز نہیں ہے، اور اگر وہ برقعہ میں رہ کر کے اپنی ذمہ داری ادا کرتی ہیں، تب بھی مردوں کے اختلاط کی وجہ سے خوف فتنہ پھر بھی باقی ہے؛ اس لئے شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی ہے۔

قال تعالیٰ: وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى. [الاحزاب: ۳۳]

روي عن النبي صلی الله علیه وسلم، قال: لایخلون رجل بامرأة إلا کان ثالثهما الشیطان. (ترمذي، أبواب الرضاح، باب ماجاء في کراهية الدخول على الغيبات، النسخة الهندية ۱/۲۲۱، دار السلام رقم: ۱۱۷۱، مسند البزار، مکتبه العلوم والحکم بیروت ۹/۲۷۱، رقم: ۳۸۱۷، المستدرك للحاکم، مکتبه نزار مصطفیٰ الباز بیروت ۱/۱۱٤، رقم:۳۸۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ رمحرم الحرام ۱۴۳۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/۱۰۹۴۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/۱/۱۴۳۴ھ

عورتوں کا گاڑی چلانا

سوال [۱۰۶۴۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کوئی سی گاڑی عورتیں پردہ کی حالت میں چلاسکتی ہیں یا نہیں؟ اگر پردہ کی حالت میں گاڑی چلانا جائز ہے، تو قرآن وحدیث سے دلیل تحریر فرمائیں۔

المستفتی: تسلیم احمد قاسمی، عسکری پور، چاند پور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چہرے کا پردہ بھی اجنبیوں سے لازم اور ضروری ہے اور چہرے کے پردہ کے ساتھ تو گاڑیاں چلانا بہت مشکل بات ہے،

نیز جب کوئی عورت اورنو جوان لڑکی کسی قسم کی گاڑی چلاتی ہے،تو حیرت کی وجہ سے یااس کی ادا پسند آنے کی وجہ سے مردوں کی نگاہیں اس کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہیں؛ اس لئے عورتوں کے لئے گاڑی چلانا جائز نہ ہوگا؛ کیونکہ اس سے آیت کریمہ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰی. [الاحزاب: ۳۳] کی مخالفت لازم آتی ہے۔
(مستفاد: فتاوی رحیمیہ قدیم ۴۲۵/۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱/ ۳۹۱۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/۳/۱۴۱۵ھ

ملازم سے پردہ واجب ہے یا نہیں؟

سوال [۱۰۶۴۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے خسر کی ہمراہ مشین پر ایک لڑکا شیعہ مذہب سے تعلق رکھنے والا کام کرتا تھا، بچہ ہونے کی وجہ سے آمد ورفت کا تعلق گھر کے اندر بھی تھا؛ لیکن اب وہ بچہ جوان ہوگیا ہے، اوراس کی شادی بھی ہوگئی ہے، اس کے یہاں بچہ کی پیدائش پر میری خوشدامن میری بیوی کواس کے گھر لے گئیں، جب مجھے علم ہوا، تو میں نے ایکشن لیا اور کہا کہ شرعاً پردہ فرض ہے، اگر چہ وہ بچپن میں گھر کے اندر آتا جاتا تھا؛ اس لئے آپ کو بالکل لے جانے کا حق نہیں ہے، میری ساس نے غلطی کا اقرار کیا؛ لیکن میرے خسر نے مسئلہ پردہ بتانے پر برجستہ یہ کہا کہ یہ مولوی لوگ لوجھڑ (لایعنی باتیں) بتایا کرتے ہیں، تو حل طلب مسئلہ یہ ہے:

(۱) کیا اس شیعہ سے پردہ واجب ہے یا نہیں؟

(۲) میرے خسر نے مسئلہ بتانے پر جو کلمات اپنی زبان سے ادا کئے یہ کفریہ ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو کیا تجدید نکاح ضروری ہوگا؟

المستفتی: محمد حذیفہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: (۱)شیعہ مذہب کے اس اجنبی مرد کے سامنے سنی عورتوں کا بغیر کسی پردہ کے آنا جانا قطعاً جائز نہیں ہے، اس سے پردہ کرنا واجب ہے۔(مستفاد: امدادالفتاوی ۱۷۹/۴)

منع النظر من الشابة في زماننا ولولا بشهوة. (روح المعاني، سورة الأحزاب: تحت تفسير الآية ٥٩، جزء ٢٢، مكتبه زكريا ١٢ /١٢٨، در مختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، كراچي ٦/ ٣٧٠، زكريا ٩/ ٥٣٢)

(۲) شرعی مسئلہ بتانے پر خسر کا ایسا جملہ استعمال کرنا نہایت خطرناک ہے، موجب کفر بھی بن سکتا ہے توبہ کر کے تجدید نکاح کرلینا چاہئے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۳۵/۱، جدید زکریا مطول ۳۷۳/۱)

وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة، وتجديد النكاح.

(در مختار ٤/ ٢٤٧)

وإذا كان الفقيه يذكر شيئًا من العلم أويروي حديثًا صحيحًا، فقال: آخر أين هيج نيست درده فهذا كفر. (عالمگيري، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، زكريا قديم ٢/ ٢٧١، جديد ٢/ ٢٨٢، تاتارخانية، زكريا ٧/ ٣٣٤، رقم: ١٠٦٢٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۷۹۹/۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۷/۴/۲۶ھ

غیر محرم عورتوں کو چوڑی پہنانا

سوال [۱۰۶۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: کہ چوڑی فروش کا کام کرنا اور غیر عورتوں کی کلائی پکڑ کر چوڑی پہنانا کیسا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟

المستفتی: عنایت اللہ، گودھرا (گجرات)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: غیر محرم عورتوں کی کلائی پکڑ کر چوڑیاں پہنانا حرام ہے، اگر پکڑتے وقت شہوت ابھر جائے، تو اس عورت کی نسل میں کسی لڑکی کے ساتھ نکاح ہمیشہ کے لئے ناجائز ہو جائے گا۔

فلا يحل مس وجهها، وكفها، وإن أمن الشهوة؛ لأنه أغلظ ولذا تثبت به حرمة المصاهرة. (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، كراچي ٦/٣٦٧، زكريا ٩/٥٢٨)

ولايحل له أن يمس وجهها، ولا كفها، وإن كان يأمن الشهوة. (هندية، كتاب الكراهية، الباب الثامن، زكريا قديم ٥/٣٢٩، جديد ٥/٣٨١، تاتارخانية، زكريا١٨/٩٥، رقم:٢٨١٤٧، المحيط البرهاني، المجلس العلمي بيروت ٨/٣٠، رقم:٩٥١٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ذی قعدہ ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۵/۱۵۶۰)

(٦) باب مايتعلق بالشعر (بالوں سے متعلق)

بال رکھنے کا مسنون طریقہ

سوال [۱۰٦۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سر کے بال منڈانا سنت ہے یا مستحب یا پٹھے بال رکھنا سنت ہے یا مستحب؟ اور پٹھے بال رکھنے کی کیا حد ہے؟ اور کتنے طریقے ہیں؛ اس لئے کہ بعض لوگوں کو گردن کے اخیر تک پٹے رکھے ہوئے دیکھا ہے، اور بعضوں کو نصف گردن تک اور بعضوں کو سر کے آخری حصہ تک۔ مفصل طریقہ تحریر فرمائیں کہ پٹھے رکھنے کی صورت میں مذکورہ تینوں صورتوں میں کیا کیا حکم ہے؟

المستفتی: سعید احمد سیوانی، مدرسہ مظاہر علوم، سہارن پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حضور ﷺ عام طور پر جو بال رکھتے تھے، وہ کانوں کی لو تک ہوتے تھے، جس کو وفرہ کہا جاتا ہے اور کبھی لمبے ہو کر نصف گردن تک ہوتے تھے، جس کو لمہ کہا جاتا ہے اور کبھی کاٹنے میں تاخیر ہو جاتی، تو مونڈھوں کے قریب تک ہو جاتے تھے، جس کو جمہ کہا جاتا ہے، پھر کبھی کاٹ کر لو کے برابر کرتے تھے اور کبھی لو سے نیچے کاٹ دیتے تھے، مگر گردن تک چھوڑنے کا معمول نہیں تھا؛ بلکہ کاٹنے میں جب تاخیر ہو جاتی، تو وہاں تک پہونچ جاتے تھے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴/ ۲۲۴)

لیکن طالبان علم دین کے لئے طالب علمی کے زمانہ میں مذکورہ تینوں قسموں میں سے کسی بھی ایک قسم کو اختیار کرنا مناسب نہیں ہے؛ بلکہ مونڈ وادے؛ کیونکہ منڈانا بھی سنت ہے یا برابر کر کے کٹادے۔

وفي رواية: كان يضرب شعره منكبيه، وفي رواية إلى أنصاف أذنيه، وفي رواية: بين أذنيه وعاتقه، قال أهل اللغة: الجمة الشعر الذي نزل إلى المنكبين، والوفرة: ما نزل إلى شحمة الأذنين، واللمة: التي لمت بالمنكبين – إلى – وذالك لإختلاف الأوقات. (نووي على هامش مسلم، باب صفة شعره صلى الله عليه وسلم، وصفاته، وحليته، النسخة الهندية ۲/۲۵۸، تحت رقم الحديث: ۲۳۳۷، عمدة القاري، دار أحياء التراث العربي ۲۲/۵۳، زكريا ۱۵/۹۹-۱۰۰، ارشاد الساري، دار الفكر ۸/۴۶۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/رجب المرجب ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۲/۴۹۴۴)

کیا بیچ سر میں مانگ نکالنا مرد وعورت دونوں کے لئے سنت ہے

سوال [۱۰۶۵۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سر کے بالوں میں مانگ نکالنا سنت ہے، تو کیا یہ سنت مرد وعورت سب کے لئے عام ہے، یا مردوں کے ساتھ خاص ہے؟ نیز مشہور ہے کہ مرد سر کے بیچ میں مانگ نکالے اور عورت سر کے بائیں جانب کنارے پر مانگ نکالے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آپ اولاً سنت عمومی یا خصوصی کی وضاحت فرمادیں بعدہ مانگ کا محل متعین فرما کر مرد وعورت دونوں کے متعلق ممکن حدتک عربی عبارت کا صریح جزئیہ یا کوئی حدیث شریف اس نوعیت کی ہو، تو اسے بھی نقل فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: محمد شمیم قاسمی (مہاراشٹر)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سر کے بالوں میں مانگ نکالنا سنت ہے۔

عن عائشةؓ قالت: كنت إذا فرقت لرسول الله صلى الله عليه وسلم رأسه صدعت فرقة عن يافوخه، وأرسلت ناصيته بين عينيه. (مسند أحمد بن حنبل ٦/٢٧٥، رقم: ٢٦٨٨٧، ٦/٩٠، رقم: ٢٥١٠١، سنن أبي داؤد، باب ماجاء في الفرق، النسخة الهندية ٢/٥٧٦، دار السلام رقم: ٤١٨٩، مشكوة شريف ٣٨١)

اور یہ سنت سنت عمومی ہے؛ کیونکہ جب مردوں کے لئے مانگ نکالنا سنت ہے، تو عورتوں کے لئے بدرجہ اولیٰ ہے؛ اس لئے کہ عورت زیب وزیبائش کی زیادہ حقدار ہے۔ (مستفاد: مظاہر حق جدید ۵/۵۱۶)

نیز بیچ میں مانگ نکالنا مرد وعورت دونوں کے لئے سنت ہے، جیسا کہ لفظ حدیث عن یافوخہ سے پتہ چلتا ہے، ٹیڑھی مانگ نکالنا یہ متغربین کا طریقہ ہے۔ (فتاوی محمودیہ قدیم ۵/۱۰۳، جدید ڈابھیل ۱۹/۴۳۳)

اور عورتوں کے لئے ٹیڑھی مانگ نکالنے کی جو بات کہی گئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷؍محرم الحرام ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴/ ۶۴۴۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹؍۱؍۱۴۲۱ھ

زیب وزینت کے لئے بار بار مانگ نکالنا اور مانگ نکالنے کا سنت طریقہ

سوال [۱۰۶۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) حدیث شریف میں جو روزانہ کنگھا کرنے کی ممانعت آئی ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا حضور ﷺ ہر وضو کے بعد کنگھا کیا کرتے تھے، ایک شخص ہر وضو کے بعد کنگھا کرتا ہے، کیا ازروئے شرع یہ ناجائز ہے؟

(۲) کیا مانگ نکالنا سنت ہے، اگر ہوتو وضاحت فرمائیں مانگ بیچ سر میں نکالنا سنت ہے، یا دائیں بائیں جانب عورت ومرد میں کوئی فرق ہو، تو وضاحت فرمائیں ایک صاحب کا کہنا کہ مرد کے لئے بیچ سر میں مانگ نکالنا سنت ہے، اگر درست ہے تو تصویب فرمائی جائے؟

وسط رأس اور دائیں بائیں جانب دونوں طرف مانگ نکالنا جائز ہے، تو بہتر کس طرف نکالنا ہے؟ بیچ سر میں یا دائیں بائیں جانب ہر جز کا جواب مدلل دیں۔

المستفتی: ضیاء الرحمٰن، چوہان بانگر، دہلی-۵۳

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زیب وزینت کے لئے بار بار کنگھا کرنے کی ممانعت حدیث میں اس لئے آئی ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی اپنی ذمہ داری سے آزاد ہوکر خود پسندی میں لگ جائے گا، ہاں البتہ بکھرے ہوئے بالوں اور ڈاڑھیوں کو کسی بھی وقت کنگھے سے درست کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

المستفاد والمراد بالنهي عن المواظبة عليه والاهتمام به، فإنه مبالغة في التزئين وتهالک في التحسين. (حاشية مشكوة ٣٨٢)

عن أبي هريرةؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من كان له شعر فليكرمه. (سنن أبي داؤد، باب في اصلاح الشعر، النسخة الهندية ٢/٥٧٣، دار السلام رقم:٤١٦٣، المعجم الأوسط، دار الفكر٦/١٩٥، رقم:٨٤٨٥، مشكوة المصابيح ٢/٣٨٢)

(۲) مرد کے لئے بیچ سر میں مانگ نکالنا سنت ہے۔

عن عائشةؓ قالت: كنت إذا فرقت لرسول الله صلى الله عليه وسلم رأسه صدعت فرقة عن يافوخه، وأرسلت ناصيته بين عينيه. (مسند أحمد بن حنبل ٦/٢٧٥، رقم:٢٦٨٨٧، شمائل ترمذي٣، سنن ابن ماجه، النسخة الهندية ٢/٢٥٩،

دارالسلام رقم:٣٦٣٣، مسند أبي يعلي الموصلي، دار الكتب العلمية بيروت ٤/٤٦، ٢٤٣، رقم: ٤٣٩٦، ٤٧٩٨)

قوله أرسل ناصيته معناه أنها ترسل نصف الناصية في يمين ذلك الفرق والنصف الآخر في يساره عن بين عينيه، بأن يكون الفرق محاذ يا لما بين عينيه. (حاشية أبو داؤد ٢/٥٧٦)

والفرق سنة في الشعر (إلى قوله) أي وسط رأسه. (بذل المجهود، باب ماجاء في الفرق، دار البشائر الإسلامية ١٢/٢١٤، ٢١٥، سهارنپور قديم ٥/٧٦)

عورت دائیں یابائیں جس طرف چاہے مانگ نکال سکتی ہے؛ جبکہ فساق کی مشابہت کے قصد سے خالی ہواور محض زینت کے لئے ہو۔ (مستفاد: فتاوی احیاء العلوم ۳۰۵)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳/ ۵۳۵۷)

عورت مانگ کس طرح نکالے؟

سوال [۱۰۶۵۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مردوں کے لئے سر کے بیچ میں مانگ نکالنا سنت ہے، عورتوں کے لئے مانگ نکالنے کا کونسا طریقہ مسنون ہے؟

المستفتی: محمد ابراہیم، رام پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس طرح مردوں کے لئے بیچ میں مانگ نکالنا مسنون ہے، اسی طرح عورتوں کے لئے بھی بیچ میں مانگ نکالنا مسنون ہے؛ کیونکہ حدیث میں مطلق رأس کا حکم ہے، جس میں مردوں اور عورتوں کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

والفرق سنة؛ لأنه الذي رجع إليه صلى الله عليه وسلم والظاهر إنه إنما رجع إليه بوحي. لقوله إنه كان يجب موافقة أهل الكتاب فيما لم يؤمر فيه-إلى-والحاصل أن الصحيح المختار جواز السدل. (مرقات، باب الترجل، امداديه ملتان ۸/۲۹۳، شرح الطيبي، كراچي ۸/۲۴۹، تحت رقم الحديث: ۴۴۲۵، شرح النووي على مسلم، النسخة الهندية ۲/۲۵۸، تحت رقم الحديث: ۲۳۳۶)

الفرق أي فرق شعر الرأس هو قسمته في المفرق، وهو وسط الرأس وأصله، من الفرق بين الشيئين والفرق مكان انقسام الشعر من الجبين إلى دارة وسط الرأس. (فتح الباري، باب الفرق، اشرفية ۱۰/۴۴۲، دار الفكر ۱۰/۳۶۱، تحت رقم الحديث: ۵۹۱۷، عمدة القاري، دار احياء التراث العربي ۲۲/۵۵، زكريا ۱۵/۱۰۳-۱۰۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/ ۷۹۳۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۲/۱۹ھ

لڑکیوں کے بال کس عمر تک مونڈنے کی اجازت ہے؟

سوال [۱۰۶۵۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ لڑکیوں کے سر کے بال کٹانے مونڈنے کا کیا حکم ہے؟ کتنے سال کی عمر تک سر کے بال کاٹے یا مونڈے جاسکتے ہیں؟

المستفتی: رئیس الدین، محلّہ ڈھاران، گڑھی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مطلقاً لڑکیوں کے بال کسی عذر مثلاً سر کے درد وغیرہ کی وجہ سے منڈوانے کٹوانے کی اجازت ہے اور بغیر کسی عذر کے کٹوانا منڈوانا مکروہ وناجائز ہے۔

ولو حلقت المرأة رأسها، فإن فعلت بوجع أصابها لا بأس به، وإن فعلت ذلک شبهًا بالرجل فهو مکروه. (هندية، الباب التاسع عشر، في الختان، زکریا قدیم ٥/٣٥٨، جدید ٥/٤١٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ر جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱/ ۴۰۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۵/۲۷ھ

سفید بال مؤمن کا نور

سوال [۱۰۶۵۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سفید بالوں کے بارے میں جو آیا ہے کہ یہ مؤمن کا نور ہے، مفتی صاب سے گذارش ہے کہ یہ روایت کن کتب احادیث میں ہے؟ بحوالہ نقل فرمادیں کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد ناظر، بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس روایت میں سفید بالوں کو مؤمن کا نور کہا گیا ہے، وہ مختلف کتب احادیث میں موجود ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده، أن النبي صلی اللّٰه علیه وسلم نهی عن نتف الشیب، وقال: إنه نور المسلم. (ترمذي شریف، باب ماجاء في النهي عن نتف الشیب، النسخة الهندیة ٢/١٠٩، درا السلام رقم: ٢٨٢١)

عن عمرو بن شعیب عن جده أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: لا تنتفوا الشیب، فإنه نور المسلم، من شاب شیبة في الإسلام کتب اللّٰه له بها حسنة وکفر عنه بها خطیئة ورفعه بها درجةً. (مسند أحمد ٢/٢١٠، رقم: ٦٩٦٢، ٢/١٧٩، رقم: ٦٦٧٢)

عن فضالة بن عبيد أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من شاب شيبة في الإسلام كانت له نوراً يوم القيامة، فقال رجل: إن رجالاً ينتفون الشيب، فقال: رسول الله صلى الله عليه وسلم: من شاء نتف شيبه، أو قال: نوره وفي رواية ابن لهيعة: من شاء فلينتف نوره. (شعب الإيمان للبهيقي، فصل في كراهية نتف الشيب، دار الكتب العلمية بيروت٥/ ٢١٠، رقم:٦٣٨٨)

عن عمرو بن عبسة السلمي سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من شاب شيبةً في الإسلام، أو قال في سبيل الله كانت له نورًا يوم القيامة ما لم يخضبها، أو ينتفها. (شعب الإيمان للبيهقي، فصل في كراهية نتف الشيب، دار الكتب العلمية بيروت ٥/ ٢١٠، رقم:٦٣٨٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۱۵۰۶)

سفید بال والے اور تین قسم کے لوگوں کے اعزاز واکرام کا لزوم

سوال [۱۰۶۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تین قسم کے لوگوں کا اعزاز واکرام کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی عظمت دل میں پیدا کرتا ہے۔(۱) سفید بال والے (۲) عادل بادشاہ، (۳) عالم دین۔ مفتی صاحب سے گذارش ہے کہ از راہ کرام یہ حدیث کتب احادیث کے حوالوں سے نقل فرمادیں۔

المستفتی: محمد عادل، بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ روایت جس میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ

تین قسم کے لوگوں کا اعزاز و اکرام کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی عظمت دل میں پیدا کرنا ہے۔ درج ذیل کتب احادیث میں موجود ہے۔

عن أبي هريرةؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن من تعظيم جلال الله عزو جل إكرام ذي الشيبة في الإسلام، وإن من تعظيم جلال الله إكرام الإمام المقسط. (شعب الإيمان للبيهقي، باب في رحم الصغير وتوقير الكبير، دار الكتب العلمية بيروت ٧/ ٤٦٠، رقم:١٠٩٨٨)

عن أبي موسىٰ الأشعريؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن من إجلال الله إكرام ذي الشيبة المسلم، وحامل القرآن غير الغالي فيه، والجافي عنه وإكرام ذي السلطان المقسط. (أبو داؤد، باب في تنزيل الناس منازلهم، النسخة الهندية ٢/ ٦٦٥، دار السلام رقم:٤٨٤٣، كذا في مصنف ابن أبي شيبة، مؤسسه علوم القرآن جديد ١٧/ ٣٨٠، رقم: ٣٣٢٨)

عن أبي أمامةؓ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ثلاثة لا يستخف بحقهم إلا منافق ذو الشيبة في الإسلام وذو العلم، وإمام مقسط. (المعجم الكبير، دار أحياء التراث العربي ٨/ ٢٠٢، رقم:٧٨١٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰؍ ۱۱۵۰۷)

غیر مجاہدین کے لئے مونچھیں بڑھانا

سوال [۱۰۶۵۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض آدمی مونچھیں اوپر چڑھاتے ہیں، اس طرح اوپر چڑھانا غیر مجاہدین کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: زبیر عالم، شاہدرہ- دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت میں اصل حکم تو داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کتروانے کا ہے، مگر مجاہدین کے لئے مونچھیں بڑھانے کی گنجائش ہے تاکہ دشمن دیکھ کر مرعوب وخائف ہو، غیر مجاہدین کے لئے زیادہ مونچھیں بڑھانا جائز نہیں ہے۔

عن عامر بن عبد الله بن الزبير أن عمر بن الخطابؓ كا ن إذا غضب فتل شاربه ونفخ. (المعجم الكبير للطبراني، دار أحياء التراث العربي ١/٦٦، رقم:٥٤)

قالوا لابد عن طول الشارب للغزاة؛ ليكون أهيب في أعين العدو، كذا في الغياثية. (الهندية، الباب التاسع عشر في الختان، و الخصاء...... زكريا قديم ٥/٣٥٨، جديد ٥/٤١٤، المحيط البرهاني، المجلس العلمي٨/٧٨، رقم:٩٦٥٥)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲/ربیع الاول ۱۴۱۸ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۵۲۰۶/۳۳)	۱۴۱۸/۳/۲ھ

سر پر دو چوٹیاں باندھنا

سوال [۱۰۶۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورت کے سر کے اگلے حصہ کے بال چھوٹے ہوں اور ایک چوٹی میں اچھی طرح پکڑے نہ جانے کی وجہ سے بار بار بکھر کر دوپٹہ سے باہر آجاتے ہوں، تو بالوں کی حفاظت اور انہیں نامحرم کے سامنے کھلنے سے بچانے کے لئے اگر وہ دو چوٹیاں ڈالا کرے، تو شرعًا کوئی قباحت تو نہیں ہے؟

المستفتی: مفتی ابرارالحق، لاتور، مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دوچوٹیاں باندھنے یاسنگار کرنے میں بالوں کی حفاظت اور نامحرم کی نگاہ سے بچانے کے علاوہ کافر یا فاسق لوگوں کی اتباع یا فیشن کی کوئی نیت نہیں ہے، تو شرعًا اس کی اجازت ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۴۲/۵، جدید ڈابھیل ۴۳۹/۱۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍محرم الحرام ۱۴۱۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۳۸۵/۳۲)

مجیب کا جواب صحیح ہے

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نیز صحابیہ عورتیں بھی اپنے اپنے سروں پر دویا اس سے زیادہ چوٹیاں باندھنے میں کسی قسم کی قباحت نہیں سمجھتی تھیں۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میرے سر پر کئی کئی چوٹیاں ہونے کی وجہ سے بار بار غسل جنابت کے لئے سب کو کھولنا دشوار ہو گیا تھا۔

عن أم سلمةؓ، قال: قلت یا رسول اللہ! إني امرأة أشد ضفر رأسي فأنقضه لغسل الجنابة الحدیث (صحیح مسلم، باب حکم ضفائر المغتسلة، النسخة الهندیة ۱۴۹/۱، بیت الأفکار رقم: ۳۳۰، سنن الترمذي، باب هل تنقض المرأة شعرها عند الغسل، النسخة الهندیة ۱۶/۱، دار السلام رقم: ۱۰۵، سنن أبي داؤد، باب المرأة هل تنقض شعرها عند الغسل، النسخة الهندیة ۳۳/۱، دار السلام رقم: ۲۵۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍ربیع الاول ۱۴۱۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۳۸۵/۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۳/۹ھ

عورتوں کا دو چوٹیاں باندھنا

ســــوال[۱۰۶۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا عورتیں دو چوٹیاں باندھ سکتی ہے، جیسے ہندولڑکیاں دو چوٹیاں باندھتی ہیں؟ اگر نہیں تو عورت کے مرنے کے بعد اس کے سر کے بالوں کے دو حصے کرنے کے بعد دائیں بائیں سینہ پر اس کے بال کیوں ڈال دیئے جاتے ہیں، مثبت یا منفی جواب تحریر فرماتے وقت دلیل ضرور تحریر فرمائیں۔

المستفتی: عبدالوحید، امروہی، مکان ۱۴/۱ امروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دو یا زائد چوٹیاں باندھنے کا جواز حدیث سے ثابت ہے، اور صحابیہ عورتوں کا کئی چوٹیاں باندھنا اور حضور ﷺ کا نکیر نہ فرمانا ثابت ہے، ہندوعورتیں دو چوٹیاں باندھتی ہیں، تو اس سے مسلم عورتوں کا ہندوعورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا لازم نہیں آتا؛ کیونکہ یہ مسلم عورتوں کا پرانا طریقہ زینت ہے، جیسا کہ اگر یہودی اور سکھ ڈاڑھی رکھتے ہیں، تو مسلمانوں پر ڈاڑھی کی ممانعت نہیں ہے؛ اس لئے کوئی اشکال نہیں ہونا چاہیئے۔

عن أم سلمة أن امرأة جاءت إلى أم سلمةؓ بهذا الحديث قالت: فسألت لها النبي صلى الله عليه وسلم بمعناه، قال فيه: واغمزي قرونک عند كل حفنة. (سنن أبي داؤد، باب في المرأة هل تنقض شعرها عند الغسل، النسخة الهندية ۱/۳۳، دار السلام رقم: ۲۵۲)

سبحان من زين الرجال باللحي والنساء بالذوائب. (كشف الخفاء، دار الكتب العلمية بيروت ۱/۳۹۳، رقم: ۱۴۴۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۶/۲۲۳۲)

مسلم عورتوں کا مانگ میں افسا لگانا

سوال[۱۰۶۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہندوؤں کی عورتیں اپنی مانگ میں سیندور لگاتی ہے، تو کیا مسلمان عورتیں سیندور کی جگہ اپنی مانگوں پر کوئی اور چیز مثلاً افسا (ایک سنہری چیز ہوتی ہے) اسے استعمال کرسکتی ہیں یانہیں؟

المستفتی: محمد کلیم الدین، پرتا بگڈھی، متعلم: دورۂ حدیث مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہتر اور افضل یہی ہے کہ مسلمان عورتیں اپنی مانگ پر کسی قسم کا رنگ نہ لگائیں، اس سے غیروں کی مشابہت آجاتی ہے؛ البتہ شوہر کو خوش کرنے کے لئے جس طرح بھی چاہے مانگ نکال کر زیب وزینت کرسکتی ہیں اور پیشانی کے اوپر مانگ کے بیچ میں کسی طرح کا رنگ لگانا غیر مسلم عورتوں کا شعار اور علامت ہے؛ اس لئے کسی بھی طرح کا رنگ مانگ میں لگانا مسلم عورتوں کے لئے مناسب نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱/۲۹۳، جدید ڈابھیل ۱۹/۵۵۷)

عن ابن عمرؓ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من تشبہ بقوم فھو منھم. (سنن أبي داؤد، باب في لبس الشهرة، النسخة الهندية ۲/۵۵۹، دار السلام رقم: ۴۰۳۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/صفر المظفر ۱۴۲۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۸۷۲۲/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۶/۲/۲۲ھ

بچیوں کے سروں پر پھول باندھنے اور دو چوٹیوں کا حکم

سوال [۱۰۶۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ بچیوں کے سروں پر جو پھول باندھ دیتے ہیں جو کہ عام رواج ہوگیا ہے، دوسرے چوٹی باندھنا اس کا جواز ہے یا حرام ہے؟

المستفتی: نورالعابدین، باروڈگران، نولگڑھ (راجستھان)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پھول زینت کی چیز ہے، اس کو لڑکیوں کی چوٹیوں میں لگانے میں کوئی حرج نہیں اور دو یا زیادہ چوٹیاں باندھنا صحابیہ عورتوں سے ثابت ہے۔

عن أم سلمةؓ، قالت: قلت یا رسول اللّٰہ! إني امرأة أشد ضفر رأسي فأنقضه لغسل الجنابة الحدیث (صحیح مسلم، باب حکم ضفائر المغتسلة، النسخة الهندیة ۱/۱۴۹، بیت الأفکار رقم: ۳۳۰، مسند الدارمي، دار المغني ۱/۷۴۳، رقم: ۱۱۹۶) فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ
۴/ ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۸/ ۲۹۱۳)

گدی یا گردن کے بال استرے سے صاف کرنا کیسا؟

سوال [۱۰۶۶۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گدی اور گردن کے بال استرے سے صاف کرانا کیا حکم شرعی رکھتا ہے؟

المستفتی: محمد ابرہیم، رام پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گدی الگ عضو ہے اور اس سے ہٹ کر گردن دوسرا الگ عضو ہے اور گدی سر کے پیچھے کا حصہ ہے، اور گردن کان کی لو کے بعد سے شروع ہوتی ہے؛ لہٰذا گدی کے بال استرے سے صاف کردیا جائے اور سر کا بقیہ حصہ صاف نہ

کرے، تو یہ قزعہ میں داخل ہوکر نا جائز اور ممنوع ہے اور صرف گردن کے بال استرے سے صاف کرلیا جائے، تو بلا کراہت جائز اور درست ہے؛ اس لئے کہ یہ قزعہ میں داخل نہیں ہے۔

(مستفاد: امداد الفتاوی، زکریا ۴/۲۲۴، فتاوی رشیدیہ جدید ۲/۶۷،۳، ص:۱۹، رشید قدیم ۵۹۰، جدید زکریا ۵۸۷، احسن الفتاوی ۸/۷۶)

عن ابن عمر أن النبي صلى الله عليه وسلم نهي عن القزع، وهو أن يحلق رأس الصبي فتترک له ذؤابة. (سنن أبي داؤد، باب في الذوائبة، النسخة الهندية ۲/۵۷۷، دار السلام رقم: ۴۱۹۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ رجب المرجب ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۱/۱۲۰۰۳)

سینہ کے بال صاف کرنا کیسا؟

سوال [۱۰۶۶۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض لوگوں کے سینہ پر زیادہ بال ہوتے ہیں، اس کو صاف کرنا کیسا ہے؟ اور اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتی: محمد عادل، سیوہاروی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سینہ کے بال صاف کرنا جائز اور درست ہے، تاہم یہ خلاف ادب ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۴/۲۲۴، محمودیہ میرٹھ ۲۷/۴۲۷، فتاوی دار العلوم ۱۶/۲۳۴، محمودیہ ڈابھیل ۱۹/۴۴۴، کتاب الفتاوی ۶/۱۴۳)

وفي حلق شعر الصدر والظهر ترک الأدب. (هندية، الباب التاسع عشر، زكريا قديم ۵/۳۵۸، جديد ۵/۴۱۴، الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۸/۱۰۰)

وفي اليتيمة: سألت أبا الفضل عمن حلق شعر صدره، أوظهره هل له ذلک؟ فقال: هو تارک الأدب. (تاتارخانية، زكريا ١٨/ ٢١١، رقم: ٢٨٥٤١)

وفي حلق شعر الصدر والظهر ترک الأدب، كذا في القنية.

(شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، زكريا ٩/ ٥٨٣، كراچي ٦/ ٤٠٧)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۱۵۰۹/۴۰)

عورت کا شوہر کو خوش کرنے کے لئے بدن کے بال صاف کروانا

سوال [۱۰۶۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بیوٹی پارلر میں عورتیں اپنے بدن کے بالوں کو صاف کروانے جاتی ہیں، بعض عورتوں کے ہاتھ، پیر میں بال زیادہ ہوتے ہیں، جس کو شوہر پسند نہیں کرتا ہے، اسی طرح اس کے چہرہ اور بھوں میں بال شوہر پسند نہیں کرتا ہے، تو کیا شوہر کو خوش کرنے کے لئے عورتیں ایسا کرسکتی ہیں یا نہیں؟

المستفتی: محمد ابراہیم، رام پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت شوہر کی خوشنودی ورضاء کی خاطر ہاتھ پیروں کے بال اور چہرہ سے رواں وغیرہ صاف کرسکتی ہے، فقہاء کرام نے اس کی اجازت دی ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۱۹/ ۴۴۴، میرٹھ ۲۷/ ۴۶۷، دینی مسائل اوران کا حل ۳۱۹، آپ کے مسائل اوران کا حل ۸/ ۳۲۳)

ولابأس أن تعرّي المرأة عن الشعر. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر واللمس، زكريا ٩/ ٥٣٦، كراچي ٦/ ٣٧٣)

عن أم سلمةؓ، أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا أطلي بدأ بعورته، فطلاها بالنورة، وسائر جسده أهله. (سنن ابن ماجه، باب الاطلاء بالنورة، النسخة الهندية ۲/ ۲٦٦، دار السلام رقم: ۳۷٥۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۱۵۲۲)

بیوی کوخوش کرنے کے لئے سینہ کے بال صاف کرنا

سوال [۱۰۶۶۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض لوگوں کے بدن میں بہت زیادہ بال ہوتے ہیں، جیسے چہرہ، سینہ، پیر، ہاتھ وغیرہ تو اپنے بدن کے بالوں کو صاف کر کے ٹھیک کرسکتا ہے یا نہیں؟ بسا اوقات بیوی اس کو قطعاً پسند نہیں کرتی، تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد ابراہیم، رام پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جن لوگوں کے بدن پر بہت زیادہ بال ہوتے ہوں، تو ان کے لئے بدن کے بالوں کو صاف کرنے کی اجازت ہے اور بیوی کو خوش کرنے کے لئے بھی بلا کراہت جائز ہے اور بلا ضرورت خلاف ادب ہے اور ضرورۃً جائز ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم ۱۶/ ۲۳۴، کتاب الفتاوی ٦/ ۱۴۳، محمودیہ ڈابھیل ۱۹/ ۴۴۴، میرٹھ ۲/ ۲۷۴، امداد الفتاوی ۴/ ۲۲۴)

لا بأس بأخذ الحاجبين، وشعر وجهه ما لم يشبه بالمخنث. وفي حلق شعر الصدر، والظهر ترك الأدب. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ۹/ ۵۸۳، كراچي ٦/ ۴۰۷، هندية، زكريا قديم ٥/ ۳٥۸، جديد ٥/ ۴۱۴، الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۸/ ۱۰۰)

وفي اليتيمة: سألت أبا الفضل عمن حلق شعر صدره، أو ظهره

هل له ذلک؟ فقال: هو تارک الأدب. (تاتارخانية، زكريا ١٨/ ٢١١، رقم: ٢٨٥٤١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱؍ جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰؍ ۱۱۵۵۱)

بال کٹوانے کے بعد سر پر استرہ پھیرنا

سوال [۱۰۶۶۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سر کی کٹنگ یا مشین پھرانے کے بعد استرہ سے گدی پر گردہ سا بنانے کا رواج ہے کیا یہ درست ہے؟

المستفتی: محمد یونس احمد، گڑھ (پنجاب)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سر کے بال قینچی سے صاف کرنے کے بعد گردن یا کان پر استرہ پھیرنے کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۴؍۲۲۳، فتاوی رشیدیہ قدیم ۵۹۱، جدید زکریا ۵۸۲)

عن أبي حنيفةؒ يكره أن يحلق قفاه إلا عند الحجامة، كذا في الينابيع.

(عالمگيري، الباب التاسع عشر، زكريا قديم ٥/ ٣٥٧، جديد ٥/ ٤١٣، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، دار الكتاب ديوبند ٥٢٦، الموسوعة الفقهية الكويتية ١٨/ ٩٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶؍ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۲؍ ۴۷۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۶؍ ۳؍ ۱۴۱۷ھ

سر منڈانا کیسا ہے؟

سوال [۱۰٦٦٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بندہ نے غنیۃ الطالبین ۸۰/ پر پڑھا ہے، جس میں لکھا ہے، حج اور عمرہ اور ضرورت کے سوا امام احمدؒ کے نزدیک سر منڈانا برا ہے اور ایک روایت حضور ﷺ سے منقول ہے کہ جس نے سر منڈایا وہ مجھ سے نہیں۔ دار قطنی نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ آقا نے فرمایا کہ حج وعمرہ کے سوا بال نہ منڈوایا جائے، سر کے بال منڈوانے والے میں خارجیوں کی علامت پائی جاتی ہے، حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں، اگر کسی کا سر منڈا ہوا دیکھ لو، تو سمجھو اس میں شیطان کی خاصیت ہے؛ کیونکہ سر منڈانے والا اپنے آپ کو عجم کی ہم صورت بناتا ہے اور آقا کا فرمان ہے کہ جو شخص اپنی صورت کو دوسری قوم کے مشابہ بنائے وہ اسی قوم سے ہے، جو روایت بیان کی گئی ہیں، اس سے سر منڈانے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

المستفتی: نور الزماں، لالباغ، مدرسہ ہذا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سائل نے غنیۃ الطالبین کے حوالے سے سر منڈانے کی کراہت اور ممنوعیت سے متعلق جو روایتیں نقل فرمائی ہیں، وہ اپنی اپنی جگہ صحیح طور پر موجود ہیں۔ اور ان تمام روایات سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ حج وعمرہ کے علاوہ سر منڈانا نہ مسنون ہے، نہ مستحب ہے، نہ بہتر سمجھا گیا ہے اور سر منڈانے سے متعلق حضور اکرم ﷺ سے اور صحابہ سے سنن عادیہ کے طور پر بھی باوجود جستجو اور تلاش کے کوئی روایت دستیاب نہیں ہوسکی، صرف حضرت علیؓ کا وہ عمل جو غسل جنابت سے متعلق مروی ہے وہ دستیاب ہوا کہ غسل جنابت میں اگر بال برابر بھی جگہ باقی رہ جائے، تو غسل درست نہیں ہوتا، اس پر

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب سے میں نے یہ ارشاد سنا، اس وقت سے میں نے اپنے سر سے عداوت کرلی ہے، حضرت علیؓ کی اس روایت کا کیا مطلب ہے؟ محدثین نے اس سلسلے میں دوطرح کی تشریح فرمائی ہے:

(۱) اس سے مراد یہی ہے کہ حضرت علیؓ اس دن کے بعد سے سر منڈا لیا کرتے تھے۔

(۲) بعض محدثین نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اس دن کے بعد سے حضرت علیؓ سر کے بالوں کو جڑ سے کاٹ دیا کرتے تھے منڈاتے نہیں تھے۔ نیز غنیۃ الطالبین میں جہاں سوالنامہ میں نقل کردہ روایات کا ذکر ہے، وہاں پر اس سے متصل سر منڈانے کی اباحت سے متعلق بھی دو روایتیں نقل کی گئی ہیں اور ایک روایت ابوداؤد شریف میں ہے، وہ بھی اس بارے میں واضح نہیں ہے۔

(۱) وہ روایت ہے جس میں حضرت جعفرؓ کے غزوۂ موتہ میں شہید ہونے کے موقع پر ان کے بچے اور گھر والے منع کرنے کے باوجود رو رہے تھے، آخر حضور ﷺ نے ان کو بلا کر سزا کے طور پر سب کے سر منڈاوئے۔

(۲) دوسری روایت ابوداؤد شریف کی ہے، جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ کسی نے اپنے بچے کے سر کے بال کو انگریزوں کی طرح آدھا سر کٹوادیا اور آدھا سر باقی چھوڑ دیا، تو حضور ﷺ نے فرمایا تو پورا منڈادو یا پورا چھوڑ دو ایک روایت غنیۃ الطالبین میں وہ بھی نقل کی ہے، جس میں حضور ﷺ کا آخری عمر میں سر منڈانے کا ذکر ہے اور آخر عمر میں سر منڈانے سے مراد حجۃ الوداع کے موقع پر سر منڈانا اور حج سے واپسی کے دو مہینہ بعد آپ ﷺ کی وفات ہوگئی ہے۔

اب دونوں قسم کی روایات کو سامنے رکھنے کے بعد یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ سر منڈانا نہ مسنون ہے، نہ مستحب ہے اور نہ ہی امر مستحسن ہے، ہاں البتہ حضرت علیؓ کے عمل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے غسل کی آسانی کے لئے سر منڈادیا جائے، تو کوئی قباحت نہیں ہے، مباح اور جائز ہے؛ لہٰذا سر منڈانے کو مسنون نہ سمجھتے ہوئے، اگر کوئی شخص سر منڈاتا ہے،

تو اس کے اوپر کوئی نکیر بھی نہ ہونی چاہئے، مگر افضل یہی ہے کہ سر نہ منڈایا جائے۔ اب دونوں طرح کی روایات ذیل میں درج ہیں ملاحظہ ہو:

(۱) عن جابرؓ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا توضع النواصي إلا في حج، أو عمرة. (المعجم الأوسط للطبراني، دار الفكر ٦/ ٤٨٠، رقم: ٩٧٥، غنية الطالبين ٣٧، حاشية بذل المجهود حجازي ١٧/ ٧٨)

(۲) عن ابن عباسؓ أنه قال: الذي يحلق في المصر خليق بالشيطان. (غنية الطالبين ٣٧)

(۳) قال ابن عباسؓ الذي يحلق رأسه في المصر شيطان. (حاشية بذل المجهود حجازي ١٧/ ٧٨)

(٤) وقال عمر لصبغ لو وجدتک محلوقًا لضربت الذي فيه عيناک بالسيف. (حاشية بذل المجهود حجازي ١٧/ ٧٨، غنيةالطالبين ٣٧، لكن لم يذكر بالسيف)

(٥) عن أبي سعيدن الخدري عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: يخرج ناس من قبل المشرق ويقرؤن القرآن لا يجاوز تراقيهم يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية، ثم لا يعودون فيه حتى يعود السهم إلى فوقه، قيل: ما سيما هم؟ قال: سيما هم التحليق، او قال التسبيد. (بخاري شريف، باب قراءة الفاجر والمنافق......النسخة الهندية ٢/ ١١٢٨، رقم: ٧٢٦١، ف: ٧٥٦٢)

(٦) روي في حديث أبي موسىٰ، وعبيد بن عميرؓ عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: ليس منا من حلق. (غنية الطالبين ٣٧)

اباحت کی روایات ملاحظہ ہو جو کسی نہ کسی علت کے ساتھ معلول ہیں۔

(۱) عن عليؓ قال: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من ترک موضع شعرة من جنابة لم يغسلها فعل بها كذا وكذا من النار،

قال علي رضـ: فمن ثم عاديت رأسي، فمن ثم عاديت رأسي، فمن ثم عاديت رأسي، وكان يجز شعره رضي الله عنه. (أبو داؤد شريف، باب في الغسل من الجنابة، النسخة الهندية ۱/۳۳، دار السلام رقم: ۲٤۹، سنن الدارمي، دار المغني ۱/۵۸۰، رقم: ۷۸، مسند أحمد بن حنبل ۱/۱۰۱، رقم:۷۹٤)

(۲) عن عبد الله بن جعفر أن النبي صلى الله عليه وسلم أمهل آل جعفر ثلاثًا، أن يأتيهم، ثم أتاهم، فقال: لاتبكوا على أخي بعد اليوم، ثم قال ادعو إلى بني أخي، فجئ بنا كأنا أفرخ، فقال: أدعوالي الحلاق، فأمره فحلق رؤوسنا. (أبو داؤدشريف، باب في حلق الراس، النسخة الهندية ۲/۵۷۷، دارالسلام رقم: ٤۱۹۲، المعجم الكبير للطبراني،دار أحياء التراث العربي ۲/۱۰۵، رقم: ۱٤٦۱، ۱۳/۷۹، رقم: ۱۹٤، مشكوة شريف ۲/۳۸۲، غنية الطالبين ۳۸)

(۳) عن ابن عمر أن النبي صلى الله عليه وسلم رأي صبيًا قد حلق بعض رأسه وترک بعضه، فنهاهم عن ذالک، فقال: احلقوه كله، أواتركوه كله. (أبو داؤد، باب في الذوائبة، النسخة الهندية ۲/۵۷۷، دار السلام رقم: ٤۱۹۵ ،مشكوة ۲/۲۸۰)

(٤) روي أن النبي صلى الله عليه وسلم حلق رأسه في آخر عمر بعد أن كان شعره يضرب منكبيه. (غنية الطالبين ۳۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ رمحرم الحرام ۱۴۲۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۷/ ۸۶۶۵)

سفید بالوں پر پیلا خضاب لگانا زیادہ بہتر ہے یا سفید حالت میں چھوڑ دینا؟

سوال [۱۰۶۶۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ بڑھاپے میں سفید بالوں پر خضاب لگانا بہتر ہے یا ان کو بغیر خضاب کے یوں ہی چھوڑے رکھنا زیادہ بہتر ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر کرم فرمائیں۔

المستفتی: محمد عادل، سیوہاروی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: متعدد روایات میں سفید بالوں کی فضیلت وارد ہوئی ہے، مثلاً آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر انسان نے اپنے سفید بالوں پر خضاب نہ لگایا ہو، تو یہ بال بروز قیامت اس کے لئے نور ہوں گے اور آپ علیہ السلام سے سفید بالوں پر حضاب لگانے سے متعلق روایات مختلف ہیں؛ لہٰذا سفید بالوں پر خضاب لگانا اور نہ لگانا دونوں جائز ہے؛ لیکن افضل یہی ہے کہ ان پر حضاب نہ لگایا جائے؛ بلکہ ان کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے؛ کیونکہ حضور ﷺ نے اپنے سفید بالوں پر کبھی کبھی پیلا حضاب لگایا ہے، مگر زیادہ تر حالات اور اکثر اوقات میں پیلا خضاب نہ لگا کر سفید حالت میں چھوڑے رکھا ہے۔

والمختار أنه رسول الله صلى الله عليه وسلم صبغ في وقت، وتركه في معظم الأوقات. (شرح النووي على المسلم ۲/ ۲۵۹)

ويحمل حديث من أثبت الخضاب على أنه عليه السلام فعل ذالک أحيانا ولم يواظب عليه. (تكملة فتح الملهم ٤/ ٥٥٩)

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن النبي صلى الله عليه وسلم نهي عن نتف الشيب، وقال: إنه نور المسلم. (ترمذي شريف، باب ماجاء في النهي عن نتف الشيب، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۹، دار السلام رقم: ۲۸۲۱، مسند أحمد بن حنبل ۲/ ۲۱۰، رقم: ٦٩٦٢)

عن عمرو بن عنبسة السلميؓ سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من شاب شيبة في الإسلام، أو قال: في سبيل الله كانت له نورًا يوم القيامة مالم يخضبها، أوينتفها. (شعب الإيمان، فصل في كراهية نتف الشيب، دارالكتب العلمية بيروت ٥/ ۲۱۰، رقم: ٦٣٨٩)

عن ثابت عن أنسؓ أنه سئل عن خضاب النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم، فذكر أنه لم يخضب؛ ولكن قد خضب أبو بكرؓ، وعمرؓ. (أبو داؤد شريف، باب في الخضاب،النسخة الهندية ٢/٥٧٨، دار السلام رقم: ٤٢٠٩)

عن عثمان بن عبد الله بن موهبؓ، قال: دخلت على أم سلمةؓ، فأخرجت إلينا شعرًا من شعر النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم مخضوباً. (بخاري شريف، باب ما يذكر في الشيب ٢/٨٧٥، رقم: ٥٨٩٧، ف:٥٦٦٨)

عن بن عمرؓ، أن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم كان يلبس النعال السبتية ويصفر لحيته بالورس، والزعفران. (أبوداؤد شريف، باب ما جاء في خضاب الصفرة، النسخة الهندية ٢/٥٧٨، دار السلام رقم: ٤٢١٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف۴۰؍۱۱۴۴۹)

سیاہ خضاب کی شرعی حیثیت

سوال [۱۰۶۶۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سیاہ خضاب لگانا حرام ہے یا مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی؟ بعض روایات سے کالا خضاب لگانا بلا کراہت جائز معلوم ہوتا ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کالا خضاب لگانا جائز نہیں ہے۔ حضرت تھانویؒ اور حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبان کے بعض فتاوی سے مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ معلوم ہوتا ہے اور ان دونوں بزرگوں کے بعض فتاوی سے حرام یا مکروہ تحریمی اور موجب فسق معلوم ہوتا ہے، تو گذارش یہ ہے کہ کالا خضاب لگانے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے یا مکروہ ہے، مفتی صاحب سے گذارش ہے کہ اس مسئلہ پر خاص توجہ فرما کر جو بھی شرعی حکم ہو واضح فرمادیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: عبید اللہ دریاپور، بھاگلپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سرخ اور پیلا خضاب لگانا بالا تفاق جائز ہے، اختلاف سیاہ خضاب کے متعلق ہے، جہاد میں سیاہ خضاب لگانا بالا تفاق جائز ہے اور جہاد کے علاوہ دیگر حالات میں عامۃ المشائخ کے نزدیک مکروہ ہے اور حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیوی کو خوش کرنے کی خاطر بلا کراہت جائز ہے، حضرت تھانویؒ نے امداد الفتاوی ۲۱۳/۴ پر اس موضوع سے متعلق سب سے پہلا فتوی جو لکھا ہے، اس کا حاصل یہی ہے، آگے چل کر کہیں مکروہ تحریمی اور کہیں حرام کے الفاظ استعمال کئے ہیں، حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ نے بھی فتاوی دارالعلوم میں اس موضوع پر چار جوابات دیئے ہیں، فتاوی دار العلوم ۲۴۰/۱۶-۲۴۱ میں چار جوابات کے شروع میں تین جوابات جو دیئے ہیں، ان کا حاصل بھی یہی ہے کہ سیاہ خضاب اکثر مشائخ کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض مشائخ عدم کراہت کے بھی قائل ہیں۔ بہر حال اجتناب بہتر ہے اور مبسوط سرخسی ۱۹۹/۱۰ میں یہ جزئیہ موجود ہے۔

وأما من اختضب لأجل التزئين للنساء، والجواري، فقد منع من ذالک، بعض العلماء رحمهم الله تعالیٰ والأصح، أنه لا بأس به، وهو مروي عن أبي يوسفؒ قال: كما يعجبني أن تتزين لي يعجبها أن أتزين لها. (المبسوط للسرخيي، دار الكتب العلمية بيروت ۱۹۹/۱۰)

اور چوتھا جواب جو لکھا ہے اسمیں کراہت تحریمی ثابت فرمائی ہے اور مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے کفایت المفتی قدیم ۱۷۱/۹-۱۷۲، جدید زکریا مطول ۳۴۲/۱۲ میں سیاہ خضاب لگانے کو صرف مکروہ لکھا ہے، مکروہ تحریمی کہیں بھی نہیں لکھا ہے، حضرت گنگوہیؒ نے باقیات فتاوی رشیدیہ ۳۷۸ میں منع لکھا ہے اور فتاوی رشیدیہ قدیم ۵۸۹، جدید زکریا ۵۸۰ میں اتنا لکھا ہے کہ سوائے سیاہ خضاب کے سب قسم کے خضاب درست ہیں، حضرت گنگوہیؒ نے صاف الفاظ میں مکروہ بھی نہیں لکھا ہے۔

اب ہم کو احادیث شریفہ کے نصوص پر غور کرنا ہے کہ جہاد کے علاوہ یا بیوی کو خوش رکھنے کے مسئلہ کے علاوہ زینت کے لئے سیاہ خضاب لگانا تمام نصوص کے پیش نظر کیا حکم رکھتا ہے، تو اس سلسلہ میں ہم نے احادیث شریفہ کے نصوص کو احاطہ کر کے دیکھا ہے کہ دو قسم کی روایات ہمارے سامنے ہیں، بعض روایات تو وہ ہیں جن سے مطلقاً جواز ثابت ہوتا ہے اور بعض روایات وہ ہیں جن سے عدم جواز ثابت ہوتا ہے؛ اس لئے دونوں قسم کی روایات کو جمع کرنے کے بعد ہم کو غور کرنا ہے کہ سیاہ خضاب لگانا حرام، مکروہ تحریمی اور موجب فسق ہے، جس کی وجہ سے سیاہ خضاب لگانے والے کے پیچھے نماز بھی مکروہ ہوجائے گی یا مکروہ تنزیہی ہے، جس کی وجہ سے سیاہ خضاب لگانے والے پر فسق کا حکم نہیں لگ سکتا اور اس کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہوجائے گی۔

پہلی قسم کی روایات امام طبرانیؒ نے المعجم الکبیر میں حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ اور حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ کا عمل نقل فرمایا ہے کہ یہ دونوں حضرات سیاہ خضاب لگایا کرتے تھے، مصنف ابن ابی شیبہ میں صحیح اور عالی سند کے ساتھ روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت عقبہ بن عامرؓ سیاہ خضاب لگایا کرتے تھے، اور اس کی ترغیب بھی دیا کرتے تھے۔ نیز حضرت حسنؓ وحضرت حسینؓ کا عمل بھی صحیح سند کے ساتھ نقل فرمایا ہے کہ وہ سیاہ خضاب لگایا کرتے تھے اور امام محمد ابن الحنفیہ سے سیاہ خضاب لگانے کے بارے میں سوال کیا گیا، تو انہوں نے جواب دیا ''**لا أعلم به بأسًا**'' (اس میں کوئی حرج نہیں) اور اس موضوع سے متعلق روایات کی تعداد بہت زیادہ ہے؛ اس لئے ساری روایات کو نقل نہ کرتے ہوئے چند روایات نقل کردیتے ہیں، جو حسب ذیل ہیں ملاحظہ فرمائیے:

(۱) عن أبي عشانة المعافري قال: رأيت عقبة بن عامرؓ يخضب بالسواد، ويقول نسود أعلاها وتأبي أصولها. (مصنف ابن أبي شيبة، مؤسسه علوم القرآن ۱۲/۵۵۵، رقم: ۲۵۵۶۹)

(٢) **عن الحسن أنه كان لا يرى باسًا بالخضاب بالسواد.** (مصنف ابن أبي شيبة ١٢/ ٥٥٤، رقم: ٢٥٥٢٣)

(٣) **عن قيس مولى خباب قال: دخلت على الحسنؓ، والحسينؓ وهما يخضبان بالسواد.** (مصنف ابن أبي شيبة ١٢/ ٥٥٤، رقم: ٢٥٥٢٠، المعجم الكبير ٣/ ٩٩، رقم: ٢٧٨٧/ ٢٧٠/ ٢٧٩١)

(٤) **عن أبي عون قال: كانوا يسألون محمداً عن الخضاب بالسواد، فيقول: لا أعلم به باسًا.** (مصنف ابن أبي شيبة ١٢/ ٥٥٤، رقم: ٢٥٥٢٤)

(٥) **عن سعيد بن المسيب أن سعد ابن أبي وقاصؓ كان يخضب بالسواد.** (المعجم الكبير للطبراني، دار احياء التراث العربي ١/ ١٣٨، رقم: ٢٩٥)

(٦) **عن عامر بن سعدؓ أن سعداً كان يخضب بالسواد.** (المعجم الكبير للطبراني ١/ ١٣٨/ ٢٩٦، مجمع الزوائد، دار الكتب العلمية بيروت ٥/ ١٥٨)

اس موضوع سے متعلق بہت ساری روایات نقل کی گئی ہیں۔ دوسری قسم کی روایات جن میں سیاہ خضاب کی ممانعت ہے، ان کی بھی تعداد اچھی خاصی ہے، ان میں سے دو روایتیں ایسی ہیں، جن سے بادی النظر میں کراہت تحریمی کا حکم لگانا ممکن ہے۔

(۱) حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی روایت ہے، جن میں حضرت صدیقؓ کے والد حضرت ابو قحافہ کے بال کو خضاب لگا کر تغیر کرنے کا حکم کیا گیا ہے، اور ان الفاظ سے حضور ﷺ نے حکم فرمایا:

غيروا هذا بشيئ واجتنبوا السواد. (مسلم شريف، باب في صبغ الشعر وتغيير الشيب، النسخة الهندية ٢/ ١٩٩، بيت الأفكار رقم: ٢١٠٢، نسائي شريف، النهي عن الخضاب بالسواد، النسخة الهندية ٢/ ٢٣٦، دار السلام رقم: ٥٠٧٦)

دوسری روایت عبد اللہ ابن عباسؓ کی ہے، جس میں وعید کے الفاظ بھی موجود ہیں، اس میں الفاظ یہ ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يكون قوم يخضبون في آخر

الزمان بالسواد کحواصل الحمام لایریحون رائحة الجنة. (أبوداؤد شریف، باب ماجاء في خضاب السواد،النسخة الهندية ۲/۵۷۸، دار السلام رقم: ۴۲۱۲، سنن النسائي، النهي عن الخضاب بالسواد، النسخة الهندية ۲/۲۳۶، دار السلام رقم: ۵۰۷۵)

اب ان دونوں روایتوں پر غور کرنا ہے، پہلی روایت میں امر کا صیغہ ہے اور امر کا صیغہ وجوب کے لئے ہوتا ہے، اور اس میں حضور ﷺ نے دو جملے امر کے صیغہ کے ساتھ استعمال فرمائے ہیں:

پہلے جملے میں حضرت ابو قحافہؓ کے بالوں کو خضاب لگا کر تغیر کرنے کا حکم فرمایا، دوسرے جملے میں سیاہ خضاب سے اجتناب کا حکم فرمایا۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ اگر سیاہ خضاب سے اجتناب واجب ہے، تو اس کا لگانا حرام یا مکروہ تحریمی ہے، تو پہلا جملہ جس میں سفید بالوں کو خضاب کے ذریعہ تغیر کرنے کا حکم ہے، وہ بھی وجوب پر محمول ہو جائے، تو ایسی صورت میں سفید سفید ڈاڑھی والوں پر خضاب لگانا واجب ہو جائے گا؛ حالانکہ سفید بال سفید داڑھی والوں پر خضاب لگا کر بال کو تغیر کرنے کے وجوب کا قائل کوئی بھی نہیں ہے؛ اس لئے امر کے دونوں صیغے ترغیب پر محمول ہوں گے، وجوب یا تحریم پر نہیں ہو سکتے۔

دوسری حدیث شریف میں ایسی قوم کے بارے میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جن کو جنت کی بو بھی حاصل نہ ہوگی، اس قوم کی حضور ﷺ نے پہچان بیان فرمائی ہیں:

(۱) وہ قوم سیاہ خضاب لگائے گی۔

(۲) اس قوم کی جسمانی کیفیت کبوتروں کے پوٹے کی طرح ہوگی، سیاہ خضاب لگانے کو حضور ﷺ نے اس قوم کی پہچان قرار دی ہے، وعید کی علت قرار نہیں دی ہے، اور جن بزرگوں نے اس کو وعید کی علت قرار دی ہے، ان کو اس حدیث شریف پر دوبارہ نظر ثانی کرنی چاہئے، ورنہ حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ، حضرت جریر ابن عبد اللہ بجلیؓ، حضرت عقبہ ابن عامرؓ اور حضرت حسن و حضرت حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر العیاذ باللہ مکروہ تحریمی کا ارتکاب اور فسق کا الزام عائد ہو سکتا ہے، جو قطعاً درست نہیں ہے۔

نیز حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ اور حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی روایت بالاتفاق ظنی الثبوت ہے اور جواز کی روایات کی وجہ سے ان دونوں روایتوں کی دلالت بھی بالاتفاق ظنی ہے اور جو روایتیں ظنی الثبوت اور ظنی الدلالت ہوتی ہیں، ان سے کراہت تحریمی اور حرمت کا ثبوت نہیں ہوتا؛ بلکہ کراہت تنزیہی کا ثبوت ہوتا ہے؛ اس لئے حضرت گنگوہیؒ اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے بہت محطاط انداز سے حکم لگایا ہے، اور حضرت تھانویؒ اور حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کے اول الذکر فتاوی کا محمل بھی یہی ہے؛ اس لئے سیاہ خضاب لگانا مکروہ تنزیہی ہوسکتا ہے، اور اس کی امامت بھی بلاکراہت درست ہوجائے گی۔ نیز حضرت امام نوویؒ نے اس بات پر اجماع نقل فرمایا ہے کہ ان روایات میں صیغۂ امر سے بالاجماع وجوب کا حکم ثابت نہیں ہے، اور صیغۂ نہی سے بالاجماع مکروہ تحریمی یا حرمت کا ثبوت نہیں ہے؛ لہٰذا صرف مکروہ تنزیہی کا حکم ثابت ہوسکتا ہے اور مکروہ تنزیہی کے ارتکاب سے آدمی فاسق نہیں ہوتا ہے، اور اس کی امامت بلاکراہت درست ہوجاتی ہے، علامہ نوویؒ کی عبارت ملاحظہ فرمایئے:

واختلاف السلف في فعل الأمرين بحسب اختلاف أحوالهم في ذالک مع أن الأمر والنهي في ذالک ليس للوجوب بالإجماع؛ ولهذا لم ينكر بعضهم على بعض خلافه في ذالک قال: ولايجوز أن يقال فيهما ناسخ ومنسوخ. (شرح نووي على المسلم ٢/ ١٩٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٩ / شوال المکرّم ١٤٣٥ھ
(فتویٰ نمبر: الف ١١٦٨٣/٤١)

بیوی کو خوش کرنے کے لئے امام صاحب کا خضاب لگانا

سوال [١٠٦٦٩]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ زید کی عمر ۳۵ رسال ہے، جو شادی شدہ ہے اور اس کا ایک بچہ بھی ہے، وہ کسی مسجد میں امامت کرتا ہے، ایک مرتبہ سخت بیماری میں مبتلا ہونے پر اس نے اپنی بیماری کا علاج کرایا، جس کی وجہ سے اس کے سارے بال داڑھی سمیت مکمل سفید ہوگئے، اس کی بیوی کو یہ پسند نہیں ہے؛ چنانچہ بیوی کا کہنا یہ ہے کہ اگر وہ سیاہ خضاب استعمال نہ کرے، تو میں اس سے الگ ہو جاؤں گی، ادھر مصلیوں کا کہنا ہے کہ اگر وہ سیاہ خضاب استعمال کرے گا، تو ہم اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے، ایسی صورت میں زید کونسی راہ اختیار کرے؟

المستفتی: محمد مصدق حسین، مغربی بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیوی کو خوش کرنے اور گھر کو اجڑ جانے سے حفاظت کے واسطے داڑھی پر سیاہ خضاب لگانا حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے؛ لہٰذا ایسے واقعہ میں امام ابو یوسفؒ کے مسلک کے مطابق عمل کرنے کی گنجائش ہے۔

وبعضهم جوز ذالک من غير كراهة، وروي عن أبي يوسفؒ أنه قال: كما يعجبني أن تتزين لي يعجبها أن أتزين لها. (هندية، الباب العشرون، في الزينة ...... زكريا قديم ٥/٣٥٩، جديد ٥/٤١٤، المحيط البرهاني، المجلس العلمي ٨/٨٨، رقم: ٩٦٥٧، الفتاوى التاتارخانية، زكريا ١٨/٤١٢، رقم: ٢٨٥٥٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ رشعبان المعظم ۱۴۲۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸ ر۹۴۰۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۸/۱۴ھ

داڑھی پر سیاہ خضاب لگانے کا حکم

سوال [۱۰۶۷۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ داڑھی پر سیاہ خضاب لگانا جائز ہے یا نہیں؟ خضاب لگا کر سفیدی چھپانا کیسا ہے؟

المستفتی: حاجی، عمر دراز، طویلہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سیاہ خضاب کسی شرعی مصلحت کی بنا پر لگانا جائز ہے، مثلاً جہاد میں شرکت مقصود ہو یا میاں بیوی دونوں جواں ہوں یا شوہر بوڑھا ہو؛ لیکن بیوی جوان ہو، تو ان دونوں صورتوں میں بیوی کی خوشنودی کے لئے کالا خضاب لگانے کی گنجائش ہے اور اگر اس طرح شرعی ضرورت نہ ہو، تو خالص سیاہ خضاب لگانا جس سے بالوں کی سفیدی اصل سیاہی معلوم ہو مکروہ ہے۔

أما الخضاب بالسواد للغزو؛ ليكون أهيب في عين العدو فهو محمود بالاتفاق، وإن ليزين نفسه للنساء، فمكروه وعليه عامة المشائخ، وبعضهم جوزه بلاكراهة روي عن أبي يوسفؒ أنه قال: كما يعجبني أن تتزين لي يعجبها ان أتزين لها. (شامي، زكريا ٩/٦٠٥، كراچي ٦/٤٢٢، هندية، الباب العشرون في الزينة......زكريا قديم ٥/٣٥٩، جديد ٥/٤١٤، الموسوعة الفقهية الكوتية ١١/ ٢٧٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۶۷۱۲/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۵/۲۱ھ

بیوی کی خوشنودی کے لئے کالا خضاب لگانا

سوال [۱۰۶۷۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ایک نوجوان آدمی ہے، حتی کہ ابھی شادی بھی نہیں کی ہے؛ لیکن اس کے سر کے بال ایسے سفید ہورہے ہیں، جیسا کہ ۶۰/۵۰ر سال کے آدمی کے بال سفید ہوتے ہیں، تو کیا اس صورت میں زید کو کالا خضاب لگانے کی گنجائش ہے؟

المستفتی: اسرار الحق، مظاہری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سیاہ خضاب لگانا جس سے بالوں کی سفیدی اصل سیاہی معلوم ہو مکروہ ہے، البتہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیوی کے سامنے تزئین کے لئے کالا خضاب لگانے کی گنجائش ہے، اور جب آپ کی شادی بھی نہیں ہوئی ہے، تو امام ابو یوسف کے قول کے مطابق آپ کو کالا خضاب لگانے کی گنجائش ہے۔

وأما من اختضب لأجل التزئين للنساء، والجواري، فقد منع من ذالک بعض العلماء رحمهم الله تعالیٰ والأصح، أنه لا بأس به، وهو مروي عن أبي يوسفؒ قال: كما يعجبني أن تتزين لي يعجبها أن أتزين لها. (المبسوط للسرخسي، دار الكتب العلمية بيروت ١٠/١٩٩)

وإن ليزين نفسه للنساء، فمكروه وعليه عامة المشائخ، وبعضهم جوزه بلا كراهة، روي عن أبي يوسفؒ أنه قال: كما يعجبني أن تتزين لي يعجبها ان أتزين لها. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ٩/٦٠٥، كراچي ٦/٤٢٢، الموسوعة الفقهية الكوتية ١١/٢٧٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
٢٦ / جمادی الاولیٰ ١٤٢١ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ٦٧٢٣/٣٥)	١٤٢١/٥/٢٨ھ

شوہر کو خوش کرنے کے لئے بیوی کا خضاب لگانا

سوال [١٠٦٧٢]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سیاہ خضاب کی فقہاء نے مجاہد اور امام ابو یوسفؒ نے شوہر کو بیوی کے سامنے تزئین کے لئے بھی گنجائش دی ہے، کیا عورت کے لئے اس طرح کی تزئین کی گنجائش اپنے شوہر کے لئے ہوسکتی ہے؟

المستفتی: عبدالرحمٰن، ٹانڈہ رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت کے لئے شوہر کو خوش کرنے کے واسطہ خضاب بالوں پر لگانا جائز ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی جدید زکریا مطول ۳۴۲/۱۲،قدیم ۱۷۱/۹)

إن الكراهة خاصة بالرجال دون النساء، فيجوز ذلك للمرأة لأجل زوجها. (فتح الباري، باب ما ذكر عن بني اسرائيل، دار الفكر ٦/٤٩٤، اشرفيه ديوبند ٦/٦١٨، تحت رقم الحديث ٣٤٦٢، عمدة القاري، دار أحياء التراث العربي ١٦/٤٦، زكريا ١١/٢١٢، تحت رقم الحديث ٣٤٦٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۵۰۷۴/۳۳)

سخت کھجلی کی بناء پر سر میں کالا خضاب لگانا

سوال [۱۰۶۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نیک سیرت اور شریف ہے اور امامت کے فرائض کو بخوبی انجام دیتے ہیں، مگر اپنے سر کے سفید بالوں کو کوئی چیز لگا کر سیاہ کرتے ہیں، صرف سر کے بالوں کو سیاہ کرتے ہیں، داڑھی کو نہیں وہ کہتے ہیں کہ میری مجبوری ہے کہ سر میں سخت کھجلی ہوتی ہے، اس مجبوری میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: مولوی محمد کامل، نور پور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بلا کسی عذر کے کالا خضاب لگانا مکروہ ہے؛ لیکن سوال نامہ میں اس بات کا ذکر ہے کہ خارش کے عذر کی وجہ سے کالا خضاب لگایا جارہا ہے، اور اس کی وجہ سے خارش کا فائدہ بھی ہے، تو ایسی صورت میں عذر کی وجہ سے علاج کے طور پر

کالا خضاب لگانا ناجائز اور مکروہ نہیں ہے؛ بلکہ اس کی گنجائش ہے، جیسے کہ بیوی کو خوش رکھنے کے لئے اور میدان جنگ میں دشمنوں پر رعب ڈالنے کی ضرورت کی وجہ سے جائز ہوتا ہے؛ لیکن بہتر اور افضل یہ ہے کہ خارش کے لئے کوئی متبادل دوسرا علاج ممکن ہو، تو وہی علاج اختیار کیا جائے تاکہ دیکھنے والوں کو بلا عذر کالا خضاب لگانے کا شبہ نہ ہو۔

أن التداوي بالمحرم لا يجوز في ظاهر المذهب. وفي الدر المختار عدم جواز عند أبي حنيفةؒ وفي رد المحتار جواز عند أبي يوسفؒ، وفي النهاية عن الذخيرة يجوز إن علم فيه شفاء ولم يعلم دواء آخر. (معارف السنن، باب ماجاء في بول مايؤكل لحمه، مسألة التداوي بالمحرم، اشرفية ديوبند ۲۷۷/۱، شامي، زكريا ۳۶۵/۱-۳۶٦، كراچي ۲۱۰/۱، باب الرضاع ۳۹۷/٤-۳۹۸، كراچي ۲۱۱/۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۷۷۶۸/۳٦)

کیا غیر شادی شدہ نوجوان کالا خضاب لگا سکتا ہے؟

سوال [۱۰٦۷۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) ایک نوجوان جو غیر شادی شدہ ہے، اس کے بال سفید ہونے لگے ہیں، ایسی صورت میں وہ اپنے بال کو کالے خضاب (مہندی) کے ذریعہ کالا کرنا چاہتا ہے، تو آیا اس کے لئے کالا خضاب لگانا جائز ہے یا نہیں شرعاً کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد الطاف، متعلم مدرسہ ہذا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سیاہ خضاب لگانا کسی شرعی مصلحت سے جائز ہے؛

لہٰذا جس شخص کی ابھی شادی نہیں ہوئی ہے؛ اس کے لئے سیاہ خضاب لگانا جائز ہے۔
(مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۹/۱۷۱، جدید زکریا مطول ۱۲/۳۴۲)

أما الخضاب بالسواد فمن فعل ذالک من الغزاة؛ لیکون أهیب في عین العدو فهو محمود منه اتفق علیه المشائخ ، ومن فعل ذالک لیزّین نفسه للنساء، ولیحبب نفسه إلیهن فذالک مکروه وعلیه عامة المشائخ، وبعضهم جوز ذلک من غیر کراهة. (عالمگیري، الباب العشرون في الزینة......زکریا قدیم ۵/۳۵۹، جدید ۵/٤١٤، شامي، زکریا ۹/۶۰۵، کراچي ۶/٤٢٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/رجب المرجب ۱۴۲۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۷/۸۱۴۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۷/۷/۱۴۲۴ھ

رشتہ کی غرض سے داڑھی اور بالوں میں کالا خضاب لگانا

سوال [۱۰۶۷۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں ایک لڑکا جس کی عمر بیس سال ہے، بیماری کی وجہ سے سر کے اور داڑھی کے بال سب سفید ہوگئے، کہیں سے رشتہ کا پیغام اسی وجہ سے نہیں آرہا ہے، کیا شادی کے لئے اپنے سر اور داڑھی کے بالوں میں سیاہ خضاب کرنے کی گنجائش ہوگی؟

المستفتی: عبدالرشید قاسمی، سیڑھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں بیس سال کا لڑکا جس کے سر کے بال بیماری کی وجہ سے سفید ہوگئے اور رشتہ نہیں آرہا ہے، تو اس کے لئے حضرت امام ابو یوسفؒ کے قول پر عمل کرکے کالا خضاب کرنا جائز ہے۔

روي عن أبي يوسفؒ أنه قال: كما يعجبني أن تتزين لي يعجبها أن أتزين لها. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ۹/ ۶۰۵، كراچي ۶/ ۴۲۲، هندية، زكرياقديم ۵/ ۳۵۸، جديد ۵/ ۴۱۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۱۱۰۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۵/۱۳ھ

کن چیزوں سے موئے زیر ناف کو صاف کیا جا سکتا ہے؟

سوال [۱۰۶۷۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ موئے زیر ناف عورتیں بھی بذریعہ مشین صاف کرسکتی ہیں یا نہیں؟ یا مرد بھی کسی اور چیز کے استعمال سے صاف کرسکتے ہیں یا نہیں؟ یعنی انگریزی دوا وغیرہ سے مثلاً تیل، صابن، پوڈر وغیرہ؟

المستفتی: شمیم احمد، کوری روانہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مشین، استرہ، بلیڈ وغیرہ آلات سے موئے زیر ناف کا صاف کرنا عورت ومرد دونوں کے لئے جائز اور درست ہے۔ نیز مسالہ اور دوا وغیرہ سے صفائی کرنا بھی درست ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

عن جابر بن عبدالله، قال: قفلنا مع النبي صلى الله عليه وسلم من غزوة –إلى– وتستحد المغيبة. (صحيح البخاري، باب تزويج الثيبات، النسخة الهندية ۲/ ۷۶۰، رقم:۴۸۸۸، ف:۵۰۷۹، صحيح مسلم، باب كراهة الطروق، النسخة الهندية ۱۰/ ۱۴۴، بيت الأفكار رقم: ۷۱۵)

ولو عالج بالنورة في العانة يجوز. (هندية، الباب التاسع عشر، زكريا قديم ۵/ ۳۵۸، جديد ۵/ ۴۱۳)

ویستحب إزالة شعر عانة الرجل بالحلق، أو بالنورة، أما عانة المرأة فتسن إزالتها بالنتف. (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة، دار الفكر ۲/ ۴۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ / جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۸/ ۲۷۴۰)

مرد کے لئے بال صفا اشیاء استعمال کرنے کا حکم

سوال [۱۰۶۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مرد کو ناپاکی کے بال بال صفا صابون سے صاف کرنا سنت ہے یا جائز ہے؟

المستفتی: شفیق احمد تھانہ، ناگ پھنی دولت باغ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسنون ومستحب حلق کرنے میں ہے اور بال صفا صابون اور کریم وغیرہ کے ذریعہ بھی جائز ہے۔ نیز صفائی بالکل ناف سے لے کر آخر تک کرنا چاہئے۔

ويبتدئ في حلق العانة من تحت السرة ولو عالج بالنورة في العانة يجوز. (فتاوی عالمگيري، الباب التاسع عشر، زكريا قديم ۵/ ۳۵۸، جديد ۵/ ۴۱۳، شامي، كراچي ۶/ ۴۰۶، زكريا ۹/ ۵۸۳، كتاب الفقه على المذاهب الأربعة، دار الفكر ۲/ ۴۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ / ذی قعدہ ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۴/ ۹۷۹)

مردوں کے لئے زیرناف بال صاف کرنے کے لئے کیمیکل استعمال کرنے کا حکم

سوال [١٠٦٧٨]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کے دور میں بالوں کو صاف کرنے والی نئی نئی چیزیں یعنی خواتین کے لئے زیرناف بالوں کو صاف کرنے کے لئے کریم لوشن، پاؤڈر، وکیمیکل وغیرہ ایجاد کئے گئے ہیں، کیا ان چیزوں کو مرد بھی استعمال کر سکتے ہیں؟ کیا ایسے مرد بھی جو نابینا ہوں یا ہاتھ پیر سے معذور ہوں یا زیادہ موٹا پیٹ ہونے کی وجہ سے ہاتھ زیرناف تک استرا چلانے میں ناکام ہو، تو درج بالا چیزیں بالوں کو صاف کرنے میں استعمال کر سکتے ہیں؟

المستفتی: محمد اعظم لال مسجد، سرائے ترین، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زیرناف بالوں کے صاف کرنے میں مردوں کے لئے مستحب طریقہ، تو استرہ کا استعمال کرنا ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص کریم، پاؤڈر یا دیگر کیمیکل کو اس کام کے لئے استعمال کرتا ہے تو یہ بھی جائز ہے خاص طور پر سوال نامہ میں جن معذورین کا ذکر کیا گیا ہے، ان کے لئے کریم پاؤڈر کا استعمال زیادہ بہتر ہے؛ اس لئے کہ استرہ بلیڈ کے ذریعہ سے جگہ جگہ کٹ جانے کی وجہ سے لہولہان ہوجانے کا خطرہ ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ٨/٧٨)

ويستحب حلق عانة قال الشامي: قال في الهندية: ولو عالج بالنورة يجوز كذا في الغرائب. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ٩/٥٨٣، كراچي ٦/٤٠٦، هندية، زكريا قديم ٥/٣٥٨، جديد ٥/٤١٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ جمادی الثانی ۱۴۲۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ٣٦/ ٨٠٢٥)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۵/۵ھ

عورت موئے زیرناف کیسے صاف کرے؟

سوال[۱۰۶۷۹]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورت زیرناف کے بال کن کن آلات کے ذریعہ سے صاف کرسکتی ہے؟ اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ کتابوں کے حوالہ سے مسئلہ کی وضاحت فرمادیں۔خاص کر علماء احناف کیا فرماتے ہیں؟ کتاب کا نام ضروری ہے۔

المستفتی: محمد یاسین،محمود پور، معافی،مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عورتوں کے لئے زیادہ بہتر اور افضل اکھاڑنا ہے۔

والسنة في عانة المرأة النتف. (بذل المجهود، باب السواك من الفطرة، دار البشائر الإسلامية ١/ ٣٣٩، سهارنپور قديم ١/ ٣٤، تحت رقم الحديث ٥٢)

أما عانة المرأة فتسن إزالتها بالنتف. (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة، دار الفكر ٢/ ٤٥)

اوراگر پاؤڈر وغیرہ جدید اشیاء کے ذریعہ سے صاف کرتی ہے،تو اس کی بھی گنجائش ہے۔(مستفاد: امداد الفتاوی ۴/۲۰۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ ذی قعدہ ۱۴۱۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۷/ ۲۴۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۱/۱۱/۱۴ھ

زیرناف وبغل کے بال ندی نالے میں پھینکنا

سوال[۱۰۶۸۰]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بغل کے بال اور زیرناف بال کیا ندی نالے میں پھینک سکتے ہیں؟

المستفتی: شیخ قاسم، شیخ فرید (مہاراشٹر)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بغل اورزیر ناف کے بال ندی نالے میں پھینکنے میں کوئی قباحت نہیں ہے؛ البتہ کسی محفوظ جگہ پر دفن کر دینا زیادہ بہتر ہے۔

وفي الخانية: ينبغي أن يدفن قلامة ظفره ومحلوق شعره، وإن رماه فلابأس به. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح،دار الكتاب ديوبند ١/٥٢٧)

يدفن أربعة: الظفر، والشعر، وخرقة الحيض والدم. (هندية، الباب التاسع عشر، زكريا ٥/٣٥٨، جديد ٥/٤١٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶؍جمادی الثانی ۱۴۲۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۸۱۱۰/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۶/۲۶ھ

بچہ کے سر پر جو بال ماں کے پیٹ سے آتے ہیں ان کو کیا کیا جائے؟

سوال [۱۰۶۸۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے اور جو بال ماں کے پیٹ سے آتے ہیں، ان بالوں کو کیا کرنا چاہئے؟ منڈوانے کے بعد دفن کرنا چاہئے یا دریا میں بہانا چاہئے۔ بعض کہتے ہیں کہ دریا میں بہانا چاہئے، اس کی اصلیت کیا ہے؟ دفن کرنا بہتر ہے یا دریا میں بہانا بہتر ہے؟ خلاصہ جواب تحریر فرمادیں، مہربانی ہوگی۔

المستفتی: عبدالستار، مسجد کنڈاوالی، بچھرایوں، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سرمنڈھانے کے بعد بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنا اور بالوں کو کہیں دفن کر دینا مستحب ہے، دریا میں بہادینا احقر کی نظر سے کہیں نہیں گذرا۔

(مستفاد: فتاوی رحیمیہ قدیم ۹۲/۲، جدید زکریا ۶۰/۱۰، فتاوی محمودیہ قدیم ۲۳۱/۵، جدید ڈابھیل ۴۵۲/۱۹)

ینبغي أن یدفن قلامۃ ظفرہ و محلوق شعرہ، وإن رماہ فلابأس بہ.
(حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح،دار الکتاب دیوبند ۱/ ۵۲۷، ہندیة، زکریا قدیم ۵/ ۳۵۸، جدید ۵/ ۴۱۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍محرم الحرام ۱۴۱۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۵/ ۱۶۱۰)

عورتوں کے بال خرید کر چوٹی بنا کر بیچنا

سوال [۱۰۶۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورتیں جب کنگھی کرتی ہے، تو ان کے بال جھڑ جاتے ہیں، ایک شخص ان بالوں کو جمع کر لیتا ہے یا خرید لیتا ہے، اور پھر ان بالوں سے چوٹی بنا کر بیچتا ہے، جن عورتوں کے بال چھوٹے ہوتے ہیں، وہ اس چوٹی کو خرید کر اپنے بالوں میں لگاتی ہیں، تو کیا اس شخص کا بال خرید کر اور پھر چوٹی بنا کر بیچنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ شرعی حکم تحریر فرمادیں۔

المستفتی: محمد مصطفیٰ بیر بھومی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بال انسان کے بدن کا ایک جزء ہوتا ہے، اور انسانی اجزاء کا بیچنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ نیز ایک انسان کے بدن کا جزء دوسرے انسان کے لئے زینت کے طور پر استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے؛ اس لئے انسانی بالوں کی چوٹی بنا کر بیچنا، پھر اس کا خریدنا پھر اس کا استعمال کرنا سب ناجائز ہے اور اس کاروبار سے جو آمدنی ہوگی وہ بھی حلال نہیں ہے۔

عن جابر بن عبد اللہ أنہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: عام الفتح، وہو بمکة أن اللہ ورسولہ حرم بیع الخمر، والمیتة، والخنزیر

واستدل بهذا الحديث أيضاً على أنه لايجوز بيع ميتة الآدمي مطلقاً سواء فيه المسلم، والكافر، أما المسلم فلشرفه وفضله حتى أنه لا يجوز الانتفاع بشيئ من شعره، وجلده، وجميع أجزاءه، وأما الكافر فلأن نوفل بن عبد الله بن المغيرة، لما اقتحم الخندق، وقتل غلب المسلمون على جسده، فأراد المشركون أن يشتروه منهم، فقال صلى الله عليه وسلم: لاحاجة لنا بجسده، ولا بثمنه، فخلى بينهم وبينه. (تكملة فتح الملهم، باب تحريم بيع الخمر، حكم أعضاء الميته، والخنزير، اشرفية ديوبند ۱/ ۵۸۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۰؍۷۵۲۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۲/۲۵ھ

وگ لگانے کا شرعی حکم

سوال [۱۰۶۸۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جانوروں کو وگ لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ایسا وگ جس کا لگانا آسان ہے، اور کوئی پریشانی نہیں ہے۔

(۲) ایسا وگ جسے سر میں آپریشن کر کے فٹ کر دیا جاتا ہے، پھر وہ اتارا نہیں جا سکتا۔

(۳) انسانوں کے علاوہ دیگر حیوانات یا مصنوعی بالوں کی وگ لگانا کیسا ہے؟ اس کے سر پر ہوتے ہوئے وضو میں مسح کا کیا حکم ہے؟ کیا اس کے ہوتے ہوئے وضو ہو سکتا ہے؟

(۴) اس کے سر پر ہوتے ہوئے نماز درست ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: محمد صفوان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) انسانی بالوں سے بنی ہوئی وگ لگانا

بہرصورت ناجائز ہے خواہ وگ ایسا ہو، جسے بآسانی اتارا جاسکتا ہو یا بذریعۂ آپریشن سر میں فٹ کردیا گیا ہو۔

عن عائشة رضـ أن جارية من الأنصار تزوجت وإنها مرضت فتمعط شعرها، فأرادوا أن يصلوها، فسألوا النبي صلى الله عليه وسلم فقال: لعن الله الواصلة والمستوصلة. (بخاري شريف، باب الوصل في الشعر، النسخة الهندية ٨٧٨/٢، رقم: ٥٧٠١، ف: ٥٩٣٤، صحيح مسلم، باب تحريم فصل الواصلة والمستوصلة، النسخة الهندية ٢٠٤/٢، بيت الأفكار رقم: ٢١٢٢)

ومن يكون شعرها قصيرًا، أوحقيرًا، فتطوله وتعزره بشعر غيرها فكل ذالک داخل في النهي، وهو من تغيير خلق الله تعالیٰ، والرجل في هذا الأخير كالمرأة. (فتح الباري، باب المتنمصات، اشرفية ٤٦٢/١٠، درا الفكر ٣٧٧/١٠، تحت رقم الحديث٥٩٣٩)

وصل الشعر بشعر الآدمي حرام. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، قبيل باب الاستبراء، زكريا ٥٣٥/٩، كراچي ٣٧٢/٦، هندية، زكريا قديم٣٥٨/٥، جديد ٤١٤/٥)

عن كثير من الفقهاء أن الممتنع من ذلک وصل الشعر بالشعر. (فتح الباري، دار الفكر ٣٧٥/١٠، اشرفية ٤٥٩/١٠)

(۲) انسانوں کے علاوہ دیگر حیوانات یا مصنوعی بالوں سے بنی ہوئی وگ لگانا شرعًا جائز ہے۔

لا بأس للمرأة أن تجعل في قرونها وذوائبها شيئًا من الوبر. (هندية، زكريا قديم ٣٥٨/٥، جديد ٤١٤/٥)

الرخصة في غير شعر بني آدم تتخذه المرأة لتزيد في قرونها وهو مروي عن أبي يوسف. (شامي، زكريا ٥٣٦/٩، كراچي ٣٧٣/٦، المحيط البرهاني،المجلس العلمي٨٧/٨، رقم: ٩٦٥٥، الفتاوى التاتارخانية، زكريا ٢١٣/١٨، رقم:٢٨٥٤٩)

إذا وصلت شعرها بغير الشعرمن خرقة ونحوها فلا يدخل في النهي. (فتح الباري، دار الفكر ١٠/٣٧٥، اشرفية ديوبند ١٠/٤٥٩)

لابأس عليها في وصلها شعرها بما وصلت به من صوف، وخرقة وغير ذلک. (تكملة فتح الملهم اشرفية ديوبند ٤/١٩١)

(۳) وہ وگ جو آپریشن وغیرہ کے ذریعہ سر پر اس طرح فٹ کر دی جائے کہ وہ سر سے جدا نہ ہوسکے، اس کی حیثیت جسم کے مستقل عضو کی ہے، وضو کرتے وقت اس پر مسح کر لینا کافی ہے اور وگ کی دوسری قسم جسے با آسانی لگایا اور اتارا جاسکتا ہو، وہ ٹوپی کے حکم میں ہے، وضو میں اس کو اتار کر سر کا مسح کرنا ضروری ہے۔

والصرام، والصباغ ما في ظفرهما يمنع تمام الغسل، وقيل: كل ذالک يجزئهم للحرج، والضرورة ومواضع الضرورة مستثناة عن قواعد الشرع. (هندية، كتاب الطهارة، الباب الثاني في الغسل، زكريا قديم ١/١٣، جديد ١/٦٤)

عن عرفجة بن أسعد قال: أصيب أنفي يوم الكلاب في الجاهلية، فاتخذت أنفًا من ورق فأنتن علي، فأمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم، أن اتخذ أنفًا من ذهب. (ترمذي شريف، باب ماجاء في شد الأسنان بالذهب، النسخة الهندية ١/٣٠٦، دارالسلام رقم: ١٧٧٠)

عن جابر بن عبدالله، أنه سئل عن العمامة، فقال: لا، حتى يمس الشعر الماء، قال محمدؒ: وبهذا نأخذ وهو قول أبي حنيفة. (مؤطأ امام محمدؒ ٧٠)

ولايجوز المسح على القلنسوة، والعمامة. (هندية، كتاب الطهارة، زكريا قديم ١/٦، جديد ١/٥٦)

ولايجوز المسح على العمامة ولا القلنسوة؛ لأنها يمنعان وصول

الـماء الشعر. (بـدائـع الـصـنـائـع، زكـريا ١/ ٧١، كراچي ١/ ٥، المبسوط للسرخسي، دارالكتب العلمية بيروت ١/ ١٠١)

(۴) انسانوں کے بال سے بنی ہوئی وگ لگانا بہرحال ناجائز ہے، جیسا کہ اوپر گذرا؛ لیکن اگر اس کے ساتھ نماز پڑھی جائے، تو نماز بلاشبہ درست ہوجائے گی۔

في جواز صـلـوة المرأة مـع شـعـر غيـرها الموصول اختلاف بينهم، والـمختار أنه يجوز. (هـنـدية، قبيـل الباب العشرين في الزينة......زكريا قديم٥/ ٣٥٨، جديد ٥/ ٤١٤)

الوصل بشعر الآدمي حرام. (تكملة، اشرفية ديوبند ٤/ ١٩١)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶؍صفر المظفر ۱۴۳۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸؍ ۹۹۱۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۲/۲۶ھ

(۷) باب ما یتعلق باللحیة (داڑھی سے متعلق)

داڑھی کی شرعی حیثیت اور اس کی حد

سوال [۱۰۶۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ داڑھی کی شرعی حد کیا ہے؟ کیا ایک مشت کے سنت مؤکدہ ہونے پر جملہ اہل سنت والجماعت کا متفقہ فتوی ہے۔ جواب کو فقہ کے ساتھ صحاح ستہ کی کتب سے بھی مدلل کریں۔

دوسرا پہلو یہ کہ عرض میں داڑھی کی شرعی حد کیا ہے، یعنی تحریر کتنی پتلی کم از کم بنوائی جاسکتی ہے؟ ہم نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ سائڈوں سے باریک سی قطار رکھتے ہیں، لمبائی تو ایک مشت ہی ہوتی ہے، مگر اوپر نیچے کی کھال استرے سے صاف کرادیتے ہیں، اس میں کہاں تک گنجائش ہے، وضاحت فرما کر ذہنی الجھن کو دور فرمائیں۔

المستفتی: محمد رئیس محمود پور، ڈلاری، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: داڑھی کی حد کان کے سوراخ کے محاذ پر سر سے ملتی ہوئی جو ہڈی آرہی ہے، وہاں سے شروع ہوتی ہے، وہاں سے شروع ہوکر کے رخساروں کی ہڈی سے ملتی ہوئی ہونٹ کے برابر تک پہونچ گئی ہے اور ہونٹوں کے نیچے جو بال ہیں وہ بھی تقریباً داڑھی میں شامل ہیں؛ اس لئے اس کے کاٹنے کو فقہاء نے مکروہ وبدعت لکھا ہے۔

ونتف الفنيكين بدعة وهما جانبا العنفقة، وهي شعر الشفة السفلىٰ، كذا في الغرائب. (فتاوی هندية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر، زكريا قديم ۳۵۸/۵، جديد ۴۱۴/۵، شامي، كراچي ۴۰۸/۶، زكريا ۵۸۳/۹، حاشية الطحطاوي على المراقي، دار الكتاب ديوبند ۵۲۶)

اب کان کے سوراخ کے برابر کان کی پٹی سے لے کر نیچے تک چوڑائی میں کیا حد ہے؟ اس کو حضرات فقہاء نے العذار سے تعبیر کیا ہے، عذار نام ہے کنپٹی کی ہڈی سے لے کر چہرے کی سائیڈ کے نیچے تک کے حصہ کا اور اس کی چوڑائی چہرے کی جانب سے رخسار کی ہڈی کے ختم تک اوپر نیچے دونوں جبڑے کے اوپر جو کھال ہے، اس کھال سے متصل جو سخت حصہ شروع ہو رہا ہے، یہ پورا داڑھی کا حصہ ہے، رخسار میں ہڈی سے خارج وہ نرم چمڑی منھ کے کھولنے کی صورت میں دونوں جبڑوں کے بیچ میں آجاتی ہے، صرف وہ حصہ داڑھی کی حدود سے خارج ہے؛ لہٰذا چہرہ کی گولائی کے وقت میں اس حصہ میں جو بال زیادہ بڑھ جائیں، ان کو صاف کرنے کی گنجائش ہے تاکہ چہرہ ایک مناسب انداز سے خوبصورت معلوم ہو اور یہ سمجھنا غلط ہے کہ کان کے سوراخ کے محاذ سے ایک باریک سی دھاری نیچے تک لے جائی جائے، تو داڑھی کا فریضہ مکمل ہوجائے گا، یہی داڑھی کے لئے کافی ہے؛ بلکہ اس کی چوڑائی اچھی خاصی ہے، جو داڑھ کے پیچھے کے حصہ سے رخسار کے سامنے کی ہڈی تک کسی کے دو انگل چوڑی کسی کے ڈھائی تین انگلی چوڑی ہوتی ہے اور دیکھنے والوں کو خود ہی محسوس ہوجاتا ہے کہ داڑھی کی گولائی مناسب انداز کی ہے، اس حد کے متعین کرنے میں فقہاء نے اچھی خاصی بحث کی ہے، مختصر سی عبارت حسب ذیل ہے۔

العذاران كما في لسان العرب جانبًا اللحية وكان الفقهاء أكثر تحديداً للعذار (إلى قوله) بأنه الشعر النابت على العظم الناتئ المحاذي لصماخ الأذن يتصل من الأعلىٰ بالصدغ ومن الأسفل بالعارض إلى قوله بأن العذار جزء من اللحية وعليه فتنطبق عليه أحكامها .

(الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٥/ ٢٢٢)

ایک مشت داڑھی رکھنا اہل سنت والجماعت کا متفقہ فتویٰ ہے، جن کتابوں میں ایک مشت داڑھی رکھنا سنت کہا گیا ہے، وہ اس لئے کہا گیا ہے کہ حدیث سے ثابت ہے، ورنہ

ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے اور ایک مشت سے کم کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ حدیث پاک میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے امر کے صیغہ کے ساتھ مونچھ کو کاٹنے اور داڑھی کو بڑھانے کا حکم فرمایا ہے اور صیغۂ امر سے وجوب کا ثبوت ہوتا ہے۔

وكذا يحرم على الرجل قطع لحيته، فعلم من ذلک أن ما يفعله بعض من لاخلاق له في الدين من المسلمين في الهند، والأتراک حرام. (بذل المجهود، كتاب الطهارة، باب السوال من الفطرة قديم ١/٣٣، جديد دارالبشائر الإسلامية بيروت ١/٣٣٦)

عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه أمر بإحفاء الشوارب، وإعفاء اللحية. (مسلم شريف، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، النسخة الهندية ١/١٢٩، بيت الأفكار رقم: ٢٥٩، سنن الترمذي، أبواب الأداب، با ماجاء في إعفاء اللحية، النسخة الهندية٢/١٠٥، دار السلام رقم: ٢٧٦٣، سنن النسائي، باب إحفاء الشارب، واعفاء اللحىٰ، النسخة الهندية ١/٤، دار السلام رقم: ١٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ رصفر المظفر ۱۴۲۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/۷۹۱۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۲/۹ھ

داڑھی کی شرعًا کیا حیثیت ہے؟

سوال [۱۰۶۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) داڑھی کی شرعًا کیا حیثیت ہے؟

(۲) آیا ہر مسلمان کے لئے داڑھی رکھنا سنت ہے یا واجب ہے؟

(۳) اگر کوئی داڑھی منڈوائے، تو اس کا یہ فعل حرام ہے یا ناجائز یا اور کچھ؟

(۴) اگر کسی کو سرکاری سروس میں مثلاً پولیس، فوج وغیرہ میں داڑھی رکھنے سے روکا

جائے، تو کیا یہ مداخلت فی الدین نہیں ہے؟ تمام مذکورہ سوالات کے باحوالہ جوابات مرحمت فرما کرعند اللہ ماجور وعند الناس مشکور ہوں۔

المستفتی: معزالدین احمد، مباحث فقہیۃ جمعیۃ علماء ہند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: (۱) داڑھی اسلام کا خاص شعار اور یونیفارم کی حیثیت رکھتی ہے۔ (مستفاد: فتاوی شیخ الاسلام ۱۱۱، کفایت المفتی ۹/ ۱۶۲، جدید زکریا مطول ۱۲/ ۳۲۰-۳۱۹)

(۲) داڑھی رکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۹/ ۱۶۷، جدید زکریا ۱۳/ ۳۱۸)

عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه أمر بإحفاء الشوارب، وإعفاء اللحية. (صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، النسخة الهندية ١/ ١٢٩، بيت الأفكار رقم: ٢٥٩، سنن الترمذي، كتاب الأداب، باب ماجاء في اعفاء اللحية، النسخة الهندية ٢/ ١٠٥، دار السلام رقم: ٢٧٦٤)

وقد قام الدليل على وجوب إعفاء اللحية، وقص الشارب. (أحكام القرآن، تهانويؒ ١/ ٤٦)

اور داڑھی ایک قبضہ سے کم کرانا حرام ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۴/ ۲۲۳)

وأما الأخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة، ومخنثة الرجال، فلم يبحه أحد، وأخذ كلها فعل يهود الهند، ومجوس الأعاجم. (در مختار مع الشامي، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب في الأخذ من اللحية، كراچي ٢/ ٤١٨، زكريا ٣/ ٣٩٨)

(۳) داڑھی منڈوانا اور قبضہ سے کم کروانا دونوں حرام ہیں، ہاں البتہ دونوں میں معمولی فرق یہ ہے کہ قبضہ سے کم کرانے میں ایک ہی حرمت ہے اور منڈوانے میں دو حرمت ہیں، ایک منڈوانے کی حرمت، دوسری عورتوں کی مشابہت کی حرمت؛ اس لئے کترانے سے منڈوانے کا گناہ زیادہ ہوگا۔

عن ابن عباسؓ، قال: لعن النبي صلى الله عليه وسلم: المتشبهين من الرجال بالنساء الحديث (صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب المتشبهين بالنساء۲/ ۸۷٤، رقم:٥٦٥٦، ف:٥٨٨٥)

(۴) پولیس،فوج یا دیگر، سرکاری سروس میں داڑھی رکھنے سے مسلمان پر روک لگانا سراسر مذہب اسلام میں مداخلت ہے اور اسلامی شعار کے ساتھ ٹکراؤ اور تصادم ہے۔
(مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۴/ ۳۱۳، جدید زکریا مطول ۶/ ۴۲۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰/ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۷/ ۸۲۱۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۱/۳۰ھ

ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے یا سنت؟

سوال [۱۰٦۸٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے یا سنت، خواہ واجب ہو یا سنت؟ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی روشنی میں مسلک امام ابوحنیفہؒ کی وضاحت فرمائیں۔ نیز اگر ایک مشت داڑھی کے متعلق کوئی حدیث ہو؟ تو اس کو ضرور تحریر فرمائیں۔

المستفتی: آفتاب عالم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صحیح احادیث میں مطلقاً داڑھی بڑھانے اور نہ کٹوانے کا حکم وارد ہے، مگر راوی حدیث حضرت ابن عمرؓ کا معمول ایک مشت سے بڑھ جانے پر کٹا دینے کا تھا؛ اس لئے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے اور اس سے پہلے کٹانا ناجائز اور حرام ہے اور اس کے بعد ایک مشت سے زائد کے کاٹنے کی گنجائش ہے۔

عن ابن عمرؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أنهكوا

الشوارب، وأعفوا اللحیٰ. (بخاری شریف، کتاب اللباس،باب اعفاء اللحیة۲/۸۷۵، رقم: ٥٦٦٤، ف:٥٨٩٣)

اعفاء کے معنی خوب بڑھانے کے ہیں اور ایک مشت داڑھی کے وجوب کی بات قرآن کی آیت سے بھی ثابت ہوتی ہے۔حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے واقعہ میں ہے۔

لا تأخذ بلحيتي. [سورةطه:٩٤]

اورداڑھی کو پکڑ کر کھینچے کے لئے کم ازکم ایک مشت یازائد ہونا ضروری ہے؛ لہٰذا ایک مشت داڑھی رکھنا واجب اوراس سے کم کرانا حرام ہے۔

عن أبي هريرةؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: جزوا الشواب وأرخوا اللحیٰ خالفوا المجوس. (مسلم شريف، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، النسخة الهندية ١/١٢٩، بيت الأفكار رقم: ٢٦٠)

عن ابن عمرؓ أنه كان يقبض على لحيته، ثم يفض ماتحت القبضة قال محمد: وبه نأخذ وهو قول أبي حنيفةؒ. (كتاب الآثار ١/١٩٨)

وأما الأخذ منها وهي دون ذلک كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد. (شامي، كتاب الصوم، مطلب الأخذ من اللحية، كراچي ٢/٤١٨، زكريا ٣/٣٩٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸/ ۹۵۹۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۵/۲ھ

داڑھی کی واجب مقدار

سوال [۱۰۶۸۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: کہ داڑھی کم سے کم کتنی ہونی چاہئے اور زیادہ سے زیادہ کتنی ہونی چاہئے؟

المستفتی: محمد افضال شمسی، طویلہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: داڑھی رکھنا واجب ہے اور اس کی مقدار شرعی ایک مشت ہے، اس سے کم جائز نہیں ہے اور یہ تمام انبیاء کی سنت ہے، اسلامی اور قومی شعار ہے، شرافت و بزرگی کی علامت ہے، چھوٹے بڑے میں امتیاز کرنے والی ہے، اس سے مردانہ شکل کی تکمیل ہوتی ہے اور صورت نورانی ہوتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل ہے، آپ نے اسے فطرت سے تعبیر فرمایا ہے اور امت کو تاکیدی حکم دیا ہے؛ لہٰذا داڑھی رکھنا واجب اور ضروری ہے، منڈانا یا کتروانا گناہ کبیرہ اور حرام ہے، اس پر امت کا اجماع ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ جدید ڈابھیل ۱۹/۴۰۷، قدیم ۱/۲۶۵)

اب احادیث ملاحظہ فرمایئے:

عن عائشة رضـ قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: عشر من الفطرة قص الشارب، وإعفاء اللحية إلى آخره. (ابوداؤد شريف، كتاب الطهارة، باب السواك من الفطرة، النسخة الهندية ١/٨، دار السلام رقم: ٥٣، صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، النسخة الهندية ١/٢٩، بيت الأفكار رقم: ٢٦١، سنن ابن ماجه، كتاب الطهارة، باب الفطرة، النسخة الهندية ١/٢٥، دار السلام رقم: ٢٩٣)

خالفوا المشركين أوفروا اللحىٰ وأحفوا الشوارب. (مشكوة شريف ٣٨٠)

عن ابن عمر رضـ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خالفوا المشركين، وفروا اللحىٰ. (بخاري شريف، كتاب اللباس، باب تقليم الأظفار ٢/٨٧٥، رقم: ٥٦٦٣، ف: ٥٨٩٢)

دوسری روایت میں ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انهكوا الشوارب واعفوا اللحىٰ.

(بخاري شريف ٢/٨٧٥، رقم: ٥٦٦٤، ف: ٥٨٩٣)

واللحية هي الفارقة بين الصغير والكبير،وهي جمال الفحول، وتمام هيأتهم،فلا بد من إعفائها، وقصها سنة المجوس، وفيه تغيير خلق الله. (حجة الله البالغه، خصال الفطرة إعفاء اللحية، مكتبة حجاز ديوبند ۱/۵۰۷، ۵۰۸)

داڑھی بڑھانے کے بارے میں ہے کہ آپ ﷺ کی داڑھی اتنی گنجان تھی، جس نے سینہ مبارک کو گھیر لیا تھا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍صفر المظفر ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف۳۴؍۶۵۰۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳؍۲؍۱۴۲۱ھ

کیا داڑھی رکھنا دلیل قطعی سے ثابت ہے؟

سوال [۱۰۶۵۸۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ داڑھی ایک مشت رکھنا کسی دلیل قطعی سے ثابت اور لازم ہے؛ اس سلسلہ میں اصولی طور پر دلیل قطعی مطلوب ہے کہ اس کی مخالفت کرنے والے کو فاسق کہا جاتا ہو اور کیا کفایت المفتی مطبوعہ کراچی میں یہ لکھا ہے کہ جس کی داڑھی ایک مشت سے ذرا سی کم ہو، اس کو فاسق کہنے میں احتیاط رکھنی چاہئے؛ کیونکہ ایک مشت کا ثبوت دلیل قطعی سے نہیں ہے۔

المستفتی: شمس الحق قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دلیل قطعی کا انکار کرنے والا کافر ہوجاتا ہے، اور دلیل ظنی کے خلاف کرنے والا فاسق ہوتا ہے، اور ایک مشت داڑھی کا وجوب حدیث رسول سے ثابت ہے، جو کہ دلیل ظنی ہے، دلیل قطعی نہیں ہے، اس کے خلاف کرنے والے کو کافر کوئی نہیں کہتا ہے؛ بلکہ صرف فاسق کہا جاتا ہے، تو فاسق کہنے کی وجہ سے آپ نے دلیل قطعی کس بنا پر طلب کی ہے؛ اس لئے کہ ایک مشت داڑھی کے خلاف یا انکار

کرنے والے کو کافر کوئی نہیں کہتا؛ بلکہ صرف فاسق کہتے ہیں۔ نیز کھل کر فاسق اس کو کہا جاتا ہے، جس نے بالکل داڑھی منڈالی ہو یا نمایاں طور پر کتروالی ہو، اور مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے صرف اس شخص کے بارے میں احتیاط کی بات کہی ہے، جس کی داڑھی سے دیکھنے میں شرعی داڑھی ہونے یا نہ ہونے میں تمیز نہ ہو سکے اور بات بھی یہی ہے کہ جتنا گناہ اس شخص کا ہوگا، جس نے داڑھی منڈائی ہو یا نمایاں طور پر کتروائی ہو، اتنا بڑا گناہ اس شخص کا نہ ہوگا، جس نے معمولی کتروائی ہے اور دور سے دیکھنے میں قطعی طور پر یہ نہ کہا جاسکتا ہو کہ اس کی داڑھی واقعی ایک مشت سے کم ہے؛ اس لئے جس نے نمایاں طور پر داڑھی منڈائی یا کتروائی ہے، وہ فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور جس کی داڑھی ایک مشت سے قدرے کم ہونے کا شبہ ہو، اس کو قطعی فاسق نہیں کہا جاسکتا، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی نہ ہوگی؛ بلکہ مکروہ تنزیہی ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍ صفر المظفر ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴/ ۶۴۹۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۲/۱۹ھ

داڑھی کے وجوب کی دلیل کیا ہے؟

سوال [۱۰۶۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ داڑھی رکھنا واجب ہے؛ اس کے وجوب کی دلیل کیا ہے اور کاٹنا حرام ہے، اس کی حرمت کی دلیل کیا ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد صابر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: داڑھی رکھنے کے وجوب کی دلیل آپ ﷺ کا داڑھی بڑھانے کا حکم دینا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے، اور داڑھی کے

کٹوانے کی حرمت کی دلیل حدیث شریف میں وارد حکم کی مخالفت کرنا ہے کسی چیز کے وجوب کا امراس کے مخالف حرمت کو ثابت کرتا ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ڈابھیل۱۹/۳۹۴، میرٹھ ۲۷/۴۸۰)

عن ابن عمرؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أنهكوا الشوارب، وأعفوا اللحىٰ. (بخاری شریف، کتاب اللباس،باب إعفاء اللحية۲/۸۷۵، رقم: ٥٦٦٤، ف:٥٨٩٣، صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، النسخة الهندية ١/١٢٩، بيت الأفكار رقم:٢٥٩، سنن الترمذي، كتاب الأدب، باب ماجاء في إعفاء اللحية، النسخة الهندية ٢/١٠٥، دار السلام رقم: ٢٧٦٣)

يكره حلقها وقصها وتحريقها، وأما الأخذ من طولها، وعرضها، فحسن و يكره الشهرة في تعظيمها كما تكره في قصها. (النووي على مسلم ١/١٢٩)

لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، زكريا ٥٨٣/٩، كراچي٦/٤٠٧)

ذهب عامة العلماء الذين قالوا: بأن موجب الأمر الوجوب من أصحابنا، وأصحاب الشافعي، وأصحاب الحديث إلى أن الامر بالشيئ نهي عن ضده، إن كان له ضد واحد كالأمر بالإيمان نهي عن الكفر، وإن كان له أضداد كالأمر بالقيام، فإن له أضداد من القعود، والسجود، والاضطجاع ونحوها يكون الأمر نهيا عن الأضداد كلها. (باب حكم الأمر والنهي، كشف الاسرار، على أصول فخر الإسلام، كراچي ٢/٣٢٨-٣٢٩)

وجوب الشيئ يتضمن حرمة ضده يعني إذا وجب الشيئ يفهم في ضمن وجوبه أن ضد هذا الشيئ حرام. (كشف المبهم ١١١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/۱۱۴۶۴)

داڑھی کی حد بندی کا حدیث سے ثبوت

سوال [١٠٦٩٠]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کہتا ہے داڑھی رکھنا ضروری تو ہے، مگر کیف ما اتفق جتنی چاہے انسان رکھ سکتا ہے، ایک مشت داڑھی رکھنا ضروری یا سنت نہیں ہے، وہ کسی بھی آیت قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے؛ بلکہ اس کا کہنا یہ ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک جو سو قدم سے داڑھی نظر آجائے، وہ بھی داڑھی ہے۔

الغرض اس کا کہنا یہی ہے کہ شریعت یا کتاب وسنت میں ایک مشت یا اس سے زیادہ کی کوئی حد بندی نہیں ہے؛ بلکہ جتنی چاہے آدمی رکھ سکتا ہے؛ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایک مشت داڑھی کا ثبوت یا کسی طرح کی حد بندی کا ثبوت کسی حدیث یا سنت سے ثابت ہے یا نہیں؟

المستفتی: وفاء الدین، دڑھیال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ایک مشت داڑھی رکھنا ضروری یا سنت نہیں ہے اور کسی بھی آیت قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے؛ بلکہ قرآن سے بھی ایک مشت داڑھی کا ثبوت ملتا ہے کہ کسی کی داڑھی پکڑ کر صحیح طور پر اس وقت کھینچا جا سکتا ہے؛ جبکہ داڑھی ایک مشت ہو یا اس سے لمبی ہو۔ قرآن کی آیت ملاحظہ فرمایئے:

قَالَ يَا ابْنَ أُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَأْسِيْ . [سورہ طٰه: ٩٤]

حدیث میں ہے کہ حضرات صحابہ ایک مشت داڑھی مکمل ہوجانے کے بعد اس سے زائد مقدار کو کاٹ دیا کرتے تھے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے:

وكان ابن عمر إذا حج، أو اعتمر قبض على لحيته فما فضل أخذه.

(بخاري شريف، كتاب اللباس، باب تقليم الاظفار ٢/٨٧٥، رقم: ٥٦٦٣، ف: ٥٨٩٢، منصف ابن ابي شيبة، مؤسسه علوم القرآن بيروت ١٣/١١٣)

عن أبي ذرعة كان أبو هريرةؓ يقبض على لحيته، ثم يأخذ ما فضل عن القبضة. (مصنف ابن أبي شيبة۱۳/ ۱۱۲، رقم: ۲۵۹۹۲)

عن الحسن قال كانوا يرخصون فيما زاد على القبضة من اللحية أن يؤخذ منها. (مصنف ابن أبي شيبة، مؤسسه علوم القرآن بيروت ۱۳/ ۱۱۲، رقم: ۲۵۹۹۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۹۹۸۱/۳۸)

کیا حدیث شریف میں داڑھی کی مقدار کی کوئی حد بندی نہیں ہے؟

سوال [۱۰۶۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عبد الکریم کا کہنا ہے کہ حدیث میں داڑھی کے بڑھانے کے تعلق سے کوئی حد بندی نہیں ہے، جتنی چاہیں چھوٹی رکھ لیں، یا بڑی رکھ لیں اس کی کوئی پابندی نہیں؛ چونکہ حدیث میں کوئی تحدید معلوم نہیں ہوتی ہے؛ لہٰذا اس بارے میں شدت اختیار کرنا سراسر غلط ہے۔

المستفتی: شمیم اختر نیوروئل کرنا ٹک

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: احادیث مبارکہ میں مبالغہ کے ساتھ داڑھی بڑھانے کی تاکید آئی ہے، اور مبالغہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ جب ایک مشت سے بھی کافی لمبی ہو۔

نیز قرآن کریم کے اندر حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے واقعہ میں **لا تأخذ بلحيتي** میں ایک مشت سے زیادہ کی بات ثابت ہوتی ہے؛ اس لئے کہ وہ ایک مشت سے زائد کو پکڑ کر کاٹتے تھے، ایک مشت سے کم کو نہیں؛ اس لئے ایک مشت سے کم ہونے کی صورت میں احادیث مبارکہ کا مفہوم کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا ہے۔

اور حدیث شریف میں اعفاء کا لفظ آیا ہے اور ایک مشت سے کم کی صورت میں اعفاء کا معنی ثابت نہیں ہوسکتا ہے، جو لوگ عربی محاورہ سے واقف ہیں وہی اس کو سمجھ سکتے ہیں اور جو عربی محاورہ سے واقف نہیں ہیں، وہ تاویل کی کوشش کریں گے۔

وكان ابن عمر إذا حج، أو اعتمر قبض على لحيته فما فضل أخذه.
(بخاري شريف، كتاب اللباس، باب تقليم الاظفار ٢/ ٨٧٥، رقم: ٥٦٦٣، ف: ٥٨٩٢، منصف ابن ابي شيبة، مؤسسه علوم القرآن بيروت ١٣/ ١١٣)

عن ابن عمرؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خالفوا المشركين، وفروا اللحىٰ، وأحفوا الشوارب. (بخاري شريف، ٢/ ٨٧٥، رقم: ٥٦٦٣، ف: ٥٨٩٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٤/ جمادی الاولیٰ ١٤٢٧ھ
(فتویٰ نمبر: الف ٣٨/ ٩٠١٤)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
٢٤/ ٥/ ١٤٢٧ھ

شرعی داڑھی کی تحقیق

سوال [١٠٦٩٢]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ داڑھی رکھنا سنت ہے یا واجب؟ اگر سنت ہے، تو ہمارا اعتراض یہ ہے کہ جس طرح سے باقی سنتوں کے چھوڑنے سے انسان کو فاسق قرار نہیں دیا جاتا ہے مثلاً کرتا عمامہ، تہبند وغیرہ۔ اب اگر کوئی داڑھی کی سنت کو ادا نہ کرے، تو اسے فاسق کیوں قرار دیا جاتا ہے ورنہ تو سنت مؤکدہ غیر مؤکدہ دونوں کے چھوڑنے والے کو فاسق قرار دیا جانا چاہئے۔

(٢) اگر واجب ہے تو صحابہ کرام کی زندگی پر اعتراض ہوتا ہے، جیسے عبد اللہ بن عمرؓ وابن عباسؓ کہ انہوں نے حج کے موقعہ پر داڑھی کٹائی ہے، اگر واجب ہی ہے، تو صحابہ بھی ترک وجوب کے مرتکب ہوئے۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

(۳) اگر آپ صحابہ کی زندگی سے ایک مشت داڑھی ثابت کرنا چاہیں تو مد مخالف کاٹنے کا ثبوت پیش کرتا ہے اور یہ اصول ہے، جب ایک لفظ کا دو معنی ہو، تو اس کو دلیل میں پیش کرنا درست نہیں ہے، جیسے لفظ قروء۔

(۴) ایضاح المسالک میں مسئلہ عموم بلویٰ کے حکم کے تحت لکھا ہے کہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر کوئی عمل حرام لوگوں میں رائج ہوجائے، تو کراہت تنزیہی کے حکم میں آجاتا ہے، تو اس اصول کے تحت بھی داڑھی کا کٹانا کراہت تنزیہی کے تحت آجاتا ہے۔

(۵) ایک مشت داڑھی کے متعلق کوئی صریح روایت پیش فرمائیں کہ داڑھی کا اطلاق کہاں سے کہاں تک ہے۔

المستفتی: عبدالحمید، پیرزادہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) داڑھی رکھنا واجب ہے۔

عن ابن عمرؓ، عن النبي صلی اللہ علیه وسلم، أنه أمر بإحفاء الشوارب، وإعفاء اللحية. (مسلم شریف، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، النسخة الهندية ۱/۱۲۹، بیت الأفکار رقم: ۲۵۹، سنن الترمذي الأدب، باب ماجاء في إعفاء اللحية، النسخة الهندية ۲/۱۰۵، دار السلام رقم: ۲۷٦٤)

يحرم على الرجل قطع لحيته. (شامي، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، زکریا ۹/۵۸۳، کراچي ٦/٤۰۷)

وأما الأخذ منها وهي دون ذلک کما يفعله بعض المغاربة، ومخنثة الرجال، فلم يبحه أحد. (شامي، کتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب في الأخذ من اللحية، کراچي ۲/٤۱۸، زکریا۳/۳۹۸)

اور اگر داڑھی رکھنا سنت قرار دیا جائے، تو یہ سنت مؤکدہ ہے، جس کے ترک پر شرعاً فسق کا حکم لگتا ہے؛ کیونکہ سنت مؤکدہ کا ترک مکروہ تحریمی ہے۔

أن تـرک السـنة الـمؤکـدة مکروه تحریمًا لجعله قریبًا من الحرام.
(شامي، کتاب الحظر والإباحة، کراچي ٦/٣٣٨، زکریا ٩/٤٨٧)

یـأثـم بتـرک الـواجب ومثله السنة المؤکدة. (در مختار علی الشامي، کراچي ٦/٣٣٧، زکریا ٩/٤٨٧)

اوراس کے برخلاف عمامہ باندھنا، کرتا پہننا سنن زوائد میں سے ہے؛ اس لئے اس کے ترک پر ملامت نہیں ہے؛ لہٰذا اس کے تارک پر فسق کا حکم نہ لگے گا۔

(۲) رہا حضرات صحابہؓ سے داڑھی کٹانے کی حدیث مروی ہے اوران کے عمل سے داڑھی کٹانا ثابت ہے، تو جوایک مشت سے زائد داڑھی ہوتی تھی، اس کوانہوں نے کٹائی ہے۔ فلا اشکال۔

وکـان ابـن عمر إذا حج، أو اعتمر قبض علی لحیته فما فضل أخذه.
(بخاري شریف، کتاب اللباس، باب تقلیم الاظفار ٢/٨٧٥، رقم: ٥٦٦٣، ف:٥٨٩٢)

إن ابـن عـمـر یأخذ من لحیته بعد الفراغ عن الحج؛ أي ما یزید علی القبضة. (العرف الشذي علی هامش الترمذي، باب إعفاء اللحیة ٢/١٠٥)

عـن عـمـرو بن شعیب عن أبیه عن جده، أن رسول الله صلی الله علیه کـان یـأخـذ مـن لحیته من طولها وعرضها. (سنن الترمذي، کتاب الأدب، باب ماجاء في الأخذ اللحیة، النسخة الهندیة ٢/١٠٥، دار السلام رقم: ٢٧٦٢)

(۳) اعفاء لحیہ کے متعلق جو حدیثیں وارد ہوئی ہیں، ان کو محتمل المعنی گرداننا اورفروع پر قیاس کرنا بالکل درست نہیں۔

(۴) اورآپ کے ''ایضاح المسالک'' میں ذکر کردہ عموم بلویٰ کا مطلب یہ ہے کہ جس میں عام لوگ مبتلا ہو گئے ہوں، اوراس سے بچنا دشوار ہواورداڑھی کے کٹانے سے بچنا دشوار نہیں ہے؛ بلکہ داڑھی کاٹنا بالکل غیر ضروری کام ہے، جس کو گناہ بےلذت کہا جا سکتا ہے۔

(۵) حضور ﷺ نے داڑھی کو خوب بڑھانے کا حکم فرمایا ہے:

عن ابن عمرؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أحفوا الشوارب، وأعفوا اللحىٰ. (ترمذي شريف، كتاب الأدب، باب ماجاء في إعفاء اللحية، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۵، دار السلام رقم: ۲۷۶۳)

ہاں البتہ جو اِدھراُدھر منتشر ہو، اس کو سنبھالنے میں پریشانی کی صورت میں ایک مشت سے زائد کو کاٹنے کی اجازت بھی دی ہے۔

حدثنا مروان يعني ابن سالم المفقع، قال: رأيت ابن عمر يقبض على لحيته، فيقطع مازادت على الكف، وقال كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا أفطر. قال: ذهب الظمأ وابتلت العروق وثبت الأجر إن شاء الله. (أبو داؤد شريف، كتاب الصيام، باب القول عند الإفطار، النسخة الهندية ۱/ ۳۲۱، دار السلام رقم: ۲۳۵۷، كتاب الآثار مع شرح اردو ۳۳۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۴؍ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳/ ۵۷۰۷)	۱۴۱۹/۴/۴ھ

داڑھی کی شرعی مقدار اور اس میں خضاب کا مسئلہ

سوال [۱۰۶۹۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ داڑھی کی شرعی مقدار کیا ہے، ہونٹ کے نیچے آنے والے بالوں کو تراشا جاسکتا ہے یا داڑھی میں شمار ہوں گے؟

(۲) داڑھی میں کون سے رنگ کا خضاب لگانا جائز ہے؟ اور کس عمر میں لگانا بہتر ہے؟ کیا سیاہ بالوں میں خضاب لگانا جائز ہے۔

المستفتی: محمد سالم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ائمہ اربعہ کے نزدیک ایک مٹھی کے برابر داڑھی رکھنا واجب ہے، اس سے پہلے کاٹنا یا منڈانا حرام ہے۔ (مستفاد: جواہر الفقہ، جدید زکریا ۷/ ۱۵۹، قدیم ۲/ ۴۱۷، امداد الفتاوی ۴/ ۲۲۳)

وأما الأخذ منها وهي دون ذلک کما یفعله بعض المغاربة، ومخنثة الرجال، فلم یبحه أحد، وأخذ کلها فعل یهود الهند، ومجوس الأعاجم.

(در مختار مع الشامي، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده، مطلب في الأخذ من اللحیة، کراچي ۲/ ٤١٨، زکریا ۳/ ۳۹۸)

ہونٹ کے نیچے آنے والے بال بھی داڑھی میں شامل ہیں، اوران کا کاٹنا بھی ممنوع ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۶/ ۳۸۷، جدید ڈابھیل ۱۹/ ۴۰۷، احیاء العلوم ۴/ ۳۲۱)

ونتف الفنیکین بدعة وهما جانبا العنفقة، وهي شعر الشفة السفلیٰ.

(فتاوی هندیة، کتاب الکراهیة، الباب التاسع عشر، زکریا قدیم ٥/ ۳٥٨، جدید ٥/ ٤١٤، شامي، کراچي ٦/ ٤٠٨، زکریا ۹/ ٥٨۳، حاشیة الطحطاوي علی المراقي، دار الکتاب دیوبند ٥٢٦)

سیاہ رنگ کے سوا دوسرے رنگوں کا خضاب لگانا جائز ہے اور میدان جنگ کے علاوہ کسی صورت میں سیاہ خضاب لگانا جائز نہیں، ہاں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جوان بیوی کو خوش رکھنے کے لئے بھی سیاہ خضاب لگانا جائز ہے۔ (مستفاد: جواہر الفقہ ۲/ ۴۱۷)

وقد سبق عن الإمام محمدؒ أنه قال في موطئه: لا نریٰ بالخضاب بالوسمة، والحناء، والصفرة بأسًا. (مرقاة المفاتیح، کتاب اللباس، أحکام اللحیٰ، امدادیة ملتان ٨/ ٢٩٢، ممبئی ٤/ ٤٥٨، مؤطا إمام محمد، کتاب السیر، باب الخضاب، اشرفي دیوبند ١/ ٣٩٢، وهکذا في الهندیة، کتاب الکراهیة، الباب العشرون، زکریا قدیم ٥/ ٣٥٩، جدید ٥/ ٤١٤)

أما الخضاب بالسواد للغزو؛ لیکون أهیب في عین العدو فهو محمود بالاتفاق، وإن لیزین نفسه للنساء، فمکروه وعلیه عامة المشائخ،

روي عن أبي يوسفؒ أنه قال: كما يعجبني أن تتزين لي يعجبهاأن أتزين لها. (شامي، كتاب الحظر و الإباحة، فصل في البيع، زكريا ٩/٦٠٥، كراچي ٦/٤٢٢، هندية، زكرياقديم ٥/٣٥٩، جديد ٥/٤١٤، تاتارخانية، زكريا١٨/٢١٤، رقم: ٢٨٥٥٥)

کس عمر میں خضاب لگانا بہتر ہے؟ اس کی کوئی تحدید نہیں ہے؛ بلکہ اس کا مدار داڑھی کے سفید ہونے پر ہے، اور اس زمانہ میں خضاب لگانے کو بہتر کہا گیا ہے، جس زمانہ میں کالی داڑھی میں سفید داڑھی کا اختلاط ہوتا ہے، سیاہ بالوں پر خضاب لگانا مشروع نہیں ہے؛ بلکہ سفید بالوں پر لگایا جاتا ہے، ہاں البتہ سفید بالوں کے ساتھ سیاہ بالوں میں خضاب لگ جائے، تو یہ غیر اختیاری چیز ہے، اس پر کوئی دار و گیر نہیں ہے۔

عن أبي ذر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم غيروا الشيب و لاتشبهوا باليهود، وفي المرقاة: قال بعض العلماء: يحتمل أن يكون النهي اختص بالحالة التي يختلط الشعر الأبيض فيها بالأسود لما في اختلاف اللونين من قبح التضاد، ومشابهة الموافقة بأهل النفاق، فأما إذا ابيض كله وصار اللون واحدًا فلا يغير. (مرقاة، كتاب اللباس، باب الترجل، الخضاب ، امدادية ملتان ٨/٣٠٦، ممبئي ٤/٤٦٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ / جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶ / ۷۶۱۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۵/۳ھ

صرف ہڈی پر داڑھی رکھنے کا حکم

سوال [۱۰۶۹۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص داڑھی صرف ہڈی پر ہی رکھتا ہے، ہڈی سے نیچے کے تمام بال ترشوادیتا ہے اور اوپر سے بھی تمام بال صاف رکھتا ہے، تو کیا ایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ داڑھی کی شرعی حیثیت بیان کریں۔ میری نظر میں اس کا مقصد یہ ہوگا کہ ایسا کرنے سے داڑھی کم

معلوم ہوگی، جس سے عمر بھی کم لگے گی، خیر یہ نظریہ ہو یا نہ ہو، اگر کوئی آدمی ایسا کرتا ہے، تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد شاہد قاسم پور گڑھی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہڈی کے اوپر رخساروں کے بال صاف کرنا، اسی طرح ہڈی کے نیچے کے بال صاف کرنا جائز ہے، مگر خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی ہے۔ (مستفاد: فتاوی رشیدیہ جدید زکریا ۵۸۴، قدیم ۵۹۲)

ولا يحلق شعر حلقه، وعن أبي يوسفؒ لابأس بذلك، ولا بأس بأخذ الحاجبين، وشعر وجهه ما لم يتشبه بالمخنث. (هندية، كتاب الكراهية، الباب التاسع، زكريا قديم ٥/٣٥٨، جديد ٥/٤١٤، شامي، كراچي ٦/٤٠٧، زكريا ٩/٥٨٣، حاشية الطحطاوي على المراقي، دار الكتاب ديوبند ٥٢٦)

اور لب کے نیچے کے بال منڈوانے اسی طرح حلق پر جو بال ہوتے ہیں، ان کو منڈوانے کو فقہاء نے بدعت بھی کہا ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۶/۳۸۵)

ونتف الفنيكين بدعة وهماجانبا العنفقة، وهي شعر الشفة السفلى. (فتاوى هندية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر، زكريا قديم ٥/٣٥٨، جديد ٥/٤١٤، شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، كراچي ٦/٤٠٨، زكريا ٩/٥٨٣، حاشية الطحطاوي على المراقي، دار الكتاب ديوبند ٥٢٦)

بہر حال ایسا نہ کرنا افضل اور بہتر ہے اور کرنے والے کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز اور درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/محرم الحرام ۱۴۱۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۲۹۱/۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۱/۱۴۱۶ھ

داڑھی بچہ کے کاٹنے کا حکم

سوال [۱۰۶۹۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ داڑھی بچہ کا رکھنا کیا حکم رکھتا ہے؟ اور اس کا کاٹنا کیسا ہے؟ مدلل جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: محمد جابر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: داڑھی بچہ داڑھی کے حکم میں ہے؛ لہٰذا اس کا رکھنا واجب اور بچہ کا کاٹنا مکروہ تحریمی ہے، پس اس کے کاٹنے سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔
(مستفاد: محمود الفتاویٰ ۴/۲۴۷، فتاویٰ دار العلوم جدید ۱۶/۲۵۶، بہشتی زیور حصہ ۱۱، ص: ۱۷۷، اشاعت)

ونتف الفنيكين بدعة وهما جانبا العنفقة، وهي شعر الشفة السفلى.
(شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، كراچي ٦/٤٠٨، زكريا ٩/٥٨٣، فتاوى هندية، زكريا قديم ٥/٣٥٨، جديد ٥/٤١٤، حاشية الطحطاوي على المراقي، دار الكتاب ديوبند ٥٢٦)

وقد ذكر العلماء في اللحية أثنتي عشرة خصلة مكروهة......السابعة الزيادة فيها والنقص منها بالزيادة في شعر العذار من الصدغين، أو أخذ بعض العذار في حلق الرأس، ونتف جانبي العنفقة وغير ذلك. (النووي على مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، ١/١٢٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۱۴۶۵)

داڑھی بھر کر آئے اس نیت سے کترنا کیسا ہے؟

سوال [١٠٦٩٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں اپنی داڑھی میں چھدری ہونے کی وجہ سے کترتا ہوں اورارادہ یہ ہے کہ جب خط بھر کر آجائے گی، تو کترنا چھوڑ دوں گا، یعنی سنت کومٹانا مقصد نہیں ہے؛ بلکہ تحریر کا بھرنا مقصد ہے، کیا میں اپنے جیسے داڑھی کتروں یا داڑھی منڈوں کی امامت (تراویح کے واسطے بوجہ قرآن سنانے کے) کرسکتا ہوں؟ اگر جواز کی کوئی صورت ہو، تو برائے مہربانی لکھد یجئے۔

المستفتی: محمد ذاکر، سرائے ترین،

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ میں درج شدہ مقصد کے لئے بھی داڑھی کترا کر شرعی حد سے کم کرنا حرام وناجائز ہے، ایسا کرنے والا شرعاً فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز تراویح مکروہ تحریمی ہوگی۔

والسنة فيهاالقبضة (إلى قوله) ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته.

(الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، كراچي ٦/٤٠٧، زكريا ٩/٥٨٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٤ر رمضان المبارک ١٤٠٩ھ
(فتویٰ نمبر: الف ١٣٨٨/٢٥)

داڑھی کے بال اگانے کے لئے استرا پھروانا

سوال[١٠٦٩٧]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ زید کی عمر تقریباً ۲۵/سال سے زائد ہوگئی ہے؛ لیکن اس کو ابھی داڑھی نہیں نکلی بعض ڈاکٹر حکیم لوگوں نے مشورہ دیا کہ تم داڑھی پر خالی استرا پھروالو اس سے تمہاری داڑھی آجائے گی، تو کیا شریعت کی روشنی میں ایسا کیا جاسکتا ہے؟

المستفتی: محمد عابد، متعلم مدرسہ ہذا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بالوں کا اگنا نہ اگنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، یہ کسی کے اختیار میں نہیں ہے، اگر کسی کے چہرہ پر بال نہیں نکلے تو اس سلسلہ میں اس سے کوئی باز پرس نہ ہوگی، اور نہ وہ گنہگار ہوگا؛ لہٰذا اس طرح چہرہ پر استرا پھیرنے کی ضرورت نہیں ہے، تاہم اگر بطور علاج ایسا کیا جائے اور حکیم ڈاکٹروں کی یہ بات مجرب ہو، تو پھر استرا پھیرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے؛ اس لئے کہ یہ داڑھی پر استرا پھیرنا نہیں ہے۔ (مستفاد: محمودیہ جدید ڈابھیل ۱۹/۴۱۸، قدیم ۱۷/۳۰۷، فتاوی رحیمیہ جدید زکریا ۱۰/۱۱۶-۱۱۷، قدیم ۶/۲۶۹، احسن الفتاوی ۸/۷۷)

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا. [البقرہ:۲۸٦] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳٦/۷۳٦۷)

عورتوں کو داڑھی یا مونچھ نکل آئے تو کاٹنا کیسا ہے؟

سوال [۱۰٦۹۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تخلیقی طور سے بعض مرد یا بعض عورتوں کے جسم کے بعض حصوں پر جیسے داڑھی مونچھ، بھویں، کان، کمر پر بال اگ جاتے ہیں، جو بدنما محسوس ہوتے ہیں، ان بالوں کو صاف کرنا مرد وعورت کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد غفران صدرس، مدرسہ تعلیم القرآن شیرکوٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرد کے جن اعضا پر عموماً بال نکلتے ہیں، مثلاً داڑھی مونچھ، بھوں، ابرو، ان کے علاوہ کسی حصہ پر مثلاً کان، کمر یا کسی اور حصہ پر بال نکل آئیں، تو ان کا صاف کرنا جائز ہے، اسی طرح عورت کے چہرے وغیرہ پر بال نکل آئیں، تو ان کا صاف کرنا جائز ہے۔

إزالة الشعر من الوجه حرام إلا إذا نبت للمرأة لحية، أوشوارب، فلا تحرم إزالته؛ بل تستحب ولابأس بأخذ الحاجبين وشعر وجهه ما لم يشبه المخنث. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، قبيل الإستبراء، كراچي ٦/ ٣٧٣، زكريا٩/ ٥٣٦، الموسوعة الفقهية الكويتية ١١/ ٢٧٣، الفقه الإسلامي وادلته، مكتبه هدىٰ انٹرنیشنل دیوبند ١/ ٤٠٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۹۷۰۹/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۸/۱۶ھ

داڑھی ایک مشت سے زائد کاٹنا اور گولائی میں کرنا

سوال [۱۰۶۹۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ داڑھی کی کم سے کم لمبائی کتنی ہونی چاہئے اور اس کو کاٹ کر گولائی میں کرنے کا حکم کس حدیث سے ثابت ہے، بعض غیر مقلدین داڑھی کو ناف سے نیچے چھوڑ دیتے ہیں، کیا یہ عمل صحیح ہے؟ یا حدیث کے خلاف ہے؟ مدلل جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: محمد ذاکر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: داڑھی ایک مشت رکھنا واجب ہے اور ایک

مشت سے بہت زائد لمبی داڑھی رکھنا جیسا کہ بعض غیر مقلدین رکھتے ہیں، یہ احادیث اور سنت کے خلاف ہے ایک مشت سے زائد داڑھی کو کاٹ کر گولائی میں کرنا ابن عمرؓ اور ابو ہریرہؓ کی روایت سے ثابت ہے، جو درج ذیل ہے۔

عن ابن عمرؓ عن النبي صلی الله علیه وسلم قال: خالفوا المشركين، وفروا اللحیٰ، واحفوا الشوارب، وكان ابن عمر إذا حج، أو عمر قبض على لحيته فما فضل أخذه. (بخاري شريف، كتاب اللباس، باب تقليم الأظفار ٢/٨٧٥، رقم: ٥٦٦٣، ف:٥٨٩٢)

وقد روي عن أبي هريرةؓ أيضاً أنه كان يقبض على لحيته فيأخذ مافضل عن القبضة. (هامش الترمذي ٢/١٠٥)

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده، أن رسول الله صلى الله عليه كان يأخذ من لحيته من طولها وعرضها. (سنن الترمذي، كتاب الأدب، باب ماجاء في الأخذ اللحية، النسخة الهندية ٢/١٠٥، دار السلام رقم: ٢٧٦٢)

عن الحسن قال: كانوا يرخصون فيمازاد على القبضة من اللحية: أن يؤخذ منها. (مصنف ابن أبي شيبة، مؤسسة علوم القرآن بيروت ١٣/١١٢، رقم:٢٥٩٩٥)

عن أبي هريرةؓ: أنه كان يأخذ من لحيته ماجاز القبضة. (مصنف ابن أبي شيبة ١٣/١١٣، رقم:٢٥٩٩٩)

أنه ورد في السنة إصلاح اللحية بما يزيد على القبضة.
(اوجز المسالك، دار القلم بيروت ٨/١٣٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

كتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٧/ربیع الاول ١۴٣۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴٠/ ١١۴٦٦)

داڑھی کے بال توڑ کر پھینکنے کی حکمت

سوال [۱۰۷۰۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں ایک رواج ہے کہ اگر داڑھی کا کوئی بال ٹوٹتا ہے، یا گرتا ہے تو اس کو توڑ کر پھینکتے ہیں، معلوم یہ کرنا ہے کہ داڑھی کے بال کا توڑ کر ایک طرف ڈالنا یہ شرعًا کوئی بات ہے یا ویسے ہی عوامی رواج ہے؟

المستفتی: سعید احمد سیڑھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بخاری شریف میں ایک روایت کئی جگہ موجود ہے حضور ﷺ کو جو جادو کیا گیا تھا، وہ بالوں میں گرہ لگا کر کیا گیا تھا اور داڑھی کے بال چونکہ لمبے ہوتے ہیں، ان میں گرہ لگانا آسان ہوتا ہے؛ اس لئے جو لوگ داڑھی کے بال گرنے کے بعد اسے توڑ کر چھوڑ دیتے ہیں، شاید اسی وجہ سے کرتے ہوں گے کہ کسی دشمن کے ہاتھ نہ لگ سکے، اور اگر داڑھی کے بال توڑ کر ایک طرف ڈالنے والوں کا مقصد کوئی دوسرا ہے، تو وہی بتائیں گے، ہم کو معلوم نہیں کہ ان کا کیا مقصد ہے؟

عن عائشة رضـ **كان رسول الله صلى الله عليه وسلم سحر حتى كان يرىٰ أنه يأتي النساء، ولا يأتيهن......وقال من طبه قال لبيد بن الأعصم رجل من بني زريق حليف ليهود، كان منافقًا، قال: وفيم ، قال في مشط ومشاقة قال فأين؟ قال: في جف طلعة ذكر تحت رعوفة في بئر ذی أروان.** (بخاري شريف، كتاب الطب، باب هل يستخرج السحر ۲/۸۵۸، رقم: ۵۵۴۰، ف: ۵۷۶۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۹۶۳۴/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۶/۱۴ھ

رخسار اور حلق کے بال منڈانا

سوال [١٠٧٠١]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رخسار کے بال اور ٹھوڑی کے نیچے حلق کے بال کی کیا حیثیت ہے؟ کیا یہ ازروئے شرع داڑھی کے اندر داخل ہے یا خارج؟ زید رخسار اور داڑھی کے نیچے ٹھوڑی کے نیچے کے بال منڈاتا ہے، شریعت کی نظر میں اس کا یہ عمل کیسا ہے؟

المستفتی: عبدالکریم، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: رخسار اور حلق کے بال داڑھی میں داخل نہیں؛ لہٰذا زید کے رخسار اور حلق کے بالوں کو منڈانے کی گنجائش ہے اور رخسار کے بالوں کو گولائی میں منڈانے کی بھی گنجائش ہے؛ لیکن نہ منڈانا بہتر ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ، جدید ڈابھیل ۴۴۲/۱۹، ۴۲۰/۱۹-۴۲۱، قدیم ۲۸۲/۸-۲۹۴/۸)

ولا يحلق شعر حلقه، وعن أبي يوسفؒ لابأس بذلك، ولا بأس بأخذ الحاجبين، وشعر وجهه ما لم يتشبه بالمخنث، كذا في الينابيع. (هندية، كتاب الكراهية، الباب التاسع، زكريا قديم ٣٥٨/٥، جديد ٤١٤/٥، حاشية الطحطاوي على المراقي، دار الكتاب ديوبند ٥٢٦، شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، كراچي ٤٠٧/٦، زكريا ٥٨٣/٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
٢٧/ جمادی الاول ١٤٢١ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ٦٦٨٤/٣٥)	١٤٢١/٥/٢٧ھ

داڑھی مونڈنا کیسا ہے؟

سوال [١٠٧٠٢]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: کہ جو حضرات شروع سے داڑھی مونڈتے ہیں، ان کے بارے میں علماء دین کیا فرماتے ہیں؟ اسی طرح جو حضرات داڑھی رکھ کر پھر اس کو صاف کر دیں، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد سمیع اللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک مشت سے کم داڑھی کاٹنے کو فقہاء نے حرام قرار دیا ہے، شروع سے مونڈ دے، تو بھی حرام اور رکھ کر مونڈ دے تب بھی حرام ہے۔

عن ابن عمرؓ، عن النبي صلی اللّٰه علیه وسلم، أنه أمر بإحفاء الشوارب، وإعفاء اللحية. (مسلم شريف، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، النسخة الهندية ١/١٢٩، بيت الأفكار رقم: ٢٥٩، سنن الترمذي، كتاب الأدب، باب ماجاء في إعفاء اللحية، النسخة الهندية ٢/١٠٥، دار السلام رقم: ٢٧٦٤)

إذا كانت بقدر المسنون وهو القبضة –إلى قوله– وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة، ومخنثة الرجال، فلم يبحه أحد، وأخذ كلها فعل يهود الهند، ومجوس الأعاجم. (در مختار مع الشامي، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب في الأخذ من اللحية، مصري ٢/١٥٥، كراچي ٢/٤١٨، زكريا ٣/٣٩٨)

يحرم على الرجل قطع لحيته. (در مختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مصري ٥/٣٥٩، كراچي ٦/٤٠٧، زكريا ٩/٥٨٣) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍صفر المظفر ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۶۰۱۵/۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۲/۲ھ

داڑھی ہوتے ہوئے کوئی غلط کام ہوجانے کے خوف سے داڑھی نہ رکھنا

سوال [۱۰۷۰۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: کہ بعض حضرات اس لئے داڑھی نہیں رکھتے کہ اگر ہم داڑھی رکھ کر کوئی غلط کام کریں گے، تو اس سے داڑھی والوں کی بدنامی اور داڑھی کی بے حرمتی ہوگی، ایسے حضرات کے بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: جوادالحق، نئی بستی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: داڑھی رکھنا واجب ہے اور کترانے میں ایک گناہ کبیرہ ہے، جو موجب فسق ہے، اور داڑھی منڈانے میں دو گناہ کبیرہ ہیں، ایک گناہ کبیرہ جو موجب فسق ہے۔ دوسرا گناہ کبیرہ عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے پس داڑھی کی سب سے بڑی بے حرمتی یہی ہے کہ منڈا دیا جائے یا کترا دیا جائے اور داڑھی منڈا کر کے داڑھی کو بے حرمتی سے بچانے کی بات کرنا کتنی بڑی الٹی کھوپڑی کی بات ہے خود اپنے ہاتھ سے داڑھی کو بدنام بھی کر دیا۔ نیز دنیا والوں کے سامنے دکھایا، پھر کہتے ہیں کہ داڑھی کو بدنامی سے بچائیں، یہ کونسی سمجھ کی بات ہے؟ اگر غلط کام کرتے ہیں، تو غلط کام کا گناہ الگ سے ہوگا اور داڑھی منڈانے کا گناہ الگ سے؛ اس لئے داڑھی نہ رکھنے والوں کی یہ دلیل درست نہیں ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۴/۲۲۳، احسن الفتاوی ۸/۷۳)

عن ابن عمرؓ، عن النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم، أنہ أمر بإحفاء الشوارب، وإعفاء اللحیہ. (مسلم شریف، کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ، النسخۃ الھندیۃ ۱/۱۲۹، بیت الأفکار رقم: ۲۵۹، سنن الترمذي، کتاب الأدب، باب ماجاء في إعفاء اللحیۃ، النسخۃ الھندیۃ ۲/۱۰۵، دار السلام رقم: ۲۷۶٤)

عن ابن عباسؓ، قال: لعن النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم: المتشبھین من الرجال بالنساء الحدیث (صحیح البخاري، کتاب اللباس، باب المتشبھین بالنساء ۲/۸۷٤، رقم: ۵٦۵٦، ف: ۵۸۸۵) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ
۲۲ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/۷۶۰۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/۴/۱۴۲۳ھ

جس کمپنی میں داڑھی کی اجازت نہ ہو، اس میں ملازمت

سوال[۱۰۷۰۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں قطر پٹرولیم کمپنی میں کام کرتا ہوں، ہماری کمپنی میں داڑھی رکھنے پر سخت پابندی ہے اگر کبھی تھوڑی بہت داڑھی بڑھ بھی جاتی ہے، تو ہماری کمپنی کا منیجر داڑھی کٹانے کا حکم دیتا ہے، اور بغیر کٹائے کام کرنے کی اجازت نہیں ہوتی، مجھے داڑھی کاٹنے پر بہت شرمندگی ہوتی ہے اور میں دوسری کمپنی تلاش بھی کررہا ہوں، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ جب تک دوسری کمپنی میں سروس نہ ملے، اس کمپنی میں کام کرنا کیسا ہے، اور ایسی مجبوری کی حالت میں داڑھی کٹانے کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد حسن، دوحہ، قطر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: داڑھی رکھنا اور اس کو بڑھانا شرعاً واجب ہے، حدیث شریف میں اس کا حکم آیا ہے، ایک مشت پہونچنے سے پہلے کٹانا اور ایک مشت سے کم کرالینا جائز نہیں۔ لہٰذا کمپنی کے منیجر کے کہنے سے شرعی حکم کی مخالفت جائز نہیں، آپ اللہ پر بھروسہ کرکے ایسی کمپنی سے نوکری چھوڑ دیں، اللہ تعالیٰ انشاء اللہ اس سے اچھا انتظام فرمادیں گے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۱۹/۱۴/۴۱)

عن ابن عمرؓ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: خالفوا المشرکین، وفروا اللحیٰ، وأحفوا الشوارب، وکان ابن عمر إذا حج، أو اعتمر قبض علی لحیته فما فضل أخذه. (بخاري شریف، کتاب اللباس، باب تقلیم الأظفار ۲/۸۷۵، رقم: ۵۶۶۳، ف:۵۸۹۲)

عن عليؓ قال: قال رسول اللّٰہ علیه وسلم لا طاعة في معصیة إنما الطاعة في المعروف. (صحیح البخاري، کتاب أخبار الأحاد، باب ماجاء في إجازة

خبر الواحد ۲/۱۰۸۷، رقم:۶۹٦۷، ف:۷۲۵۷، مشکوۃ شریف ۳۱۹)

یحرم علی الرجل قطع لحیته. (شامي، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، زکریا ۹/۵۸۳، کراچي ٦/۴۰۷)

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إنک لا تدع شیئًا اتقاء الله إلا أعطاک الله خیرًا منه. (شعب الإیمان، دار الکتب العلمیة بیروت ۵/۵۳، رقم: ۵۷۴۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍رجب المرجب ۱۴۳۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹/۱۰۵۵۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/۷/۱۴۳۲ھ

داڑھی رکھنے کی وجہ سے نوکری سے نکالنے لگے تو کیا حکم ہے؟

سوال [۱۰۷۰۵]: (الف) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید گورنمنٹ ملازم ہیں یعنی ملیٹری میں نوکری کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ ملیٹری میں رہنے کے باوجود داڑھی رکھیں، مگر ان کے جو جنرل کرنل ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اگر تم داڑھی رکھو گے تو تمہیں نوکری سے نکال دیا جائے گا اور اگر زید نوکری چھوڑ دیں، تو ایسا کوئی ذریعہ نہیں ہے، جس سے اپنے بیوی بچوں کا خرچہ چلا سکیں، اس وجہ سے زید کافی مجبور ہیں۔ واضح رہے کہ زید کے تمام آفیسر کافر ہیں۔

المستفتی: فوجی محمد الیاس، جموں کشمیر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: داڑھی تمام انبیاء کی سنت اور شعائر اسلام میں سے ہے؛ اس لئے ایک مشت داڑھی رکھنا واجب اور لازم ہے، ایک مشت سے کم کرانا یا ترشوانا قطعاً جائز نہیں ہے۔ اب رہی ملازمت کی بات کہ داڑھی رکھنے سے نوکری سے نکال

دیا جائے گا، تو یہ ہندوستانی قانون کے خلاف ہے؛ کیونکہ ہندوستانی قانون میں ہر آدمی اپنے مذہب پر عمل کرنے میں آزاد ہے، جیسا کہ سکھوں کو داڑھی رکھنے میں کوئی رکاوٹ نہیں اور جو مسلمانوں کو دھمکی دی جارہی ہے، وہ خود مسلمانوں کی ذاتی کمزوری اور غفلت کی وجہ سے ہے؛ اس لئے کہ مسلمان خود اپنے یونی فارم کی پابندی نہیں کرتے ہیں۔

عن عائشةؓ قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: عشر من الفطرة قص الشارب، وإعفاء اللحية إلى آخره. (سنن أبو داؤد شريف، كتاب الطهارة، باب السواك من الفطرة، النسخة الهندية ۱/۸، دار السلام رقم: ۵۳، صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، النسخة الهندية ۱/۱۲۹، بيت الأفكار رقم: ۲۶۱، سنن ابن ماجه، كتاب الطهارة، باب الفطرة، النسخة الهندية ۱/۲۵، دار السلام رقم: ۲۹۳)

وقص اللحية كان من صنع الأعاجم، وهو اليوم شعار كثير من المشركين كالأفرنج والهنود، ومن لا خلاق له في الدين من الطائفة القلندرية. (مرقاة شرح مشكوة شريف، باب السواك، مكتبة امداية ملتان اشرفى ۲/۴، شامي، زكريا ۳/۳۹۸، كراچي ۲/۴۱۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۷/۸۷۶۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/۳/۱۴۲۶ھ

سرحد پار کرنے کے لئے داڑھی منڈوانے کی گنجائش

سوال [۱۰۷۰۵/ب]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص ہندوستان کا رہنے والا ہے؛ لیکن کاروبار کے لئے بنگلہ دیش آنا جانا ہوتا رہتا ہے تو اس درمیان کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی؛ لیکن اس مرتبہ رکاوٹ پیش آرہی ہے، وجہ یہ ہے کہ پہلے داڑھی نہیں رکھتا تھا اور اب داڑھی رکھنے لگا ہے، جس کی وجہ

سے پاسپورٹ فوٹو سے چہرہ نہ ملنے کیوجہ سے باڈر پر روک لیا جاتا ہے، تو کیا اس مجبوری کیوجہ سے داڑھی کو کٹوایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد جوہر علی، بیگوسرائے

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر داڑھی منڈوائے بغیر سرحد پار کرنا ممکن نہیں نہیں، تو بدرجۂ مجبوری داڑھی منڈوا کر کے سرحد پار کرنے کی گنجائش ہے؛ کیونکہ مجبوری اور ضرورت کی وجہ سے بقدر ضرورت امر ممنوع کے ارتکاب کی شرعاً اجازت ہو جاتی ہے۔

ما أبيح للضرورة يتقدر بقدرها الخ. (الأشباه والنظائر ۱۴۰)

عن أنس أن الزبير، وعبد الرحمن بن عوف شكوا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم القمل فرخص لهما في قميص الحرير في غزاة لهما. الحديث. (قديم ٦٥)

إنما يكره اللبس إذا لم تقع الجاجة في لبس الخ. (البحر الرائق ۸/ ۱۹۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ر)

داڑھی مونڈنے والے نائی کی اجرت کا جواز

سوال [۱۰۷۰۵ / ج]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آپ نے لکھا ہے کہ سرحد پار کرنے کے لئے داڑھی کی وجہ سے رکاوٹ پیش آنے کی صورت میں داڑھی منڈوا کر سرحد پار کرنے کی گنجائش ہے اور اس طرح بہت سے اعذار ایسے ہیں، جن کی وجہ سے داڑھی منڈوانے کی گنجائش ہوسکتی ہے؛ اسی طرح تصویر کشی کرنا فی نفسہ ناجائز ہے؛ لیکن بہت سے امور میں تصویر کی ضرورت پیش آئی؛ اسی لئے

بہت سے فقہاء نے تصویر کشی کی اجرت کو جائز اور حلال لکھا ہے، تو کیا داڑھی مونڈنے والے نائی کی اجرت بھی جائز ہوگی یا نہیں اور ایسا نائی جو داڑھی مونڈنے کی اجرت حاصل کرتا ہے، اس کو قربانی کے سات شرکاء میں سے ایک شریک قرار دینے میں دیگر شرکاء کی قربانی میں خرابی آئے گی یا نہیں؟ بعض علاقہ میں اس مسئلے کو لے کر لوگوں میں اختلاف اور جھگڑا ہو رہا ہے کہ نائی کی شرکت کی وجہ سے دوسروں کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ ناجائز کہتے ہیں، بعض لوگ جائز کہہ رہے ہیں، آپ اس مسئلے کا حل شریعت کی روشنی میں فرمادیں۔

المستفتی: عبدالہادی بستوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: داڑھی مونڈنے والے نائی کی اجرت حلال ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں باقاعدہ طور پر کوئی صریح جزئیہ دستیاب نہ ہوسکا اور داڑھی مونڈنے کے مسئلہ کا سلسلہ خیر القرون اور ائمہ مجتہدین کے زمانہ سے چلا آرہا ہے، یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے، مگر ائمۂ مجتہدین میں متقدمین اور متأخرین میں سے کسی نے بھی اس مسئلہ کو اہمیت دی ہو یا اس مسئلے پر صاف الفاظ کے ساتھ کسی حکم شرعی کی وضاحت فرمائی ہو۔

احقر کے علم میں نہیں ہے تاہم ایسے نائی کی اجرت جو داڑھی مونڈ کر حاصل ہوتی ہو، اس کی حلت وحرمت کے متعلق نظائر پر غور کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تعاون علی المعصیت کی وجہ سے داڑھی مونڈنے کا عمل باعث گناہ ہے، مگر اس کی اجرت جائز اور حلال ہوگی، حاصل طور پر جب استرا اور بلیڈ نائی کا ہو تو قربانی میں دیگر شرکاء کے ساتھ اس کی قربانی بھی درست ہوجائے گی اور دیگر شرکاء کی قربانی بھی بلا کراہت درست ہوجائے گی اور یہ ایسا ہے کہ جیسا کہ تصویر کشی کرنا معصیت اور گناہ کبیرہ ہے لیکن تصویر کشی کی اجرت حضرت امام محمدؒ کے نزدیک جائز اور حلال ہے، اسی طرح ڈھول، تاشے اور آلات لہو ولہب کا تیار کرنا تعاون علی المعصیت کی وجہ سے گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہے؛ لیکن اس کی اجرت جائز اور حلال ہے اور یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ بعض حالات میں تصویر کشی کی ضرورت ہوتی ہے اور آلات لہو ولہب کی بھی بعض دفعہ

ضرورت پڑ جاتی ہے،اس طرح داڑھی منڈوانے کی بھی بعض دفعہ ضرورت پڑجاتی ہے مثلاً کسی بیماری کی وجہ سے منڈوانے کی ضرورت پڑجاتی ہے یاپاسپورٹ کے اوپر بغیر داڑھی کافوٹو ہےاور غیر ملک میں جانے کےایک دوسال کے بعد چہرے پر پوری داڑھی آچکی ہواور پاسپورٹ کا فوٹو چہرہ سے میل نہ کھاتا ہواور اس حالت میں سرحد پار کرنے میں دشواری ہو،تو داڑھی منڈوا کرکے سرحد پار کرنے کی اجازت ہوجاتی ہے،تو معلوم ہوا کہ بعض دفعہ بعض اعذار کی وجہ سے ایسے ہی داڑھی منڈوانے کی گنجائش ہوجاتی ہے،جیسا کہ تصویرکشی کی گنجائش ہوتی ہے؛اس لئے ہم داڑھی مونڈنے والے نائی کی اجرت کواسی طرح جائزاور حلال سمجھتے ہیں،جس طرح تصویرکشی کرنے والے کی اجرت کوبعض فقہاء نے جائزاور حلال کہا ہے۔

جزئیات ملاحظہ فرمایئے:

وفي نوادر هشام عن محمدؒ رجل استأجر رجلاً ليصور له صوراً أوتماثيل الرجال في بيت أو فسطاط فاني أكره ذالک وأجعل له الأجرة. قال هشام: تاويله إذا كان الإصباغ من قبل الأجير......وإن استاجره لينحت له طنبوراً أو بربطا ففعل طاب له الأجر إلا أنه ياثم به. (هندية، زكريا ٤/ ٤٥٠، اتحاد ٤/ ٤٨٦)

وفي فتاوى اهل سمر قندؒ إذا استأجر رجلا ينحت له طنبورًا أو بربطا ففعل يطيب له الأجر إلا أنه ياثم في الإعانة على المعصية وإنماا وجب له الأجر في هذه المسائل. (المحيط البرهاني ١١/ ٣٤٦، رقم: ١٣٧٩٣، البحر الرائق، زكريا ٨/ ٣٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ
(فتویٰ نمبر:الف ۴۱/ ۱۲۲۹۸)